مقالاتِ سیرت

2025ء / 1447ھ

سوشل میڈیا کے مفید استعمال
کی تعلیم و تربیت میں ریاستی ذمہ داریاں

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

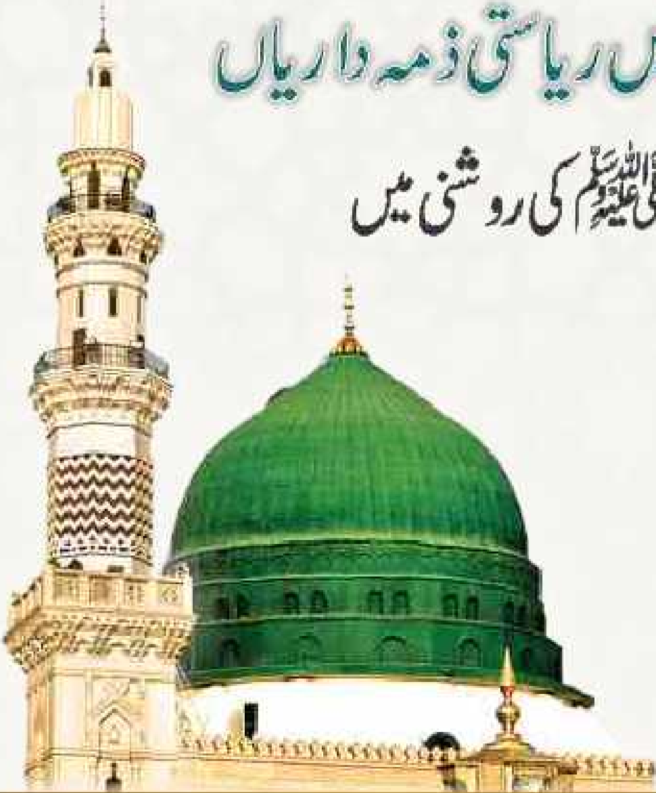

شعبہ تحقیق و مراجع

وزارتِ مذہبی اُمور و بین المذاہب ہم آہنگی

حکومت پاکستان، اسلام آباد

بین الاقوامی سیرت النبی ﷺ کانفرنس

2025ء / 1447ھ

مقالاتِ سیرت

2025ء / 1447ھ

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم و تربیت میں ریاستی ذمہ داریاں
سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

شعبہ تحقیق و مراجع

وزارتِ مذہبی اُمور و بین المذاہب ہم آہنگی

حکومت پاکستان، اسلام آباد

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم و تربیت میں ریاستی ذمہ داریاں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

2025ء / 1447ھ

طبع اول: 2025ء / 1447ھ

تعداد: 500

اہم نوٹ:

مقالات سیرت میں شائع ہونے والے مواد کے بارے میں تمام تر ذمہ داری متعلقہ مقالہ نگار کی ہے اور ادارے کا اُن کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ناشر: شعبہ تحقیق و مراجع وزارتِ مذہبی اُمور و بین المذاہب ہم آہنگی، اسلام آباد

مطبع: گُل اعوان پرنٹرز، اسلام آباد

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست موضوعات

پیغام: وفاقی وزیر مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی 7
پیش لفظ 9

تقاریر

خطاب جناب سردار محمد یوسف وفاقی وزیر مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی 13
خطاب مولانا حنیف جالندھری: ناظم اعلی وفاق المدارس العربیہ پاکستان 18
خطاب سردار شمشیر مزاری پارلیمانی سیکرٹری وزارتِ مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی 23
خطاب مولانا طاہر محمود اشرفی، چیئر مین پاکستان علماء کونسل 25
خطاب سینیٹر ڈاکٹر حافظ عبد الکریم، امیر مرکزی جمعیت اہلِ حدیث پاکستان 29
خطاب الدكتور محمود صدقي الهباش، قاضي قضاة فلسطين ومستشار الرئيس للشؤون الدينية 32
خطاب عمرو عبد الحامد راقب الشال المصري 37
خطاب عادل عبد الرحمن، عضو مجلس شورى بحرين 40
Speech by Dr. AFM Khalid Hussain, Advisor to the MORA, Bangladesh 42
خطاب ڈاکٹر راغب حسین نعیمی، چیئر مین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان 44
خطاب علامہ عارف حسین واحدی، مرکزی نائب صدر شیعہ علماء کونسل پاکستان 48
خطاب محترمہ ڈاکٹر سمیعہ راحیل قاضی 52
خطاب جناب انیق احمد، سابق نگران وفاقی وزیر مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی 54
خطاب علامہ عبد الخبیر آزاد، چیئر مین رویتِ ہلال کمیٹی 57
خطاب جناب پیر خالد سلطان 59
خطاب جناب پیر سید عمران شاہ، وفاقی وزیر برائے پاورٹی ایلیویایشن اینڈ سوشل سیفٹی 61

مقالات سیرت 2025

ڈاکٹر محمد ریاض علیمی 65
مقصود احمد 92
قاضی تنزیل الرحمان 118

صفا اکبر بنت محمد اکبر حسین	143
پارس نازنین گیلانی	177
کشمالا خان	201
ڈاکٹر حافظ محمد صدیق	218
ولی اللہ	239
ڈاکٹر مفتی بخت شید صوابی	261
عجب خان	282
محمد یوسف	301
ثناء اسلم	322
پروفیسر ڈاکٹر سلمی قاضی	348
ثمینہ بی بی	373
پروفیسر ڈاکٹر سیدہ مسعودہ شاہ	389
میمونہ شہزادی	411

پیغام

جناب سردار محمد یوسف

وفاقی وزیر وزارتِ مذہبی اُمور و بین المذاہب ہم آہنگی، اسلام آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

معلم انسانیت، رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہر دور کے انسان کے لیے رشد و ہدایت کا کامل سرچشمہ ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات زندگی کے ہر شعبے میں اعتدال، حکمت، اخلاق اور خیر خواہی کی ایسی جامع راہنمائی فراہم کرتی ہیں جو فرد، معاشرے اور ریاست کی فلاح واستحکام کی ضامن ہے۔ عصر حاضر میں جب ابلاغ اور مواصلات کے ذرائع غیر معمولی وسعت اختیار کر چکے ہیں، سیرت النبی ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں ان ذرائع کا مثبت، ذمہ دارانہ اور تعمیری استعمال پہلے سے کہیں زیادہ اہمیت اختیار کر گیا ہے۔

وزارتِ مذہبی اُمور و بین المذاہب ہم آہنگی، حکومتِ پاکستان، ہر سال مختلف علمی و تحقیقی سرگرمیوں کے ذریعے سیرت النبی ﷺ کی ترویج و اشاعت کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ قومی مقابلۂ مقالاتِ سیرت النبی ﷺ اور سالانہ قومی سیرت کانفرنس اس سلسلے کی اہم کاوشیں ہیں، جن کے ذریعے اہل علم، محققین، اساتذہ، طلبہ اور دانشوروں کو عصری مسائل پر سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں تحقیق اور مکالمے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔

سال 2025ء/1447ھ کے لیے قومی مقابلۂ مقالاتِ سیرت النبی ﷺ اور قومی سیرت کانفرنس کا موضوع مقرر کیا گیا ہے:

"سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت میں ریاستی ذمہ داریاں، سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں"

یہ موضوع عصر حاضر کے اہم ترین سماجی اور تعلیمی تقاضوں میں سے ایک کی نمائندگی کرتا ہے۔ سوشل میڈیا نے ابلاغ، تعلیم، تحقیق اور معلومات کے تبادلے کے بے شمار مواقع پیدا کیے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ جھوٹی خبروں، کردار کشی، نفرت انگیز مواد، مذہبی منافرت، اخلاقی انحطاط اور ڈیجیٹل بے احتیاطی جیسے مسائل بھی جنم لیے ہیں۔ ایسے حالات میں ریاست، تعلیمی اداروں، والدین، اساتذہ اور سماجی اداروں کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ نوجوان نسل کو سوشل میڈیا کے ذمہ دارانہ، اخلاقی اور تعمیری استعمال کی تعلیم وتربیت فراہم کریں۔

سیرتِ طیبہ ہمیں سکھاتی ہے کہ خبر کی تحقیق، سچائی، امانت، حسن اخلاق، احترام انسانیت، خیر خواہی، اعتدال، ذمہ دارانہ اظہار رائے اور معاشرتی امن ہر دور کے بنیادی اصول ہیں۔ یہی وہ اقدار ہیں جو آج کے ڈیجیٹل معاشرے میں بھی رہنمائی فراہم کرتی ہیں اور ایک صحت مند، محفوظ اور مثبت آن لائن ماحول کے قیام کی بنیاد بنتی ہیں۔

وزارت کو اس موضوع پر ملک بھر سے مختلف زبانوں میں علمی و تحقیقی مقالات موصول ہوئے، جن میں محققین نے سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ریاستی پالیسی، تعلیمی نصاب، میڈیا خواندگی، اخلاقی تربیت اور ڈیجیٹل ذمہ داری کے مختلف پہلوؤں کا جامع جائزہ پیش کیا۔ ماہرین کی جانچ کے بعد منتخب اور انعام یافتہ مقالات کو اس کتاب کی صورت میں شائع کیا جارہا ہے تاکہ اہل علم، جامعات، مدارس، تحقیقی ادارے اور پالیسی ساز ان سے استفادہ کر سکیں۔

میں تمام محققین، مصنفین، ججز اور وزارت کے متعلقہ افسران و عملے کو اس علمی کاوش پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، ہماری نئی نسل کو سیرت النبی ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں علم، کردار، اخلاق اور ذمہ دارانہ طرزِ عمل اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے معاشرے کو امن، اتحاد اور خیر کا گہوارہ بنائے۔ آمین۔

سردار محمد یوسف
وفاقی وزیر
وزارتِ مذہبی اُمور و بین المذاہب ہم آہنگی، اسلام آباد

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وزارتِ مذہبی اُمور و بین المذاہب ہم آہنگی، حکومتِ پاکستان، سیرت النبی ﷺ کے فروغ اور اسلامی تعلیمات کی اشاعت کو اپنی اہم قومی ذمہ داری سمجھتی ہے۔ اسی مقصد کے تحت وزارت ہر سال قومی سطح پر مقابلہ کتبِ سیرت و نعت اور مقابلہ مقالاتِ سیرت کا انعقاد کرتی ہے، تاکہ اہل علم و تحقیق کو عصری مسائل پر سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں علمی تحقیق اور فکری رہنمائی پیش کرنے کا موقع فراہم کیا جا سکے۔

ہر سال ایک ایسے موضوع کا انتخاب کیا جاتا ہے جو نہ صرف موجودہ دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو بلکہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر درپیش چیلنجز کے حل کے لیے بھی سیرتِ طیبہ سے رہنمائی فراہم کرے۔ اسی سلسلے میں سال 2025ء/1447ھ کے لیے منتخب کردہ موضوع ہے:

"سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم و تربیت میں ریاستی ذمہ داریاں، سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں"

ڈیجیٹل ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا نے انسانی زندگی کے تقریباً ہر شعبے کو متاثر کیا ہے۔ تعلیم، تحقیق، دعوت، ابلاغ، معاشرتی روابط اور قومی ترقی میں اس کے مثبت کردار سے انکار ممکن نہیں، تاہم اس کے غیر ذمہ دارانہ استعمال سے جھوٹی معلومات، نفرت انگیز مواد، اخلاقی بگاڑ، سائبر جرائم اور سماجی تقسیم جیسے مسائل بھی سامنے آئے ہیں۔ اس تناظر میں ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مؤثر قانون سازی، مناسب پالیسی سازی، معیاری تعلیمی نصاب، ڈیجیٹل میڈیا خواندگی اور اخلاقی تربیت کے ذریعے شہریوں، خصوصاً نوجوان نسل، کو ذمہ دارانہ اور مثبت طرز استعمال کی طرف رہنمائی فراہم کرے۔

قومی مقابلہ سیرت 2025ء کے تحت ملک بھر سے موصول ہونے والے مقالات کو ماہرین سیرت اور اہل علم نے مقررہ معیار کے مطابق جانچا۔ ان میں سے منتخب اور انعام یافتہ مقالات کو اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ مجموعہ علمی، تحقیقی اور پالیسی سازی کے میدان میں ایک مفید اضافہ ثابت ہو گا اور سوشل میڈیا کے مثبت، تعمیری اور ذمہ دارانہ استعمال کے فروغ میں مؤثر کردار ادا کرے گا۔

میں تمام مصنفین، محققین، ممتحنین اور وزارت کے افسران و عملے کی علمی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں جن کی کاوشوں سے یہ اشاعت ممکن ہوئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس علمی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، ہمیں سیرت النبی ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہماری نئی نسل کو علم، اخلاق، کردار اور ذمہ دارانہ ڈیجیٹل طرزِ زندگی سے آراستہ فرمائے۔ آمین یا رب العالمین، بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

وفاقی سیکرٹری

وزارتِ مذہبی اُمور و بین المذاہب ہم آہنگی،

اسلام آباد

تقاریر قومی سیرت النبی ﷺ کانفرنس

2025ء

خطاب سردار محمد یوسف

وفاقی وزیر مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی

بسم الله الرحمن الرحيم. الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رحمةٍ للعالمين، سيدنا محمدٍ صلى الله عليه وسلم، وعلى آله وصحبه أجمعين۔

انتہائی قابلِ قدر پیر سید عمران شاہ صاحب، وفاقی وزیر، سردار شمشیر مزاری صاحب، پارلیمانی سیکرٹری، فلسطین سے تشریف لانے والے ہمارے معزز مہمانانِ گرامی، محترم محمد صدیق الھباش صاحب، صدارتی مشیر برائے مذہبی امور و چیف جسٹس شریعہ کورٹ، احمد حسین صاحب، جج شریعہ کورٹ اور جناب حمزہ واثات، ڈائریکٹر جنرل، مصر، تیز بنگلہ دیش سے ہمارے محترم بھائی ڈاکٹر خالد حسین صاحب، وزیر برائے مذہبی امور، اور بحرین سے تشریف لانے والے ہمارے معزز مہمان جناب عادل عبد الرحمن صاحب، ممبر شوریٰ کونسل۔

اسی طرح پاکستان کے مختلف صوبوں اور علاقوں سے تشریف لانے والے تمام معزز مہمانانِ گرامی، بالخصوص محترم قاری محمد حنیف جالندھری صاحب، ڈاکٹر راغب حسین نعیمی صاحب، علامہ طاہر محمود اشرفی صاحب، سینیٹر ڈاکٹر حافظ عبد الکریم صاحب، مولانا عبد الخبیر آزاد صاحب، محترم اینق احمد صاحب، محترمہ سمیعہ راحیل قاضی صاحبہ، ڈاکٹر احمد علی سراج صاحب، مولانا علی محمد ابو تراب صاحب، پیر خالد سلطان صاحب، اور وہ تمام اہلِ علم و دانش جنہیں آج اس بین الاقوامی سیرت کانفرنس میں اپنے خیالات کے اظہار کا موقع ملا۔

میں وزارت مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی کی جانب سے، اور اپنی وزارت کے سیکرٹری ڈاکٹر عطاالرحمٰن صاحب کی طرف سے، بیرونِ ملک سے تشریف لانے والے معزز مہمانوں اور پاکستان کے مختلف صوبوں سے آنے والے تمام شرکاء کا تہہ دل سے خیر مقدم اور شکریہ ادا کرنے کے لیے اس اسٹیج پر حاضر ہوا ہوں۔

آج جس عظیم ہستی، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، کی سیرتِ طیبہ کے حوالے سے یہ بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی، اس میں ہمارے معزز مہمانوں، علماءِ کرام، مشائخ عظام اور اہلِ علم نے نہایت مدلل اور مؤثر انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ہمارا مقصد بھی یہی تھا کہ ہر سال منعقد ہونے والی سیرت النبی ﷺ کانفرنس میں ممتاز علماء، محققین اور سکالرز کو مدعو کیا جائے تاکہ وہ ایک جگہ جمع ہو کر پوری قوم، خصوصاً نوجوان نسل، کو ایسا پیغام دے سکیں جو ان کی صحیح رہنمائی کا ذریعہ بنے، معاشرے کو اسلامی اصولوں کے مطابق استوار کرنے میں معاون ہو، اور ریاست بھی اپنی ذمہ داریاں بہتر انداز میں ادا کر سکے۔

مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ ہمارے جید علماء اور سکالرز نے نہایت قیمتی تجاویز پیش کیں۔ ان کے خطابات میں امتِ مسلمہ کے جذبات اور ترجمانی نمایاں تھی۔ اس پر میں اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتا ہوں اور آپ سب کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں۔

میرے لیے یہ بھی باعثِ سعادت ہے کہ مجھے دوسری مرتبہ وزارتِ مذہبی امور کی ذمہ داری سنبھالنے کا موقع ملا۔ پہلی مرتبہ جب میرے قائد میاں محمد نواز شریف صاحب نے یہ ذمہ داری مجھے سونپی تھی، تب بھی ہم نے بین الاقوامی سیرت کانفرنس کا انعقاد کیا تھا۔ اس مرتبہ

بھی میں نے ضروری سمجھا کہ روایتی انداز سے ہٹ کر ایسی جامع اور مؤثر کانفرنس منعقد کی جائے جس کے ذریعے پاکستان سے پوری امتِ مسلمہ بلکہ تمام انسانیت تک امن، محبت، اخوت اور سیرت نبوی ﷺ کا پیغام پہنچ سکے، تاکہ آنے والی نسلیں اپنی ذمہ داریوں کو بہتر انداز میں ادا کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ عظیم فضل ہے کہ اس نے ہمیں خاتم النبیین، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا۔ آپ ﷺ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت اور تمام جہانوں کے لیے **رحمة للعالمین** بنا کر بھیجے گئے۔ اسی سوچ کے تحت ہم نے پاکستان میں بسنے والی غیر مسلم برادری کے نمائندوں کو بھی اس کانفرنس میں مدعو کیا، تاکہ وہ بھی جان سکیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تمام انسانیت کے لیے رحمت، امن اور بھلائی کا پیغام ہیں، اور ان پر عمل کر کے دنیا میں حقیقی امن اور خوشحالی قائم کی جاسکتی ہے۔

آج کے اس دور میں، جب دنیا اضطراب، انتشار اور افراتفری کا شکار ہے، اور ہر شخص کسی نہ کسی صورت میں اس کے اثرات سے متاثر ہو رہا ہے، ہم نے اس سال کی سیرت کانفرنس کا موضوع **"سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت میں ریاستی ذمہ داریاں، سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں "** منتخب کیا۔

ہم نے نوجوانوں، طلبہ اور طالبات کو بھی خصوصی طور پر اس کانفرنس میں مدعو کیا، کیونکہ ہمارا مقصد یہی تھا کہ انہیں صحیح سمت دی جائے اور یہ شعور پیدا کیا جائے کہ سوشل میڈیا ایک مؤثر ذریعہ ہے، جسے مثبت مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے، جبکہ اس کے منفی اور نقصان دہ پہلوؤں سے بچنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ اسی مقصد کے پیشِ نظر اس کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔

میں زیادہ طویل گفتگو نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ اس کی ضرورت بھی نہیں۔ خصوصاً بیرونِ ملک سے تشریف لانے والے ہمارے معزز مہمان، بالخصوص فلسطین سے آنے والے مہمانوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا، جنہیں ہم نے بھرپور توجہ سے سنا۔ ہمیں اس بات کی خوشی بھی ہے کہ انہیں مناسب وقت دیا گیا، کیونکہ وہ ہمارے خصوصی مہمان تھے، اور ان کی موجودگی ہمارے لیے باعثِ اعزاز ہے۔

انہوں نے جس انداز میں فلسطین کی موجودہ صورتحال بیان کی، وہ درحقیقت ہم سب کے دلوں کی آواز تھی۔ ہمارا ایمان ہے کہ فلسطین اور پاکستان ایک دوسرے کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں۔ وہاں جو کچھ ہو رہا ہے، اس پر نہ صرف حکومتِ پاکستان بلکہ پوری پاکستانی قوم اپنے فلسطینی بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ کھڑی ہے۔

گزشتہ روز ان معزز مہمانوں کی وزیراعظم پاکستان میاں محمد شہباز شریف صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، جبکہ نائب وزیراعظم و وزیر خارجہ سینیٹر محمد اسحاق ڈار صاحب سے بھی ان کی ملاقات ہوئی۔ اس موقع پر علامہ طاہر محمود اشرفی صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ یہ تمام ملاقاتیں اس حقیقت کا اظہار ہیں کہ پاکستان ہر مشکل گھڑی میں اپنے فلسطینی بھائیوں کے ساتھ کھڑا ہے۔

اس وقت فلسطین، بالخصوص غزہ کے مسلمان، ایک بہت بڑی آزمائش سے گزر رہے ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ یہ آزمائش صرف فلسطین کی نہیں بلکہ پوری امتِ مسلمہ کی آزمائش ہے۔ اسی لیے ہم سمجھتے ہیں کہ جب اس نوعیت کی عالمی سیرت کانفرنس منعقد ہو تو فلسطین کے مسئلے کو بھرپور انداز میں اجاگر کیا جانا چاہیے، اور آپ سب نے بھی نہایت توجہ سے ان کی گفتگو سنی، جس پر میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میں بیرونِ ملک سے تشریف لانے والے تمام سکالرز اور علماء کرام کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے نہایت عمدہ انداز میں اپنے علمی خیالات پیش کیے۔ بالخصوص بنگلہ دیش سے تشریف لانے والے ڈاکٹر خالد حسین صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اسی طرح بحرین سے تشریف لانے

والے جناب عادل عبد الرحمن صاحب اور ان کے ہمراہ آنے والے تمام معزز مہمانوں کا بھی دل کی گہرائیوں سے خیر مقدم کرتا ہوں۔

میں ان تمام سفراء کرام کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جو بڑی تعداد میں اس کانفرنس میں شریک ہوئے، نیز وفاقی وزراء، اراکین قومی اسمبلی، سینیٹرز اور دیگر معزز شخصیات کا بھی تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود اس بابرکت محفل میں شرکت کی۔

مجھے امید ہے کہ آج اس بین الاقوامی سیرت کانفرنس میں جو متفقہ سفارشات اور لائحۂ عمل سامنے آیا ہے، ان شاء اللہ اس پر عملی پیش رفت بھی ہوگی۔ آپ حضرات نے وزارتِ مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی کو نہایت قیمتی علمی مواد اور قابلِ عمل تجاویز فراہم کی ہیں، جن سے یقیناً رہنمائی حاصل کی جائے گی۔

یہ وزارت صرف انتظامی امور تک محدود نہیں بلکہ معاشرے کی فکری، اخلاقی اور دینی رہنمائی بھی اس کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ جہاں بھی معاشرے کو رہنمائی کی ضرورت پیش آئے، وہاں وزارتِ مذہبی امور اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی کوشش کرتی رہے گی۔

میں ایک مرتبہ پھر آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ کراچی، لاہور، کوئٹہ، پشاور، سندھ، پنجاب، بلوچستان، خیبر پختونخوا، آزاد جموں وکشمیر، گلگت بلتستان اور اسلام آباد سمیت ملک بھر سے تشریف لائے۔ آپ کی شرکت اس بین الاقوامی سیرت کانفرنس کی کامیابی کی واضح دلیل ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمیں ایک مرتبہ پھر یہ عظیم خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ سب کی تقاریر اور تجاویز اب اس کانفرنس کے مستقل ریکارڈ کا حصہ بن چکی ہیں، اور ان شاء اللہ مستقبل میں ان سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا۔

اسی طرح میں مقبوضہ جموں وکشمیر کے اپنے بھائیوں کا بھی خصوصی طور پر ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ حکومت پاکستان نے ہمیشہ مسئلہ کشمیر پر اپنا دوٹوک اور اصولی مؤقف اختیار کیا ہے۔ وزیر اعظم پاکستان میاں محمد شہباز شریف صاحب ہر قومی اور بین الاقوامی فورم پر کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کی بھرپور ترجمانی کرتے ہیں اور واضح طور پر یہ اعلان کر چکے ہیں کہ پاکستان اپنے کشمیری اور فلسطینی بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ ہر مشکل گھڑی میں کھڑا رہے گا اور ان کی اخلاقی، سفارتی اور سیاسی حمایت جاری رکھے گا۔

علماءِ کرام ہمیشہ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ **مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔** اگر جسم کے ایک حصے کو تکلیف پہنچے تو پورا جسم اس کا درد محسوس کرتا ہے۔ آج دنیا کے مختلف خطوں میں جہاں کہیں بھی مسلمان مشکلات اور آزمائشوں کا شکار ہیں، پاکستان ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ سمجھتا ہے اور ہر ممکن تعاون کی کوشش کرتا ہے۔

الحمدللہ، آج وزارتِ مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی کے زیر اہتمام پچاسویں بین الاقوامی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ اس موقع پر اسلامی تعاون تنظیم (او آئی سی) کی قراردادوں اور عالم اسلام کی مشترکہ سوچ کے تناظر میں یہ تجویز بھی سامنے آئی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے پندرہ سو سال مکمل ہونے کے موقع پر پورے سال سیرتِ طیبہ کے مختلف پروگرام، سیمینارز، کانفرنسیں اور علمی نشستیں منعقد کی جائیں۔ وزارتِ مذہبی امور اس تجویز پر ایک قومی پروگرام تشکیل دے کر تمام صوبوں کو اس پر عمل درآمد کے لیے درخواست کی ہے۔

ملک کے مختلف صوبوں سے علماءِ کرام اور دینی اداروں کے ذمہ داران مسلسل رابطہ کر رہے تھے کہ انہیں بھی اس کانفرنس میں شرکت

کا موقع فراہم کیا جائے۔ ہم نے انہیں یقین دلایا ہے کہ ان تقریبات کے سلسلے میں پورے سال کے دوران کراچی، لاہور، کوئٹہ، پشاور، مظفر آباد، گلگت اور دیگر شہروں میں بھی اسی نوعیت کی سیرت کانفرنسوں کا انعقاد کیا جائے گا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ سیرت طیبہ کی تعلیمات سے مستفید ہو سکیں۔

آپ نے دیکھا کہ بیرونِ ملک سے آنے والے بیشتر مہمانوں نے عربی زبان میں خطاب کیا۔ ہم نے جان بوجھ کر ان خطابات کا فوری ترجمہ نہیں کروایا، کیونکہ ہماری خواہش ہے کہ ہم میں عربی زبان سیکھنے کا شوق پیدا ہو۔ جس طرح ہم انگریزی سیکھنے کے لیے محنت کرتے ہیں، اسی طرح ہمیں عربی زبان سیکھنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی تھی، اور احادیثِ مبارکہ کا اصل ذخیرہ بھی اسی زبان میں محفوظ ہے۔ یہ بھی روایت میں آتا ہے کہ اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔ اس لیے ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ کم از کم اتنی عربی ضرور سیکھے کہ قرآن مجید کو سمجھنے کی صلاحیت حاصل کر سکے۔

اسی مقصد کے تحت ہمیں اپنے گزشتہ دورِ حکومت میں، 2013ء سے 2017ء کے دوران، ایک اہم اقدام کرنے کی توفیق ملی۔ وزارتِ تعلیم، وزارتِ مذہبی امور اور جید علماء کرام کی مشاورت سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ پہلی جماعت سے پانچویں جماعت تک تمام سرکاری اور نجی تعلیمی اداروں میں ناظرہ قرآن کی تعلیم کو لازمی بنایا جائے، جبکہ چھٹی سے دسویں جماعت تک قرآنِ مجید کا ترجمہ پڑھانے کا اہتمام کیا جائے، تاکہ ہمارے بچے اور بچیاں قرآن کریم کو صرف پڑھیں ہی نہیں بلکہ اس کے معانی اور پیغام کو بھی سمجھ سکیں۔

آج کے دور میں جدید ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا نے تعلیم وتربیت کے بے شمار مواقع فراہم کیے ہیں۔ اگر ان ذرائع کو مثبت انداز میں استعمال کیا جائے تو یہ دینی، اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کا بہترین ذریعہ بن سکتے ہیں۔ ہماری نوجوان نسل، اساتذہ، علماء، والدین اور خصوصاً ہماری بہنیں اس میدان میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں، اور ہمیں اس مثبت کردار کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔

آپ میں سے بعض حضرات نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ حکومت کو سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کے فروغ اور اس کے منفی پہلوؤں کی روک تھام کے لیے مزید مؤثر قانون سازی اور عملی اقدامات کرنے چاہییں۔ میں اس موقع پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس حوالے سے قوانین موجود ہیں اور وزارتِ مذہبی امور میں ایک خصوصی سیل بھی قائم ہے، جو متعلقہ اداروں کے ساتھ رابطے میں رہتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں انجام دے رہا ہے۔ تاہم اگر مزید بہتری، اصلاح یا قانون سازی کی ضرورت محسوس ہوئی تو ان شاء اللہ اس پر بھی سنجیدگی سے غور کیا جائے گا۔

علماء و مشائخ کونسل بھی اسی مقصد کے لیے قائم کی گئی ہے تاکہ وہ وزارت کو دینی، فکری اور سماجی معاملات میں رہنمائی فراہم کرے۔ اس کونسل کا پہلا اجلاس منعقد ہو چکا ہے، جبکہ دوسرا اجلاس بھی جلد منعقد کیا جائے گا۔ اس میں علماء کرام کی مشاورت اور رہنمائی کی روشنی میں مختلف کمیٹیاں تشکیل دی جائیں گی، تاکہ معاشرے کی بہتر رہنمائی اور اصلاح کے لیے مؤثر اقدامات کیے جا سکیں۔

وزارتِ مذہبی امور کی ذمہ داریاں دیگر وزارتوں سے مختلف ہیں۔ اس کا دائرۂ کار صرف انتظامی امور تک محدود نہیں بلکہ یہ وزارت جہاں بھی مسلمانوں اور معاشرے کی دینی رہنمائی کی ضرورت ہو، اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی پابند ہے۔

الحمدللہ، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ حضرات نے ہمیشہ ہمارا ساتھ دیا۔ حج کے انتظامات ہوں یا دیگر مذہبی امور، اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابیاں عطا فرمائیں، اور ہمیں امید ہے کہ آئندہ بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی نصرت اور مدد شامل حال فرمائے گا۔

اس سال ایک خوشگوار اتفاق یہ بھی ہے کہ ربیع الاول کی تقریبات اور یومِ دفاعِ پاکستان ایک ہی تاریخ کے قریب واقع ہوئے ہیں۔ یہ ہمیں اس حقیقت کی یاد دلاتا ہے کہ اسلام محبت، امن اور اخوت کا درس دیتا ہے، لیکن ساتھ ہی وطن کے دفاع کو بھی ایک عظیم ذمہ داری قرار دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وطن، دین اور عزت کے دفاع کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے، اور جو شخص اپنے وطن کے دفاع میں جان قربان کرتا ہے، وہ شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہوتا ہے۔

اس موقع پر میں 6 ستمبر 1965ء کے شہداء کو خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں، جنہوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے وطنِ عزیز کا دفاع کیا۔ اسی طرح حالیہ معرکوں میں بھی ہماری افواجِ پاکستان نے جس بہادری، پیشہ ورانہ مہارت اور جذبۂ ایمانی کا مظاہرہ کیا، وہ پوری قوم کے لیے باعثِ فخر ہے۔

میں وزیرِ اعظم پاکستان میاں محمد شہباز شریف صاحب کی قیادت، پوری قوم کے اتحاد، اور افواجِ پاکستان خصوصاً فیلڈ مارشل سید عاصم منیر صاحب کی خدمات کو بھی خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت، بصیرت اور حوصلہ عطا فرمایا، جس کے نتیجے میں پاکستان کو نمایاں کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ ہمارا یقین ہے کہ جب قیادت اخلاص، دیانت اور قرآن و سنت کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر اپنی ذمہ داریاں ادا کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی مدد اور نصرت عطا فرماتا ہے۔

پاکستان عالمِ اسلام کا ایک اہم ملک ہے اور ہمیشہ ہر اس مقام پر اپنی ذمہ داریاں ادا کرتا ہے جہاں مسلمانوں پر ظلم و ستم ہو۔ چاہے مسئلہ فلسطین ہو، کشمیر ہو یا دنیا کے کسی اور حصے میں مسلمانوں کو مشکلات کا سامنا ہو، پاکستان کی حکومت، عوام اور مختلف دینی و سماجی تنظیمیں ہمیشہ ان کے ساتھ کھڑی رہی ہیں اور آئندہ بھی ان شاء اللہ اپنا کردار ادا کرتی رہیں گی۔

آخر میں، میں ایک مرتبہ پھر آپ سب معزز مہمانوں کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ اخلاص، محبت اور سیرتِ طیبہ سے عقیدت کے جذبے کے ساتھ اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔ یقیناً یہ اجتماع حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا مظہر ہے، اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

میں خاص طور پر ان بچیوں، طلبہ اور نوجوانوں کو بھی مبارک باد دیتا ہوں جو صبح سے نہایت صبر، نظم و ضبط اور توجہ کے ساتھ اس کانفرنس میں شریک رہے۔ وقت کی کمی کے باعث بعض معزز مقررین کو اظہارِ خیال کا موقع نہ مل سکا، جس پر ہمیں افسوس ہے، لیکن ان شاء اللہ آئندہ ملک کے مختلف شہروں میں منعقد ہونے والی سیرت کانفرنسوں میں انہیں ضرور مدعو کیا جائے گا۔

میں تمام علماء کرام، مشائخ عظام، دانشوروں اور اہلِ قلم سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اسی طرح ہماری رہنمائی کرتے رہیں۔ جن حضرات نے سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر کتب، مقالات اور تحقیقی کام پیش کیا ہے، ان کی خدمات لائقِ تحسین ہیں، اور حکومت کی جانب سے انہیں اعزازات سے نوازنا ان کا حق ہے۔

آخر میں، میں مدینہ منورہ سے خصوصی طور پر اس کانفرنس میں شرکت کے لیے تشریف لانے والے محترم ڈاکٹر احمد علی سراج صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ دعا فرمائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

خطاب مولانا حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده ولا رسول بعده ولا معصوم بعده ولا أمة بعد أمتي ولا كتاب بعد كتابي. أما بعد. فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾[1].
صدق الله العظيم

صدر اجتماع گرامی قدر محترم جناب سردار محمد یوسف خان صاحب وفاقی وزیر مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی،
وفاقی سیکرٹری وزارتِ مذہبی امور، پارلیمانی سیکرٹری وزارتِ مذہبی امور،
قابل صد احترام مختلف ممالک سے تشریف لائے ہوئے ہمارے معزز مہمانان گرامی، علماء ومشائخ، خواتین وحضرات!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں سب سے پہلے وفاقی وزارتِ مذہبی امور اور بالخصوص اس کے سربراہ سردار یوسف صاحب کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اس پچاسویں بین الاقوامی سیرت النبی ﷺ کانفرنس کے انعقاد پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اس کانفرنس کا عنوان مرکزی ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾ کی روشنی میں "رحمة للعالمين" تجویز کیا گیا، اور اسے "عشرۂ رحمت" قرار دیا گیا۔ اس حوالے سے میں یہ گزارش کروں گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ جو رشتہ اور تعلق قائم کیا ہے، اگرچہ اس کی صفات میں جلال بھی ہے، جمال بھی ہے، وہ قہار بھی ہے، وہ جبار بھی ہے، وہ متکبر بھی ہے، مگر اس نے اپنی مخلوق کے ساتھ جو رشتہ قائم کیا، وہ محبت اور رحمت کا رشتہ قائم کیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا عرش پانی پر رکھا:

﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾[2]

عرش خداوندی کے نیچے پانی ہے، اور پانی پیار اور محبت کی مثال ہے۔ پھر اس عرش پر اللہ تعالیٰ نے اپنے غلبے کا اظہار جس صفت کے ساتھ کیا، تو فرمایا: ﴿الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ﴾،[3] ﴿الْقَهَّارُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ﴾ نہیں فرمایا، ﴿الْجَبَّارُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ﴾ نہیں فرمایا، بلکہ فرمایا: ﴿الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ﴾۔ پھر اس اللہ نے عرش کے اوپر جو لکھا، تو فرمایا:

"إن رحمتي تغلب غضبي"

---

[1] [الانبیاء:107]

[2] [ھود:7]

[3] [طہ:5]

ترجمہ: میری رحمت میرے غصے پر غالب ہے۔

تو عرش کے اوپر بھی رحمت، عرش پر بھی رحمت، اور عرش کے نیچے بھی رحمت۔ اس لیے عرش خداوندی سے جتنے احکام بھی صادر ہوں گے، وہ رحمت پر مبنی ہوں گے، وہ انسانیت اور مخلوق کی بہتری کے لیے ہوں گے، اور ان میں اللہ تعالیٰ کی شفقت اور رحمت ہو گی۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو قرآن، آخری ضابطۂ حیات اور دستورِ کائنات، ہمیں عطا کیا، تو اس کے آغاز میں تسمیہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ رکھی۔ اور ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ بھی آیت رحمت ہے۔ یہ بابِ رحمت ہے، یہ قرآن میں داخل ہونے کا دروازہ ہے۔ جب دروازہ ہی رحمت کا ہے، تو اندر کتنی رحمتیں ہوں گی!

پھر قرآن کا جو آغاز کیا، تو ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾[4]۔ "القھار" نہیں فرمایا، "الجبار" نہیں فرمایا، بلکہ فرمایا: ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾۔ قرآن کا آغاز بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ رحمت کے ساتھ کیا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے جو محبوب پیغمبر ﷺ بھیجے، تو فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾۔ ہر نبی رحمت ہے، مگر عالم گیر رحمت بن کر جناب نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ کسی نبی کا لقب "رحمۃ للعالمین" نہیں ہوا، یہ لقب ہوا تو جناب نبی کریم ﷺ کا ہوا۔ فرمایا:

"أنا رحمة مهداة"

ترجمہ: میں وہ رحمت ہوں جو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو بطور تحفہ عطا کی ہے، بطور گفت عطا کی ہے، بطور ہدیہ عطا کی ہے۔

پھر جناب نبی کریم، حضور اکرم ﷺ کی زبانِ نبوت سے جتنے احکام نکلے، وہ رحمت پر مبنی نکلے۔ کوئی اس طرح نہیں سمجھاتا ہو گا جس طرح حضور ﷺ نے اپنی امت کو سمجھایا۔ فرمایا: رات کو سونے لگو، گھر کا دروازہ بند کر دو، اپنے کسی برتن کو ننگا نہ چھوڑو، کہیں کوئی چیز تمہیں نقصان نہ دے، تمہیں نقصان نہ پہنچا دے۔ پوری رات قرآن کریم کی ایک آیت پڑھتے ہوئے، سجدے میں سر رکھ کر روتے ہوئے گزارتے ہیں:

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾[5]

عرض کیا: یہ ایک نبی اور پیغمبر نے کہا کہ آپ چاہیں تو عذاب دے دیں، لیکن میں، محمد ﷺ، تو اپنی امت کے لیے رحمت مانگتا ہوں۔ پھر قرآن نے حضور علیہ السلام کے صحابہؓ کو اور اہل بیت کو لقب دیا تو ﴿رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾[6] کا لقب دیا۔ اور پھر حضور علیہ السلام کے صحابہؓ میں جو مصلیٰ پر امام بنے، جانشین پیغمبر بنے، تو ان کو "أرحم أمتي بأمتي" کا لقب دیا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ رحمان ہے، حضور علیہ السلام "رحمة للعالمين" ہیں، صحابہ اور اہل بیت ﴿رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ ہیں، اور سیدنا صدیق اکبرؓ، جانشین پیغمبر، امام الصحابہ، خلیفہ بلا فصل، "أرحم أمتي بأمتي" ہیں۔ اس لیے اس امت کو بھی رحمت کی امت ہونا ہے، شفقت کا پیغامبر بننا ہے۔ حضور علیہ السلام کے انقلاب کا اگر آپ مطالعہ کریں کہ تئیس سال کے عرصے میں آپ نے دنیا میں جو انقلاب برپا کیا، اس کی بنیادی وجہ کیا تھی؟ آپ کی رحمت، آپ کی شفقت، آپ کا پیغامِ محبت۔ وقت نہیں ہے کہ میں اس کی تفصیل میں جاؤں۔ لہٰذا آج بارہ ربیع الاول کو اس بین الاقوامی سیرت النبی ﷺ کانفرنس کا اور اس عشرۂ رحمت کا پہلا پیغام یہ ہے کہ ہم

---

[4] [الفاتحہ:2-3]

[5] [المائدہ:118]

[6] [الفتح:29]

نفرتوں کو محبتوں سے بدلیں، ہم ایک دوسرے سے اپنے فاصلے ختم کریں، اس ملک میں سیاسی طور پر، اقتصادی طور پر، صوبائی سطح پر اور علاقائی طور پر ہم آپس میں بھائی بھائی بنیں، اور پاکستان میں کوئی کسی کا گلا نہ کاٹے۔ خواہ وہ مسلک کے اعتبار سے ہو، یا مذہب کے اعتبار سے ہو، یا لسانی اور صوبوں کے اعتبار سے ہو، مختلف قومیتوں میں ہو، وہ ایک دوسرے کے لیے پیار و محبت کا علم اٹھائیں اور ایک دوسرے کے لیے پیغام محبت بنیں۔

جہاں تک دوسرا موضوع ہے سوشل میڈیا، وقت نہیں ہے۔ ان شاء اللہ وزارت نے جو مقالے اس موضوع پر اہل علم سے لکھوائے ہیں، وہ آپ کے سامنے آجائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کے دور میں سوشل میڈیا، الیکٹرانک میڈیا سے، پرنٹ میڈیا سے بھی زیادہ مؤثر ہے۔ ہر جیب میں، ہر ہاتھ میں، ہر گھر میں سوشل میڈیا موجود ہے۔ فیس بک، اسی طرح یوٹیوب، اور یہ تمام نیٹ ہر ایک بچے، جوان، بوڑھے، مرد وعورت کے ہاتھ میں ہے۔ ہم اس کو صحیح استعمال بھی کر سکتے ہیں، غلط استعمال بھی کر سکتے ہیں۔ ہماری ریاست کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس موبائل اور سوشل میڈیا کو کنٹرول کرے، اس مقصد کے لیے ادارہ قائم کرے۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ آج سوشل میڈیا پر جناب نبی کریم ﷺ، جن کے صدقے اور طفیل میں مجھے اور آپ کو زندگی ملی ہے، ایمان ملا ہے، ان کی بدترین گستاخی ہو رہی ہے۔ قرآن کریم کی توہین کی جارہی ہے، اسلام کی توہین کی جارہی ہے، صحابہؓ اور اہل بیت کی توہین کی جارہی ہے، فرقہ وارانہ اور منافرت پر مبنی مواد اس سوشل میڈیا پر ڈالا جارہا ہے، لوگوں کی عزتیں اچھالی جارہی ہیں، جبکہ حضور علیہ السلام نے تو مسلمان کی جان، مال اور عزت وآبرو کو بیت اللہ سے بھی زیادہ قیمتی قرار دیا ہے۔

لہٰذا میری تجویز ہوگی، آج کے اس اجتماع میں ہمارے ملک کے وزیر اعظم موجود ہوتے، جن کے پاس قوت اور اختیار ہے، تو ہم یہ ان کی خدمت میں درخواست کر سکتے تھے، مگر ہمارے سردار صاحب بھی ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں سوشل میڈیا کی نگرانی کے لیے، اس کے کنٹرول کے لیے، ایک مستقل ادارہ ہمارے اس ملک میں ہونا چاہیے، تاکہ اس سوشل میڈیا کو شفقت اور رحمت کے لیے، ملانے کے لیے استعمال کیا جائے، اس کو نفرتوں کے لیے استعمال نہ کیا جاسکے، بلا تحقیق کوئی بات نہ پھیلائی جاسکے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾[7]۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا:

"كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع"۔

ترجمہ: انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ ہر سنی بات کو آگے نقل کردے۔

اس لیے ہماری نظریاتی، جغرافیائی سرحدوں کا تحفظ اور استحکام اس بات میں ہوگا کہ ہم اپنے سوشل میڈیا کو کنٹرول کریں، جناب نبی کریم ﷺ کی عزت وناموس، صحابہ اور اہل بیت کی عزت وناموس، قرآن کریم اور اسلام کے اور شعائرِ دین کے تحفظ کو یقینی بنائیں، اور سوشل میڈیا کے لیے ریاست اپنی ذمہ داری اور فرض کو ادا کرتے ہوئے مستقل ایک کنٹرول اور نگرانی کا نظام قائم کرے۔

جہاں تک تیسری بات ہے کہ یہ اجتماع بین الاقوامی ہے، میں "أهلا وسهلا. مرحبا" کہتا ہوں پوری پاکستانی قوم کی طرف سے فلسطین کے مہمانوں کو۔ میں مسجدِ اقصیٰ کے امام کو "أهلا وسهلا. مرحبا" کہتا ہوں۔ میں مصر سے آئے ہوئے مہمان کو، بنگلہ دیش، جو ہمارا برادر اسلامی ملک ہے، اس سے تشریف لائے ہوئے مہمان کو، بحرین سے تشریف لانے والے مہمان کو، پورے پاکستان کے علماء اور قوم کی طرف سے "أهلا وسهلا. مرحبا" کہتا ہوں اور ان کو یقین دلاتا ہوں کہ ان شاء اللہ مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کے لیے، غزہ کے مظلوموں پر ہونے والے ظلم کے انتقام

---

[7] [الحجرات:6]

کے لیے، فلسطین کی خود مختار ریاست کے لیے اور فلسطین کی آزادی کے لیے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اور ان شاء اللہ اگر ہمیں اجازت مل جائے تو ہم آپ کے شانہ بشانہ جہاد میں شریک ہونے کے لیے بھی تیار ہیں۔ اور میں امید رکھوں گا کہ پورا مجمع ہاتھ بلند کرکے کہہ دے کہ ہم فلسطین کے ساتھ ہیں، ہم غزہ کے مظلوموں کے ساتھ ہیں، ہم مسجدِ اقصیٰ کے ساتھ ہیں۔ دعا کرتے ہیں وہ دن آئے کہ یہ سارا مجمع مسجدِ اقصیٰ میں جاکر نماز ادا کرے۔

یاد رکھیے! اسرائیل، یہ ناجائز ریاست ہے۔ اسرائیل کی صہیونی ظالمانہ حکومت، جس نے اب تک لاکھوں بچے شہید کیے، عورتوں کو شہید کیا، مردوں کو شہید کیا، مسجدوں پر، چرچوں پر بم مارے، اور انہوں نے ہسپتالوں پر، جہاں زندگی بچانے کا سامان ہوتا ہے، بم برسائے، میزائل برسائے، اور اب تک اس کا ظلم، وحشت اور بربریت جاری ہے۔ یہ عالمی طاقتوں کے چہروں پر بدنما داغ ہے۔ انسانی، بچوں اور عورتوں کے حقوق کے دعوے دار تنظیموں سے سوال ہے۔ پاکستان کی حکومت، پاکستان کی فوج، پاکستان کا وزیر اعظم، پاکستان کا صدر، پاکستان کے آرمی چیف، پاکستان کے ہزاروں مدارس اور لاکھوں طلبہ، اور پاکستان کے غیر مسلم فلسطین کے ساتھ ہیں، غزہ کے ساتھ ہیں، مسجدِ اقصیٰ کے ساتھ ہیں۔

میں یہاں بیٹھے ہوئے، اپنے طلبہ کی موجودگی میں کہتا ہوں کہ اگر ہمیں اجازت مل جائے تو ہم فلسطین، غزہ اور مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور عزت کے تحفظ کے لیے ہونے والے جہاد میں عملاً شریک ہونا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ ہم شہادت کے لیے تیار ہیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ پاکستان عالم اسلام کا قلعہ ہے، اس لیے ان شاء اللہ کبھی بھی پاکستان کی حکومت اور عوام آپ سے پیچھے نہیں ہوں گے۔ ہمارے صاحب اقتدار و اختیار لوگوں نے اس مسئلے کو عالمی فورم پر بھی اٹھایا ہے۔ میں آپ کو "أهلا وسهلا. مرحبا" کہتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اگر حالات اجازت دے دیں تو ہم آپ کے پیچھے نہیں، آپ کے آگے مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کے لیے لڑیں گے۔ مسجدِ اقصیٰ ہماری ہے، ہمارے پیغمبر نے امامت کی ہے۔ وہ ارضِ انبیاء ہے، وہ ارضِ وحی ہے، وہ ہمارے پیغمبر کی امامت کے اعلان کا مرکز ہے۔ اس لیے ہمارے دل آپ کے ساتھ دھڑکتے ہیں۔

آخری بات، یہ اجتماع اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ دو عظیم واقعات کے سیاق وسباق میں یہ ہو رہا ہے۔ ایک معرکۂ حق میں "بنیان مرصوص" میں اللہ نے جو پاکستان کو فتح مبین عطا کی ہے، پاکستان کو اللہ نے جو عظیم فتح سے ہم کنار کیا ہے۔ وہ ملک ہندوستان، جو ہر اعتبار سے طاقت اور قوت میں، مادی وسائل کے اعتبار سے ہم سے آگے اور بڑا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے آرمی چیف، ہماری افواج، ہماری فضائیہ، ہمارے شاہینوں، پوری قوم کے متحد اور پوری قوم کے علماء کے پیغام کی وجہ سے پاکستان کو معرکۂ حق میں فتح مبین عطا فرمائی ہے۔ آج دنیا میں پاکستان کا نام روشن ہوا۔ میرے یہاں دوست بیٹھے ہیں، یہ جب بین الاقوامی اجتماعات میں جاتے ہیں، مجھے بھی تھوڑا جانے کا اتفاق ہوتا ہے، اس "بنیان مرصوص" سے پہلے لوگ ہمیں کم ملتے تھے، اب آگے بڑھ کر پہلے مصافحہ کرتے ہیں اور معانقہ کرتے ہیں، اب آکر ہمیں مبارک باد دیتے ہیں۔ میں حال ہی میں ایک بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کے بعد پہنچا، جس کا موضوع غزہ تھا، جس میں پچاس ملکوں کے دو سو کے قریب سکالر آئے ہوئے تھے۔ لیکن الحمد للہ وہاں ہر ایک نے پاکستان کی فتح مبین کا ذکر کیا، "بنیان مرصوص" کا ذکر کیا، اور دنیا کو، مسلم دنیا کو، پیغام دیا کہ وہ اپنے اندر طاقت پیدا کریں، قوت پیدا کریں، عسکری اعتبار سے اپنے آپ کو مضبوط کریں۔ ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾[8] کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم یہ کانفرنس "بنیان مرصوص" کے سیاق وسباق میں کر رہے ہیں۔ دنیا کو پیغام دیتے ہیں کہ ہم امن کے علمبردار ہیں، ہم جنگ نہیں چاہتے۔ کوئی اور ملک اپنے علاقوں میں جنگ کا نام رکھ رہا ہے، وہ جنگ کا پیغام دیتا ہے، اس کی ضرورت جنگ ہے۔ جنگوں میں عالمی طاقتوں نے اپنا اسلحہ بیچنا ہے، ان کی ضرورت

---

[8] [الانفال:60]

جنگ ہے۔ پاکستان امن کا علمبردار ہے، پاکستان دنیا میں امن چاہتا ہے، ہم جنگ نہیں چاہتے، لیکن اگر ہم پر جنگ مسلط کی گئی تو ان شاء اللہ پھر ڈٹ کر لڑیں گے اور اسلام کا جھنڈا بلند کر کے رکھیں گے۔ ان شاء اللہ یہ اجتماع ایسے حالات میں بھی ہو رہا ہے جب ہمارے وطن عزیز کا اکثر حصہ پانی میں ڈوبا ہوا ہے۔ سیلاب اور بارشوں نے کئی بستیاں ختم کر دی ہیں۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا۔

بس اتنا عرض کروں گا کہ حضور علیہ السلام کی سیرت کا سب سے پہلا پیغام، جو مجھے اور آپ کو اعلانِ نبوت کے بعد ملتا ہے، جو بخاری شریف کی پہلے باب کی تیسری حدیث میں ہے، حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے عرض کیا تھا: "**لا يخزيك الله أبدا، إنك لتصل الرحم، وتحمل الكل، وتكسب المعدوم، وتقري الضيف، وتعين على نوائب الحق**"، اور وہ تمام کا تمام حقوق العباد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اللہ کبھی آپ کو پریشان نہیں ہونے دے گا، غم زدہ نہیں ہونے دے گا۔ قسم کھا کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہانے فرمایا۔ کیوں کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، آپ بوجھ اٹھاتے ہیں، نہ کمانے والوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، حق کے کاموں میں ساتھ دیتے ہیں۔ یہ حوالہ نہیں دیا کہ آپ غار حرا میں عبادت کرتے ہیں، ان چیزوں کا حوالہ دیا جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے، جن کا تعلق معاشرے سے ہے۔

لہذا آج سیرت کا پیغام ہے کہ ہم متاثرین سیلاب کے ساتھ کھڑے ہوں اور ان کی امداد کریں، اور اس سیرت کا یہ پیغام دے کر جائیں۔ میں تحدیثِ نعمت کے طور پر یہ عرض کرتا ہوں کہ جب بونیر میں، شانگلہ میں، سوات میں، وہاں یہ صورتِ حال پیدا ہوئی کہ بستیاں ختم ہو گئیں، سیکڑوں مسلمان شہید ہو گئے، ہم نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے، دیگر وفاقوں نے اپیل کی۔ الحمد للہ ہمارے طلبہ سامان لے کر گئے، وہ ان علاقوں میں پہنچے، جا کر ملبہ ہٹایا، پتھروں کو ہٹایا۔ ہمارے طلبہ کو ایک جگہ ملبے سے پندرہ تولے سونا ملا، جو تقریباً پچاس لاکھ روپے کا بنتا ہے۔ اس نے وہ پندرہ تولے سونا اپنے استاد کے حوالے کیا۔ انہوں نے مالک مکان کو تلاش کیا، تلاش کر کے وہ سونا اس کو پہنچایا۔ اس نے خوش ہو کر دس ہزار روپے ہمارے طالب علم کو بطورِ انعام دیے۔ طالب علم نے کہا: "یہ دس ہزار بھی میں سیلاب والوں کے لیے دیتا ہوں۔"

میرے دوستو! میں اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں دینی مدارس کے علماء کے اس کردار کو بھی اجاگر کرنا چاہیے۔ "بنیان مرصوص" میں بھی علماء شانہ بشانہ کھڑے ہوئے، مدارس کے طلبہ شانہ بشانہ کھڑے ہوئے، دن رات دعائیں ہوئیں۔ دشمن نے بھی پہلا نشانہ مسجد کو بنایا تھا، پہلا نشانہ مدرسے کو بنایا تھا۔ وہ مسجد و مدرسہ پر حملہ ہمارے نظریے پر حملہ تھا۔ ہم اپنے ملک کے جغرافیے کے تحفظ اور نظریے کے تحفظ کے لیے اپنی فوج کے ساتھ ہیں، اپنی حکومت کے ساتھ ہیں، اور پاکستان کے تمام مدارس کے لاکھوں طلبہ اور مسلمان پاکستان کے نظریے اور جغرافیہ کے دفاع میں پیچھے نہیں رہیں گے، اگلی صف میں نظر آئیں گے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

خطاب سردار شمشیر مزاری

پارلیمانی سیکرٹری وزارتِ مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہاں موجود تمام مہمانانِ گرامی! السلام علیکم۔

میں سب سے پہلے تمام آئے ہوئے مہمانانِ گرامی، جو دنیا کے مختلف حصوں سے تشریف لائے ہیں، خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس دفعہ پہلی بار اس سیرت کانفرنس میں یہ خاص بات ہے کہ مختلف مذاہب کے لوگ بھی یہاں تشریف لائے ہیں۔ یہاں صرف آج مسلمان موجود نہیں، بلکہ یہاں مسلمانوں کے علاوہ ہمارے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے دوست بھی آج ہماری اس سیرت کانفرنس میں تشریف لائے ہیں، جنہیں میں اپنی وزارتِ مذہبی امور کی طرف سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ میں سب سے پہلے صاحب محفل سید عمران شاہ صاحب کا، اور تمام یہاں آئے ہوئے دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنا قیمتی وقت نکالا اور وزارتِ مذہبی امور کے اس پروگرام میں شمولیت کی۔ اور میں جناب سردار یوسف خان صاحب کا بہت مشکور ہوں، نیز ہماری جتنی بھی یہاں ٹیم ہے، سیکرٹری صاحب اور دیگر تمام دوست، جنہوں نے سیرت کانفرنس کو آج چار چاند لگائے ہیں، ان سب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اتنی محنت سے یہ ایک پُرنور محفل سجی ہے۔

آج کا جو ہمارا ٹاپک ہے، وہ بیسکلی سیرتِ نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا کا استعمال ہے۔ دیکھیے، وقت کے ساتھ بہت ساری تبدیلیاں آتی ہیں۔ ایک زمانہ ہوتا تھا کہ ایک چٹھی دنوں میں کہیں پہنچتی تھی، آج سوشل میڈیا کے ذریعے وہ میسیج چند سیکنڈز میں، بلکہ ایک سیکنڈ میں ہی پہنچ جاتا ہے۔ دنیا بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہی ہے، اور ہر چیز کا ایک نیگیٹیو اور پوزیٹیو استعمال ہوتا ہے۔ یہ ہماری ذات پر منحصر ہے کہ ہم اس چیز کو کیسے استعمال کرتے ہیں۔ آج ہمارے یہاں نوجوان بچے اور بچیاں، جنہوں نے کل اس ملک کی بھاگ دوڑ سنبھالنی ہے، ان کے لیے ایک مسئلہ رہا ہے کہ وہ نبی پاک ﷺ کی سیرت، آپ کے اسوۂ حسنہ، اور آج کے موجودہ دور میں ہماری زندگی میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کو کیسے لے کر چلتے ہیں۔ جالندھری صاحب نے فرمایا کہ سوشل میڈیا کے ذریعے بہت ساری چیزوں کو مس یوز کیا جا رہا ہے، بالکل کیا جا رہا ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ کوئی صاحب ایمان، کوئی مسلمان، کوئی ایسا شخص جس کو نبی پاک ﷺ سے محبت ہے، وہ اس کو غلط استعمال کرے گا۔ یہ منافق ہمیشہ رہے ہیں، یہ ازل سے رہے ہیں، یہ ابد تک جائیں گے۔ اس سے نہ ہمارے دین کی، نہ ہمارے نبی پاک ﷺ کی شان میں کوئی کمی آئے گی، نہ وہ کمی کر سکتے ہیں۔ دینِ محمد ﷺ صرف سلامتی ہے۔ اگر ہم کلمہ پڑھیں، جب تک "محمد رسول اللہ" نہ کہیں، وہ کلمہ مکمل نہیں ہے۔ ہم اس وقت تک دائرۂ اسلام میں داخل ہی نہیں ہیں۔ جسے نبی پاک ﷺ سے محبت نہیں، وہ دائرۂ اسلام میں موجود ہی نہیں۔

میں اپنے تمام دوستوں سے، خصوصاً نوجوان بچوں اور بچیوں سے، یہی گزارش کروں گا کہ آگے بڑھیں اور آج کے تقاضوں کے مطابق علم حاصل کریں۔ کیوں کہ ہمارے نبی پاک ﷺ پر جب پہلی آیت نازل ہوئی تو وہ علم کے بارے میں تھی۔ ہمارے لیے یہ ایک نظریہ ہونا چاہیے۔ آپ دیکھ لیں، اگر ایک ہی والد کی دو اولادیں ہوں اور ان میں سے ایک بچہ تعلیم یافتہ ہو اور دوسرا تعلیم یافتہ نہ ہو، تو ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ تعلیم انسان کو انسان بناتی ہے، تعلیم ہی انسان کو انسانیت کی پہچان دیتی ہے۔ جانور اور انسان میں، میں سمجھتا ہوں، فرق ہی تعلیم ہے۔ تربیت

اس کے ساتھ لازم ہے، جو ہمارے معاشرے میں اب آہستہ آہستہ ختم ہوتی جارہی ہے۔ میں اپنے وزیرِ اعظم صاحب اور اپنے صوبوں کے جتنے بھی وزرائے اعلیٰ ہیں، ان سے گزارش کروں گا کہ تعلیم کے ساتھ اب ہمیں تربیت کے شعبے پر بھی تھوڑی سی توجہ دینی چاہیے۔ جب تک ہم تعلیم کو تربیت کے ساتھ شامل نہیں کریں گے، شاید وہ نتائج، جو یہ معاشرہ چاہتا ہے، معاشرے کو حاصل نہ ہو سکیں۔ اس لیے ہمیں تربیت کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ چھوٹوں سے محبت، بڑوں کا احترام، بزرگوں کا ادب، یہ چیزیں ہمارے معاشرے میں آہستہ آہستہ ختم ہوتی جارہی ہیں، جو انتہائی افسوسناک ہے۔ جب تک ہم تربیت یافتہ قوم نہیں بنیں گے، اس وقت تک صرف تعلیم یافتہ قوم ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ میری ذاتی رائے ہے، ممکن ہے کسی کو اس سے اختلاف ہو، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری ہے۔ موجودہ دور میں سوشل میڈیا، انٹرنیٹ اور آئی ٹی کی دنیا ہے۔ اس میدان میں مسلمانوں کو بڑھ چڑھ کر آگے آنا چاہیے۔ جب تک آپ تعلیم میں آگے نہیں آئیں گے اور موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا نہیں کریں گے، آپ دنیا کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہم دیکھ لیں کہ آج ہم کہاں کھڑے ہیں اور دنیا کہاں سے کہاں چلی گئی ہے۔ پچھلے چالیس پچاس سال سے ہم اس طرح ترقی نہیں کر رہے جس طرح دوسرے ممالک کر رہے ہیں۔ اگر ہم اپنے ہمسایہ ممالک کو دیکھیں، جو ہمارے ساتھ آزاد ہوئے تھے، تو انہوں نے ترقی کے سفر بہت تیزی سے طے کیے ہیں۔ بدقسمتی سے ہم وہ ترقی کا سفر طے نہیں کر سکے، اور یہ ایک حقیقت ہے۔ اگر ہم اس حقیقت سے آنکھیں بند کرلیں اور یہ کہیں کہ ایسا نہیں ہے، تو یہ خود کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔

آج ہمارے ساتھ بنگلہ دیش کے منسٹر صاحب بھی بیٹھے ہیں، ان کی ترقی دیکھ لیں۔ بحرین کے منسٹر صاحب بھی بیٹھے ہیں، ان کی ترقی دیکھ لیں۔ دیکھیے یہ قومیں کہاں سے کہاں چلی گئی ہیں اور ہم کہاں کھڑے ہیں۔ صرف اور صرف ہم علم میں پیچھے ہیں۔ ہمارے اسکولز وہ معیار فراہم نہیں کر رہے جو انہیں دینا چاہیے۔ اگر ہم کوشش کریں تو ہم سرکاری اسکول کے بجائے بچے کو پرائیویٹ اسکول میں داخل کراتے ہیں، حالانکہ حکومتِ وقت بے پناہ وسائل ان کو فراہم کرتی ہے۔ اگر آپ ایک سرکاری اسکول کے ٹیچر کی تنخواہ دیکھ لیں اور ایک پرائیویٹ اسکول کے ٹیچر کی تنخواہ دیکھ لیں تو زمین آسمان کا فرق ہے، لیکن نیت کی کمی ہے۔ ہر چیز حکومت پر ڈال کر ہم اپنی ذمہ داریوں سے جان نہیں چھڑا سکتے۔ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو ذمہ داری سمجھنا پڑے گا۔ اگر ہر انسان اپنی ذمہ داری کو ذمہ داری سمجھے تو آپ یقین جانیں ہم پچاس سال کا سفر دس سال میں طے کر سکتے ہیں، اور یہ کوئی ناممکنات میں شامل نہیں ہے۔ دنیا نے ترقی کیسے کی ہے؟ ہم دنیا کو دیکھ کر آج کہاں کھڑے ہیں؟ آج ہم ایک موبائل فون تک اپنا نہیں بنا سکتے۔ ہم اسے چین سے خرید لیتے ہیں یا کہیں اور سے خرید لیتے ہیں۔ یہ قوم اتنا بھی نہیں کر سکتی، اس کا مطلب ہے کہ ہمارے ڈائریکشن میں کمی ہے۔ ہمیں ڈائریکشن کو درست کرنا پڑے گا۔ جب تک ہم اپنا راستہ درست نہیں کریں گے، اس وقت تک ہم اس دنیا میں اپنی ضروریات کو بھی مکمل طور پر پورا نہیں کر سکیں گے۔

میں اپنے ان الفاظ کے ساتھ تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پاکستان پائندہ باد!

خطاب مولانا طاہر محمود اشرفی
چیئرمین پاکستان علماء کونسل

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین وعلی عباد اللہ الصالحین، أما بعد، فأعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم،
﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾[1]۔ صدق اللہ مولانا العظیم

انتہائی واجب الاحترام! آج کی اس عالمی سیرت کانفرنس کے میزبان، اور اس کی ترتیبات کو ترتیب دینے والے محترم المقام جناب سردار یوسف صاحب، عمران شاہ صاحب، ہمارے سیکرٹری وزارت مذہبی امور، سفراء کرام، علماء و مشائخ، اکابرین امت اور مختلف دوست ممالک سے آئے ہوئے ہمارے مہمانانِ گرامی! چونکہ وقت کی کمی ہے، اس لیے دو باتیں عرض کرنی ہیں:

ایک آج کا جو موضوع ہے اعلام میڈیا۔ اس وقت دنیا میں سب سے بڑی جنگ اعلام کی جنگ ہے، لیکن دین اسلام نے ہمیں ایک ضابطے کا پابند بنایا ہے۔ چوں کہ ہمارا اس دنیا میں آنا ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾[2] وقتی ذات کے لیے نہیں ہے، نہ نوکری کے لیے ہے، نہ تجارت کے لیے ہے، بلکہ جو کچھ بھی ہم نے اس دنیا میں کرنا ہے وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے حکم کے مطابق کرنا ہے۔ چوں کہ ہماری تخلیق کا مقصد عبادت ہے، اگر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے حکم کے مطابق ہم تجارت کر رہے ہیں، نوکری کر رہے ہیں یا کوئی بھی کام کر رہے ہیں تو وہ عبادت بن جاتا ہے۔

آج افواہ سازی کا دور ہے۔ پاکستان کے اندر کئی مرتبہ کوشش کی گئی اور ہمارا دشمن اس پر مستقل کام کر رہا ہے کہ پاکستان میں ایسی فضا بنائی جائے جس سے پاکستان کے اندر مختلف طبقات کے درمیان اور پاکستان کی ریاست کے اداروں اور عوام کے درمیان خلا پیدا ہو۔ لیکن بحمد للہ تبارک وتعالیٰ، آپ علماء کرام اور مشائخ اس ملک کی سیاسی و مذہبی قیادت ہیں، جنہوں نے دشمن کی اس سازش کو ناکام بنایا۔ اور ہم "بنیان المرصوص" بن کر جب صف بستہ ہو کر کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں فاتح بنا دیا۔ آج لوگ کہتے ہیں، اور یہ سوال کچھ بیچارے کم فہم لوگ کرتے بھی ہیں کہ یہ کیا بات ہے کہ ٹرمپ بھی ملاقات کر رہا ہے، آپ کا سپہ سالار پوری دنیا میں جا رہا ہے؟ میں نے کہا: فاتح سپہ سالاروں کی دعوت ہوا کرتی ہے، شکست خوردہ لوگوں کی نہیں ہوتی۔ ہمیں اللہ نے فاتح بنایا ہے، جب ہم فاتح ہیں تو ہر کوئی چاہے گا کہ فاتح کے ساتھ میری تصویر بن جائے، فاتح کے ساتھ میں بیٹھ جاؤں۔

اور یہ فتح کیسے آئی؟ میں اس بات کا گواہ ہوں، حلف دے سکتا ہوں کہ تہجد کے وقت میں، نماز فجر سے پہلے، آپ کی قیادت، آپ کی سیاسی

---

[1] [الأنبياء:107]

[2] [الذاريات:56]

قیادت، آپ کی فوجی قیادت، آپ کے سپہ سالار جو خود بھی الحمد للہ حافظ قرآن ہیں، اور آپ کے فضائیہ کے چیف، آپ کے بری چیف، اور آپ کے وزیر اعظم جب انہوں نے اسلحہ پکڑا تو پھر اللہ کا بھی ایک اعلان ہے: ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ﴾[3] جب تم فریادی بن کر میرے دربار میں آجاؤ گے تو میں تمہیں فاتح بنا کر واپس بھیجوں گا، فکر نہ کرو، میں فرشتوں کو نازل کر دوں گا۔ وہ ہندوستان اور دنیا کہہ رہی تھی کہ یہ تو چھوٹا سا ملک ہے، ہندوستان چھ گنا بڑا ہے، ہندوستان ڈیڑھ ارب آبادی کا ہے اور تم پچیس کروڑ کے ہو۔ پھر آپ نے دیکھا کہ چند گھنٹوں بعد خود ٹرمپ نے بھی یہ کہا کہ سیز فائر کے لیے صرف امریکہ ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کوشش کر رہی تھی۔ ہندوستان نے کہا کہ ہم سیز فائر چاہتے ہیں۔ یہ اللہ کی مدد تھی، اللہ کی نصرت تھی اور آپ کی قیادت کا اخلاص تھا۔ جو دشمن میدان جنگ میں ہار چکا ہے، وہ جنگ اعلام کی دنیا میں جیتنا چاہتا ہے۔ میرے اور آپ کے پاس یہ وسائل موجود ہیں، لیکن اللہ کا بھی ایک حکم موجود ہے۔ آپ علماء ہیں، مشائخ ہیں، آپ کو میں کیا عرض کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾[4]۔ کوئی خبر آجائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو کوئی خبر آجائے تو اس کے بارے میں پتا کر لیا کرو۔ محرم الحرام کے ایام میں گزشتہ سال کچھ ویڈیوز آئیں، جب ہم نے ان کی تحقیق کی تو پتا چلا کہ وہ کئی سال پرانی تھیں۔ لیکن دشمن تو یہ چاہتا ہے کہ کبھی آپ کو شیعہ سنی کے نام پر لڑا دے، کبھی بلوچ اور پٹھان کے نام پر، کبھی پنجابی اور پختون کے نام پر۔ جب اس کی سازشیں کامیاب نہیں ہوتیں تو پھر وہ اس کا استعمال کرتا ہے۔

لہٰذا آج کی اس کانفرنس میں تمام علماء اور مشائخ کی موجودگی میں میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں، بلکہ آج کی اس کانفرنس کا سب سے اہم فتویٰ یہ ہے کہ بغیر تحقیق کے کسی بھی بات کو پھیلانا گناہ کبیرہ بھی ہے اور جرم بھی ہے، اور بالخصوص ایسی بات جس سے آپ کے ملک پر، آپ کے دین پر اور آپ کی قوم پر کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے۔ یہاں ڈاکٹر راغب حسین نعیمی صاحب بھی موجود ہیں، علامہ عارف واحدی صاحب بھی موجود ہیں، حضرت مولانا قاری حنیف جالندھری صاحب بیٹھے ہیں، مولانا ڈاکٹر حامد علی سراج صاحب مدینہ منورہ سے تشریف لائے ہیں، ڈاکٹر علی تراب صاحب، مولانا عبد الکریم صاحب یہ تمام عالمی علماء و مشائخ جو اس کانفرنس میں آئے ہیں، یہ سب اس کی تائید کرتے ہیں۔ اور میں چاہوں گا کہ اگر یہ بات درست ہے کہ بغیر تحقیق کے دین سے منسوب، وطن سے منسوب کسی بھی بات کو نہیں پھیلانا چاہیے، تو پھر آپ سب کھڑے ہو کر نہیں بلکہ ہاتھ کھڑے کر کے آپ سب اکابرین اس کی تائید کریں۔ میں چاہوں گا کہ کیمرہ ہمیں نہ دکھائے، بلکہ یہ ہاتھ دکھائے کہ علماءِ امت کا یہ فیصلہ ہے کہ بغیر تحقیق کے کسی بات کو پھیلانا گناہ بھی ہے اور جرم بھی ہے۔ اور حکومت، جیسا کہ ابھی قاری صاحب نے کہا، اس حوالے سے قانون سازی بھی کرے۔ ہم آزادیٔ اظہار کو مانتے ہیں، لیکن اگر میرے آقا ﷺ کی توہین ہو، اصحابِ رسول کی توہین ہو، اہل بیت کی توہین ہو، میرے وطن کے خلاف سازش ہو، میری فوج کے خلاف سازش ہو، تو پھر ایسی آزادیٔ اظہار کو ہم نہیں مانتے، ہم نہیں مانتے، ہم نہیں مانتے۔ پھر اس پر قانون لاگو کرنا ہو گا، اور وہ کوئی بھی قانون بنایا جائے۔ اور میں سردار صاحب سے کہوں گا کہ آپ نے بہت بڑے بڑے کام کیے ہیں۔ سردار صاحب! آپ سے گزارش ہے کہ

---

[3] [الانفال:9]

[4] [الحجرات:6]

وزارتِ مذہبی امور میں ایک سیل بنایا جائے جو سوشل میڈیا کو مذہبی اعتبار سے بھی دیکھے اور قومی اعتبار سے بھی دیکھے، اور اگر کوئی ایسی چیز سامنے آئے، خواہ وہ کوئی بھی ہو، اور اگر طاہر اشرفی بھی اپنے دین، اپنے وطن یا اپنی قوم کے خلاف بات کرے تو اس کا بھی نوٹس لیا جائے۔

اور غزہ میں 81 لوگ شہید ہوئے۔ قاضی صاحب کی بہن اور ان کے بچے بھی ایک ہی حملے میں شہید ہوئے، جو آپ سے مخاطب تھے، میں ان کو کہنا چاہتا ہوں یہ میرے بھتیجے بھی لگتے ہیں، میرے بھائی بھی ہیں، دوست بھی ہیں۔ امام مسجدِ اقصیٰ، قاضی فلسطین کی اجازت سے یہ مفتی اعظم فلسطین کے بیٹے ہیں اور مسجدِ اقصیٰ میں نماز پڑھاتے ہیں۔ میں یہ بات ان کی موجودگی میں کہنا چاہتا ہوں۔ کل ہمارے اس وفد کی ملاقات وزیرِ اعظم پاکستان سے ہوئی، وزیر خارجہ جناب اسحاق ڈار صاحب سے ہوئی، جناب سردار یوسف صاحب سے ہوئی۔ ہماری قیادت میں بہانگ دہل یہ فیصلہ کیا گیا اور یہ اعلان کیا گیا کہ جدھر اقصیٰ والے کھڑے ہیں، جدھر امام اقصیٰ والے کھڑے ہیں، ہم ادھر کھڑے ہیں۔ جدھر فلسطینی کھڑے ہیں، ہم ان کے ساتھ کھڑے ہیں۔ تم ان کے ساتھ کھڑے ہوگے یا نہیں کھڑے ہوگے؟ ذرا بتاؤ! ہمیں کچھ نہیں پتا، جدھر فلسطینیو! تم ہو، ادھر ہم ہیں۔ جہاں تم کھڑے ہوگے، وہاں ہم کھڑے ہوں گے۔ ہمیں ایک خود مختار فلسطینی ریاست چاہیے جس کا دارالخلافہ القدس الشرقیہ ہو۔ اور الحمد للہ! یہ بھی آپ کو کہنا چاہتا ہوں کہ اس بارے میں بھی پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ کیا ہوا، کدھر گئے، کیا نہیں ہوا۔

آج الحمد للہ دنیا کے ایک سو پچیس سے زائد ممالک آزاد فلسطینی ریاست کو تسلیم کر چکے ہیں۔ اور 22 ستمبر کو، باذن اللہ تبارک و تعالیٰ، آپ دیکھیں گے کہ اقوام متحدہ سے بھی آواز آئے گی۔ آپ کے وزیرِ اعظم بھی، ان شاء اللہ، وہاں ہوں گے، ڈار صاحب بھی ہوں گے، اور امیر محمد بن سلمان بھی ہوں گے۔ بزدلی کا یہ عالم ہے کہ فلسطینی صدر کا اقوام متحدہ کی بلڈنگ میں داخلہ بھی بند کر دیا گیا، لیکن ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہماری قیادت نے کل بہت خوب جملہ کہا۔ ہمارے وزیرِ اطلاعات نے، جناب قاضی صاحب نے کہا: آپ ہمارے بھائی ہیں، لیکن فلسطینی ہمیں ہمارے پاکستانی بھائیوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

میرے پاکستانی بھائیو! میرے مہمانو! آپ سے وعدہ ہے، اور یہ وعدہ میں اپنی طرف سے نہیں کر رہا، آپ کی قیادت کی طرف سے کر رہا ہوں، آپ کے وزیرِ اعظم میاں شہباز شریف کی طرف سے کر رہا ہوں، آپ کے صدر آصف علی زرداری کی طرف سے کر رہا ہوں، آپ کے سپہ سالار جنرل حافظ سید عاصم منیر کی طرف سے کر رہا ہوں کہ جب تک جو یہ فلسطینی جو کہیں گے، ہم وہی کریں گے۔ ہم ان کے ساتھ کھڑے ہیں، صبح ہو یا شام، رات ہو یا دن، جان سے، مال سے، عزت سے اور ہر اعتبار سے؛ کیوں کہ یہ ہمارا عقیدہ ہے اقصیٰ محض ایک قطعہ ارض نہیں ہے، اقصیٰ صرف ایک مسجد نہیں ہے، بلکہ اقصیٰ ہمارا ایمان ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ آپ تک اپنی قیادت کا یہ پیغام بھی پہنچاؤں کہ، جب آپ کے سپہ سالار امریکی صدر کے ساتھ بیٹھے، تو نہ وہ وہاں کشمیریوں کو بھولے اور نہ فلسطینیوں کو بھولے۔ انہوں نے وہاں بھی یہ بات کہی کہ پاکستان پر کوئی دباؤ قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہ لوگ روز افواہیں اڑاتے ہیں کہ فلاں دباؤ ڈال رہا ہے، فلاں دباؤ ڈال رہا ہے۔ خدا کی قسم! آپ کے ملک پر کوئی دباؤ نہیں ڈال سکتا۔ جنہیں اللہ تعالیٰ فاتح بنادے، ان پر کوئی دباؤ اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ ہم وہی کریں گے جو اہل فلسطین چاہیں گے۔ ہمارا وہی فیصلہ ہو گا جو اہل فلسطین کا فیصلہ ہو گا۔

آخری بات، آدھے منٹ میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فلسطین میں یہ سوشل میڈیا چلتا ہے، قریب کہیں نہ کہیں سے ویڈیوز اور تصاویر بھیج دی جاتی ہیں، اس لیے ہم آگاہ ہیں کہ فلسطین میں قتل عام ہو رہا ہے۔ کل رات سے جتنی بڑی بڑی بلڈنگز ہیں، انہیں گرانا شروع کر دیا گیا ہے۔ کشمیر

میں یہ میڈیا نہیں ہے، یہ طاقت نہیں ہے۔ ہم تک تصویریں نہیں پہنچتیں، ہم تک ہماری بہن کی آواز نہیں پہنچتی، ہم تک ہمارے بچے کی آواز نہیں پہنچتی، اس لیے ہم پوری طرح آگاہ نہیں ہیں۔ لیکن وہی کچھ کشمیر میں بھی ہو رہا ہے جو غزہ میں ہو رہا ہے۔ اور اگر آپ کی قیادت اور آپ کا وطن نہ ہوتا، تو آج بڑی بڑی باتیں کرنے والوں سے پوچھو کہ وطن کی قدر کیا ہوتی ہے۔ ان فلسطینیوں سے پوچھو کہ وطن کی قدر کیا ہوتی ہے، کشمیریوں سے پوچھو کہ وطن کی قدر کیا ہوتی ہے۔ اسرائیلی کمانڈوز کشمیر میں آچکے تھے اور سیم پلان تھا، قتل عام کا، جو غزہ میں کیا جا رہا ہے۔ لیکن میرے اللہ نے آپ کو "البنیان المرصوص" بنایا، آپ کی قیادت نے فیصلہ کیا، اللہ نے مدد کی، اور ہم معرکہ حق میں کامیاب ہوئے۔ چناں چہ آج کشمیری محفوظ ہو گئے ہیں۔ ابھی محفوظ ہوئے ہیں، آزاد نہیں ہوئے، انھیں خود مختاری نہیں ملی، ان شاء اللہ وہ بھی ملے گی اور کشمیر بنے گا پاکستان، باذن اللہ تبارک۔

بہت شکریہ، بہت مہربانی۔ یہاں کا ایک ہی پیغام ہے: خدا کے لیے دشمن کی سازشوں کو سمجھو۔ کبھی وہ تمھیں اور مجھے شیعہ سنی بنا کر لڑانا چاہتا ہے، کبھی بلوچ اور پنجابی بنا کر لڑانا چاہتا ہے، کبھی بلوچستان کے حقوق کا نعرہ لگاتا ہے اور کبھی خیبر پختونخوا کے حقوق کا۔ جن ہسپتالوں میں غریب بلوچ جا کر علاج کراتا ہے، معذرت کے ساتھ، یہ سردار صاحب تو عوامی نمائندے ہیں، لیکن بڑے بڑے سردار تو جا کر امریکہ اور برطانیہ میں علاج کرا لیتے ہیں۔ جن ہسپتالوں میں غریب بلوچ علاج کراتا ہے، جن ہسپتالوں میں غریب پختون علاج کراتا ہے، جن مسجدوں میں غریب بلوچ نماز پڑھتا ہے، غریب پختون نماز پڑھتا ہے، جن اسکولوں میں بلوچوں کے بچے جاتے ہیں، اگر یہ واقعی غریبوں کے حامی ہیں تو ان اسکولوں، ان مسجدوں اور ان ہسپتالوں کو کیوں تباہ کرتے ہیں؟ یہ وہی لوگ ہیں جو دوسروں کے نمائندے ہیں۔ جس طرح اسرائیل غزہ میں ہسپتالوں، اسکولوں اور مسجدوں کو نشانہ بناتا ہے، اسی طرح یہ کبھی بلوچستان میں اور کبھی خیبر پختونخوا میں انھیں نشانہ بناتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ پاکستان اللہ کے نام پر بنا ہوا وطن ہے۔ ہمارا نعرہ کیا تھا؟ پاکستان کا مطلب کیا؟ یہ "**لا إله إلا الله**" کے نام پر بنا ہوا وطن ہے، اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نظام، خلافتِ راشدہ کا نظام، اس وطن کا مقدر ہے۔ اور ان شاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ وہ صبح طلوع ہونے والی ہے جب یہاں خلافتِ راشدہ کا نظام ہو گا اور محمد عربی ﷺ کا نظام ہو گا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

خطاب سینیٹر ڈاکٹر حافظ عبد الکریم

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين نبينا وحبيبنا محمد عليه وآله وأصحابه أجمعين، أما بعد، فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم،

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا ○ وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذۡنِهِۦ وَسِرَاجٗا مُّنِيرٗا ﴾[1]

سب سے پہلے میں وزیر مذہبی امور سردار محمد یوسف صاحب اور ان کی وزارت کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے پچاسویں بین الاقوامی سیرت النبی صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کانفرنس منعقد کی ہے۔ اس پر میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ماشاء اللہ! انہوں نے ایک بہترین گلدستہ سجایا ہے، جس میں ہمارے بھائی فلسطین سے بھی تشریف لائے، بحرین سے بھی تشریف لائے، مصر سے بھی تشریف لائے، اور ہمارے سگے بھائی بنگلہ دیش سے بھی تشریف لائے۔ ہم سب سیرتِ نبوی صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کے موضوع پر اکٹھے ہوئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کلمہ "**لا إله إلا الله محمد رسول الله**" اور عقیدۂ توحید کے بعد سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ ہمارے پاس محبتِ رسول صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ہے۔ کیوں؟ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس ایک صحابی آتا ہے اور عرض کرتا ہے:

"متى الساعة؟"

یعنی: قیامت کب قائم ہو گی؟

اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اس سے پوچھتے ہیں:

"ما أعددت لها؟"

ترجمہ: آپ نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟

وہ جواب دیتا ہے:

"حب الله ورسوله"

ترجمہ: میرے پاس اس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے۔

تو نبی علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

"المرء مع من أحب"

ترجمہ: جو شخص جس کے ساتھ محبت کرتا ہے قیامت کے دن اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

---

[1] [الاحزاب: 45-46]

لہذا ہمارے پاس عقیدہ توحید کے بعد سب سے قیمتی سرمایہ جو ہے وہ اللہ کے رسول ﷺ کی محبت ہے اور یہ محبت یک طرفہ نہیں بلکہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی نے بھی ہمارے ساتھ بہت زیادہ محبت کی۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے۔ فرمایا: " **لكل نبي دعوة مستجابة** "، ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی دعا عطا فرمائی ہے کہ جب وہ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔ ہر نبی نے دنیا میں وہ دعا مانگ لی، اور میں نے: **اختبأت دعوتي يوم القيامة**، یعنی میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن تک کے لیے مؤخر کیا ہے۔ صحابہ ؓ نے پوچھا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے اسے قیامت کے دن کے لیے کیوں مؤخر کیا؟ فرمایا: میری وہ دعا، جسے میں نے مؤخر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ اسے قبول کرے گا، قیامت کے دن میری امت کی شفاعت کی دعا ہو گی۔ نبی ﷺ اپنی امت سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں اور امت کی نجات کا سب سے زیادہ فکر کرنے والے ہیں۔ اس لیے اس کانفرنس کے انعقاد پر میں وزارتِ مذہبی امور، سردار محمد یوسف صاحب، اور حکومت پاکستان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾**[2]، اگر ہم محبت کا دعویٰ کریں اور اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع نہ کریں تو محبت کا ہمارا دعویٰ غلط ہے۔ محبت کا دعویٰ اسی وقت صحیح ہے جب ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔ سوشل میڈیا کے حوالے سے وزارتِ مذہبی امور نے جو موضوع سلیکٹ کیا ہے، یہ اس دور کا ایک اہم موضوع ہے۔ اس وقت سوشل میڈیا سب سے زیادہ مؤثر اور تیز ترین ہتھیار ہے۔ اس کا استعمال مثبت بھی ہوتا ہے اور منفی بھی۔ اگر ہم اسے مثبت انداز میں قرآن، حدیث، دین اور اخلاق کی دعوت دینے کے لیے استعمال کریں تو یہ ایک بہت بڑا جہاد ہے، اور اگر ہم اسے منفی استعمال کریں تو یہ گناہِ کبیرہ ہے، جس طرح مجھ سے پہلے علماء نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾**[3]، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی، انتشار اور فساد کی خبریں پھیلیں، وہ قیامت کے دن عذاب کے منتظر رہیں۔ اور اس حوالے سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **﴿الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾**[4]، قیامت کے دن ہم ان کے منہ بند کر دیں گے، ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ کیا کچھ کرتے رہے تھے۔ سوشل میڈیا کا غلط استعمال گناہ کبیرہ ہے، اس سے بچنا چاہیے۔ میں وزیر اعظم پاکستان اور وزارتِ مذہبی امور سے مطالبہ کرتا ہوں کہ سوشل میڈیا کے صحیح استعمال کے لیے نوجوانوں اور لوگوں کی تربیت کی جائے، اس کے لیے باقاعدہ ایک شعبہ قائم کیا جائے۔

میں تیسری بات یہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپریشن "بنیان مرصوص" میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت دی۔ میں حکومتِ پاکستان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، افواجِ پاکستان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، اپنے سپہ سالار کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور اپنی پوری قوم کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جب انڈیا نے ہم پر حملہ کیا تو ہم اللہ کے فضل و کرم سے بنیانِ مرصوص کی طرح متحد ہو کر کھڑے ہوئے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے سامنے التجا کی اور اس سے مدد

---

[2] [آل عمران:31]

[3] [النور:19]

[4] [یٰس:65]

مانگی، اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد فرمائی، ہمیں الحمد للہ سرخرو کیا، ہمیں عزت دی اور فتح نصیب فرمائی۔ اس لیے میں پوری قوم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

آخری بات، ہمارے بھائی جو مقدس سرزمین فلسطین سے تشریف لائے ہیں، مسجد اقصیٰ کی نمائندگی کرتے ہوئے آئے ہیں، ہم ان کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ یہ ان کا اپنا گھر ہے۔

نرحب بإخواننا وأشقائنا القادمون من فلسطين. من ديار المسجد الأقصى المبارك. ونقول لهم: إننا الشعب الباكستاني نحن معكم. وحكومتنا الباكستانية معكم. نحن معكم قلباً وقالباً. نؤيد جميع ما ترونه. ونؤيد قضيتكم العادلة الفلسطينية. ونستنكر ونندد ما تقوم به الجيوش الصيهونية الإسرائيلية. وما ترتكب به من الجرائم الشنيعة. نحن نستنكرها هذه الجرائم الشنيعة. ونستنكره هذه الأمور التي يرتكبها نيتنياهو. ونؤيد ما تقوم به حكومتنا الباكستانية. وأيضاً حكومة المملكة العربية السعودية. وحكومات الدول الإسلامية. فنحن الدول الإسلامية والشعوب الإسلامية كلنا معكم قلباً وقالباً. ونحن ندعو لكم. وندعو لحرية المسجد الأقصى. وندعو الله سبحانه وتعالى أن يرزقنا الصلاة في المسجد الأقصى في القريب العاجل إن شاء الله. وأن يفتح علينا وعليكم. وينصرنا وإياكم. ويحرر السجد الأقصى من أيدي اليهود الخائنة المجرمة۔

اور میں اپنے فلسطینی بھائیوں کو یہ یقین دہانی کراتا ہوں کہ ہمارے نوجوان، ہماری قوم، ہماری حکومت سب ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کے لیے دعا بھی کرتے ہیں اور ہم آپ کے لیے ہر قسم کا قدم اٹھانے کے لیے تیار ہیں۔ ہمارے لیے اس سے بڑی سعادت کون سی ہو سکتی ہے، ہمارے علماء، ہمارے طلبہ، ہمارے حکام، ہماری عوام سب اس بات کو سعادت سمجھتے ہیں کہ ہم مسجد اقصیٰ کے اوپر قربان ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی، اہل فلسطین کی حفاظت کرے اور مسجد اقصیٰ کو ان ظالم یہودیوں کی نجاست سے نجات دے۔ بہت شکریہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خطاب الدكتور محمود صدقي الهباش

قاضي قضاة فلسطين ومستشار الرئيس للشؤون الدينية

بسم الله الرحمن الرحيم. الحمد لله رب العالمين، الحمد لله الذي أكرمنا في فلسطين بالرباط في بيت المقدس وفي أكناف بيت المقدس، الحمد لله الذي أكرمنا واصطفانا؛ لنكون سدنة المسجد الأقصى المبارك؛ أول القبلتين، وثاني المسجدين، وثالث الحرمين الشريفين، مسرى رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعراجه إلى السماوات العلى.

أيها الإخوة الأعزاء، أحييكم من فلسطين بأسم المجاهدين والمرابطين، بأسم القابضين على جمر الصمود في أرض الرباط في بيت المقدس وفي أكناف بيت المقدس.

أحمل لكم سلاماً وتحية من أرض فلسطين إلى أرض باكستان، ومن شعب فلسطين إلى شعب باكستان؛ يد واحدة، قلب واحد، هدف واحد، طريق واحد، وراية واحدة هي راية محمد صلى الله عليه وسلم.

نلتقي في هذا اليوم المبارك، أيها الإخوة الأعزاء، في ظلال يوم من أعظم أيام الدنيا، ومن أعظم أيام التاريخ، في ظلال يوم من أيام الله العظام؛ إنه يوم ميلاد سيد الخلق وحبيب الحق، محمد بن عبد الله رسول الله صلى الله عليه وسلم، هذا اليوم الذي شهد مولده الشريف، اليوم الذي أشرقت فيه شمس الهدى، وانطفأت فيه نار الضلالة والظلم والظلام، وسطعت فيه أنوار الحق والعدل والإحسان الذي جاء به رسول الله صلى الله عليه وسلم. هذه الأنوار النبوية والهداية الربانية هي التي أعادت رسم مسار الإنسانية كلها وفق منهج الله الكريم سبحانه وتعالى، وفق منهج الله العليم الحكيم، وأنارت الأكوان بنور الحق المبين، نور محمد صلى الله عليه وسلم.

أيها الإخوة الأحباب، أيها المؤمنون بالله ورسوله، أيها المحبون لمحمد بن عبد الله صلى الله عليه وسلم، أيها المتمسكون بالعدل والإحسان من خلف محمد صلى الله عليه وسلم؛ إننا حين نحتفل بأيام النبي صلى الله عليه وسلم، وحين نحتفل به ونحتفي به صلى الله عليه وسلم، فإننا لا نحتفل بمجرد ذكرى عابرة، أو نتذكر رجلا كباقي الرجال، أو نحيي مناسبة محدودة بزمان أو مكان، وإنما نحتفل بأعظم وأكرم النبيين على الله تبارك وتعالى، نحتفل بمن وضعنا على الصراط المستقيم، وتركنا على المنهج القويم، وأرسى في نفوسنا وقلوبنا وعقولنا محبة الحق وقوة اليقين، فصلوا عليه وسلموا تسليما؛ اللهم صل وسلم وبارك على سيدنا محمد.

إنه رسول الله الذي علمنا الصبر في مواجهة الشدائد والابتلاءات والأزمات والصعاب، إنه رسول الله الذي علمنا الصبر والثبات على طاعة الله سبحانه وتعالى والجهاد في سبيله، صبر صلى الله عليه وسلم على إيذاء المشركين في

مكة وصابرهم . وصبر على جهادهم بعد أن هاجر إلى المدينة المنورة. وثبت على الحق الذي جاء به من عند الله عز وجل. فكان صبره وثباته وجهاده هو الطريق إلى النصر والتمكين. والله عز وجل قال له: ﴿وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾[1]

أيها الإخوة الأعزاء. ها نحن اليوم. ونحن نسير على خطى ومنهج وسنة الحبيب المصطفى صلى الله عليه وسلم. ها نحن اليوم نقف في مواجهة الظالمين المعتدين. ها هم أهل فلسطين. إخوانكم وأحبابكم. يقفون في مواجهة الظلم والعدوان. يقفون صابرين محتسبين عند الله عز وجل. نقف اليوم نحمي أرضنا ووطننا ومقدساتنا في القدس. في مدينة القدس العظيمة التي تبكي بدموع من دم صباح مساء. وفي مدينة خليل الله إبراهيم صلى الله وسلم على نبينا محمد وعليه. ونعمل رغم كل الألم. ورغم كل الأذى. ورغم العدوان. نعمر المسجد الأقصى المبارك بكل ما أوتينا من طاقة. متمثلين ما بلغنا حبيبنا محمد صلى الله عليه وسلم من آيات الله في قوله تعالى:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[2]

نقف اليوم صابرين مصابرين مرابطين في بيت المقدس وفي أكناف بيت المقدس. ندافع عن أول القبلتين، وثاني المسجدين، وثالث الحرمين الشريفين. ندافع عن أقدس مقدسات المسلمين في فلسطين؛ المسجد الأقصى، ومسجد خليل الله إبراهيم صلى الله وسلم على نبينا محمد وعليه.

إنه رسول الله أيها الأحباب. إنه رسول الله الذي علمنا أن الإنسان أغلى ما يمكن أن تملك. وأشد حرمة من كل شيء. حتى من الكعبة المشرفة التي هي بيت الله الحرام. وهو صلى الله عليه وسلم الذي وقف يوما أمام هذه الكعبة العزيزة الغراء وقال لها:

"ما أعظمك وما أعظم حرمتك، والذي نفسي بيده، إن حرمة المسلم أشد عند الله من حرمتك".

ولذلك نجده صلى الله عليه وسلم لا يسمح لأصحابه أن يضحوا بأنفسهم في معارك خاسرة أو في مواجهات لا لزوم لها. يدخرهم ليوم المواجهة التي تلزم. وليوم الحرب التي لا بد منها. حتى إنه صلى الله عليه وسلم سمح لهم وأمرهم أن يهاجروا إلى الحبشة لكي يحموا أنفسهم من عدوان المجرمين المشركين. وسمح لصاحبه الكريم عمار بن ياسر – رضي الله عنه وعن أبيه وعن أمه– سمح له أن ينفذ ما يريده المشركون عندما أوقعوا به العذاب وأجبروه على أن ينطق بكلام الكفر. فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: "**افعل. إن عادوا فعد**". وعندما حاصر المشركون والأحزاب المدينة المنورة في غزوة الخندق. أراد صلى الله عليه وسلم أن يعقد اتفاقا سلميا مع بعض القبائل التي تحاصر المدينة والتي تحارب المسلمين. من أجل أن يخفف عن أمته بعض ما تواجهه من الأزمات والتحديات. وقال

---

[1] [المائدۃ:67]

[2] [آل عمران:200]

لأصحابه عندما سألوه عن سبب هذا الموقف. قال لهم: **إني رأيت الناس قد رمتكم عن قوس واحدة**؛ أي رأيت الناس قد تحالفت وتألفت ضدكم. **فأردت أن أدفعهم عنكم، وأردت أن أخفف عنكم إلى حين**. وما أعظم ما وصفه به القرآن الكريم. ما وصفه به ربه سبحانه وتعالى في القرآن العظيم حيث قال:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾[3]

إنه رسول الله. أيها الإخوة الأحباب. الذي علمنا أن المسلمين إخوة. وأن المؤمنين إخوة. وأنهم كالجسد الواحد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالحمى والسهر. وكان من أول ما فعله صلى الله عليه وسلم عندما هاجر إلى المدينة أن آخى بين المهاجرين والأنصار حتى صاروا كالجسد الواحد. وهو الذي قال لنا وعلمنا:

"وكونوا عباد الله إخوانا".

وقال صلى الله عليه وسلم محذرا من الاختلاف والافتراق:

"لا ترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض".

نحن اليوم والحمد لله إخوة. يجمعنا الدين والعقيدة والقرآن والسنة المحمدية. رغم اختلاف ألسنتنا وألواننا وبلادنا. انظروا كيف يقف المسلمون جميعا. وهنا في هذه البلاد الطيبة في باكستان المسلمة العظيمة يقفون في مشارق الأرض ومغاربها مع فلسطين في مواجهة العدوان الإسرائيلي الصهيوني الهمجي الذي تتعرض له. يقفون مع غزة في مواجهة حرب الإبادة التي تواجهها. يقفون مع القدس والمسجد الأقصى الذي يواجه الاعتداءات والانتهاكات اليومية على يد جيش الاحتلال وقطعان المستوطنين الإرهابيين.

أيها الإخوة الأحباب. أكثر من مائتي ألف شهيد وجريح سقطوا في غزة خلال أقل من عامين. وأكثر من ألف شهيد في الضفة الغربية والقدس. أكثر من ثمانين بالمئة من البيوت والمساكن والمساجد والمدارس والمستشفيات دمرت. وحتى الكنائس دمرت في قطاع غزة على يد العدوان الإسرائيلي. وها هو الاحتلال يخطط لتهجير أكثر من مليوني فلسطيني من قطاع غزة. لكننا صامدون. لكننا صامدون وسنبقى صامدين حتى يتحقق لنا النصر بإذن الله.

وهنا لا بد أن نحيي بكل فخر موقف الأمة العربية والإسلامية. ونحيي بالذات موقف جمهورية مصر العربية وموقف المملكة الأردنية الهاشمية في رفض التهجير. في رفض تهجير الشعب الفلسطيني. كما لا يمكن أن ننسى أن نحيي موقف المملكة العربية السعودية وكل البلاد الإسلامية وكل البلاد العربية. وموقف باكستان الرافض للعدوان والرافض للتطبيع مع الاحتلال الإسرائيلي قبل أن تنسحب قوات الاحتلال من أرض فلسطين. وقبل أن تقوم دولة فلسطين الحرة المستقلة وعاصمتها القدس الشريف. بإذن الله رب العالمين.

---

[3] [سورہ التوبہ:128]

ونستنكر أيضاً بكل ما في كلمات الاستنكار من بلاغة وقاحة وسفالة نتنياهو الذي تطاول بالأمس على مصر وادعى أن مصر تريد أن تسجن أبناء الشعب الفلسطيني؛ نقول له: أنت المجرم. أنت الإرهابي. أنت مجرم الحرب. أنت المطلوب للعدالة الدولية. ويجب أن تحاكم أنت وكل المجرمين بتهمة الإبادة الجماعية وبتهمة جرائم الحرب.

واسمحوا لي هنا أيها الإخوة الأعزاء. وسامحوني أن أطلت عليكم. فصوت فلسطين يجب أن يصل؛ اسمحوا لي هنا أن أوجه كلمة إليكم. إلى الأمة الإسلامية في كل مكان. إلى الدول. إلى الحكومات. إلى الشعوب. إلى العلماء وبكل المحبة والاحترام والتقدير: إن شعبكم وإخوانكم الشعب الفلسطيني المرابط في أرض وطنه في بيت المقدس وفي أكناف بيت المقدس. لا يدافع هناك عن نفسه فقط. ولا يدافع عن وطنه فقط. ولكنه أيضاً يدافع عنكم. يدافع عن كل المسلمين. عن كل بلاد المسلمين. عن كل شعوب المسلمين. وعن كل مقدسات المسلمين. ولذلك فإن وقوفكم مع شعب فلسطين هو فريضة دينية في أعناق المسلمين جميعاً؛ ليس بالكلمات فقط ولا بالمشاعر فقط. ولكن أيضاً بالأعمال. بالجهاد في سبيل الله. والجهاد في سبيل الله يكون بالنفس والنفيس:

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ﴾[4]

أيها الإخوة الأعزاء. إن كل موقف سياسي شريف. كموقف دول كثيرة من بلاد المسلمين والعرب ومن دول العالم أجمع. ومنها موقف باكستان الذي سمعته بالأمس من رئيس الوزراء ومن نائبه وزير الخارجية. وسمعته من علماء باكستان التي نعتز بها وبشعبها وبجيشها وبقيادتها. ونحمل لها معنا تحية المجاهدين والمرابطين في فلسطين. وكذلك. مرة أخرى. موقف المملكة العربية السعودية الذي يؤكد. والذي أكد على لسان سمو الأمير محمد بن سلمان ولي العهد رئيس مجلس الوزراء. أن السلام لا يمكن أن يتحقق إلا بإنهاء الاحتلال الإسرائيلي وقيام دولة فلسطين الحرة المستقلة وعاصمتها القدس. وكذلك موقف مصر. والأردن. والبحرين. وقطر. والجزائر. وكل بلاد المسلمين. فضلا عن مواقف دول العالم التي تعترف بفلسطين والتي تخطط وتنوي أن تعترف بفلسطين خلال المؤتمر الذي سيعقد في الثاني والعشرين من هذا الشهر في نيويورك.

ونقول لحكومة الولايات المتحدة الأمريكية و للرئيس ترمب الذي يريد أن يمنع وفد فلسطين من أن يصل إلى الأمم المتحدة. ويريد أن يمنع رئيس دولة فلسطين. الرئيس محمود عباس. الرئيس المرابط في وطنه ومع شعبه. يريد أن يمنعه من الوصول وأن يسمع صوت بلده وشعبه؛ نقول للولايات المتحدة الأمريكية: إلى متى ستظلون تدعمون الاحتلال والعدوان والظلم على الشعب الفلسطيني؟ متى ستحكمون بالعدل الذي يمكن له فقط أن يحقق الأمن والسلام والاستقرار للجميع؟ أنتم أيها الأمريكان بأيديكم أن توقفوا المذبحة التي ترتكبها إسرائيل في قطاع

[4] [التوبہ:111]

غزة وفي كل فلسطين. وأنتم أيها الأمريكان تتحملون مسؤولية استمرار حرب الإبادة بقراراتكم الظالمة. والتي كان آخرها منع إصدار التأشيرات لرئيس دولة فلسطين وللوفد الفلسطيني للمشاركة في اجتماعات الأمم المتحدة. هل تظنون أن ذلك سيمنع صوت فلسطين وقضيتها العادلة من الوصول إلى العالم؟ إن صوت فلسطين وشعبها وقضيتها سوف يظل عاليا في وجه الظلم والظالمين؛ لأن صوت فلسطين هو صوت ملياري مسلم على مستوى العالم. وسوف يظل الشعب الفلسطيني صامدا مجاهدا مرابطا حتى يحقق الله له حريته واستقلاله ودولته، رغما عن أنف الاحتلال. نحن أصحاب حق. ولم نسكت عن حقنا ما دام فينا عرق ينبض. وما ضاع حق وراءه مطالب.

إن قضية فلسطين ليست مجرد قضية أرض أو قضية سياسية. لكنها أولا وقبل كل شيء قضية إيمانية؛ فهي الأرض التي باركها الله. هي أرض الأنبياء. هي مسرى رسول الله صلى الله عليه وسلم. فيها المسجد الأقصى أول القبلتين وثاني المسجدين وثالث الحرمين الشريفين. فلسطين أمانة ودين وعهد. وهي اليوم تنادينا جميعا. تنادينا جميعا أن نحمل همها في قلوبنا. وأن نستمد من سيرة حبيبنا الكريم محمد صلى الله عليه وسلم قوة وعزيمة لتحريرها وحماية مقدساتها.

فلنجدد العهد اليوم في هذه الذكرى المباركة. أن نقتدي برسول الله في أخلاقه. وأن نتحد كما وحّد هو الأمة. وأن نصبر كما صبر. وأن نجاهد كما جاهد. حتى يكتب الله لأمة الإسلام نصرها. وتحرير أرضها. وعودة عزتها. وحماية مقدساتها ومسجدها الأقصى المبارك.

عاشت الأمة الإسلامية الواحدة. عاشت فلسطين. عاشت باكستان. عاشت الأخوة الباكستانية الفلسطينية. وموعدنا الصلاة في القدس. الصلاة في المسجد الأقصى المبارك: ﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هُوَ قُلْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَرِيبًا﴾[5]

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

[5] [الاسراء:51]

خطاب عمرو عبد الحامد راقب الشال المصري

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

الحمد لله والصلاة والسلام على سيدنا رسول الله، وعلى آله وصحبه ومن والاه، وبعد:

فمعالي السيد وزير الشؤون الدينية والوئام بين الأديان، سردار محمد يوسف، السادة العلماء الأجلاء، الحضور الكريم:

أود أن أعرب عن سعادتي الغامرة لتواجدي بين هذه الكوكبة من أولي العلم والفكر في مناسبة عظيمة؛ في ذكرى ميلاد سيد البشرية سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم. وربطاً لحاضرنا بتراثنا التليد، يأتي عنوان مؤتمرنا: **"مسؤولية الدولة في التثقيف والتدريب على الاستخدام الإيجابي لوسائل التواصل الاجتماعي في ضوء تعاليم النبي الكريم** صلى الله عليه وسلم"؛ ليؤكد على أهمية التلاحم بين الدولة والأمة لمواجهة تحديات العصر الحضارية والثقافية. وحتى لا أطيل على مسامعكم أركز كلامي في النقاط التالية:

أولا:

أحمل لجميع الحاضرين رسالة سلام وشكر من أرض الكنانة مصر. وأبلغكم جميعاً خالص تحيات فضيلة الأستاذ الدكتور نظير محمد عياد، مفتي الديار المصرية، ودعواته الصادقة لشعب باكستان العريق ولحكومته الموقرة جميعاً بالتوفيق والسداد والمعونة في الإسهام للتوصل إلى ما فيه نفع العباد وصلاح البلاد.

ثانيا:

نؤكد على أهمية إحياء المناسبات الدينية، وحسن توظيف الاحتفال بها في ربط شبابنا بتراثه الإسلامي وحضارته العريقة، واستغلال هذه المناسبات في معالجة قضايا العصر ومواجهة تحدياته، ونهيب بكلنا ولا لحضارتنا بصلة. أما عن صاحب الذكر العطر، فهو نبي الإنسانية جمعاء، بعثه ربه رحمة للعالمين، وأرسله بالهداية للناس أجمعين؛ لم يجعل رسالته حكرا على أمة دون أمة، أو إقليم دون إقليم، وإنما كانت عامة للعربي والعجم، وجعلهم جميعاً شعوبا وقبائل لتعارفوا، إن أكرمكم عند الله أتقاكم. وقال صلى الله عليه وسلم:

"أيها الناس! ألا إن ربكم واحد، وإن أباكم واحد، ألا لا فضل لعربي على عجمي، ولا لعجمي على عربي، ولا أحمر على أسود، ولا أسود على أحمر إلا بالتقوى."

وقد تتبع بعض الباحثين نسبة المسلمين من غير العرب، فوجد أنها تفوق نسبة المسلمين العرب، وقد

برع العجم في خدمة علوم الإسلام والإسهام في بناء حضارته. وإنك لتعجب حين تجد أشهر أئمة اللغة العربية من الأعاجم. وما كانت خير أمة إلا لكون رسولها خير الرسل على حد قول القائل:

وإذا ما الجناب كان عظيماً ... مدّ منه لخادميه لواء

وإذا عظمت سيادة متبوع... أجلّ أتباعه الكبراء

ثالثا:

نشيد بالتطور التقني الذي أشهده عصرنا الحالي، ونؤكد على أنه وسيلة وحماية من قبل الدولة لشعوبها من مخاطر الاستغلال أو الاختراق، ولا بد من تضافر جهود الدولة مع المجتمع وتكامل الأدوار؛ لبناء لحمة قوية تكون قادرة على مواجهة التحديات ومجاوزة الصعوبات. وفي سيرة نبينا الكريم صلى الله عليه وسلم ما يفي بحسن القدوة والأسوة في تماسك الأمة مع الدولة، في تقاسم الصعاب ومواجهة التحديات.

رابعا:

أنقل لحضراتكم قبسا من تجربة دار الإفتاء المصرية في حسن الإفادة من وسائل التواصل الاجتماعي، وذلك من جانبين:

- **الأول**: من حيث بيان الحكم الشرعي المتعلق باستخدامها، وبيان الضوابط والآداب التي يلزم مراعاتها، فقامت بواجبها في بيان الحكم الشرعي وقت الحاجة إليه.
- **والثاني**: من حيث استخدام دار الإفتاء المصرية هذه التطبيقات كوسيلة فاعلة في التواصل مع المستفتين؛ فتتواجد الدار على شبكة الإنترنت بعدد من المواقع والصفحات، ولها حسابات رسمية على منصات التواصل الاجتماعي.

ولم يقف الجهد عند هذا الحد، فقد عقدت مؤتمرها السنوي هذا العام تحت عنوان: "**صناعة المفتي الرشيد في عصر الذكاء الاصطناعي**"، حضره لفيف من علماء العالم الإسلامي ومفكريه، وصدر عنه ما يزيد عن تسعين بحثاً محكماً حول الذكاء الاصطناعي ومجالات استخدامه في الفتوى، ومدى إمكانية الاعتماد عليه في إصدار الفتاوى. وقد أسفر هذا المؤتمر عن "وثيقة القاهرة حول الذكاء الاصطناعي والإفتاء"؛ لضبط منهجية استخدام تقنيات الذكاء الاصطناعي في مجال الإفتاء، وتحديد الضوابط والآليات التي تكفل ضمان إصدار فتوى رشيدة في البيئة الرقمية المعاصرة.

خامسا:

نعتز بعمق العلاقات المصرية الباكستانية، وهي علاقة تنم عن وشائج قوية بين الشعبين وتعاون بين الحكومتين، تجلى ذلك في مظاهر عدة؛ منها: الجامعة الإسلامية العالمية بإسلام آباد، والدراسة الأزهرية التي يندرج

في صفوفها عدد كبير من الطلاب الباكستانيين. وتسعد مصر بوجودهم بين أروقة أزهارها وعلى ضفاف نيلها.

الحضور الكريم!

إن دار الإفتاء المصرية بقيادة العالم الجليل فضيلة الدكتور نظير محمد عياد. ترحب بمد جسور التعاون في كل ما يتعلق بالفتوى والإفتاء ومواجهة الفكر المتطرف. وتحرص على التعاون وتبادل الخبرات مع المؤسسات الإفتائية من خلال الأمانة العامة لدور وهيئات الإفتاء في العالم.

وفي الختام. أتوجه إلى الله تعالى أن يوفق ولاة أمر هذا البلد لما فيه صلاح أمرها ورفعة شعبها. وأن يثبت خطاهم في نهضتهم الحضارية. وأن يديم أواصر المودة والمحبة بين الشعوب الإسلامية في مشارق الأرض ومغاربها. كما نبتهل إليه سبحانه وتعالى أن ينصر إخواننا المستضعفين في أرض فلسطين. وأن يكون لهم وليا وناصرا ومعينا في عالم موحش يترك فيه الضعيف؛ ليكون فريسة للقوي. وأن يجمع شتات المسلمين ويوحد صفهم لنصرة إخوانهم.

وصلاة وسلاما على من بعثه ربه رحمة للعالمين. ونصرة للمستضعفين. وأمانا للخائفين. كما أجدد شكري وتقديري للسيد الوزير سردار محمد يوسف ولحكومته الموقرة على حسن الضيافة وكرم الوفادة.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

خطاب عادل عبدالرحمن

عضو مجلس شوری بحرين

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

بسم الله الرحمن الرحيم، حمدا لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن ولاه، أما بعد:

معالي وزير الشؤون الإسلامية الأخ العزيز الحبيب، سردار محمد يوسف

معالي وكيل الوزارة

أصحاب الفضيلة، العلماء، الضيوف الكرام:

إنها لحظة فرح وسرور، وقال أحد السلف عندما شعر بالفرح بالإيمان وبالإسلام وبالراحة في القلب من حلاوة الدين قال: إذا كان أهل الجنة في مثل ما نحن فيه، فهم في عيش طيب. إن هذه المجالس مجالس الإيمان، هي من المجالس التي تنتعش الروح بها.

وباكستان لها وضع خاص. فإذا كان الله عز وجل قال:

﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾[1]

فإذا كان المسجد الذي يؤسس ابتداء على التقوى هو الذي يستحق بالقيام فيه والقيام بواجبه، فكيف ببلد كامل أسس على التقوى! أكثر بلدان العالم كلها أسست على الأعراق وعلى القوميات. أما باكستان فإنما أسست على الإسلام وللإسلام. لذلك باكستان تتميز بما أسست عليه، ويجب على كل باكستاني أن يتذكر إنما دولته قامت للإسلام وعلى الإسلام.

نعم وأنا دخلت إلى هذا المكان، وأحسست بهذه الروح الإيمانية، تذكرت سعادة المسلمين في الجنة وناسب أن يكون علم باكستان الأخضر والورد من الأخضر، فتذكرت قوله تعالى:

﴿مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ﴾[2]

نعم، إن باكستان ارتبط اسمها وتأسيسها بالدين وبالإسلام، وما هذه الدعوة المباركة، وهذا المؤتمر الذي

---

[1] [التوبہ:108]

[2] [الرحمٰن:76]

دعي لسيرة الحبيب صلى الله عليه وعلى آله وسلم . ما هو إلا نبذة من اهتمام باكستان بالإسلام وبرسول الإسلام صلى الله عليه وسلم.

ولنعلم من آيات محمد صلى الله عليه وعلى آله وسلم أن سيرته حفظت من قبل مولده إلى وفاته بدقة متناهية؛ لا توجد سيرة لرجل في العالم حفظت كسيرة محمد صلى الله عليه وسلم. فنسبه معلوم منه صلى الله عليه وسلم إلى آدم عليه السلام. ائتوني برجل حفظ نسبه بمثل هذا. بل إنه قال يوم كان العالم يختلط قال: إني جئت من نكاح وليس من سفاح. منذ من إبراهيم عليه السلام إلى النبي صلى الله عليه وسلم بل من آدم عليه السلام. وهذا تكريم وهذا حفظ لنسبه صلى الله عليه وسلم. وبعثه الله من خيرة العرب ومن أفضل العرب. حتى لا يدعي مدع تقدما عليه صلى الله عليه وعلى آله وسلم في شيء.

بل إنه حتى قبل البعثة عرف بسيرته الحسنة؛ سيرته التي نقلت في سكناته وفي حركاته وفي أقواله. بل إن النبي صلى الله عليه وسلم نقل من سيرته حتى سكتاته؛ إذا تكلم نقل وإذا لم يتكلم أيضاً نقل. ولا توجد سيرة لرجل مثله صلى الله عليه وسلم قد نقلت.

ومع ذلك شاهد له القاصي والداني بالصدق والأمانة. ولكن ما الذي منع؟ الكل يشهد له أنه صادق. كان أهل مكة يسمونه "الصادق الأمين". وهرقل لما سأل أبو سفيان قال: أجربتم عليه من كذب؟. قال: لا. وكان حينها أبو سفيان كافرا لم يسلم بعد. قال: أجربتم عليه كذب؟ قال: لا. قال: ما كان ليترك الكذب على الناس ويكذب على الله عز وجل.

ويقول يا أبا الحكم! أمحمد صادق أم كاذب؟ فقال فرعون هذه الأمة: والله إن محمدا لصادق. وما كذب محمد قط. محمد صادق ولم يكذب قط. والوليد بن المغيرة عندما سمع كلام النبي صلى الله عليه وسلم ماذا قال؟ قال: إن أسفله لمغدق. وإن أعلاه لمثمر. وإنه يعلو ولا يعلى عليه. وإنه ليس بقول كاهن ولا ساحر ولا كذاب. ومع ذلك لم يسلم. ومع ذلك لم يسلم. لما؟ لأنهم من الإعلام الكاذب.

لذلك يا شباب الإسلام! يا فتيات الإسلام! يا رجال ونساء الإسلام! العالم يحترق ويحتاج إلى دعوة النبي صلى الله عليه وسلم. فإن الناس بدون هداية هذا الدين إنما هم حطب جهنم وهم فيها خالدون. فمَن ينقذ البشرية وينشر هذا الإسلام إلا أنتم؟ فاحملوا هذه الرسالة. وكونوا خير سفراء لنبيكم الكريم. نسأل الله أن يوفقنا وإياكم لما يحب ويرضى.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

Speech by Dr. AFM Khalid Hussain
Advisor to the Ministry of Religious Affairs, Bangladesh

Assalamu Alaikum wa Rahmatullahi.
I am very much pleased to have the opportunity of taking part in this August International Conference on Seerat-un-Nabi ﷺ.
Mr. President, Chief Guest, Special Guest, Dignitaries, Ulama, Mashayikh and ladies and gentlemen
I would like to extend my heartfelt thanks to the Minister, Mr. Sardar Yusuf Khan, the Minister of Religious Affairs and Interfaith Harmony. I would like to convey Salam and good wishes to all of you from the people of Bangladesh.
Social media platforms dominate modern communication and education, influencing individual behavior and social trends. While these platforms offer numerous benefits for Da'wah (Islamic propagation), education and global interaction, their misuse results in misinformation, cyberbullying and time wastage.
The Prophet Muhammad ﷺ provided comprehensive guidance on responsible speech and behaviour that apply to the digital communication. I would like to examine these principles and their application to social media ethics, particularly in the education and training context.
Islam places greater emphasis on truthful and beneficial speech. The Prophet Muhammad ﷺ said:

"من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت"

"Whoever believes in Allah and the Last Day, let him speak good or remain silent."

Verifying information before sharing: Social media enables rapid information exchange, often without verification. Islam warns against spreading unverified news:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾[1]

Our beloved Prophet Muhammad ﷺ enforced this principle:

"كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع"

"It is enough of a lie for a person to narrate everything he hears."

---

[1] [الحجرات:6]

Social media provides immense opportunities for spreading authentic Islamic knowledge, values, and thinking. The Prophet Muhammad ﷺ encouraged even minimal propagation of truth:

"بلغوا عني ولو آية"۔ رواه البخاري

''Convey from me even if it is a single verse.''

Avoiding Harm and Cyberbullying: Islam prohibits harming others physically or verbally. Online abuse is no different. The Prophet Muhammad ﷺ said:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده"

''A Muslim is the one from whose tongue and hand the Muslims are safe.''

Social media addiction wastes valuable time. The Prophet said:

"نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس: الصحة والفراغ"

Responsibility of Educators, trainers and Islamic scholars: Social media is a double-edged sword. Its positive use can spread knowledge and goodness, while misuse causes several harms. Islamic teachings—especially the guidance of Prophet Muhammad ﷺ—offer comprehensive principles for ethical online behaviour. Educators bear the responsibility of inculcating these values to ensure social media becomes a means or benefit rather than harm.

I would like to express my thanks to Maulana Hanif Jalandhari, Maulana Ashrafi sahib and Shah Imran sahib, the renowned politician of Pakistan.

The Muslim Ummah must acquire expertise in print media, electronic media, science and technology. Then the Ummah of Prophet Muhammad ﷺ will be able to lead the whole world. We need to change our mindset and perspective for the greater unity and fraternity of the Muslim Ummah.

Allama Iqbal (RA) says:

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر

ہر شیشہ ٹوٹ جاتا ہے پتھر کی چوٹ سے پتھر ہی ٹوٹ جائے وہ شیشہ تلاش کر

With these words, I am concluding my speech.

Once again, I sincerely congratulate the Honourable Mr. Sardar Yusuf Khan and the dignitaries and all those associated with this.

Assalamu Alaikum wa Rahmatullahi wa Barakatuh.

خطاب ڈاکٹر راغب حسین نعیمی
چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم ، أمابعد، فأعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم پیدائش کی مناسبت ڈیڑھ ہزار سال مکمل ہو چکے ہیں۔ اس مناسبت سے وزارتِ مذہبی امور مبارک باد کی مستحق ہے کہ اس نے آج کی اس خوب صورت تقریب کا اہتمام کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک خوش آئند امر ہے کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنسوں کے اعتبار سے آج گولڈن جوبلی منائی جارہی ہے۔ میں آج کی اس خوب صورت تقریب کے انعقاد پر وزیر مذہبی امور جناب سردار محمد یوسف خان صاحب اور ان کی پوری ٹیم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

ہم سب جانتے ہیں کہ آج کا موضوع "سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت میں ریاستی ذمہ داریاں" ہے۔ یہ ایک نہایت اہم موضوع ہے اور دورِ جدید کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ میں اپنی پوری گفتگو اسی موضوع کے حوالے سے آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

پرنٹ میڈیا سے الیکٹرانک میڈیا، اور الیکٹرانک میڈیا سے سوشل میڈیا تک کے سفر نے نہ صرف ریاستی بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی معلومات وخیالات کے اشتراک کے عمل کو وقت اور جگہ کی حدود سے بالاتر کر دیا ہے۔ اب سوشل میڈیا ایک ایسا وسیلہ ہے جو صارف کو وقت اور مقام کی تنگنائیوں سے نکال کر نہ صرف ایک دوسرے کے ساتھ جڑنے کا موقع دیتا ہے بلکہ معلومات کا تبادلہ بھی آناً فاناً ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ان ورچوئل نیٹ ورکس کے آپس میں جڑنے سے ایک ان دیکھا معاشرہ تشکیل پاتا ہے، جس کی طاقت سے حکومتیں بھی گھبراتی ہیں۔

جب سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی بات کی جاتی ہے تو اس کے منفی اثرات کو واضح کیے بغیر بات مکمل نہیں ہوسکتی۔ اسی موقع کے لیے شاعر نے کہا ہے:

دل کے لیے موت ہے مشینوں کی حکومت　　　احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

اگر اس کے منفی اثرات کی بات کی جائے تو اس نے انسان کی بیرونی سرگرمیوں کو محدود کر دیا ہے۔ کھیلوں کے مقابلے سمٹ گئے ہیں اور اس کے نفسیاتی صحت پر منفی اثرات پڑنے شروع ہو گئے ہیں، جس کے نتیجے میں ذہنی تناؤ میں اضافہ ہوا ہے۔ نہ اپنے لیے، نہ فیملی کے لیے اور نہ دوستوں کے لیے وقت باقی رہا ہے۔ بلکہ اس کا تشویش ناک پہلو یہ ہے کہ اس نے دور دراز رہنے والے اجنبی فالوورز کو تو قریب کر دیا ہے، مگر حقیقی اور قریبی رشتوں سے دوری کو بھی جنم دیا ہے۔ اب ہم اس مصنوعی دنیا کے بے دام غلام اور اسیر بن چکے ہیں۔ اس سوشل میڈیا کے ذریعے جرائم پیشہ اور وقت ضائع کرنے والے لوگ جعلی اکاؤنٹس کے ذریعے بلیک میل، گمراہ اور خوف میں مبتلا کر کے عامۃ الناس کی زندگیاں اجیرن کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جھوٹ کا سہارا لے کر جعلی اکاؤنٹس کے ذریعے مرد خواتین کو اور خواتین مردوں کو دھوکا دے رہی ہیں، اور کہیں سائبر بلنگ جاری ہے۔

باقی رہا اس کا مفید پہلو، تو خبروں تک رسائی، معلومات کی فراہمی، رابطے کے قیام میں آسانی، ابلاغ میں انقلاب، کاروبار کے لیے سہولت،

زبان وادب کا فروغ، نئے لسانی رجحانات کا ارتقا، اور ملکی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی سرگرمیوں کا ہتھیلی پر ہونا شامل ہے۔ مگر کیا بات ہے کہ آج اس کا منفی استعمال مثبت استعمال سے زیادہ کیوں ہوگیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ مفکرین اس سوچ میں پڑ گئے ہیں کہ اس کے صارف کو مفید استعمال کی طرف راغب کرنے کے لیے تعلیم وتربیت کی فراہمی کو ریاست کی ذمہ داری قرار دیا جائے۔

جب ہم ریاست کی ذمہ داری کی بات کرتے ہیں تو ہم سب جانتے ہیں کہ ایک بااخلاق اور پاکیزہ معاشرے کی تشکیل ریاست کے بنیادی فرائض میں شامل ہے۔ قرآن کریم کی آیت مبارکہ: ﴿الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ﴾[1] کا تقاضہ بھی یہی ہے، اور نبی کریم ﷺ کی سیرت بھی اسی طرح رہنمائی کرتی ہے کہ ریاست اس اہم مسئلے میں ٹیک اپ کرے اور برائی کو سختی سے روکنے کی کوشش کریں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: "**من رأى منكم منكرا فليغيره بيده**"۔ ایک اور روایت میں ہے: "**عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: من رأى منكرا فغيره بيده فقد برئ، ومن لم يستطع أن يغيره بيده فغيره بلسانه فقد برئ، ومن لم يستطع أن يغيره بلسانه فغيره بقلبه فقد برئ، وذلك أضعف الإيمان.**"۔ اس سے اس طرف اشارہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے کہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ منکرات کو روکنے کی بھرپور کوشش کرے۔ پھر نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان: "**ألا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته**" بھی اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ ہر ذمہ دار اپنے دائرۂ اختیار میں جواب دہ ہے۔

لہٰذا سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت دینا ریاست کی ذمہ داری میں شامل ہوگا، اور اس کے غلط استعمال کو بزورِ طاقت روکنا بھی ریاست اور صاحبِ اقتدار ہی کے ذریعے ممکن ہے۔

سوشل میڈیا کے ساتھ ایک بہت اہم معاملہ جڑا ہوا ہے اور وہ ہے فیک نیوز کا۔ اب فیک نیوز کا خاتمہ ریاست کی ذمہ داری بنتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت کا تقاضا ہے کہ اتباعِ رسول ﷺ میں صداقت وامانت کا لبادہ زیبِ تن کیا جائے اور ہمیشہ سچ پر مبنی بات ہی سوشل میڈیا پر بیان کی جائے۔ مگر کسی بھی خبر کی تصدیق وتحقیق کیسے کی جائے؟ ہماری کیفیت تو اس حدیث کے مطابق ہے کہ:

"الأناة من الله، والعجلة من الشيطان"

ترجمہ: متانت اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔

اور ہم میں عجلت اتنی ہے کہ کسی بھی آئی ہوئی پوسٹ کو بغیر تحقیق وتصدیق کے آگے منتقل کر دینا اپنا فرضِ اولین سمجھتے ہیں اور یہ فرمانِ نبوی ﷺ بھول جاتے ہیں:

"كفى بالمرء إثما أن يحدث بكل ما سمع"

ترجمہ: کسی انسان کے گنہگار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔

یہ تعلیم دینا اشد ضروری ہے کہ کوئی بھی پوسٹ، رائے، خبر یا واقعہ بغیر تحقیق کے آگے نہ بھیجا جائے، ورنہ بعد میں اس کی صفائی دینی پڑ جائے۔ یہاں فاسق کی خبر کے بارے میں بات کی جارہی ہے۔ جیسے فاسق کی خبر کے لیے تحقیق ضروری ہے، ایسے ہی سوشل میڈیا کے اس دور میں سوشل میڈیا پر

---

[1] [سورۃ الحج، 41]

آئی ہوئی ہر خبر کو قرآنِ کریم کے اس ارشاد کے مطابق تحقیق کے بعد بیان کرنا ضروری ہے: ﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾[2]۔ سوشل میڈیا پر چوں کہ ہر خبر کی فوری تحقیق ممکن نہیں ہوتی، اسی لیے اس ضمن میں اس خبر کو بھی اسی اصول کے تحت لیا گیا ہے۔ چناں چہ یہ ریاست کی ذمہ داری بن جاتی ہے کہ وہ ایسی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرے جس سے یہ بات واضح ہو جائے کہ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں جب ریاست اس قسم کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرے تو اسے کسی اور نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔ یہاں یہ امر بھی ہمارے سامنے رہنا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر".

ترجمہ: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ سوشل میڈیا کا استعمال فواحش کے پھیلاؤ میں بھی بہت زیادہ کیا جا رہا ہے۔ فواحش کے تدارک کے لیے بھی تعلیم و تربیت کا اہتمام ضروری ہے۔ فواحش اور منکرات کا خاتمہ بھی ریاست کی اولین ذمہ داری ہے۔ اور ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾[3] نماز کی اقامت صاحبِ اقتدار کا فرض ہے، اور اس کا نتیجہ فواحش کا خاتمہ ہے، چاہے وہ سوشل میڈیا ہی سے کیوں نہ ہو۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا تقاضا ہے کہ مومن اپنے آپ کو فواحش اور منکرات سے بچائے رکھے، جیسا کہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

"ليس المؤمن بالطعان، ولا اللعان، ولا الفاحش، ولا البذي"

ترجمہ: مومن نہ طعنہ دینے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ بے حیائی کی بات کرنے والا اور نہ بدزبان ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾[4]

اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اشاعتِ فحش کے تمام ذرائع اور اسباب کی روک تھام کرے اور ان کے سدِّباب کے لیے مستقل اقدامات کرے۔ اب سوال یہ ہے کہ ریاست کیا کرے؟

تجاویز

1. سب سے پہلے ریاست وہ ضروری قانون سازی کرے جو سوشل میڈیا کے منفی استعمال کو ختم کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ تمام قوانین، جو سوشل میڈیا کے منفی استعمال کی روک تھام کے لیے پہلے ہی سے بنے ہوئے ہیں، ان پر بھی مؤثر عمل درآمد کیا جائے۔ پی ٹی اے اس حوالے سے متحرک ہے اور پیکا آرڈیننس بھی ہمارے سامنے موجود ہے۔
2. قوانین پر صحیح معنوں میں عمل درآمد ہو اور جو کوئی قانون کے دائرۂ کار میں آئے، اسے قانون کے مطابق سزا دی جائے۔
3. نصاب میں ایسی جوہری تبدیلی کی جائے جس کے ذریعے لوگوں، بالخصوص نوجوان نسل، میں یہ شعور پیدا کیا جا سکے کہ سوشل میڈیا کے مثبت استعمال ہی سے ہمارے ملک اور قوم کو ترقی مل سکتی ہے۔ ایسی ایپس، جن کا مفید استعمال میں انتہائی ضروری ہے، حکومت باقاعدہ

---

[2] [سورۃ الحجرات، 6]

[3] [العنکبوت: 45]

[4] [النور: 19]

ان کی تعلیم وتدریس کا اہتمام کرے۔ ان ایپس کے استعمال کا مقصد طلبہ کے سامنے نہایت واضح ہونا چاہیے۔ نیز ان کے استعمال کرنے کے لیے مانیٹرنگ کا نظام مقرر کیا جائے۔ اگر یہ ایپس منفی انداز میں استعمال ہو رہی ہوں تو ان کے متبادل ایپس تیار کی جانی چاہییں۔

4. اس سارے معاملے میں ہمیں ریاست کے کردار کو واضح طور پر دیکھنا ہو گا کہ آیا ہم ریاست کا کردار ایک سافٹ اسٹیٹ کے طور پر پیش کرنا چاہتے ہیں یا ایک ہارڈ اسٹیٹ کے طور پر۔ یقین رکھیے کہ اگر ہم اپنی ریاست کو اسی طرح سافٹ بیسز (بنیادوں) پر چلاتے رہے تو سوشل میڈیا کا ان دیکھا متحرک پلیٹ فارم حکومتوں کو کھا جائے گا۔ اس لیے ہمیں ریاست کے ہارڈ تصور کو سامنے لانا ہو گا۔ اور سوشل میڈیا کے ذریعے جو کوئی سائبر بلنگ کرتے ہیں، جو کوئی لوگوں کے پیسوں کو ہتھیانے کی کوشش کرتے ہیں اور انہیں Financial Scam میں مبتلا کرتے ہیں، ان کے لیے قرار واقعی سزا ہونی چاہیے۔

پاکستان زندہ باد

اسلام پائندہ باد

خطاب علامہ عارف حسین واحدی
مرکزی نائب صدر شیعہ علماء کونسل پاکستان

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم۔ الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، رحمة للعالمين، خاتم النبيين أبي القاسم محمد صلى الله عليه وآله وسلم، أما بعد،
فقال الله الحكيم: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[1]
وقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: "إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا"۔

میں سب سے پہلے عالم اسلام کی سب سے بڑی عید، یوم ولادتِ باسعادت حضور اکرم، سید المرسلین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ آج چھ ستمبر، یوم دفاعِ پاکستان بھی ہے۔ میں ان غازیوں اور شہیدوں کو بھی سلام پیش کرتا ہوں جنہوں نے 1965ء کی جنگ میں بڑے کارنامے انجام دیے، جن کی وجہ سے پوری قوم سرخرو ہوئی۔ اس کی ایک بڑی جھلک اس دفعہ 6 اور 7 مئی اور پھر 10 مئی کو "بنیان مرصوص" کے تحت نظر آئی۔ جس انداز میں ہماری پاک افواج، فضائیہ نے کارنامہ سرانجام دیا، میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے متکبر اور مغرور دشمن انڈیا کا سر جھک گیا۔

میں وزارت مذہبی امور کا، خصوصاً وفاقی وزیر برائے مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی جناب سردار محمد یوسف صاحب کا شکر گزار ہوں، جنہوں نے اتنا خوبصورت پروگرام اور یہ کانفرنس منعقد کی۔ حق یہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کا رحمت کا پیغام اسی انداز میں نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا میں جائے۔

یہ ایک انٹرنیشنل کانفرنس ہے، اور الحمد للہ اس حوالے سے ان کی سوچ بڑی مثبت اور بھرپور ہے۔ انہوں نے اپنی سابقہ وزارت کے دور میں نیشنل علماء و مشائخ کونسل قائم کی تھی اور اس دفعہ دوبارہ اسے فعال کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اتحاد، محبت، بھائی چارے اور اخوت کے فروغ کے لیے تمام مسالک و مذاہب کے علماء، مشائخ اور دانشوروں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

آج کے موضوع کے حوالے سے میں نے اسی لیے یہ حدیث مبارک پیش کی کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"إنما بعثت معلما"

ترجمہ: مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

تعلیم اور تربیت کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ جو قوم تعلیم میں آگے ہو، جو تربیت میں آگے ہو، وہی دنیا میں ترقی کرتی ہے۔ سوشل میڈیا کے حوالے سے تمام دوستوں نے بہت خوبصورت گفتگو کی ہے۔ میں ان سب کی تائید کرتا ہوں اور جو تجاویز پیش کی گئی ہیں ان کی بھی تائید کرتا ہوں۔
آج جو آیات مبارکہ پڑھی گئی ہیں، میں نے بھی وہی آیات نوٹ کی ہیں۔ لیکن میں یہاں یہ عرض کروں گا کہ سورہ نور کی آیت نمبر 19 ہے:

---

[1] [الاحزاب: 21]

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾،

یہ جو فحاشی کو پھیلانا، بے حیائی کو پھیلانا، جھوٹ کو پھیلانا اور غلط خبروں کو پھیلانا ہے، آیئے قرآن کریم کیا کہتا ہے۔ آگے ان کے لیے 'عذاب الیم' ہے، چوں کہ یہ چیزیں معاشرے کے لیے ناسور کی حیثیت رکھتی ہیں، لہٰذا ہمیں ان پر کنٹرول کرنا چاہیے۔

یہاں امیر المؤمنین حضرت علی علیہ الصلاۃ والسلام کا ایک فرمان میں نے نوٹ کیا ہے جو اصول کافی میں ہے اور صحیح ترمذی میں موجود ہے، ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"القائل الفاحشة, والذي يشيع بها, في الإثم سواء"۔

ایک وہ ہے جو بے حیائی کی بات کرتا ہے اور ایک وہ ہے جو اسے پھیلاتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ دونوں گناہ میں برابر ہیں، دونوں کا جرم ایک جیسا ہے۔ اور سوشل میڈیا پر ظاہر ہے کہ ایک آدمی ایک پوسٹ چڑھاتا ہے، غلط یا فیک خبر نشر کرتا ہے، پھر لوگ بغیر تحقیق کے اسے آگے بڑھاتے ہیں، شیئر کرتے ہیں اور کاپی کر کے دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔

میرے خیال میں قرآن کریم کا واضح پیغام ہے

:﴿إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾[2]

کہ تحقیق کرو اور خبر کی حقیقت معلوم کرو۔ جو خبر آئی ہے، پہلے یہ دیکھا جائے کہ آیا وہ صحیح ہے یا نہیں۔ اگر وہ صحیح نہیں اور میں اسے آگے پھیلا رہا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں جھوٹ کی ترویج کر رہا ہوں، غیبت اور دیگر اخلاق سیئہ میں شریک ہو رہا ہوں۔ جب میں ایسا کروں گا تو اس جرم میں برابر کا شریک شمار ہوں گا۔ آج کل سوشل میڈیا پر چل رہا ہے اس حوالے سے آپ ﷺ کی ایک اور حدیث مبارک ہے:

"ويل لمن يحدث فيكذب؛ ليضحك به القوم"

ترجمہ: ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹی باتیں گھڑ کر بیان کرتا ہے۔

حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا:

"ويل له, ويل له, ويل له"

آج سوشل میڈیا پر یہی کچھ چل رہا ہے۔ آکر باتیں بنا بنا کر، جھوٹ گھڑ گھڑ کر سوشل میڈیا پر ڈالا جاتا ہے تاکہ لوگ ہنسیں، خوش ہوں اور زیادہ لائکس ملیں۔ میرے خیال میں یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: ہلاکت ہے، ہلاکت ہے اور ہلاکت ہے۔

ایک اور نکتہ، جس کا عرض کرنا میں بہت ضروری سمجھتا ہوں، یہ ہے کہ ہماری سوشل میڈیا، جیسا کہ یہاں کہا گیا ہے، اس کے پازیٹو پوائنٹ بھی ہیں اور منفی پوائنٹ بھی۔ سوشل میڈیا کے ذریعے آج ایک صحیح مسلمان، ایک مومن، ایک مبلغ اور دین حق کا داعی، نیز اپنے وطن عزیز کا خیر خواہ، بہت مثبت کردار اور پازیٹو ادا کر سکتا ہے۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج 10 فیصد پازیٹو چیز موجود ہے۔ لیکن 90 فیصد لوگ اسے اس انداز میں استعمال کر رہے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں فکری انتشار، تفرقہ، اختلافات، فرقہ واریت، صوبائی تعصب، علاقائی تعصب، قومی تعصب اور

[2] [الحجرات:6]

لسانی تعصب پھیل رہا ہے۔ ہمیں اس صورتِ حال کو کنٹرول کرنا ہوگا، کیوں کہ یہ تمام تعصبات اس ملک کے لیے ناسور ہیں۔ صوبائی تعصب پھیلے گا تو ملک کمزور ہوگا، علاقائی تعصب پھیلے گا تو ملک کمزور ہوگا، اور سوشل میڈیا اس میں بعض اوقات بہت منفی کردار ادا کر رہا ہے۔

میں یہاں عرض کروں گا کہ فرقہ واریت اس ملک کی جڑوں کو کمزور کر رہی ہے۔ یہ دیمک کی طرح معاشرے کو چاٹ رہی ہے، حالانکہ قرآنِ مجید تو فرماتا ہے:

﴿إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾[3]

ترجمہ: یہ امت امتِ واحدہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں، اب میری عبادت کرو۔

امتِ واحدہ کے اس قرآنی تصور کو ہمیں عملی طور پر اجاگر کرنا ہے۔ تمام مسالک کو مل کر کام کرنا چاہیے۔ میں تو یہ تجویز دوں گا کہ علماء کرام مشترکہ پیجز بنائیں، مشترکہ اکاؤنٹس بنائیں اور یوٹیوب پر ایسے چینلز قائم کریں جن کے ذریعے اتحاد، اخوت اور محبت کا پیغام عام ہو، جیسا کہ قرآنِ کریم فرماتا ہے:

﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾[4]

یہ جو تالیفِ قلوب ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے فضل سے تمہارے درمیان الفت پیدا کی، حالانکہ تم آپس میں انتشار کا شکار تھے، ایک دوسرے کے دشمن تھے اور آپس میں جنگیں کر رہے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمہارے درمیان الفتیں پیدا کیں اور تم بھائی بھائی بن گئے۔ میرے خیال میں سوشل میڈیا کے ذریعے ہم مل کر اس مقصد کے لیے کام کر سکتے ہیں۔

میں آپ کی خدمت میں چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کس کی ذمہ داری ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ علمائے کرام، جو انبیاء کے وارث ہیں، ان کی بھی بڑی ذمہ داری ہے۔ آئیں، آگے بڑھیں اور تالیفِ قلوب کے لیے کام کریں۔ فرقہ واریت ایک ناسور ہے، اور جو بھی فرقہ واریت پھیلاتا ہے، قوم میں انتشار اور اختلاف پھیلاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا بڑا نافرمان اور مجرم ہے۔ جبکہ جو اتحادِ امت کے لیے کام کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا مخلص اور مقرب بندہ ہے۔

میں یہاں یہ عرض کروں گا کہ تجاویز مفتی راغب نعیمی صاحب نے بہت خوبصورت انداز میں پیش کی ہیں، اس لیے میں ان کی تفصیل بیان نہیں کرتا۔ پہلی بات یہ ہے کہ حکومت کو قانون سازی کرنی چاہیے اور اس پر مضبوطی سے عمل درآمد بھی کرانا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ شعور اجاگر کیا جائے۔ مختلف پروگراموں کے ذریعے نچلی سطح تک، خصوصاً نوجوانوں میں، یہ شعور پیدا کیا جائے کہ سوشل میڈیا سے پازیٹو انداز میں استفادہ کرنا ہے اور اس کے منفی استعمال سے بچنا ہے۔ اگلی بات میں عرض کروں گا کہ "پیغامِ پاکستان" بیانیہ ہم سب نے مل کر بنایا تھا۔ اگر اسے صحیح معنوں میں عملی طور پر نچلی سطح تک پہنچایا جائے تو سوشل میڈیا کی ان منفی چیزوں پر کافی حد تک کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ آخری بات، معذرت کے ساتھ، علمائے کرام جو وارثانِ محراب و منبر ہیں، ان کی ذمہ داری ہے کہ سوشل میڈیا کے حوالے سے اپنے خطبات، اپنے محراب، نمازِ جمعہ اور اپنے مواعظ میں لوگوں کو آگاہ کریں، تاکہ لوگ اس ناسور سے بچیں اور ہمارا ملک مستحکم ہو، نیز امتِ مسلمہ میں بھی سربلند ہو۔

---

[3] [الأنبياء:92]

[4] [آل عمران:103]

میں فلسطین سے آئے ہوئے دوستوں کو صرف یہ پیغام دینا چاہتا ہوں، اور یہاں تشریف فرما حضرات سے بھی درخواست کروں گا کہ اس کی تائید کریں، کہ آج جس انداز میں غزہ میں قتل عام ہو رہا ہے، ہمارے مظلوم غزہ کے بھائی، بہنیں، مائیں، بیٹے اور بیٹیاں جس انداز میں مظلومیت کا شکار ہیں، ہمیں ان کے لیے اپنا واضح پیغام دینا ہے۔ اور عالمی قوتیں جو اسرائیل کی درندگی کے پیچھے کھڑی ہیں، جب بھی اسرائیل کے خلاف کوئی قرارداد آتی ہے تو فوراً اسے ویٹو کر دیتی ہیں۔ ہم سب مل کر ان کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ ہم ہاتھوں میں ہاتھ دے کر، اتحاد و وحدت کے ساتھ اسرائیل کے مقابلے میں، ہم غزہ کے مظلوموں کے ساتھ کھڑے ہیں اور دنیا کو پیغام دیتے ہیں کہ اسرائیل کی اس درندگی کی حمایت سے پیچھے ہٹ جائیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

خطاب محترمہ ڈاکٹر سمیعہ راحیل قاضی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بھائیوں سے بھی گزارش ہے کہ ساڑھے بارہ کروڑ خواتین کی نمائندگی میرے ذمے آئی ہے، تو مجھے دو تین منٹ ضرور سن لیں۔ بہت ہی محترم المقام سردار یوسف صاحب! میں آپ کو بھی اور آپ کی پوری ٹیم کو بھی مبارک باد دینا چاہتی ہوں کہ اس بہت ہی عظیم موقع پر، حضور نبی کریم ﷺ کی آمد کو 1500 سال گزر چکے ہیں، اور آپ نے "رحمۃ للعالمین" کا بہت ہی اچھا ٹاپک چنا ہے۔ اگرچہ ہمیں کہا گیا تھا کہ ایک مقالہ لکھ کر لائیں، تو ان شاء اللہ میں وہ لکھا ہوا مقالہ بھی آپ کو دے دوں گی، جس میں تجاویز بھی ہیں کہ اس حوالے سے ریاست کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔

لیکن سوشل میڈیا میں ایک عورت کی نمائندگی کرتے ہوئے سب سے زیادہ ریاست کی جو ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنی خواتین کو تحفظ فراہم کرے، انہیں سوشل میڈیا کی برائیوں سے بچائے، اور دوسری بات یہ کہ جو فیملی کا اسٹرکچر، جو خاندان کا ادارہ، تباہ ہو رہا ہے، اسے ضرور بچانے کی کوشش کرے۔ میاں بیوی کے تعلقات، فیملی کے تعلقات اور بچوں کے اوقات؛ ان سب امور کا خیال ہم ضروری کریں۔

یہاں حالات کے جبر میں ہمیں دو ملکوں میں تقسیم تو کر دیا گیا، مگر ہمارے دل آج بھی بنگلہ دیش کے ساتھ دھڑکتے ہیں، اور مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ ان کے نمائندے یہاں موجود ہیں۔ ہم ملک تو دو ہو گئے ہیں، لیکن ہم ایک ہی قوم ہیں اور ہمارے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں۔ پھر فلسطین الحبیب؛ ہم ان کے لیے دعا گو بھی ہیں اور دل و جان کے ساتھ ان کے ساتھ بھی ہیں۔ سوشل میڈیا نے فلسطین میں بالکل ایک ہتھیار کی طرح کام کیا ہے۔ جس طرح ہتھیار اپنا کردار ادا کرتے ہیں، اسی طرح فلسطین کے بچوں اور فلسطین کی عورتوں نے اپنی روایات کا بھی خیال رکھا ہے اور اس کیمرے اور اس سوشل میڈیا کا بھی بھرپور استعمال کیا ہے۔ ہمارے مصر سے آئے ہوئے مہمان، اور دوسرے ممالک سے تشریف لانے والے سفراء بھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں سب کو ربیع الاول کی بہت بہت مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ اور پھر خصوصاً فلسطین اور غزہ کا پیغام ہم نے تمام لوگوں تک پہنچانا ہے۔

اور آخر میں ایک نظم

اے خالق! تو اتنا بتا
کیا وہ لمحہ بھی تیری ہی تخلیق تھا؟
تیری تخلیق تھا جس گھڑی
میرے شہروں کی بستی ہوئی بستیاں
قتل کر دی گئیں، ختم کر دی گئیں۔
اور اے لامکانوں کے تنہا مکیں!
تیرے گھر کو گرانے جو آیا کوئی
تو پرندے پیامِ اجل بن گئے۔

ابرہہ اور اس کے سبھی لشکری
تیرے در سے جو ناکام لوٹے تو کیا
میرے شہروں پہ یوں آ کے وارد ہوئے؟
ہم زمین زاد لوگوں کے گھر لٹ گئے،
آشیاں گر پڑے اور شجر لٹ گئے۔
رب کعبہ! تجھے تیرے گھر کی قسم،
جو سلامت رہا، سلامت رہے،
تا قیامت رہے۔
میرے برباد شہروں کی فریاد سن،
ابرہہ کا وہی لشکرِ فیل ہے،
ہم کو پھر انتظارِ ابابیل ہے،
ہم کو پھر انتظارِ ابابیل ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خطاب جناب انیق احمد

سابق نگران وفاقی وزیر مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم.

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾[1].

اللهم صلِّ على سيدنا ونبينا وشفيعنا ومولانا محمد، وعلى آل محمد، وبارك وسلم۔

سردار محمد یوسف صاحب، معزز علماء کرام، محترم خواتین وحضرات!

میں بہت ممنون ہوں، بہت شکر گزار ہوں۔ بہت کچھ ذہن میں لے کر آیا تھا بات کرنے کے لیے، لیکن وقت کی تنگی، وہ تنگی کہیں نہ کہیں ہماری زندگیوں میں بھی شامل ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کشادگی سے نوازے۔

بہت اہم موضوع ہے، اور اس پر بات ہونی چاہیے۔ سوشل میڈیا پر بھی بات ہونی چاہیے، اس کے حل پر بھی بات ہونی چاہیے۔ سیرت کسے کہتے ہیں؟ سیرت کیسا انسان بناتی ہے؟ انسان سازی کیا ہوتی ہے؟ اس پر بھی دو چار باتیں ہونی چاہئیں۔ میں کوشش کروں گا کہ مختصر وقت میں چند گزارشات عرض کروں۔

سرکار دو عالم ﷺ نے ابھی توحید کی دعوت نہیں دی تھی، ابھی آپ ﷺ نے اپنی رسالت کا تعارف نہیں کروایا تھا، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: **﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾**[2]، میں نے تمہارے درمیان پوری عمر گزاری، تم نے مجھے کیسا پایا؟ **﴿أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾** تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟ کردار کو حجت بنانا ہوتا ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ ایک مسلمان کی نفسیات کو تبدیل کر دیتی ہے۔ دنیا کی ریاستیں ہیں، دوستوں سے زیادہ مسلمانوں کی ریاستوں کی نفسیات کچھ اور ہونی چاہیے، اور غیر مسلم ریاستوں کی نفسیات کچھ اور ہونی چاہیے، کیوں کہ ہمارا تعلق سرکار دو عالم ﷺ سے ہے۔ ریاست کو اللہ کے رسول ﷺ کس طرح دیکھنا چاہتے ہیں؟ **﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾**[3]/**﴿فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾**[4] **﴿فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾**[5]، جو اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ نہیں کرتے، وہی ظالم ہیں، وہی کافر ہیں، وہی فاسق ہیں۔ یہ قرآن فرما رہا ہے:

---

[1] [سورۃ الاحزاب:56]

[2] [سورۃ یونس:16]

[3] [المائدۃ:45]

[4] [المائدۃ:44]

[5] [المائدۃ:47]

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ [6]

ترجمہ: جو رسول تمہیں دے، وہ لے لو، اور جس سے روک دے، رک جاؤ۔

قرآن فرمارہا ہے: ﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ [7] ہماری نبی ﷺ کی حیثیت، آپ ﷺ کا مقام، ہماری جانوں سے بھی بڑھ کر ہے۔

زبان سے کہہ بھی دیا 'لاالہ' تو کیا حاصل　　　دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

دین ایک مسلمان کو کیسا دیکھنا چاہتا ہے؟ پھر سوشل میڈیا کی بات آتی ہے۔ ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ [8]، ہم نے آپ کو خلق عظیم پر فائز کیا۔ ایک اخلاقِ حسنہ ہیں، ایک اخلاقِ کریمہ ہیں، اور ایک اخلاقِ عظیمہ ہیں۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا:

"بعثت لأتمم مكارم الأخلاق"

ترجمہ: میں اخلاق کو اس کے کمال تک پہنچانے کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔

آپ ﷺ نے اخلاق سیکھے نہیں، بلکہ جو آپ ﷺ نے کر کے دکھا دیا، وہی اخلاق بن گیا۔ یہ ہیں وجہ وجودِ کائنات، محمد مصطفیٰ، احمد مصطفیٰ ﷺ۔ ہماری زندگیوں میں کیا ہے؟

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ [9]

اس کے بعد مکی دور آتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ [10]

پھر بات آگے بڑھتی ہے:

﴿يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [11]

انسان سازی ہو رہی ہے۔ تئیس برس میں انسان سازی ہوئی۔ کیا ریاستِ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بھی یہ انسان سازی ہو رہی ہے؟ وہاں تو مکہ مکرمہ میں قدسی نفوس تیار ہوئے تھے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَقُلْ رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا﴾ [12]

پھر بات آگے جاتی ہے، ہجرت ہو جاتی ہے:

[6] [الحشر:7]

[7] [سورۃ الاحزاب:6]

[8] [سورۃ القلم:4]

[9] [سورۃ العلق:1]

[10] [سورۃ المدثر:1-3]

[11] [سورۃ الجمعہ:2]

[12] [سورۃ الاسراء:80]

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا﴾[13]

ابھی غزہ اور فلسطین کی بات ہوئی۔ جالندھری صاحب فرمارہے تھے، کیا فرمارہے تھے؟"اگر ہمیں اجازت ملی، اگر ہمیں اجازت ملی۔" کس سے اجازت چاہیے؟ کیا اللہ اجازت نہیں دے رہا؟ کیا اللہ کے رسول ﷺ اجازت نہیں دے رہے؟ ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾[14] یہ ہے دین۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم لفظی اقرار کر رہے ہوں اور عملی انکار کر رہے ہوں؟

خواتین و حضرات! بہت ساری باتیں ہو سکتی ہیں۔ سوشل میڈیا آج ایک گن کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ ہم مسائل کا سامنا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور نہ ہی اپنی نوجوان نسل کو تیار کرتے ہیں، جو یہاں بیٹھی ہوئی سن رہی ہے۔ ابھی تو سوشل میڈیا نے ہمیں اپنے اثر میں لیا ہوا ہے، اسے کنٹرول کرنا ہے۔ ابھی اے آئی (AI) آرہا ہے۔ اے آئی سے ڈریں کہ اس کے سامنے ہم نے کچھ بند باندھے ہیں یا کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ سب کچھ اُڑا کر لے جائے؟

آج ہم اللہ کی بات کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی بات کرتے ہیں، لیکن ایتھیزم، یہ الحاد کا بت رفتہ رفتہ اپنی جڑیں مضبوط کر رہا ہے۔ الحاد ہماری ریاست میں پھیل رہا ہے۔ ہم غیر مسلم ریاستوں کی بات نہیں کر رہے، ہم اپنی ریاست کی بات کر رہے ہیں۔ بڑے تعلیمی اداروں میں ہمارے بچے اور بچیاں الحاد کی بات کرتے ہیں۔ صبح سے شام تک ہماری زندگیوں میں دین نہیں۔ ان کا سوال ہے کہ جب عقل کی بنیاد پر ہم چل رہے ہیں تو ہمیں دین کی ضرورت کیا ہے؟ کرنے کے کام (To Do's) یہ ہیں کہ اپنے آپ کو تیار کیا جائے۔ دین کبھی پرانا نہیں ہوتا، شریعت کبھی پرانی نہیں ہوتی۔ تا قیامت ذہن انسانی کی امامت قرآن کریم کرتا رہے گا، یہ ہمارا ایمان ہے۔ کیسے کرتا رہے گا؟ عہد کالمس زندگی میں شامل ہو۔ اقبال فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کی آمد عہد قدیم کا خاتمہ اور عہد جدید کا آغاز ہے۔ تو کیا سرکار دو عالم ﷺ کی آمد کے بعد کوئی عہد جدید کا آغاز ہوا؟ اقبال فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ دنیا کے ہر علم کو مسلمان کرے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی محفل میں ایک سوال آیا: "یا رسول اللہ ﷺ! یہ فرمائیے کہ علم کسے کہتے ہیں؟" اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

"العلم مخافة الله"

ترجمہ: علم خدا خوفی کا نام ہے۔

مگر علم سے توحید کو نکالا جا رہا ہے، پلاننگ سے نکالا جا رہا ہے۔ سوشل میڈیا پر جو ہمارے بچے اور بچیاں کام کر رہے ہیں، انہیں بتایا جائے کہ سوشل میڈیا پر کسی تصویر کے آنے سے پہلے، کسی میسج کے آنے سے پہلے، اس کو کیسے روکا جاتا ہے۔ دینی احکام کا مذاق اڑانے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ یہ حرام ہے، اس حرام سے روکا جائے۔ قانون سازی ہو چکی ہے، عملدرآمد باقی ہے۔ بانیانِ پاکستان کا مذاق سوشل میڈیا کے ذریعے نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، خاص طور پر ان لوگوں کو جن کے پاس قوت نافذہ موجود ہے۔

آپ کا بہت شکریہ

---

[13] [سورۃ الحج:39]

[14] [سورۃ التوبہ:111]

خطاب علامہ عبد الخبیر آزاد
چیئرمین رویت ہلال کمیٹی پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔ أما بعد۔ فأعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾[1]

صاحب صدر محترم المقام جناب سردار محمد یوسف خان صاحب،

محترم پیر عمران شاہ صاحب،

دنیا بھر سے آئے ہوئے مہمانان گرامی قدر، حضرات علماء کرام!

آج کی عالمی سیرت النبی ﷺ کانفرنس کے انعقاد پر میں جناب سردار محمد یوسف صاحب، وفاقی وزیر مذہبی امور حکومت پاکستان، اور سیکرٹری مذہبی امور جناب ڈاکٹر عطاء الرحمن صاحب کو اس کی کامیابی پر ہدیہ تبریک اور مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ یقیناً مجھے دو سے تین منٹ ملے ہیں، اور میں نے اپنی بات کو اسی میں مکمل کرنا ہے۔

سب سے پہلے تو جتنے بھی علماء کرام نے آج یہاں اظہار خیال کیا ہے، میں ان کی تائید کرتا ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ صرف ایک انسان کے لیے نہیں، ایک قوم کے لیے نہیں، ایک شہر، بستی یا قبیلے کے لیے نہیں، ایک جہان کے لیے نہیں، بلکہ کائنات میں جتنے بھی انسان بستے ہیں، جتنی قومیں بستی ہیں، جتنے شہر، بستیاں اور قبیلے بستے ہیں، حتیٰ کہ کائنات کے ذرّے ذرّے کے لیے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔

کسی نے خوب کہا:

کتابِ فطرت کے سرورق پر جو نامِ احمد رقم نہ ہوتا
تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا [وجود لوح و قلم نہ ہوتا]

ہم افواہیں پھیلانے سے باز رہیں گے، اور جو صحیح بات ہے، اس کو پہنچانے کا ذریعہ بنیں گے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج ہمیں مل کر آگے اس فتح پاکستان کے لیے بڑھنا ہے۔ آج دفاعِ پاکستان کا بھی دن ہے۔ اس سے پہلے آنے والے علماء نے بھی یہ بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں "بنیان مرصوص" میں جو فتح، نصرت اور معرکۂ حق عطا کیا، ہمارے سپہ سالار پاکستان نے اس کی قیادت کی، ہماری حکومت نے اس کی قیادت کی، اور ہندوستان کا غرور خاک میں مل گیا۔ ان شاء اللہ العزیز! جب قومیں متحد ہوتی ہیں تو وطن بھی اسی طرح مضبوط ہوتے ہیں۔

---

[1] [سورۃ الشرح، آیت:4]

میں فلسطین سے آنے والے مہمانوں کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ ارضِ انبیاء کے ساتھ ہمارے دل دھڑکتے ہیں، اور فلسطین کے بھائیوں کے ساتھ ہمارا رشتہ "**لا إله إلا الله**" کا رشتہ ہے۔

آیئے! ہم سب مل کر فلسطین کے مہمانوں اور بھائیوں کو بتادیں کہ صرف اسرائیل مجرم نہیں، بلکہ وہ دنیا کا دہشت گرد ہے، اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسے عالمی عدالت میں لایا جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ پوری امت میں وحدت اور اتحاد پیدا فرمائے۔ یہ ملک پاکستان اسلام کا قلعہ ہے۔

سردار صاحب! میں آخر میں آپ کا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یقیناً آپ ہمیشہ بین المسالک اور بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ میں قیادت کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز! اس مبارک مشن میں ہم، ہمارے علماء اور ہمارے یہ بھائی، سب کے سب آپ کے شانہ بشانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سیرت النبی ﷺ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور آئے، [تو سر آفرینش پا گئی دنیا]　　اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آ گئی دنیا
لٹتے چہروں سے زنگ اترا، بجھے چہروں پہ نور آیا　　حضور آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا۔

خطاب جناب پیر خالد سلطان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، أما بعد،

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ﴾[1]، صدق الله العظيم۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے   دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے

قابلِ صد احترام اس محفل کے بانی، محترم و مکرم جناب سردار محمد یوسف صاحب وفاقی وزیر مذہبی امور،
اور اس محفل کی صدارت فرمانے والے ایک عظیم خانوادے کی عظیم شخصیت محترم و مکرم جناب پیر سید عمران احمد شاہ صاحب، وفاقی وزیر،
اور آج کی اس محفل میں جو سب سے نمایاں مہمان رہے محترم و مکرم جناب سردار شمشیر خان مزاری صاحب،
نیز جناب سیکرٹری مذہبی امور، محترم جناب ڈی جی مذہبی امور،
اور دیگر تمام احباب، اسلامی وروحانی بھائیو، بزرگو، علماء و مشائخ، اور پوری دنیا کے مختلف ممالک سے تشریف لانے والے معزز مہمانانِ گرامی!

آج کا جو موضوع تھا، ایک تو رحمۃ للعالمین ﷺ کے حوالے سے 1500 سالہ جشن عید میلاد النبی ﷺ ہے، اور آقا پاک، سرکارِ مدینہ ﷺ کی سیرتِ حسنہ میں سے جو سب سے اہم بات ہے، اس پر مجھے خوشی ہوئی کہ وزارتِ مذہبی امور نے سوشل میڈیا کے استعمال میں تعلیم و تربیت کے اہتمام کا موضوع رکھا ہے۔ آپ نے بہت خوبصورت موضوع منتخب کیا ہے۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ کوئی خط آ جاتا تھا، اور جیسے سردار شمشیر خان صاحب نے بھی بڑی خوبصورت بات کی تھی، خط میں جھوٹ لکھا ہو یا سچ، پورا محلہ سنتا تھا۔ پھر کچھ لوگ اس کی تحقیق کرتے تھے اور کچھ لوگ بغیر تحقیق کے اسے آگے بڑھا دیتے تھے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ سیکنڈوں میں جو خط آ رہا ہے، جو میسج آ رہا ہے، سوشل میڈیا پر وہ پوری دنیا کو آگ لگا رہا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت پاکستان کی بقا کے لیے، جیسے رب تعالیٰ نے اتنا کرم کیا ہے کہ دفاعِ پاکستان کا دن بھی ہے اور میلاد النبی ﷺ کا دن بھی، اس دن کے حوالے سے اگر ہم ایک عہد کر کے اٹھیں کہ ہم نے دو چیزوں پر کنٹرول کرنا ہے: ایک تو سوشل میڈیا پر جو غلط اور غلیظ قسم کی خبریں آتی ہیں، ان کو کنٹرول کرنا ہے۔

دوسرے نمبر پر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سوشل میڈیا پر پہلے ایک خاتون کی تصویر دکھائی جاتی ہے، پھر فوراً بعد قرآن مجید، فرقانِ حمید یا بیت اللہ شریف کی تصویر دکھا کر کہا جاتا ہے: "اگر تم ایمان والے ہو تو اسے شیئر کرو۔" مجھے بتائیے کہ جو بندہ اسے شیئر کرتا ہے، وہ سب سے پہلے تو خاتون کی تصویر کو شیئر کرتا ہے، پھر قرآنِ مجید اور فرقانِ حمید کی جس طریقے سے توہین کی جا رہی ہے، وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ پھر جس

[1] [سورۃ آل عمران: 164]

طرح سائبر کرائم چل رہا ہے، اس کی روک تھام کے لیے حکومتِ پاکستان کو باقاعدہ طور پر بیٹھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ میں وزارتِ مذہبی امور کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ علماء کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے۔ علماء بیٹھ کر اس سوشل میڈیا کو چیک بھی کریں، اور اگر دین اسلام کے خلاف کوئی بات ہو رہی ہو تو فوری طور پر اس کی روک تھام کے اقدامات بھی کریں اور اس کا جواب بھی دیا جائے۔

سب سے بڑی بات فلسطین کے حوالے سے ہو رہی ہے۔ بالکل ایسا ہی ہے کہ جب افواج پاکستان نے الحمد للہ "بنیان مرصوص" میں فتح حاصل کی ہے، اسی طرح اگر ہماری افواج پاکستان فلسطین کے لیے جہاد پر نکلتی ہیں تو پوری قوم، ان شاء اللہ تعالیٰ، افواج پاکستان کے شانہ بشانہ کھڑی ہو گی۔ لیکن ہمیں کرنا کیا ہے؟ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ جتنے بھی فلسطینی بچے پاکستان کے مختلف شہروں، یونی ورسٹیوں اور اداروں میں پڑھ رہے ہیں، اور جن کے والدین ان کے لیے وہاں سے ایڈ اور وظیفے بھیجا کرتے تھے، ان کی مشکلات کا خیال رکھا جائے۔ میں حکومتِ پاکستان سے گزارش کروں گا کہ مہربانی فرما کر جتنے بھی فلسطینی بچے یہاں پڑھ رہے ہیں، ان کی تعلیم، تربیت، کھانا پینا، نان و نفقہ اور رہائش کا انتظام پاکستان کی طرف سے فری ہونا چاہیے، اور ہم سب کو مل کر ان کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔

آج ضرورت ہے کہ ہم ہر لحاظ سے متحد ہوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم پاکستانی قوم ہیں، اور ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح دفاعِ پاکستان ہوا تھا، آج کا دن بھی بقائے اسلام کا دن ہے۔ یہ آقا و نعمت سرکارِ مدینہ ﷺ کی آمد کا دن ہے، جن کے بارے میں رب کائنات نے فرمایا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا﴾[2]

میں نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں ایک عظمت وشان والا رسول بھیجا ہے۔

اور اللہ کا فضل ہے کہ سارے مومن یہاں بیٹھے ہیں، اور ہم نے رسول اللہ ﷺ کی آمد پر خوشی بھی منانی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ مقدسہ پر عمل بھی کرنا ہے اور اس کو فروغ بھی دینا ہے۔

میں ایک بار پھر آپ سب کا شکر گزار ہوں، اور وزارتِ مذہبی امور کے تمام اہلکاروں کو بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ منسٹر صاحب کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں، اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب کو بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ الحمد للہ بہت اعلیٰ پروگرام ہوا ہے۔

میری آخری گزارش یہ ہو گی کہ براہ کرم آپ کی طرف سے چاروں صوبوں میں اسی طرح کی کانفرنسوں کا اہتمام کیا جائے اور اس پورے سال کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا سال منایا جائے۔

الحمد للہ رب العالمین

[2] [آل عمران:164]

خطاب جناب پیر سید عمران شاہ
وفاقی وزیر برائے پاورٹی ایلیویشن اینڈ سوشل سیفٹی

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم.
﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾[1] ۔ صدق الله العظيم۔
الصلاة والسلام عليك يا سيدي يا رسول الله، وعلى آلك وأصحابك يا حبيب الله۔

جناب سردار محمد یوسف صاحب وفاقی وزیر،
جناب سردار شمشیر خان مزاری صاحب پارلیمانی سیکرٹری،
جناب ڈاکٹر سید عطاء الرحمن صاحب سیکرٹری مذہبی امور،
میرے محسن حافظ عبد الکریم صاحب،
ہمارے پیر حضرت صاحبزادہ پیر خالد سلطان قادری سہروردی صاحب،
جناب علامہ طاہر محمود اشرفی صاحب،
حضرت مولانا عبد الخبیر آزاد صاحب،
میرے محسن علامہ ڈاکٹر راغب حسین نعیمی صاحب،
ہمارے فلسطین، بحرین، بنگلہ دیش اور مصر سے آئے ہوئے معزز مہمانانِ گرامی،
اراکین پارلیمنٹ، قابل صد احترام مشائخ عظام وعلماء کرام، ملک بھر سے آئے ہوئے حاضرین،
میرے بیٹے، بیٹیاں، طلبہ وطالبات، حاضرین مجلس، حضرات وخواتین!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ!

ہمارے انیق احمد صاحب نے بڑی جذباتی گفتگو کی، ٹچنگ داہارٹ(Touching the Heart)، اور میں سمجھتا ہوں کہ گفتگو میں ایسا ہونا ہی چاہیے کہ:

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

میں سب سے پہلے وزیر مذہبی امور جناب سردار محمد یوسف صاحب، سیکرٹری مذہبی امور، اور وزارت کے تمام افسران وعملے کو اس عظیم الشان کانفرنس کے انعقاد پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ نیز معزز علماء ومشائخ اور جملہ خواتین وحضرات کو خوش آمدید کہتا ہوں کہ آپ سب اس محفل

[1] [سورۃ الانبیاء:107]

میں حکومتِ پاکستان کی دعوت پر شریک ہوئے۔ وزیر اعظم پاکستان میاں محمد شہباز شریف صاحب کی خصوصی ہدایات پر، اور سردار محمد یوسف صاحب کی دعوت پر، اس کانفرنس میں میری حاضری میرے لیے ایک اعزاز کی بات ہے اور باعث صد عزت وافتخار ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمیں اس مبارک مہینے، ربیع الاول، میں جمع ہونے کا موقع عطا فرمایا۔ وہ مہینہ جس میں انسانیت کو روشنی عطا ہوئی، اور جس میں خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دنیا میں تشریف لائے۔ آج کی یہ محفل صرف ایک رسمی اجتماع نہیں ہے بلکہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے 1500 سالہ جشن آمد اور پچاسویں بین الاقوامی سیرت النبی ﷺ کانفرنس کا سنگِ میل ہے، جس پر میں پوری قوم، وزارتِ مذہبی امور اور ملتِ اسلامیہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

معزز حاضرین! یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب دنیا جہالت، ظلم، استحصال اور فکری انحطاط میں ڈوبی ہوئی تھی، تب نبی کریم ﷺ نے تعلیم، برداشت، عدل، اخوت، تحقیق اور اخلاقیات کی شمع روشن کی۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ ایک ایسا مکمل ضابطۂ اخلاق ہے جو فرد سے لے کر ریاست، اور اخلاق سے لے کر سیاست اور معیشت تک، ہر شعبۂ زندگی کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت دنیا ایک ایسے عہد میں داخل ہو چکی ہے جہاں ڈیجیٹل میڈیا اور سوشل میڈیا انسانی زندگی کا مرکزی حصہ بن چکے ہیں۔ بد قسمتی سے یہ ذرائع جہاں علم و آگہی اور باہمی ربط کا ذریعہ ہیں، وہاں گمراہی، فتنہ، گستاخی اور انتشار کا بھی سبب بنتے ہیں۔ آج جب انسان سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل دنیا کی افادیت کے باوجود ان کے فتنوں اور فکری انتشار کا شکار ہے، تو ہمیں رہنمائی اور نجات ایک بار پھر اسی سیرتِ طیبہ سے مل سکتی ہے۔ اسی لیے یہ موضوع انتخاب کیا گیا۔

بے شک سیرتِ نبی ﷺ کی روشنی میں سوشل میڈیا کے موثر اور ذمہ دارانہ استعمال سے متعلق اخلاقی، قانونی، معاشرتی اور سماجی اصولوں پر مبنی مکمل رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جہاں اخلاق، صداقت، دیانت، عفو و درگزر اور علم کی تعلیم دی ہے، وہیں زبان، قول، پیغام اور خبر کی سچائی اور احتیاط پر بھی زور دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کر دے۔"

اگر اس ایک سنت کو ہی آج کے سوشل میڈیا کلچر میں نافذ کر دیا جائے تو لاکھوں مسائل خود بخود حل ہو سکتے ہیں۔ سیرت ہمیں سکھاتی ہے کہ بات کہنے سے پہلے تحقیق کرو، فتنہ نہ پھیلاؤ، کسی کے عقائد، عزت یا فرقے کو مجروح نہ کرو، اور سب سے بڑھ کر انسانیت کا احترام کرو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سورۃ الحجرات میں فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾[2]

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو۔

یہ آیت آج فیک نیوز کے طوفان میں ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ بغیر تحقیق کے کسی بات کو آگے بڑھانا فتنے، انتشار اور ناحق تکلیف کا سبب بن سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 12 میں فرماتا ہے: "اور دوسروں کی جاسوسی نہ کرو۔" یہ آیت ہمیں دوسروں کی پرائیویسی، عزت اور وقار کے تحفظ کا درس دیتی ہے، جو آج کی آن لائن دنیا میں سب سے زیادہ پامال ہو رہا ہے۔ آقا جی ﷺ نے فرمایا:

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

---

[2] [سورۃ الحجرات: 6]

سوشل میڈیا پر بہت سے لوگ اپنی زبان کے ذریعے دوسروں کی عزت، عقائد اور نجی زندگی کو پامال کرتے ہیں۔ اس حدیث کا اطلاق آج ہر صارف پر ہوتا ہے کہ وہ اپنے تبصروں اور تحریروں سے کسی کی عزت اور وقار کو ہرگز مجروح نہ کرے۔ پاکستان ایک آئینی ریاست ہے، جس میں قانونِ تعزیراتِ پاکستان (PPC) اور پی ای سی اے ایکٹ (PECA) کے تحت سوشل میڈیا پر توہین رسالت، مذہبی نفرت انگیزی، فرقہ وارانہ اشتعال، مقدس ہستیوں کی توہین اور فحش مواد کی تشہیر قابل سزا جرائم ہیں۔ ریاست اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان قوانین پر سختی سے عمل کرائیں اور عوام الناس کو ان قوانین سے واقف اور روشناس بھی کرائیں۔

ہمارے نوجوان سوشل میڈیا کے سب سے بڑے صارف ہیں۔ ہمیں انہیں بتانا ہوگا کہ اظہارِ رائے کی آزادی، اظہارِ بدتمیزی یا فتنہ پروری کا نام نہیں ہے۔ سیرتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں سکھاتی ہے کہ: بات سے پہلے تحقیق کرو، دوسروں کے عقائد اور احترام کا خیال رکھو، جھوٹ غیبت اور بہتان سے بچو اور ادب واحترام کے دائرے میں رہتے ہوئے اختلافِ رائے کا اظہار کرو اور حسن اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچ بولنے، حق پر چلنے اور نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی روشنی میں اپنے معاملاتِ زندگی صحیح بنانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں علم کے نور سے منور کرے۔ آمین۔

آخر میں، میں ایک بات ضرور کروں گا۔ 6 ستمبر یوم دفاع اور شہداء کا دن ہے، اور جس طرح ہم 14 اگست اور 6 ستمبر کو جوش و جذبے سے مناتے ہیں، اسی طرح آج ہم اس لیے بھی زیادہ جوش و جذبے کا اظہار کر رہے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں مدینے والے کے صدقے معرکۂ حق میں شاندار کامیابی عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہماری افواجِ پاکستان اور ہماری عوام کے اندر شہادت اور جہاد کا جو جذبہ موجود ہے، اسے ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔

آج کے اس مبارک دن، آقا جی ﷺ کی آمد کے حوالے سے ایک آخری بات کر کے میں اجازت چاہوں گا کہ ہمیں اپنے ہونے کا بہترین شکر ادا کرنا ہے، اور آقا جی ﷺ کے ہونے سے اپنا ہونا تسلیم کرنا ہے۔ اپنی خوش بختی پر نازاں رہیں کہ آپ کا وجود حضور ﷺ کے ظہور کے صدقے ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے محبوب پر درود بھیجتا ہے، فرماتا ہے: اللہ اور اللہ کے فرشتے ان پر درود بھیجتے ہیں، اور کائنات کا نظام اللہ سبحانہ و تعالیٰ چلا رہا ہے تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی ہر دم درود و سلام میں محو رہیں۔ اور آپ کی ذات کا نظام بھی بہترین، ہماری ذات کا نظام بھی بہترین چلتا رہے گا اگر ہم درود و سلام پڑھتے رہیں گے، اور محبتِ رسول میں، اپنی شعور و مستی میں رنگ بھریں، درود پڑھیں۔

﴿وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾

پاکستان ہمیشہ زندہ باد

مقالاتِ سیرت
2025

1

مقالہ نگار:
ڈاکٹر محمد ریاض علیمی

سوشل میڈیا: تعارف وارتقا (Social Media: Introduction and Evolution)

سوشل میڈیا (Social Media) ایک جدید ڈیجیٹل پلیٹ فارم ہے جو افراد، گروپوں اور اداروں کو آن لائن رابطہ قائم کرنے، مواد کا تبادلہ کرنے، خیالات ونظریات کو شیئر کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت کرنے کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ یہ نظام ویب سائٹس اور ایپلی کیشنز کی شکل میں ہوتا ہے جو دنیا بھر میں لاکھوں بلکہ کروڑوں افراد کو آپس میں جڑنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے لوگ تحریری مواد، تصویریں، ویڈیوز اور دیگر قسم کا مواد شیئر کر سکتے ہیں۔ اس کا مقصد نہ صرف فرد کے لیے سماجی تعلقات کو فروغ دینا ہے بلکہ کاروبار، تعلیمی اداروں اور سیاست میں بھی ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔

1980ء کی دہائی میں انٹرنیٹ کے ذریعے آن لائن کمیونی کیشن متعارف ہوئی، جہاں CompuServe اور The Well جیسے فورمز نے لوگوں کو جوڑنے کا آغاز کیا۔ 1990ء کی دہائی میں GeoCities اور AOL Instant Messenger (AIM) نے صارفین کو اپنی پروفائلز بنانے اور براہِ راست گفتگو کا موقع فراہم کیا۔ 2000ء کی دہائی میں سوشل میڈیا نے تیزی سے ترقی کی:

- 2003ء: MySpace اور LinkedIn کا آغاز جو نوجوانوں اور کاروباری افراد کے لیے مقبول ہوئے۔
- 2004ء: Facebook کی تخلیق ہوئی جس نے عالمی سطح پر سماجی روابط کو فروغ دیا۔
- 2005ء: YouTube نے ویڈیو شیئرنگ میں انقلاب برپا کیا۔
- 2006ء: Twitter نے مختصر پیغامات (Tweets) کے ذریعے تیز رفتار معلومات رسانی کا نیا رجحان متعارف کرایا۔

سوشل میڈیا: موجودہ دور اور اثرات (Social Media: The Modern Era and Its Impact)

سوشل میڈیا کا ارتقا مسلسل جاری ہے اور اب یہ ایک غیر معمولی طاقت بن چکا ہے جو عالمی سطح پر افراد، کاروباری اداروں، سیاست دانوں اور حکومتوں کو آپس میں جڑنے، بات چیت کرنے اور معلومات کے تبادلے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ 2010ء کی دہائی میں سوشل میڈیا نے کئی نئے پلیٹ فارمز کی شکل اختیار کی جن میں Instagram، Snapchat اور TikTok وغیرہ شامل ہیں۔

Instagram کی بنیاد 2010ء میں رکھی گئی تھی اور یہ صارفین کو تصاویر اور ویڈیوز شیئر کرنے کی سہولت فراہم کرتا تھا جس نے جلد ہی اس کی مقبولیت میں اضافہ کیا۔ 2011ء میں Snapchat آیا اور اس کی خاصیت یہ تھی کہ اس پر تصاویر اور ویڈیوز خود بخود غائب ہو جاتی تھیں جس نے نوجوانوں میں اس کا استعمال بڑھایا۔

TikTok کا آغاز 2016ء میں ByteDance کمپنی نے کیا اور اس نے دنیا بھر میں وائرل ویڈیوز کے ایک نیا انداز متعارف کرایا۔ TikTok کی خصوصیت اس کی مختصر ویڈیوز اور انٹرایکٹو فیچرز تھے جو صارفین کو عالمی سطح پر مشہور کرنے میں مدد فراہم کرتے تھے۔

اس کے علاوہ WhatsApp اور Telegram جیسے پیغام رسانی کے پلیٹ فارمز نے لوگوں کے درمیان نجی رابطوں کے لیے ایک نئی دنیا کھول دی۔ ان پلیٹ فارمز کی بدولت دنیا بھر میں افراد کے درمیان فوری اور محفوظ پیغامات کا تبادلہ ممکن ہوا۔

سوشل میڈیا کا اثر ورسوخ (Influence of Social Media)

سوشل میڈیا کی دنیا کی ترقی نے عالمی سطح پر سیاست، معیشت، تعلیم، ثقافت اور میڈیا پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس کے ذریعے افراد اپنی آواز بلند کرتے ہیں، سیاسی مہمات چلاتے ہیں، خبریں پھیلاتے ہیں اور خود کو یا اپنے کاروبار کو عالمی سطح پر متعارف کراتے ہیں۔ سوشل میڈیا کے پلیٹ فارمز نے عوامی رد عمل (Public Opinion) کے اثرات کو ایک نئی سطح تک پہنچا دیا ہے۔ (2010-2012) Arab Spring جیسے واقعات نے یہ ثابت کیا کہ سوشل میڈیا ایک طاقتور ہتھیار بن چکا ہے جس کے ذریعے لوگ سیاسی تبدیلیاں لا سکتے ہیں۔ اسی طرح MeToo# اور Black Lives Matter قسم کی عالمی تحریکات نے سوشل میڈیا کے ذریعے بڑے پیمانے پر آگاہی اور تبدیلی کی کوشش کی۔

مستقبل میں سوشل میڈیا کا ارتقا (Future Evolution of Social Media)

سوشل میڈیا کی ترقی ابھی جاری ہے اور مستقبل میں اس میں مزید تبدیلیاں آسکتی ہیں۔ AR (Augmented Reality) اور VR (Virtual Reality) کی ترقی کے ساتھ سوشل میڈیا کے تجربات میں بھی انقلابی تبدیلیاں آسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر Facebook نے Metaverse کے ذریعے ایک نئی ورچوئل دنیا بنانے کی کوشش کی ہے جہاں لوگ ایک دوسرے سے ورچوئل ماحول میں مل کر بات کر سکیں گے۔ AI (Artificial Intelligence) اور ML (Machine Learning) کے استعمال سے سوشل میڈیا میں مواد کی شخصی نوعیت میں بھی مزید بہتری آسکتی ہے۔ اس سے صارفین کو ان کی پسند اور دلچسپیوں کے مطابق مواد ملے گا اور اس کے ذریعے مواد کے معیار کو بہتر بنایا جا سکے گا۔

سوشل میڈیا کے مختلف کثیر الاستعمال پلیٹ فارمز (Various Widely Used Social Media Platforms)

سوشل میڈیا نے دنیا بھر میں انسانوں کے درمیان روابط کو ایک نیا رخ دیا ہے۔ ذیل میں سوشل میڈیا کے چند زیادہ استعمال ہونے والے پلیٹ فارمز کی تفصیل دی جا رہی ہے:

- **فیس بک (Facebook):** فیس بک دنیا کا سب سے زیادہ استعمال ہونے والا سوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارم ہے جہاں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جڑنے، تصاویر، ویڈیوز اور پوسٹس شیئر کرنے اور تبادلہ خیال کرنے کے لیے موجود ہیں۔ فیس بک کا استعمال ذاتی تعلقات کے ساتھ ساتھ کاروباری پروفائلز اور برانڈز کی تشہیر کے لیے بھی کیا جاتا ہے۔
- **انسٹاگرام (Instagram):** انسٹاگرام ایک میڈیا شیئرنگ پلیٹ فارم ہے جو تصویروں اور ویڈیوز کو شیئر کرنے کے لیے مشہور ہے۔ نوجوانوں کے درمیان اس کا استعمال بہت زیادہ ہے جہاں وہ اپنی زندگی کی جھلکیاں، سفری تجربات اور تخلیقی مواد شیئر کرتے ہیں۔
- **ٹویٹر (Twitter):** ٹویٹر ایک مائیکروبلاگنگ پلیٹ فارم ہے جہاں صارفین مختصر پیغامات (Tweets) کی شکل میں اپنے خیالات، خبریں اور اپ ڈیٹس شیئر کرتے ہیں۔ اس پر دنیا بھر کے لوگ فوراً مختلف موضوعات پر بات چیت کرتے ہیں اور ہیش ٹیگ (Hashtag#) کے ذریعے آگاہی بڑھاتے ہیں۔
- **یوٹیوب (YouTube):** یوٹیوب ویڈیو شیئرنگ کا سب سے بڑا پلیٹ فارم ہے جہاں افراد، ادارے اور تخلیق کار اپنی ویڈیوز کو اپ لوڈ کرتے

ہیں۔ اس کا استعمال تفریح، تعلیم اور کاروباری مقاصد کے لیے بھی کیا جاتا ہے۔

- **ٹک ٹاک (TikTok)**: ٹک ٹاک ایک ویڈیو شیئرنگ ایپ ہے جو مختصر ویڈیوز کی تخلیق اور شیئرنگ کی اجازت دیتی ہے۔ اس پر صارفین کنٹری، مزاحیہ اور معلوماتی ویڈیوز شیئر کرتے ہیں۔ یہ ایپ نوجوانوں کے درمیان بہت مقبول ہے۔
- **لنکڈان (LinkedIn)**: لنکڈان ایک پیشہ ورانہ نیٹ ورکنگ پلیٹ فارم ہے جہاں افراد اپنے کیریئر، تجربات اور مہارتوں کو شیئر کرتے ہیں۔ یہ خاص طور پر کاروباری افراد اور پیشہ ور افراد کے لیے ایک اہم پلیٹ فارم ہے۔
- **ریڈٹ (Reddit)**: ریڈٹ ایک سوشل نیوز سروس ہے جہاں صارفین مختلف موضوعات پر فورمز میں بات چیت کرتے ہیں اور دلچسپی کے حامل مواد کو شیئر کرتے ہیں۔ یہ پلیٹ فارم زیادہ تر مواد پر رائے دینے اور سوالات وجوابات کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
- **پینٹیرسٹ (Pinterest)**: پینٹیرسٹ ایک تصویری شیئرنگ پلیٹ فارم ہے جہاں افراد اپنی پسندیدہ تصاویر کو "پن" کرتے ہیں اور انہیں مختلف بورڈز میں ترتیب دیتے ہیں۔ اس کا استعمال زیادہ تر آرٹ، ڈیزائن اور تخلیقی خیالات کے لیے کیا جاتا ہے۔
- **سنیپ چیٹ (Snapchat)**: سنیپ چیٹ ایک موبائل ایپ ہے جہاں صارفین تصاویر اور ویڈیوز کو شیئر کرتے ہیں جو چند سیکنڈ کے بعد خود بخود غائب ہو جاتی ہیں۔ یہ نوجوانوں کے درمیان بہت مقبول ہے۔

یہ پلیٹ فارمز اپنی خصوصیات کے لحاظ سے مختلف ہیں اور ہر ایک کا استعمال مختلف مقاصد کے لیے کیا جاتا ہے۔ ان پلیٹ فارمز کے ذریعے لوگ نہ صرف آپس میں جڑتے ہیں بلکہ معلومات کا تبادلہ کرنے، کاروبار بڑھانے اور جدید دنیا کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے بھی ان کا استعمال کرتے ہیں۔

سوشل میڈیا کی خصوصیات اور اس کے فوائد ونقصانات: تجزیاتی مطالعہ

(Characteristics of Social Media and Its Advantages and Disadvantages: An Analytical Study)

سوشل میڈیا ایک ایسا ڈیجیٹل انقلاب ہے جس نے دنیا کے مختلف حصوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے۔ سوشل میڈیا کی کامیابی اور مقبولیت اس کی خصوصیات میں پوشیدہ ہے جو اسے دیگر میڈیا سے ممتاز کرتی ہیں۔ سوشل میڈیا کے فوائد اور نقصانات کا تجزیہ ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ ہم اس پلیٹ فارم کا کس طرح ذمہ دارانہ اور مفید طریقے سے استعمال کر سکتے ہیں۔ ذیل میں سوشل میڈیا کے فوائد اور نقصانات کا تفصیلی سے جائزہ پیش خدمت ہے۔

دوطرفہ تعامل (Two-way Interaction)

سوشل میڈیا کی سب سے اہم خصوصیت اس کا دوطرفہ تعامل ہے۔ روایتی میڈیا جیسے ٹی وی یا اخبار میں، معلومات کا بہاؤ ایک طرفہ ہوتا ہے، یعنی پروڈیوسر (کمپنیاں یا ادارے) مواد فراہم کرتے ہیں اور صارفین صرف اسے حاصل کرتے ہیں۔ تاہم سوشل میڈیا کی بدولت یہ تعامل دو طرفہ (Interactive) ہو گیا ہے، جہاں صارفین نہ صرف مواد کو دیکھتے ہیں بلکہ اس پر تبصرہ، شیئر اور پسندیدگی (Like) بھی ظاہر کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مواد کی تخلیق اور اس پر رائے کا تبادلہ دونوں طرف سے ہوتا ہے جو ایک زیادہ متحرک اور مشغول ماحول پیدا کرتا ہے۔

تیز تر معلوماتی ترسیل اور وائرل رجحان(Rapid Information Dissemination and Virality)

سوشل میڈیا پر مواد کی ترسیل نہایت تیز رفتار ہوتی ہے۔ ایک ویڈیو، تصویر یا پوسٹ محض چند سیکنڈز میں لاکھوں افراد تک پہنچ سکتی ہے، خاص طور پر اگر وہ منفرد، دلچسپ یا متاثر کن ہو۔ یہ وائرل رجحان (Virality) نہ صرف معلومات بلکہ خیالات اور رجحانات کو بھی عالمی سطح پر پھیلانے میں مدد دیتا ہے۔ روایتی میڈیا جیسے ٹی وی اور اخبارات کے برعکس، سوشل میڈیا پر معلومات کی فراہمی فوری اور براہ راست ہوتی ہے۔ کسی بھی وقت اور کہیں بھی تازہ ترین خبریں اور معلومات دستیاب ہوتی ہیں جو خاص طور پر ہنگامی حالات اور بریکنگ نیوز کے مواقع پر انتہائی مفید ثابت ہوتی ہیں۔ یہ تیز تر اور وسیع تر معلوماتی پھیلاؤ سوشل میڈیا کو ایک مؤثر اور انقلابی پلیٹ فارم بناتا ہے۔

گلوبل رسائی(Global Reach)

سوشل میڈیا کی ایک اور اہم خصوصیت اس کی عالمی سطح پر رسائی ہے۔ دنیا بھر کے افراد اور ادارے اس ڈیجیٹل پلیٹ فارم کے ذریعے آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ چاہے آپ بھارت میں ہوں، امریکہ میں، یا افریقہ میں، سوشل میڈیا آپ کو کسی بھی جگہ سے دنیا کے کسی بھی کونے تک پہنچنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس کی بدولت بین الاقوامی تعلقات، تجارت اور سماجی سرگرمیاں پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط اور متنوع ہو گئی ہیں۔

وسعت اور مخصوص ہدف بندی(Broad Reach and Precise Targeting)

سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ آپ اپنے پیغامات کو مخصوص گروپوں تک پہنچا سکیں۔ ان پلیٹ فارمز پر اشتہارات (Advertisements) اور مواد کو مخصوص لوگوں تک پہنچانے کی خصوصیت ہوتی ہے جسے Targeting کہا جاتا ہے۔ یہ خصوصیت کاروباروں کے لیے فائدہ مند ثابت ہوتی ہے، کیوں کہ وہ اپنے نشانہ بازار (Target Market) کو بہت درست طریقے سے ہدف بنا سکتے ہیں اور اپنے اشتہارات کو مخصوص جغرافیائی خطوں، عمروں، دلچسپیوں اور طرزِ زندگی کے مطابق ترتیب دے سکتے ہیں۔

مفت اور کم لاگت(Free and Low-Cost)

سوشل میڈیا پر مواد کی تخلیق اور اس کا شیئرنگ کا عمل تقریباً مفت ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فرد یا ادارہ کم لاگت میں بڑی تعداد میں افراد تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ خصوصیت خاص طور پر چھوٹے کاروباروں اور نئے برانڈز کے لیے فائدہ مند ہے جو بڑے پیمانے پر اشتہاری بجٹ نہیں رکھتے۔ سوشل میڈیا کا کم خرچ ہونا اس کو ایک طاقتور پلیٹ فارم بناتا ہے جو کسی بھی فرد یا کاروبار کے لیے قابل رسائی ہوتا ہے۔

تخلیقی اظہار(Creative Expression)

سوشل میڈیا ایک ایسا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے جہاں افراد اپنے خیالات، جذبات اور تخلیقی کام کو دنیا کے سامنے لا سکتے ہیں۔ چاہے وہ شاعری ہو، تصویری آرٹ ہو، موسیقی ہو یا ویڈیوز، سوشل میڈیا تخلیق کاروں کو اپنے کام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ انسٹاگرام، یوٹیوب اور ٹک ٹاک جیسے پلیٹ فارمز اس کے لیے بہترین مثالیں ہیں۔

مقابلہ اور خود کو ثابت کرنے کا موقع(Competition and Self-Validation)

سوشل میڈیا پر لوگوں کو اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے کا موقع ملتا ہے اور یہ ایک طرح کا Self-Validation (خود کی

تصدیق) بھی بن سکتا ہے۔ لوگ اپنی کامیابیوں، آرٹ اور محنت کو سوشل میڈیا پر شیئر کرتے ہیں اور اس پر دوسروں کی رائے اور حمایت حاصل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سوشل میڈیا مختلف قسم کے مقابلوں (Competitions) اور چیلنجز (Challenges) کو فروغ دیتا ہے جہاں افراد اپنی صلاحیتوں کو آزما سکتے ہیں۔

تعلیمی فوائد (Educational Benefits)

سوشل میڈیا نہ صرف تفریح کا ذریعہ ہے بلکہ تعلیم میں بھی اس کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے۔ مختلف تعلیمی ادارے، ماہرین تعلیم اور یونیورسٹیز سوشل میڈیا کو اپنے کورسز، ویبینارز (Webinars) اور آن لائن لیکچرز کے ذریعے علم پھیلانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ پلیٹ فارمز جیسے یوٹیوب (YouTube) پر مختلف تعلیمی چینلز اور ویڈیوز دستیاب ہیں جو طلبہ کو مختلف موضوعات پر ہدایات فراہم کرتے ہیں۔ اس کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ سوشل میڈیا پر مختلف تعلیمی گروپ اور فورمز (Forums) ہوتے ہیں جہاں طلبہ اپنے سوالات پوچھ سکتے ہیں اور دوسروں سے مشورہ لے سکتے ہیں۔

کاروبار کا فروغ (Business Promotion)

سوشل میڈیا ایک مضبوط پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے جس کے ذریعے کاروبار اپنے برانڈ کو دنیا بھر میں متعارف کروا سکتے ہیں۔ فیس بک، انسٹاگرام اور ٹویٹر جیسے پلیٹ فارمز کاروباروں کو اپنی پروڈکٹس اور سروسز کی تشہیر کرنے، کسٹمر کے ساتھ رابطہ رکھنے اور رائے حاصل کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ کاروبار اپنے صارفین کے ساتھ براہِ راست تعامل (Direct Interaction) کرتے ہیں، جس سے کسٹمر کا اعتماد بڑھتا ہے اور کاروبار کی ساکھ میں بہتری آتی ہے۔ اس کے علاوہ سوشل میڈیا اشتہارات (Social Media Advertising) کے ذریعے کاروبار کی رسائی بھی بڑھائی جا سکتی ہے۔

سماجی اور سیاسی آگاہی کا مؤثر ذریعہ (A Powerful Tool for Social and Political Awareness)

سوشل میڈیا نہ صرف ذاتی تعلقات اور کاروبار کے لیے مفید ہے بلکہ یہ سماجی اور سیاسی مسائل پر آگاہی بڑھانے کا ایک طاقتور ذریعہ بھی ہے۔ مختلف تنظیمیں، سماجی کارکنان اور عام افراد اپنی آواز بلند کرنے کے لیے اس پلیٹ فارم کا استعمال کرتے ہیں۔ عالمی سطح پر MeToo# اور BlackLivesMatter# جیسے ہیش ٹیگز نے عدم مساوات اور انسانی حقوق کے مسائل کو اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

اسی طرح سوشل میڈیا سیاسی شعور اور سرگرمیوں میں بھی نمایاں کردار ادا کر رہا ہے۔ یہ پلیٹ فارم عوام کو حکومتی پالیسیوں پر رائے دینے، احتجاجی مظاہروں کے انعقاد اور انتخابات کے دوران سیاسی جماعتوں اور امیدواروں کی مہمات کو فروغ دینے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ اس کے ذریعے عوامی رائے کا سیاست پر براہِ راست اثر پڑ رہا ہے اور لوگ اپنی آواز بلند کر کے مثبت تبدیلی لانے کے قابل ہو رہے ہیں۔

صحت کے بارے میں آگاہی (Health Awareness)

سوشل میڈیا نے صحت کے شعبے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مختلف اسپتالوں، ڈاکٹرز اور صحت کے ماہرین سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کا استعمال عوام کو طبی مشورے دینے اور صحت سے متعلق آگاہی فراہم کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے لوگ متوازن غذا، جسمانی سرگرمی، ذہنی صحت اور بیماریوں سے بچاؤ کے بارے میں مفید معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ مزید برآں صحت سے متعلق بلاگز (Blogs) اور ویڈیوز لوگوں کو

اپنی صحت کا خیال رکھنے کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں اور مختلف طبی مسائل کے بارے میں آگاہی دیتے ہیں۔ سوشل میڈیا کا مؤثر استعمال صحت مند طرزِ زندگی کو فروغ دینے اور طبی مسائل کی بروقت نشان دہی میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

کریٹیو اور فنون کے اظہار کا پلیٹ فارم(Creative and Artistic Expression)

سوشل میڈیا ایک ایسا پلیٹ فارم بھی فراہم کرتا ہے جہاں لوگ اپنے تخلیقی کام کو دنیا کے سامنے لا سکتے ہیں۔ یہ پلیٹ فارم فنون، شاعری، موسیقی، فوٹوگرافی اور ڈیزائن کے شعبوں میں کام کرنے والوں کے لیے خاص طور پر مفید ہیں۔ انسٹاگرام، پینٹیرسٹ (Pinterest) اور ٹک ٹاک جیسے پلیٹ فارمز پر افراد اپنے تخلیقی کام کو شیئر کرتے ہیں اور دوسروں سے تعریف اور فیڈبیک (Feedback) حاصل کرتے ہیں۔

سوشل میڈیا کے نقصانات(Disadvantages of Social Media)

سوشل میڈیا کے فوائد کا جائزہ لینے کے بعد اس کے نقصانات کی طرف توجہ مبذول کرتے ہیں۔

پھیلتا ہوا جھوٹ اور غلط معلومات(Spread of Misinformation and Fake News)

سوشل میڈیا پر سب سے بڑا مسئلہ جھوٹ اور غلط معلومات کا پھیلاؤ ہے۔ چوں کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر معلومات فوراً پھیل جاتی ہیں، اسی طرح غلط اور جھوٹی خبریں بھی بہت تیزی سے پھیلتی ہیں۔ یہ عوامی رائے کو گمراہ کر سکتا ہے اور سنگین نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر صحت کے بارے میں جھوٹی معلومات، سیاسی و مذہبی پروپیگنڈا اور جعلی اشتہارات لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

سوشل میڈیا کی لت(Social Media Addiction)

سوشل میڈیا کا زیادہ استعمال صارفین میں لت کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ یہ لت ذہنی سکون کی کمی، خود اعتمادی کی کمی اور افسردگی (Depression) کا سبب بن سکتی ہے۔ افراد اسٹریس (Stress) اور اضطراب (Anxiety) کا شکار ہو جاتے ہیں، کیوں کہ وہ سوشل میڈیا پر اپنی تصاویر، پوسٹس اور زندگی کے دیگر پہلوؤں کا موازنہ دوسروں کے ساتھ کرتے ہیں۔

پرائیویسی کے مسائل(Privacy Issues)

سوشل میڈیا پر ذاتی معلومات کا تبادلہ اور شیئرنگ کے عمل سے پرائیویسی (Privacy) کے مسائل جنم لیتے ہیں۔ افراد اپنی ذاتی معلومات جیسے تصاویر، مقام اور نجی تفصیلات سوشل میڈیا پر شیئر کرتے ہیں جو کہ ہیکنگ (Hacking) یا ڈیٹا بیس کی چوری (Data Breach) کا شکار بن سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ سوشل میڈیا پر اشتہارات کے لیے صارفین کی سرگرمیوں کا ڈیٹا جمع کیا جاتا ہے جس سے ان کی پرائیویسی پر اثر پڑتا ہے۔

منفی جذبات اور ہراسانی(Negative Emotions and Harassment)

سوشل میڈیا پر افراد کا ایک دوسرے سے بے تکلفی سے بات چیت کرنا بعض اوقات ہراسانی (Harassment) اور منفی جذبات کی صورت اختیار کرتا ہے۔ سائبر بلنگ (Cyberbullying) اور آن لائن ہراسانی کے واقعات بڑھ گئے ہیں جو لوگوں کی ذہنی سکون اور خود اعتمادی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ سوشل میڈیا کی ناپسندیدہ جانب یہ ہے کہ بعض افراد دوسروں کی عزت و وقار کو نقصان پہنچاتے ہیں جس سے معاشرتی مسائل

پیدا ہوتے ہیں۔

حقیقت سے دوری(Distortion of Reality)

سوشل میڈیا پر اکثر افراد اپنی زندگی کو ایک خوب صورت اور مکمل صورت میں پیش کرتے ہیں جو حقیقت سے میل نہیں کھاتی۔ اس سے نہ صرف فرد کی ذہنی سکون میں کمی آتی ہے بلکہ یہ معاشرتی دباؤ اور حقیقت سے دوری(Distortion of Reality) کا سبب بنتا ہے۔ نوجوان اس کے نتیجے میں جسمانی اور ذہنی طور پر غیر حقیقت پسندانہ معیار کے تحت زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں جو ان کی خوشی اور خود اعتمادی کو متاثر کرتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سوشل میڈیا کے استعمال کی حدود

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو ہر پہلو پر رہنمائی فراہم کرتا ہے، چاہے وہ عقائد ہوں، عبادات، یا معاشرتی معاملات۔ سوشل میڈیا کے ارتقا کے ساتھ یہ سوال اٹھتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کے استعمال کی حدود کیا ہیں؟ سوشل میڈیا کے ذریعے ایک فرد نہ صرف اپنے خیالات اور معلومات کا اظہار کرتا ہے بلکہ دوسروں کے ساتھ تعلقات بھی استوار کرتا ہے جو کہ دین اسلام میں معاشرتی تعلقات کے اہم اصولوں سے جڑا ہوا ہے۔ یہاں ہم سوشل میڈیا کے استعمال کے اسلامی اصولوں کا جائزہ لیں گے اور یہ دیکھیں گے کہ کس طرح اس کے استعمال کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

اخلاقی حدود(Ethical Boundaries)

اسلامی تعلیمات میں اخلاقی معیار(Moral Standards) بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ قرآن وحدیث میں انسان کو اعلیٰ اخلاقی معیار پر زندگی گزارنے کی تاکید کی گئی ہے۔ سوشل میڈیا پر بھی اخلاقی حدود کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: **"اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں پر نہ ہنسیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں کسی کو طعنہ نہ دو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو، مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔"**[1]

اس سے مراد یہ ہے کہ سوشل میڈیا پر بھی ہمیں دوسروں کی عزت و احترام کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ جھوٹی باتیں(False Information) پھیلانا، کسی کی عزت کو نقصان پہنچانا(Defamation) یا نازیبا مواد کو شیئر کرنا(Sharing Inappropriate Content) اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔

جھوٹ اور فریب سے بچنا(Avoiding Lies and Deception)

اسلام میں جھوٹ بولنا(Lying) اور لوگوں کو دھوکہ دینا(Deceiving) سختی سے منع کیا گیا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے لوگ

1۔القرآن، سورۃ الحجرات: 11۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

بہت جلد جھوٹی خبریں (Fake News) پھیلا سکتے ہیں جو کہ معاشرتی انتشار (Social Disruption) کا سبب بن سکتی ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: **"اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔"**[2]

اس اصول کی روشنی میں سوشل میڈیا کے استعمال میں جھوٹی معلومات، تصاویر یا ویڈیوز کو شیئر کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ جو مواد ہم شیئر کر رہے ہیں وہ حقیقت پر مبنی ہو۔

غیبت اور افواہیں (Backbiting and Rumors)

اسلام میں غیبت کو بہت بڑی برائی (Major Sin) سمجھا جاتا ہے جو انسان کے اخلاقی مقام کو نقصان پہنچاتی ہے۔ سوشل میڈیا پر غیبت اور افواہیں پھیلانا ایک سنگین گناہ ہے۔ قرآن وحدیث میں غیبت کی مذمت کی گئی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: **"اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں ناپسند ہوگا۔"**[3]

اسی طرح سوشل میڈیا پر دوسروں کی نجی زندگی (Personal Life) کی تفصیلات کا اشتراک یا ان کے بارے میں منفی تبصرے کرنا نہ صرف اخلاقی طور پر غلط ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کے خلاف بھی ہے۔ اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ سوشل میڈیا پر کسی کی عزت یا پرائیویسی کا احترام کیا جائے۔

زنا اور فحش مواد (Pornography and Immoral Content)

اسلامی تعلیمات میں زنا (Adultery) اور فحش مواد (Pornographic Material) کی شدید ممانعت ہے۔ سوشل میڈیا پر غیر اخلاقی مواد کا اشتراک اور اس کا مشاہدہ کرنا اسلام میں قطعی طور پر ممنوع ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: **"بیشک جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔"**[4]

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: **"اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔"**[5]

اس کے مطابق سوشل میڈیا پر اس طرح کے مواد کو دیکھنا، شیئر کرنا یا اس کی حوصلہ افزائی کرنا نہ صرف حرام (Forbidden) ہے بلکہ ایک مسلمان کی اخلاقی ذمہ داری کے خلاف بھی ہے۔

وقت کا ضیاع (Time Wastage)

اسلام میں وقت کی قدر کی گئی ہے اور اسے ضائع کرنا ایک اہم مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ سوشل میڈیا کا زیادہ استعمال انسان کو اپنے دینی اور

2۔ القرآن، سورۃ الحج:30۔ ﴿وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ﴾

3۔ القرآن، سورۃ الحجرات:12۔ ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ﴾

4۔ القرآن، سورۃ النور:19۔ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾

5۔ القرآن، سورۃ بنی اسرائیل:32۔ ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾

دنیاوی کاموں سے غافل کر سکتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس: الصحة والفراغ"۔[6]

یعنی صحت اور فراغت دو ایسی نعمتیں ہیں جن سے اکثر لوگ دھوکا کھاجاتے ہیں۔

سوشل میڈیا کے استعمال میں ایک مسلمان کو توازن (Balance) قائم رکھنا چاہیے۔ اس کا مقصد صرف تفریح یا وقت گزاری (Time Killing) نہ ہو بلکہ اس کا استعمال مفید (Productive) ہو، جیسے کہ علم حاصل کرنا، سماجی روابط استوار کرنا اور دوسروں کی مدد کرنا۔

سوشل میڈیا پر مذہبی سرگرمیاں (Religious Activities on Social Media)

اسلام میں عبادات (Worship) اور نیک اعمال (Good Deeds) کو اہمیت دی گئی ہے اور سوشل میڈیا کے ذریعے اس بات کو یقینی بنایا جاسکتا ہے کہ لوگ دین کی تعلیمات سے آگاہ ہوں اور نیک اعمال کی طرف راغب ہوں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ سوشل میڈیا پر دین کی تعلیمات کے پھیلاؤ (Spreading Religious Teachings) میں اس بات کا دھیان رکھا جائے کہ مواد مستند (Authentic) ہو اور اس میں کسی قسم کی بے بنیاد معلومات یا تشہیر نہ ہو۔

مفاد پرستی (Exploitation for Personal Gain)

اسلام میں مفاد پرستی (Exploitation)، دھوکہ دہی اور دوسروں کے نقصان پر اپنی ذات کو فائدہ پہنچانے کو سختی سے منع کیا گیا ہے۔ آج کے دور میں سوشل میڈیا کو غلط مقاصد کے لیے استعمال کرنا، مثلاً جھوٹی خبروں سے لوگوں کو گمراہ کرنا، فراڈ کرنا یا شہرت اور مالی فوائد کے لیے دھوکہ دینا اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔

معاشرتی تعلقات (Social Interaction)

اسلام میں معاشرتی تعلقات (Social Relations) کی اہمیت ہے اور سوشل میڈیا ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جس کے ذریعے افراد آپس میں جڑ سکتے ہیں۔ تاہم یہ تعلقات اسلامی اصولوں کے مطابق ہونے چاہئیں۔ مرد اور عورت کے درمیان غیر ضروری رابطے (Unnecessary Interaction) یا اختلاط (Interaction) کا تعلق اسلام میں ممنوع ہے۔ سوشل میڈیا پر محتاط رہنا ضروری ہے کہ تعلقات اس انداز میں استوار نہ ہوں جو دین سے متصادم ہوں۔

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت میں ریاستی ذمہ داریاں

(State Responsibilities in the Regulation and Training for the Effective Use of Social Media)

سوشل میڈیا نے دنیا کو ایک گلوبل ولیج (Global Village) میں تبدیل کر دیا ہے یہ تبدیلی سماجی تعلقات، تعلیم اور معیشت کے مختلف پہلوؤں پر گہرے اثرات مرتب کر رہی ہے۔ جہاں سوشل میڈیا کی بدولت افراد کو علم، آگاہی اور جڑنے کے نئے مواقع ملے ہیں، وہیں اس کے منفی اثرات جیسے جھوٹی اطلاعات (Misinformation)، سائبر بلنگ (Cyberbullying) اور نفسیاتی مسائل بھی بڑھ گئے ہیں۔ ان مسائل کا

6۔ محمد بن اسماعیل۔ **صحیح بخاری**، کتاب الرقاق، باب لا عیش الا عیش الآخرۃ، رقم الحدیث: 6412۔

حل اور مفید استعمال کی تربیت میں ریاستی ذمہ داریوں کا اہم کردار ہے۔ ریاستوں کو اپنے شہریوں کو سوشل میڈیا کے مؤثر، ذمہ دارانہ اور محفوظ استعمال کی تعلیم وتربیت فراہم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کے فوائد کو حاصل کیا جاسکے اور اس کے منفی اثرات کو کم کیا جاسکے۔

سوشل میڈیا کی تعلیم وتربیت میں ریاستی ذمہ داریوں کا دائرہ وسیع ہے اور یہ صرف قانون سازی، تعلیم اور آگاہی تک محدود نہیں ہے۔ ریاستی اداروں کو مختلف طریقوں سے سوشل میڈیا کے استعمال کے فوائد کو فروغ دینا اور اس کے منفی اثرات سے بچاؤ کے لیے مزید اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ یہاں ہم کچھ ذمہ داریوں کا ذکر کریں گے جو ریاست کو سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت میں ادا کرنی چاہئیں۔

قانونی اور ضابطہ جاتی فریم ورک(Legal and Regulatory Framework)

ریاست کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ سوشل میڈیا کے لیے مضبوط قانونی اور ضابطہ جاتی فریم ورک تیار کرے تاکہ جھوٹی اطلاعات (Misinformation)، نفرت انگیز تقاریر (Hate Speech) اور ہراسانی (Harassment) جیسے مسائل کو روکا جاسکے۔ اس کے تحت ڈیٹا پرائیویسی (Data Privacy) اور سائبر سیکیورٹی (Cyber Security) کے تحفظ کو بھی یقینی بنایا جائے۔

سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ متعین ضابطہ اخلاق کے مطابق مواد کی نگرانی کریں اور خلاف ورزی کی صورت میں سخت سزائیں (Penalties) لاگو کی جائیں۔ یورپی جنرل ڈیٹا پروٹیکشن ریگولیشن (GDPR) جیسے قوانین ایک مؤثر مثال ہیں جنہیں دیگر ممالک میں بھی اپنانا چاہیے۔

تعلیمی اداروں میں تربیت(Education and Training in Educational Institutions)

سوشل میڈیا کے فوائد اور نقصانات سے آگاہی کے لیے تعلیمی اداروں کو اہم کردار ادا کرنا ہوگا۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ تعلیمی اداروں میں سوشل میڈیا کی تعلیم وتربیت کو لازمی قرار دے۔ اس تربیت میں طلبہ کو سوشل میڈیا کے صحیح استعمال کی اہمیت، اس کے اخلاقی اور قانونی پہلوؤں اور آن لائن تحفظ (Online Safety) کے بارے میں آگاہ کیا جائے۔ اسکولوں اور کالجوں میں اساتذہ کو سوشل میڈیا کے مؤثر اور ذمہ دارانہ استعمال کے حوالے سے خصوصی تربیت فراہم کی جائے تاکہ وہ طلبہ کو صحیح طریقہ سے اس کی تعلیم دے سکیں۔

سائبر سیفٹی کی آگاہی(Cyber Safety Awareness)

ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو سائبر سیکیورٹی (Cyber Security) کے بارے میں آگاہ کرے۔ سوشل میڈیا پر آن لائن ہراسانی، فشنگ (Phishing) اور سوشل انجینئرنگ (Social Engineering) جیسے خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جن سے بچنے کے لیے صارفین کو صحیح آگاہی اور تحفظ کے طریقے سکھائے جائیں۔ ریاست کو باقاعدہ طور پر سوشل میڈیا کے ذریعے عوامی آگاہی مہمات (Awareness Campaigns) چلانی چاہیے تاکہ افراد اپنی ذاتی معلومات کو محفوظ رکھنے اور آن لائن خطرات سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرسکیں۔

دائرہ کار کی وضاحت(Defining Scope and Limits)

ریاست کو سوشل میڈیا کے استعمال کے حوالے سے واضح حدود اور دائرہ کار (Scope and Limits) کی وضاحت کرنی چاہیے۔ یہ وضاحت اس بات کو یقینی بنائے گی کہ سوشل میڈیا کا استعمال معاشرتی اور اخلاقی اصولوں کے مطابق ہو۔ سوشل میڈیا پر مختلف نوعیت کی سرگرمیاں

ہوتی ہیں جن میں سیاست، تعلیم، کاروبار اور ذاتی تعلقات شامل ہیں۔ ریاست کو اس بات کی نگرانی کرنی چاہیے کہ ان سرگرمیوں کے دوران کسی بھی قسم کی نفرت انگیزی، تشدد یا معاشرتی انتشار کا فروغ نہ ہو۔ نیز ریاستی اداروں کو یہ دیکھنا چاہیے کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر مواد کو مروجہ قوانین کے مطابق پیش کیا جائے۔

پلیٹ فارمز کے ساتھ شراکت داری(Partnership with Platforms)

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تربیت میں ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے ساتھ شراکت داری (Partnership) کرے تاکہ وہ اپنے صارفین کے تحفظ اور مواد کی نگرانی کے حوالے سے بہتر اقدامات اٹھا سکیں۔ اس میں پلیٹ فارمز کے ذریعے مواد کی نشان دہی، ہراسانی کی رپورٹنگ اور غلط معلومات کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے مؤثر ٹیکنالوجیز کا استعمال شامل ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر فیس بک اور ٹویٹر جیسے پلیٹ فارمز نے حالیہ برسوں میں ایسے ٹولز متعارف کرائے ہیں جن کی مدد سے جعلی خبریں اور توہین آمیز مواد کو تیزی سے حذف کیا جا سکتا ہے۔

سوشل میڈیا کے اخلاقی پہلو(Ethical Aspects of Social Media)

ریاست کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ سوشل میڈیا کے اخلاقی پہلوؤں(Ethical Aspects) کے بارے میں آگاہی فراہم کرے۔ صارفین کو سوشل میڈیا پر اخلاقی اور ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دی جانی چاہیے تاکہ وہ اس پلیٹ فارم کو کسی دوسرے کے حقوق کی خلاف ورزی کرنے یا ذاتی طور پر نقصان پہنچانے کے لیے استعمال نہ کریں۔ اس میں سوشل میڈیا پر سچائی، احترام اور دوسروں کے حق کا خیال رکھنے کی اہمیت کو اجاگر کرنا شامل ہے۔ ریاستی سطح پر اخلاقی اصولوں کو فروغ دینے کے لیے مختلف کمپینز اور ورکشاپس کا انعقاد کیا جا سکتا ہے۔

پبلک پرائیویسی اور ڈیٹا پروٹیکشن(Public Privacy and Data Protection)

سوشل میڈیا پر صارفین کی ذاتی معلومات کا تحفظ ریاست کی اہم ذمہ داری ہے۔ ریاستی سطح پر ڈیٹا پروٹیکشن(Data Protection) کے قوانین کو مضبوط بنایا جانا چاہیے، تاکہ صارفین کی ذاتی معلومات کو ہیکنگ، فروخت یا غلط استعمال سے بچایا جا سکے۔ اس میں سوشل میڈیا کمپنیاں بھی شامل ہیں جنھیں صارفین کی معلومات کو محفوظ رکھنے کے لیے مناسب اقدامات کرنے کی ذمہ داری سونپی جائے۔

سوشل میڈیا پر ساکھ اور معیار کی نگرانی(Monitoring Reputation and Standards on Social Media)

ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ سوشل میڈیا پر معیار اور ساکھ کی نگرانی کرے۔ سوشل میڈیا پر فیک نیوز(Fake News)، نفرت انگیز بیانات(Hate Speech) اور منفی پروپیگنڈے(Propaganda) کو روکنے کے لیے ریاستی سطح پر فعال نگرانی کی ضرورت ہے۔ حکومت کو سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اور ڈیجیٹل میڈیا کی نگرانی کے لیے ایک مضبوط ڈھانچہ فراہم کرنا ہوگا، تاکہ عوام میں درست معلومات اور تعمیری بات چیت کو فروغ دیا جا سکے۔ اس میں معلوماتی جنگ(Information Warfare) اور آن لائن غلط معلومات(Online Disinformation) سے نمٹنے کے لیے وسائل فراہم کرنا شامل ہو سکتا ہے۔

خاندانی سطح پر تعلیم(Family-Level Education)

ریاست کو خاندانوں کی سطح پر بھی سوشل میڈیا کے استعمال کے حوالے سے آگاہی فراہم کرنی چاہیے۔ والدین کو سوشل میڈیا کے خطرات اور فوائد کے بارے میں آگاہ کرنے کے لیے ریاستی سطح پر پروگرامز چلائے جانے چاہئیں، تاکہ وہ اپنے بچوں کو اس کے محفوظ اور ذمہ دارانہ استعمال کی ترغیب دے سکیں۔ اس میں بچوں کو سائبر بلنگ، آن لائن سیکیورٹی اور پرائیویسی کی اہمیت کے بارے میں تعلیم دینا شامل ہے۔

مقامی کمیونٹی کی حمایت(Community Support at Local Level)

ریاست کو مقامی کمیونٹی کی سطح پر بھی سوشل میڈیا کے صحیح استعمال کے حوالے سے آگاہی فراہم کرنی چاہیے۔ یہ اہم ہے کہ شہری اور دیہی علاقوں میں سوشل میڈیا کے فوائد اور نقصانات کے بارے میں آگاہی پہنچائی جائے تاکہ عوام اس کا مثبت استعمال کر سکیں۔ مقامی سطح پر ورکشاپس، سیمینارز اور تعلیمی پروگرامز کے ذریعے شہریوں کو سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے حوالے سے تربیت دی جاسکتی ہے۔

نفسیاتی اور ذہنی صحت کے اثرات کی نگرانی(Monitoring Psychological and Mental Health Impacts)

ریاست کی ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ سوشل میڈیا کے استعمال کے نفسیاتی اور ذہنی صحت پر پڑنے والے اثرات کی نگرانی کرے۔ سوشل میڈیا پر وقت گزارنے سے ذہنی دباؤ(Mental Stress)، اضطراب(Anxiety) اور افسردگی(Depression) کی شکایات بڑھ سکتی ہیں۔ ریاست کو ذہنی صحت کے ماہرین کے ساتھ مل کر ان اثرات کو کم کرنے کے لیے پالیسیاں تیار کرنی چاہئیں اور عوام میں ان مسائل سے نمٹنے کے طریقے فراہم کرنے چاہئیں۔

پیشہ ورانہ تربیت اور اسکل ڈیولپمنٹ(Professional Training and Skill Development)

ریاست سوشل میڈیا کے فوائد کو بڑھانے اور منفی اثرات کو کم کرنے کے لیے پیشہ ورانہ تربیت اور اسکل ڈیولپمنٹ پروگرامز بھی شروع کر سکتی ہے۔ یہ پروگرامز نوجوانوں اور پیشہ ور افراد کو سوشل میڈیا کے ذریعے آن لائن مارکیٹنگ(Online Marketing)، ڈیجیٹل کمیونی کیشن (Digital Communication) اور مواد تخلیق کرنے(Content Creation) کے حوالے سے تربیت فراہم کریں گے۔ اس کے ذریعے افراد اپنے کیریئرز کے لیے سوشل میڈیا کا مثبت استعمال کر سکیں گے اور ان کی اقتصادی سرگرمیاں بھی بڑھ سکیں گی۔

سوشل میڈیا کے لیے ایڈوکیسی پروگرامز(Advocacy Programs for Social Media)

ریاست کو سوشل میڈیا پر اخلاقی اصولوں(Ethical Principles) اور ذمہ دارانہ استعمال کے فروغ کے لیے ایڈوکیسی پروگرامز (Advocacy Programs) چلانے چاہئیں۔ ان پروگرامز کا مقصد افراد کو اس بات کے بارے میں آگاہ کرنا ہے کہ سوشل میڈیا کو کس طرح معاشرتی بہتری(Social Welfare) کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس میں صحت، تعلیم، سماجی انصاف اور ماحولیات جیسے موضوعات پر آگاہی مہم چلانا شامل ہو سکتا ہے، تاکہ افراد سوشل میڈیا کا استعمال عالمی مسائل پر بات چیت کرنے کے لیے کریں۔

انٹرنیٹ تک رسائی اور ڈیجیٹل تفاوت(Internet Access and Digital Divide)

ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام شہریوں کو انٹرنیٹ تک رسائی فراہم کرے تاکہ وہ سوشل میڈیا کے فوائد سے استفادہ کر سکیں۔ یہ

خصوصاً ترقی پذیر علاقوں میں اہم ہے جہاں انٹرنیٹ کی رسائی محدود ہو سکتی ہے۔ اس کے ذریعے ریاست ڈیجیٹل تفاوت (Digital Divide) کو کم کر سکتی ہے اور ہر طبقہ کو سوشل میڈیا کے فوائد سے آگاہ کر سکتی ہے۔ اس میں انٹرنیٹ کی سست رفتار، دستیاب انٹرنیٹ سروسز اور تعلیم میں رکاوٹیں دور کرنا شامل ہیں۔

سوشل میڈیا پر جوا کھیلنے اور دیگر غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام (Preventing Gambling and Other Illegal Activities on Social Media)

سوشل میڈیا پر جوا کھیلنے اور دیگر غیر قانونی سرگرمیوں جیسے منشیات کی خرید و فروخت (Drug Trafficking)، ہتھیاروں کی اسمگلنگ (Arms Smuggling) اور انسانوں کی اسمگلنگ (Human Trafficking) کو روکنے کے لیے ریاستی سطح پر اقدامات کیے جانے چاہئیں۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر ان غیر قانونی سرگرمیوں کی نگرانی کے لیے جدید ٹیکنالوجی کا استعمال اور کڑے قانونی ضوابط کی ضرورت ہے۔

معاشرتی اور ثقافتی تحفظ (Cultural and Societal Preservation)

سوشل میڈیا کے استعمال کے دوران ریاست کو یہ بھی یقینی بنانا چاہیے کہ مقامی ثقافتوں اور روایات (Cultural and Traditions) کا تحفظ ہو۔ سوشل میڈیا پر غیروں کے اثرات یا غیر اخلاقی مواد کا فروغ روکا جائے تاکہ معاشرتی اقدار کی پامالی نہ ہو۔ اس کے لیے حکومت کو سوشل میڈیا پر مواد کی نگرانی کرنے اور قومی ثقافتوں کے تحفظ کے لیے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

الغرض سوشل میڈیا کی تعلیم وتربیت میں ریاست کی ذمہ داریاں صرف قانون سازی تک محدود نہیں ہیں بلکہ اس میں اخلاقی، معاشرتی، نفسیاتی اور اقتصادی پہلو بھی شامل ہیں۔ ریاست کو چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا کے استعمال کو محفوظ، مفید اور معاشرتی طور پر مثبت بنانے کے لیے جامع اقدامات کرے، تاکہ شہری اس کے فوائد کو حاصل کر سکیں اور اس کے منفی اثرات سے بچ سکیں۔

سوشل میڈیا پر فتنہ وفساد کے سدّباب کے لیے ریاستی اقدامات: سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

(State Actions to Prevent Discord and Corruption on Social Media: In the Light of the Sunnah of Prophet)

سوشل میڈیا آج کے دور میں معلومات کی ترسیل اور رائے سازی کا اہم ذریعہ بن چکا ہے، مگر اس کے منفی اثرات جیسے فیک نیوز، نفرت انگیز تقاریر، سائبر کرائمز اور غیر اخلاقی مواد معاشرتی عدم استحکام پیدا کر سکتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات خاص طور پر سیرت النبی ﷺ ایسے اصول فراہم کرتی ہیں جو سوشل میڈیا کے ذریعے پھیلنے والے فتنوں کو روکنے میں ریاستی اداروں کے لیے رہنمائی فراہم کر سکتے ہیں۔ یہاں ہم ریاستی اقدامات کو سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

جھوٹی خبروں اور افواہوں کے خلاف اقدامات (Measures Against Fake News and Rumors)

جھوٹی خبروں اور غلط معلومات کے پھیلاؤ (Disinformation & Fake News) کا مسئلہ آج کے دور میں بہت سنگین شکل اختیار کر چکا ہے لیکن نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں ہمیں اس کا عملی حل ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف جھوٹ کی مذمت فرمائی، بلکہ اس کے سدّباب کے لیے کئی حکمت عملیوں کو اپنایا جو آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

سچائی کی اہمیت اور جھوٹ کی برائی اسلام میں بڑی واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد مقامات پر سچ بولنے کی ترغیب دی ہے اور جھوٹ سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت میں جھوٹ سے بچنے کے لیے جو حکمتِ عملی اختیار کی گئی، وہ نہ صرف فرد کی ذات کے لیے مفید تھی بلکہ پورے معاشرتی نظام میں انصاف، صداقت اور سچائی کے قیام کا باعث بنی۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں صداقت کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: **"صدق کو لازم کرلو، کیوں کہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔ آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔"**[7]

نبی کریم ﷺ نے بغیر تحقیق کسی بھی خبر پر یقین کرنے سے منع فرمایا۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں ہے، چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: **"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے، تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو، پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔"**[8]

نبی کریم ﷺ کے دور میں منافقین افواہیں پھیلایا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں میں خوف وہراس پیدا ہو۔ چناں چہ نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف ان افواہوں کی نگرانی کا بندوبست کیا بلکہ جھوٹے پروپیگنڈے کرنے والوں کے خلاف اقدامات بھی کیے۔ عہدِ رسالت میں جب بھی کسی قسم کی جھوٹی خبریں پھیلانے کا امکان ہوتا، نبی اکرم ﷺ نے فوری طور پر اس کا تدارک کیا۔ آپ ﷺ نے اس حوالے سے ایک بہت ہی اہم اور بنیادی اصول دیا کہ کسی خبر کو پھیلانے سے پہلے اس کی تحقیق کرنی ضروری ہے۔ اس کی ایک مثال "حدیثِ افک"[9] (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹا الزام) ہے۔

حدیثِ افک اور جھوٹی افواہیں

یعنی جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر افک (جھوٹے الزامات) کی افواہیں پھیلیں تو نبی اکرم ﷺ نے اس واقعے کا فوراً معقول طریقے سے تدارک کیا۔ آپ ﷺ نے اس معاملے کو سرسری طور پر نہیں لیا بلکہ اس کے حقائق کو واضح کرنے کے لیے بڑی حکمتِ عملی اختیار کی۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خود بات کی اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی مشاورت سے اس معاملے کی حقیقت کو جانا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا اعلان کیا۔[10]

اس واقعے میں نبی اکرم ﷺ نے جھوٹ پھیلانے والے افراد کے خلاف کوئی سخت قدم نہیں اٹھایا۔ لیکن آپ ﷺ نے اس واقعے کی تحقیقات کیں اور ان لوگوں کو معاف کر دیا جو جھوٹے الزامات میں ملوث تھے۔ آپ ﷺ نے اس طریقے سے معاشرتی امن کی حفاظت کی اور

---

7 ۔محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، کتاب الأدب، باب قول اللہ تعالیٰ: یا أیہا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وکونوا مع الصادقین، رقم الحدیث: 6094۔

8 ۔القرآن، سورۃ الحجرات:6۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾

9 ۔حدیث افک کا مکمل واقعہ کتب حدیث میں تفصیلاً مذکور ہے۔ دیکھیے: **صحیح بخاری**، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، رقم الحدیث: 4141۔

10 ۔القرآن، سورۃ النور:11۔

لوگوں کو سچ بولنے کی اہمیت کا سبق دیا۔

یہ اصول سوشل میڈیا کے سیاق وسباق میں انتہائی اہم ہیں، کیوں کہ سوشل میڈیا پر فیک نیوز (Fake News) اور جھوٹے مواد کا پھیلاؤ معاشرتی انتشار (Social Disruption) کا باعث بن رہا ہے۔ ریاستی اداروں کو فیک نیوز کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے مؤثر اقدامات اٹھانے چاہئیں۔ اس میں میڈیا لٹریسی (Media Literacy) کی تعلیم کا فروغ، فیک نیوز کو ٹریک کرنے والی ٹیکنالوجیز کا استعمال اور مواد کی تصدیق (Content Verification) کے لیے خصوصی ٹیموں کا قیام شامل ہے۔

حکومتیں سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو فیک نیوز کی شناخت کرنے اور اس کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے ٹیکنالوجی فراہم کرنے پر مجبور کر سکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا صارفین کو بھی فیک نیوز کے خطرات سے آگاہ کیا جانا چاہیے تاکہ وہ غیر تصدیق شدہ معلومات کو پھیلانے سے گریز کریں۔

غلط معلومات اور پروپیگنڈے کی روک تھام

رسول اللہ ﷺ نے سچائی کی سختی سے تلقین کی اور جھوٹی خبروں کی اشاعت کو سختی سے منع فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"كفى بالمرء كذباً، أن يحدث بكل ما سمع"۔[11]

(یعنی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کردے۔)

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں حکومتی سطح پر جھوٹی خبروں (Fake News) کے سدّباب کے لیے اقدامات

حکومتیں جدید ٹیکنالوجی جیسے (AI) Artificial Intelligence اور Machine Learning کا استعمال کریں تاکہ Fake News کی شناخت کی جا سکے اور اسے فوری طور پر روکا جا سکے۔

- خبروں کی تصدیق کا نظام (Fact-Checking System) بنایا جائے۔
- جھوٹ اور الزام تراشی کے خلاف سخت قانون سازی (Legislation) ہو۔
- میڈیا اور سوشل میڈیا کی نگرانی (Monitoring System) قائم کیا جائے۔
- مثبت بیانیہ (Counter-Narrative) کو فروغ دیا جائے تاکہ سچ اور جھوٹ میں فرق واضح ہو۔
- سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ جھوٹی خبروں کی نشاندہی کے لیے Artificial Intelligence اور Human Moderation کا مؤثر استعمال کریں۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل امور کے ذریعے بھی جھوٹی خبروں کے سدّباب کے اقدامات ممکن ہیں:

معاشرتی اخلاقیات کی ترویج (Promotion of Social Ethics): حکومت کو چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر معاشرتی اخلاقیات کی ترویج کے لیے آگاہی پروگرام چلائے تاکہ لوگ جھوٹ اور بے بنیاد خبروں سے بچیں۔

---

11 ۔محمد بن مسلم بن حجاج قشیری، **صحیح مسلم**، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع، رقم الحديث:10۔

نظم و ضبط کے قیام کے لیے قوانین(Laws for Maintaining Discipline): سوشل میڈیا پر کردار کشی کرنے والوں کے لیے سخت سزائیں تجویز کی جائیں تاکہ ان کا احتساب ہو اور معاشرہ ان افواہوں اور جھوٹ کے اثرات سے بچ سکے۔

شفاف کارروائی(Transparent Actions): حکومت کو چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا پر Fake News اور Character Assassination کے پھیلاؤ کے بعد فوری طور پر ایکشن لے اور اس پر کارروائی کی معلومات عوام تک پہنچائے تاکہ شفافیت برقرار رہے۔

عوامی آگاہی مہم(Public Awareness Campaigns): حکومت کی طرف سے عوامی آگاہی مہم چلائی جائے تاکہ لوگ سوشل میڈیا کے اثرات کو سمجھیں اور وہ زیادہ محتاط رہیں۔

الغرض اگر حکومتیں نبی کریم ﷺ کی حکمتِ عملی کو اپنائیں تو سوشل میڈیا پر پھیلنے والی افواہیں اور بے بنیاد خبروں کے سنگین مسائل کا خاتمہ ممکن ہو سکتا ہے۔

نفرت انگیز تقاریر کی روک تھام(Preventing Hate Speech)

نفرت انگیز تقاریر اور مواد کا پھیلاؤ(Hate Speech) سوشل میڈیا کا ایک سنگین مسئلہ ہے جو مختلف گروپوں کے درمیان دشمنی اور تشدد کو بڑھا سکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات، انسانی حقوق اور بین الاقوامی معیارات کے مطابق سوشل میڈیا پر نفرت پھیلانے والی تقاریر کو روکا جانا چاہیے۔ ریاستی اداروں کو اس حوالے سے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر نگرانی(Surveillance) بڑھانے کی ضرورت ہے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ نفرت انگیز مواد کو فوری طور پر ہٹایا جائے۔

اس کے علاوہ حکومت کو سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو پابند کرنا چاہیے کہ وہ نفرت انگیز تقاریر اور مواد کی نشاندہی کریں اور ان پر قانونی کارروائی(Legal Action) کریں۔ اس کے لیے قومی سطح پر ضوابط(Regulations) اور بین الاقوامی سطح پر معاہدے(International Agreements) بنائے جا سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں ہمیں متعدد مواقع پر نفرت انگیز تقاریر(Hate Speech) کے خلاف اقدامات نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک(Good Conduct) اور احترام(Respect) سے پیش آنے کی تلقین کی۔ آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی عفو و درگزر(Forgiveness) کی مثال پیش کی جس سے معاشرتی اتحاد اور امن کی فضا قائم ہوئی۔

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہمیں محبت، رواداری، برداشت اور حکمت کے ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جو نفرت انگیز تقاریر کی روک تھام کے لیے بہترین رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده"۔[12]

یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں زبان کے ذریعے پہنچنے والے ضرر کو پہلے ذکر کیا، کیوں کہ زیادہ تر فتنوں، اختلافات اور نفرتوں کی بنیاد زبان ہی بنتی ہے۔ کسی کو گالی دینا، بدگوئی کرنا، بہتان لگانا، جھوٹ بولنا، طعنے دینا اور غیبت کرنا وہ گناہ ہیں جو معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتے ہیں۔

12۔ محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلون من لسانه ویده، رقم الحدیث:10۔

تضحیک اور آن لائن بد تمیزی کے جدید چیلنجز کا سدِّ باب (Addressing Modern Challenges of Mockery and Online Misconduct)

اسلامی تعلیمات میں احترامِ انسانیت کو بنیادی اہمیت حیثیت حاصل ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اس کی بہترین مثال ہے۔ آپ ﷺ نے دوسروں کی تضحیک (Ridicule) اور بدزبانی (Verbal Abuse) کو سختی سے منع فرمایا اور اس کے معاشرتی نقصانات کو واضح کیا۔ آج کے سوشل میڈیا کے دور میں میمز (Memes) بنانا، لوگوں کا مذاق اُڑانا، خاص طور پر ظاہری شکل وصورت کو بنیاد بنا کر کسی کا تمسخر اُڑانا، ایک عام مسئلہ بن چکا ہے۔ ایسے رویے نہ صرف اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں بلکہ اخلاقی اور سماجی لحاظ سے بھی نقصان دہ ہیں۔ ریاست کو چاہیے کہ وہ اس کے سدِّ باب کے لیے سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں موثر قوانین مرتب کرے تاکہ معاشرے میں عزت واحترام کا ماحول پیدا ہو۔ جب کہ نبی کریم ﷺ نے سختی سے حکم دیا کہ کسی کو ذلیل کرنا اور عوام میں رسوا کرنا ناجائز ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

ترجمہ: **"اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے، ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔"**[13]

یہ آیت مبارکہ ہمیں سکھاتی ہے کہ کسی بھی انسان کو اس کی ظاہری شکل وصورت، رنگ ونسل یا کسی اور جسمانی خصوصیت کی بنیاد پر کمتر نہیں سمجھنا چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن الله لا ينظر إلى صوركم وأموالكم. ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم"۔[14]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ تمہاری شکل وصورت کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دل اور اعمال کو دیکھتا ہے۔"

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے کسی کی ظاہری شکل، رنگ، یا جسمانی نقائص پر مذاق بنانے سے بھی سختی سے منع فرمایا۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کمزور اور کم شکل وصورت کے مالک تھے، مگر نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے عزت ومحبت کا اظہار فرمایا اور ان کی شادی کروائی۔[15]

درج بالا اصول وضوابط کی روشنی میں ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ

- کسی کی آن لائن بے عزتی (Public Shaming) اور بدزبانی کے خلاف سخت قوانین بنائے۔
- کسی کی ذاتی تصاویر یا ویڈیوز بغیر اجازت شیئر کرنے کو جرم قرار دے۔
- سوشل میڈیا کے صارفین کے لیے باقاعدہ اصول وضوابط متعارف کرائے تاکہ وہ ان حدود کا خیال رکھیں۔

الغرض رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہمیں سکھاتی ہے کہ معاشرتی فلاح وبہبود کے لیے عزت واحترام، دیانت داری اور نرمی کو اپنانا ضروری

---

13 ۔القرآن، سورۃ الحجرات: 11۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ﴾

14 ۔محمد بن مسلم بن حجاج قشیری، **صحيح مسلم**، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم ظلم المسلم، وخذله، واحتقاره، ودمه، وعرضه، وماله، رقم الحديث: 2564۔

15 ۔احمد بن حنبل، **مسند أحمد**، مسند البصريين، حديث ابي برزة الاسلمي، ج33، ص28، رقم الحديث: 19784۔مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الاولىٰ 1421ھ۔

ہے۔ آج کے سوشل میڈیا کے تناظر میں ریاست کو چاہیے کہ وہ آن لائن عزت و احترام کے فروغ، سائبر کرائم کی روک تھام اور مثبت ڈیجیٹل کلچر کے قیام کے لیے مؤثر اقدامات کرے۔ اگر ریاست سیرت النبی ﷺ کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ڈیجیٹل تربیت، سائبر قوانین اور اخلاق اقدار کو فروغ دے تو ایک ایسا مثالی سوشل میڈیا کلچر پروان چڑھ سکتا ہے جو معاشرے کی فکری، اخلاقی اور روحانی ترقی میں معاون ثابت ہو۔

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں سوشل میڈیا پر توہین کی روک تھام کے لیے حکومتی اقدامات

عہد رسالت میں شعر و شاعری اور مرثیے کو ایک مؤثر ابلاغی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا جس کے ذریعے اسلامی پیغام کو بدنام کرنے، مسلمانوں کے خلاف نفرت بھڑکانے اور دشمنی کو فروغ دینے کی کوشش کی جاتی تھی۔ کعب بن اشرف جیسے یہودی شعرا نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ ہجو لکھ کر، اور جنگ بدر کے مقتولین کے مرثیے کہہ کر قریش کو انتقام پر ابھارتے تھے۔ ان ہتھکنڈوں کا مقصد رائے عامہ کو اسلام کے خلاف منفی طور پر متاثر کرنا تھا۔ آج کے دور میں یہی کردار سوشل میڈیا نے اپنالیا ہے جہاں توہین، جھوٹ، فحاشی اور کردار کشی تیزی سے پھیلائی جاتی ہے۔ جس طرح اُس وقت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم ﷺ کے دفاع میں شاعری کو بطور ہتھیار استعمال کیا، اسی طرح آج کے مسلم صحافیوں، مفکرین اور اہل علم پر لازم ہے کہ وہ سوشل میڈیا کے ذریعے مثبت بیانیہ پیش کریں اور جھوٹے پروپیگنڈے کا علمی و عملی توڑ کریں۔ سیرت نبوی ہمیں سکھاتی ہے کہ فتنہ انگیزی کے خلاف حکومتی سطح پر مؤثر اقدامات کیے جائیں اور باطل نظریات کا جواب حکمت، سچائی اور بہترین ابلاغی حکمت عملی کے ساتھ دیا جائے۔

سوشل میڈیا پر توہین کے سدِّباب کے لیے حکومتی اقدامات (Government Measures to Prevent Blasphemy on Social Media)

سوشل میڈیا پر مقدسات کی توہین کی روک تھام کے لیے حکومتوں کو قانونی راستے اختیار کرنے چاہئیں۔ جیسے کہ توہین مذہب یا کردار کشی کے خلاف سخت قوانین بنانا اور ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دینا۔ عین اسی طرح جیسے رسول اللہ ﷺ نے توہین کرنے والوں کو سزا دینے کا عمل اختیار کیا تھا۔ اس سے معاشرتی امن قائم ہوگا اور توہین کے رجحان کو روکا جاسکے گا۔

سوشل میڈیا کی نگرانی

حکومتوں کو سوشل میڈیا کی نگرانی اور اس پر مواد کی جانچ پڑتال کرنے کے لیے مضبوط ادارے بنانے چاہئیں۔ اس کا مقصد یہ ہوگا کہ توہین یا نفرت پھیلانے والے مواد کو بروقت روک دیا جائے اور اسے ہٹایا جائے۔ اس میں صحافتی اور میڈیا قوانین کی پیروی بھی ضروری ہے تاکہ انفرادی آزادیوں کا احترام برقرار رہے۔

تعلیمی پروگرامز

رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ایک اہم سبق یہ بھی ہے کہ توہین اور جھوٹ کو روکنے کے لیے عوام کو آگاہی دینا ضروری ہے۔ اس کے لیے حکومتیں تعلیمی پروگرامز، ورکشاپس اور سیمینارز منعقد کرسکتی ہیں تاکہ عوام کو سوشل میڈیا کے صحیح استعمال کے بارے میں آگاہی دی جاسکے اور توہین آمیز مواد کو پہچاننے کی صلاحیت پیدا کی جاسکے۔

دینی وثقافتی رہنمائی

سوشل میڈیا پر توہین کے سدّباب کے لیے دین اور ثقافت کے رہنماؤں کو فعال کردار ادا کرنا چاہیے۔ حکومتیں انہیں اس بات کی ترغیب دے سکتی ہیں کہ وہ سوشل میڈیا پر اخلاقی اقدار کو فروغ دیں اور لوگوں کو اس بات کی تعلیم دیں کہ مقدسات کی توہین دین یا معاشرتی طور پر بالکل ناقابلِ قبول ہے۔

سخت سزاؤں کی وضاحت

اس بات کا یقین دلا دیا جائے کہ جو شخص بھی سوشل میڈیا پر توہین، فحاشی یا نفرت پھیلانے کا مرتکب ہوگا، اسے سخت قانونی سزائیں دی جائیں گی۔ اس طرح سوشل میڈیا پر اس برائی کے پھیلاؤ کو روکا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی سیرت طیبہ میں مقدسات کی توہین کے خلاف سخت ترین موقف اختیار کیا، خاص طور پر جب غیر مسلم شعرا کے اشعار یا بیانات کے ذریعے مسلمانوں کے مقدسات کی توہین کی جاتی تھی۔ آپ ﷺ نے ایسی ہر توہین کے جواب میں حکمت، شجاعت اور فہم و فراست سے کام لیا تاکہ مسلمان اپنی عزت و عظمت کی حفاظت کر سکیں اور معاشرتی فساد سے بچ سکیں۔

سوشل میڈیا پر فحاشی و بے ہودگی کے سدّباب کے لیے سیرت النبی ﷺ سے رہنمائی

آج کے دور میں سوشل میڈیا پر فحاشی، عریانی اور بے ہودہ مواد کا پھیلاؤ ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے، جو نہ صرف معاشرتی اخلاقی بگاڑ کا سبب بن رہا ہے، بلکہ ذہنی و روحانی صحت پر بھی منفی اثرات مرتب کر رہا ہے۔ عہدِ رسالت ﷺ میں بھی اشعار کے ذریعے بے بنیاد باتوں، فسادات اور اخلاقی گراوٹ کو فروغ دیا جاتا تھا جس کی قرآن و حدیث میں نشان دہی کی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات ہمیں سکھاتی ہیں کہ ایسے مواد کی روک تھام کے لیے انفرادی اور اجتماعی سطح پر اخلاقی حدود اور ضوابط قائم کیے جائیں۔ سوشل میڈیا کے منفی اثرات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے قول و فعل کو اسلامی اصولوں کے مطابق رکھیں اور برائی کے خلاف شعور بیدار کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت کو بھی سخت پالیسیوں کے ذریعے ایسے مواد کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے مؤثر اقدامات کرنے ہوں گے۔

عہدِ رسالت ﷺ میں بھی اشعار اور زبانی بیان کے ذریعے فحاشی، عریانی اور بے ہودگی کا پھیلاؤ ایک بڑا مسئلہ تھا۔ کچھ شعرا اور افراد ایسے تھے جو اپنے اشعار میں عیب و نقص نکالنے، جھوٹ بولنے اور فحش مواد پیش کرنے میں مصروف تھے۔ اشعار کے ذریعے نہ صرف بے ہودہ باتیں پھیلائی جاتی تھیں بلکہ ان کے ذریعے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش بھی کی جاتی تھی۔ مثلاً قبولِ اسلام سے پہلے حضرت کعب بن زہیر جیسے مشہور شاعر نے فحش اشعار کے ذریعے معاشرتی اخلاقیات کو مجروح کرنے کی کوشش کی۔ اس قسم کی شاعری کا مقصد محض تفریح نہیں تھا بلکہ اس کا مقصد اخلاقی بگاڑ اور معاشرتی فساد تھا۔ تاہم نبی ﷺ نے اس قسم کے فحش اشعار کو رد کیا اور اخلاقی اصولوں کو اپنانے کی تاکید کی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو یہ نصیحت کی کہ وہ اپنی شاعری اور گفتار میں صرف اخلاقی، اسلامی اور معاشرتی طور پر مفید باتیں پیش کریں۔

عفت و عصمت کے تحفظ کی تعلیم (Education for Protecting Modesty and Chastity)

نبی اکرم ﷺ نے اپنی تعلیمات میں عفت و عصمت کی اہمیت پر زور دیا اور اس کے تحفظ کے لیے ایک واضح راستہ اپنایا۔ آپ ﷺ نے

مسلمانوں کو غیر ضروری نظر سے بچنے کی تعلیم دی اور اس میں نیک سلوک اور اخلاقی اصولوں کا احترام کرنا ضروری قرار دیا۔ آج کے سوشل میڈیا پر جس طرح سے افراد اپنے نجی معاملات اور ذاتی زندگی کو پبلک کر دیتے ہیں، یہ ان کی عصمت اور عفت کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔

اسلامی معاشرے میں عفت و عصمت کا تحفظ ایک بنیادی فریضہ ہے جس کی ذمہ داری صرف افراد پر نہیں بلکہ ریاست پر بھی عائد ہوتی ہے۔ سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک پاکیزہ اور باحیا معاشرہ قائم کرنے کے لیے نہ صرف افراد کی اصلاح فرمائی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی قوانین نافذ کیے۔ آج کے دور میں جہاں سوشل میڈیا فحاشی، بے حیائی اور غیر اخلاقی مواد کے فروغ کا ایک بڑا ذریعہ بن چکا ہے، وہاں ریاست پر لازم ہے کہ وہ ان برائیوں کی روک تھام کے لیے مضبوط اقدامات کرے۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت ہمیں سکھاتی ہے کہ عفت و عصمت کے تحفظ کے لیے انفرادی اور اجتماعی سطح پر اقدامات ضروری ہیں۔ سوشل میڈیا کے اس دور میں ریاست کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے کہ وہ فحاشی، بے حیائی اور غیر اخلاقی مواد کو روکنے کے لیے سخت قوانین بنائے، مثبت تعلیمات کو فروغ دے اور ایک ایسا معاشرہ تشکیل دے جہاں پاکیزگی، شرم و حیا اور اسلامی اقدار کو فروغ حاصل ہو۔ اگر ریاست نبی کریم ﷺ کی سیرت کے مطابق ان اقدامات کو عملی جامہ پہنائے تو سوشل میڈیا کو ایک مثبت اور تعمیری پلیٹ فارم میں بدلا جا سکتا ہے۔

سیرت النبی ﷺ میں فحاشی، عریانی اور بے ہودگی کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے جو تدابیر اپنائی گئیں، وہ نہ صرف اس وقت کے دور میں کامیاب ثابت ہوئیں بلکہ آج کے سوشل میڈیا کے دور میں بھی ان کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ حکومتوں کو اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ سوشل میڈیا ایک طاقتور ٹول ہے جسے اگر صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے تو معاشرتی اور اخلاقی اصلاح کے لیے بہترین ذرائع میں سے ایک ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم نبی ﷺ کی تعلیمات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس مسئلے کا حل تلاش کریں اور ایک اخلاقی، مثبت اور ذمہ دار سوشل میڈیا ماحول قائم کریں۔ نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں ہر وہ قدم اٹھایا جس سے فحاشی اور بے حیائی کا خاتمہ ہو۔ آپ ﷺ نے خواتین کے پردے کی اہمیت کو اجاگر کیا اور معاشرتی اقدار کو مضبوط کرنے کے لیے بہت سے قوانین مرتب کیے۔ سوشل میڈیا پر بھی ریاست کو اس بات کو یقینی بنانا ہو گا کہ کوئی بھی فحش یا عریاں مواد پھیل نہ سکے اور اس کے خلاف فوری کارروائی کی جائے۔

پبلک ایجوکیشن اور میڈیا لٹریسی (Public Education and Media Literacy)

سوشل میڈیا پر فتنہ و فساد کے سدِّباب کے لیے پبلک ایجوکیشن اور میڈیا لٹریسی کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ریاستی ادارے عوام کو سوشل میڈیا کے خطرات اور اس کے مناسب استعمال کے بارے میں آگاہ کرنے کے لیے تعلیمی پروگرامز (Educational Programs) اور مہمات (Campaigns) چلانے کی ذمہ داری لے سکتے ہیں۔ میڈیا لٹریسی کی تعلیم عوام کو یہ سکھاتی ہے کہ کس طرح وہ سوشل میڈیا پر آنے والی معلومات کا تجزیہ کر سکتے ہیں اور فیک نیوز، نفرت انگیز مواد اور دیگر غیر قانونی مواد سے بچ سکتے ہیں۔

ریاست کو یہ بھی یقینی بنانا چاہیے کہ تعلیمی اداروں میں سوشل میڈیا کی تربیت فراہم کی جائے تاکہ نوجوان نسل اس کے صحیح استعمال کے بارے میں آگاہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں ہمیں ایک اور اہم پہلو معاشرتی اصلاحات (Social Reforms) کا ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے معاشرت میں موجود بے شمار برائیوں کو ختم کیا، جیسے عورتوں کے حقوق کی پامالی، غلاموں کا استحصال اور طبقاتی تفریق۔ آپ ﷺ نے تعلیم کی

اہمیت کو اجاگر کیا اور فرمایا: **"علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے۔"**

پرائیویسی اور نجی زندگی کا تحفظ (Protection of Privacy and Personal Life)

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کی روحانی، معاشرتی اور قانونی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔ پرائیویسی (Privacy) انسانی حقوق کا ایک بنیادی عنصر ہے جسے اسلام نے نہایت اہمیت دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ میں ہمیں رازداری کے اصولوں کی بہترین وضاحت ملتی ہے، جن میں نجی زندگی کی حفاظت، خط وکتابت کی راز داری اور دوسروں کے ذاتی معاملات میں مداخلت سے اجتناب شامل ہیں۔ جدید دور میں سوشل میڈیا، ڈیجیٹل مواصلات اور معلومات کی تیز تر رسائی نے پرائیویسی کے تحفظ کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔ ایسے میں ریاست کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ سیرت النبی ﷺ کے اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قوانین مرتب کرے، جن کے ذریعے شہریوں کی نجی زندگی کی حفاظت یقینی بنائی جا سکے۔

نجی زندگی میں مداخلت کی ممانعت اور ریاستی اقدامات: سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اصول

نبی کریم ﷺ نے واضح الفاظ میں دوسروں کی نجی زندگی میں مداخلت کو منع فرمایا اور تجسس کو ایک قبیح فعل قرار دیا۔ قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: **"اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو، بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور (پوشیدہ باتوں کی) جستجو نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔"**[16]

یہ آیت مبارکہ اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ کسی کے معاملات کی ٹوہ لگانا اور ان کی خفیہ باتیں عام کرنا سخت منع ہے۔ حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"يا معشر من آمن بلسانه، ولم يدخل الإيمان قلبه، لا تغتابوا المسلمين، ولا تتبعوا عوراتهم، فإنه من اتبع عوراتهم يتبع الله عورته، ومن يتبع الله عورته يفضحه في بيته".[17]

ترجمہ: "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی زبان سے اور حال یہ ہے کہ ایمان اس کے دل میں داخل نہیں ہوا ہے مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو، اس لیے کہ جو ان کے عیوب کے پیچھے پڑے گا، اللہ اس کے عیب کے پیچھے پڑے گا اور اللہ جس کے عیب کے پیچھے پڑے گا، اسے اسی کے گھر میں ذلیل ورسوا کر دے گا۔"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"المجالس بالأمانة"۔[18]

(یعنی مجالس امانت ہوتی ہیں۔)

16۔ القرآن، سورۃ الحجرات: 12۔ ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾

17۔ ابو داود سلیمان بن اشعث، **سنن ابی داود**، کتاب الادب، باب الغیبة، ج4، ص270، المکتبة العصریة، بیروت، رقم الحدیث: 4880۔

18۔ ابوداود سلیمان بن اشعث، **سنن ابی داؤد**، کتاب الادب، باب فی نقل الحدیث، ج4، ص268، رقم الحدیث: 4869۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو باتیں کسی مجلس میں کہی جائیں، انہیں وہیں تک محدود رکھنا چاہیے، نہ کہ انہیں کسی اور جگہ پھیلایا جائے۔

درج بالا اصول اصول سیرت کی روشنی میں زمانۂ حاضر میں ریاستی و حکومتی ذمہ داریوں کو واضح کرتا ہے۔ آج کے دور میں جہاں سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز نجی زندگی میں مداخلت کو آسان بنا رہے ہیں، حکومتوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ پرائیویسی کے تحفظ کے لیے مؤثر قوانین نافذ کریں۔ اسلام میں نجی معاملات کو افشاں کرنے کی سخت ممانعت ہے اور ریاستی سطح پر اس کا اطلاق ضروری ہے تاکہ ہر فرد کی عزت و وقار محفوظ رہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت ہمیں سکھاتی ہے کہ کسی کے راز فاش کرنا اور دوسروں کے عیب تلاش کرنا نہ صرف سماجی انتشار کا باعث بنتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی سخت گرفت کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا حکومتی سطح پر سوشل میڈیا قوانین، سائبر کرائمز کے خلاف سخت اقدامات اور لوگوں میں ڈیجیٹل اخلاقیات (Digital Ethics) کے فروغ کی اشد ضرورت ہے تاکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک مہذب اور باحیا معاشرہ تشکیل دیا جاسکے۔

ازدواجی زندگی اور نجی معاملات میں رازداری: سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اصول

اسلام نے ازدواجی زندگی اور نجی معاملات کی رازداری کو خصوصی اہمیت دی ہے اور اسے پردۂ اخفا میں رکھنے کی سختی سے ترغیب دی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إن من أشر الناس عند الله منزلة يوم القيامة، الرجل يفضي إلى امرأته، وتفضي إليه، ثم ينشر سرها"۔[19]

ترجمہ: قیامت کے دن بدترین شخص وہ ہوگا جو اپنی بیوی کے ساتھ راز کی بات کرے اور پھر اسے عام کردے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی کے معاملات کو دوسروں کے سامنے بیان کرنا انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے۔ اسلام نے گھر کی چار دیواری کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا ہے، مگر آج کے ڈیجیٹل دور میں فیملی وی لاگنگ (Family Vlogging) اور نجی زندگی کی تشہیر کی وبا نے ان اسلامی اصولوں کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ آج کل لوگ جانے یا انجانے میں خود اپنا گھر دوسروں کو دکھا رہے ہیں، حالاں کہ شریعت کا اصول تو یہ ہے کہ کسی کے گھر میں جھانکنا جائز نہیں۔ لیکن سوشل میڈیا کے ذریعے لوگ اپنی زندگی کے ہر پہلو کو دوسروں کے سامنے پیش کر رہے ہیں جو نہ صرف اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ پرائیویسی کے اصولوں کی بھی خلاف ورزی ہے۔

ریاست پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ میاں بیوی کے نجی معاملات کو سوشل میڈیا یا کسی بھی پلیٹ فارم پر شیئر کرنے کو غیر قانونی قرار دے اور انتقامی فحش مواد (Revenge Porn) اور بغیر اجازت نجی تصاویر کی تشہیر (Non-Consensual Image Sharing) کے خلاف سخت ترین قوانین متعارف کرائے۔ اسی طرح طلاق اور خاندانی مسائل کو میڈیا میں اچھالنے کے خلاف ضابطہ اخلاق نافذ کیا جائے تاکہ معاشرتی بے راہ روی اور اخلاقی انحطاط کو روکا جاسکے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، ازدواجی تعلقات اور گھریلو زندگی کو مکمل رازداری میں رکھنا ہی صحت مند اور باوقار معاشرتی نظام کی ضمانت ہے۔

---

19 ۔محمد بن مسلم بن حجاج قشیری، **صحیح مسلم**، باب تحریم افشاء سر المرأة، رقم الحدیث: 1437۔

خط وکتابت اور ڈیجیٹل پرائیویسی کا تحفظ

رسول اللہ ﷺ نے نجی خط وکتابت اور پیغامات کی رازداری کو یقینی بنایا اور کسی بھی خط کو بغیر اجازت پڑھنے یا افشا کرنے سے منع فرمایا۔ ارشاد فرمایا:

"إذا حدث الرجل بالحديث ثم التفت فهي أمانة"۔[20]

(یعنی "جب کوئی شخص تم سے کوئی بات کہے اور ادھر اُدھر دیکھے (کہ کوئی سن نہ لے) تو وہ بات ایک راز ہے، لہٰذا اسے افشاں نہ کرو۔"

اس کی سب سے بڑی مثال سیرت میں ملتی ہے جب رسول اللہ ﷺ نے مختلف بادشاہوں کو خطوط بھیجے، اور ہر خط پر مہر (Seal) لگائی تاکہ اس کی رازداری محفوظ رہے۔[21]

اس کی روشنی میں ریاست پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ:

- ڈیجیٹل کمیونی کیشن اور سوشل میڈیا پرائیویسی کے تحفظ کے لیے جامع قوانین بنائے جائیں تاکہ شہریوں کے ڈیٹا اور پیغامات کو غیر قانونی طور پر حاصل کرنے والوں کے خلاف کارروائی کی جاسکے۔
- ای میل، فون کالز اور ڈیجیٹل ڈیٹا کی سیکیورٹی کو یقینی بنانے کے لیے جدید سیکیورٹی سسٹمز متعارف کروائے جائیں۔
- Leaking of Personal Data کو روکنے کے لیے سخت سزائیں مقرر کی جائیں تاکہ شہریوں کا اعتماد بحال رہے۔

الغرض سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پرائیویسی کا تحفظ اسلام کا ایک بنیادی اصول ہے۔ جدید ریاستوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ قوانین، عدالتی فیصلوں اور سوشل میڈیا کی پالیسیوں کے ذریعے شہریوں کی نجی زندگی کو محفوظ بنائیں۔ اگر سیرت النبی ﷺ کے اصولوں کو بنیاد بنا کر جدید ڈیجیٹل پالیسیز ترتیب دی جائیں تو ایک ایسا سماج تشکیل دیا جاسکتا ہے جہاں ہر فرد خود کو محفوظ، مطمئن اور باوقار محسوس کرے۔

سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر نگرانی اور اصلاحات (Monitoring and Reforms on Social Media Platforms)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور میں ایسے اصول وضع کیے تھے جو معاشرتی امن وسکون کو برقرار رکھنے کے لیے تھے۔ آپ ﷺ نے ان اصولوں کی نگرانی (Surveillance) بھی کی اور ان پر عمل درآمد (Enforcement) کو یقینی بنایا۔ سوشل میڈیا پر فتنہ وفساد کو روکنے کے لیے حکومتیں سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو ایسا پابند کر سکتی ہیں کہ وہ اپنے صارفین کے مواد پر نظر رکھیں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ ان کے پلیٹ فارمز پر ایسا مواد نہ آئے جو سماجی امن میں خلل ڈالے۔

ریاستی ادارے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر نگرانی (Monitoring) بڑھا کر فتنہ وفساد کو روکنے کے لیے مؤثر اقدامات کر سکتے ہیں۔ حکومتیں سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو قانون کے دائرے میں لانے اور ان پر قواعد وضوابط (Rules and Regulations) کے نفاذ کے لیے اقدامات کر سکتی ہیں۔ اس میں سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے مواد پر مکمل نگرانی، فیک نیوز اور نفرت انگیز تقاریر کو ہٹانے کی ذمہ داری اور سوشل میڈیا

20۔ ابوداود سلیمان بن اشعث، **سنن ابی داود**، کتاب الادب، باب فی نقل الحدیث، ج4، ص267، رقم الحدیث: 4868۔

21۔ محمد بن یوسف صالحی شامی، **سبل الھدیٰ والرشاد**، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 1414ھ، ج2، ص46۔

صارفین کے ڈیٹا کی حفاظت (Data Protection) کی پالیسی شامل ہے۔

ریاستی ادارے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے ساتھ تعاون کر کے ان پلیٹ فارمز کی اصلاحات (Reforms) کر سکتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے معاشرتی فتنہ وفساد کا خاتمہ کیا جا سکے۔ اس میں الگورتھمز (Algorithms) کی اصلاح، مواد کی نگرانی کے طریقۂ کار میں بہتری اور سوشل میڈیا کی حفاظت کے نئے نظاموں کا نفاذ شامل ہو سکتا ہے۔

سائبر کرائمز کا سدِّباب اور اسلامی اصول (Prevention of Cyber Crimes and Islamic Principles)

سوشل میڈیا کے بڑھتے ہوئے استعمال کے ساتھ سائبر کرائمز جیسے ہراسانی (Harassment)، دھوکہ دہی (Fraud)، انٹرنیٹ کے ذریعے نقصان پہنچانا (Cyberbullying) اور ڈیٹا لیکس (Data Leaks) ایک سنگین مسئلہ بن چکے ہیں۔ ان کے سدباب کے لیے حکومت پر لازم ہے کہ وہ مؤثر قانون سازی کرے اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو جدید ٹیکنالوجیز سے آراستہ کرے تاکہ ان جرائم کی شناخت اور تدارک کیا جا سکے۔

مزید برآں سوشل میڈیا پلیٹ فارمز (Social Media Platforms) کو ایسے سیکیورٹی (Security) اقدامات اور پالیسیاں فراہم کرنے کی ضرورت ہے جو صارفین کو آن لائن ہراسانی سے محفوظ رکھ سکیں۔ حکومت کو آگاہی مہمات (Awareness Campaigns) کے ذریعے شہریوں کو سائبر سیکیورٹی (Cyber Security) کی تربیت دینی چاہیے تاکہ وہ اپنے ڈیٹا اور آن لائن شناخت کو محفوظ رکھ سکیں۔

سیرتِ نبوی ﷺ ہمیں سکھاتی ہے کہ کسی کی ذاتی زندگی میں مداخلت کرنا اور اس کے راز افشا کرنا نہ صرف غیر اخلاقی بلکہ اسلامی نقطۂ نظر سے بھی سخت منع ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ایک دوسرے کے رازوں کی حفاظت کریں اور کسی کے پوشیدہ معاملات کی ٹوہ نہ لگیں۔[22] جدید ریاستی نظام میں اگر ان اصولوں کو بنیاد بنا کر ڈیٹا پروٹیکشن (Data Protection) اور سائبر کرائمز (Cyber Crimes) کے قوانین مرتب کیے جائیں تو ایک محفوظ اور باوقار ڈیجیٹل معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ اسی لیے حکومت پر لازم ہے کہ وہ درج ذیل عملی اقدامات کرے تاکہ شہریوں کے نجی ڈیٹا کو غیر قانونی رسائی سے بچایا جا سکے:

ڈیٹا پروٹیکشن قوانین (Data Protection Laws)

شہریوں کے ذاتی ڈیٹا کے تحفظ کے لیے سخت قوانین متعارف کروائے جائیں، جن کے تحت کسی بھی فرد یا ادارے کو بغیر اجازت نجی معلومات شیئر کرنے یا فروخت کرنے کی اجازت نہ ہو۔

سخت سزائیں (Strict Penalties)

ڈیٹا چوری (Data Theft)، غیر قانونی شیئرنگ (Unauthorized Sharing) اور ہیکنگ (Hacking) جیسے جرائم میں ملوث افراد اور اداروں کے لیے سخت سزائیں مقرر کی جائیں تاکہ اس عمل کی حوصلہ شکنی ہو۔

22۔ ابوداود سلیمان بن اشعث، ''سنن ابی داود''، کتاب الادب، باب الغیبۃ، ج 4، ص 270، رقم الحدیث: 4880۔

سوشل میڈیا اور ٹیکنالوجی کمپنیوں پر پابندیاں(Regulations on Social Media & Tech Companies)

بڑی ٹیک کمپنیوں (Tech Companies) اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز (Social Media Platforms) کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ صارفین کی معلومات کو غیر مجاز طور پر کسی تیسرے فریق کو فروخت نہ کریں اور ڈیٹا لیکس (Data Leaks) کی صورت میں جواب دہ ہوں۔

سائبر سیکیورٹی پروٹوکول(Cyber Security Protocols)

سرکاری و نجی اداروں میں جدید سائبر سیکیورٹی (Cyber Security) پروٹوکول متعارف کروائے جائیں تاکہ ان کے ڈیٹا بیس (Database)کو ہیکرز (Hackers) اور دیگر غیر مجاز افراد سے محفوظ رکھا جاسکے۔

عوامی آگاہی مہمات(Public Awareness Campaigns)

عوام میں یہ شعور اجاگر کیا جائے کہ وہ اپنی نجی معلومات(Private Information)، پاس ورڈز(Passwords)، اور دیگر حساس ڈیٹا (Sensitive Data) کو محفوظ رکھیں اور غیر محفوظ ویب سائٹس (Websites) یا ایپس (Apps) پر اپنی معلومات شیئر کرنے سے گریز کریں۔

عدالتی اور قانونی چارہ جوئی کو مؤثر بنانا(Effective Legal Actions & Judiciary Process)

ڈیٹا لیکس (Data Leaks) کے کیسز میں متاثرہ افراد کو فوری انصاف فراہم کرنے کے لیے عدالتی کارروائی کو مؤثر اور تیز کیا جائے، تاکہ انہیں کسی بھی قسم کے مالی نقصان (Financial Loss) یا سماجی نقصان (Social Damage) سے بچایا جاسکے۔

خلاصہ(Summary)

سوشل میڈیا جدید دور میں ایک طاقتور اور مؤثر ذریعہ بن چکا ہے جو دنیا کو ایک گلوبل ولیج میں تبدیل کر رہا ہے۔ اس کے ذریعے تعلیم، کاروبار، سیاست اور سماجی روابط میں بے پناہ ترقی ہوئی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ کئی چیلنجز بھی پیدا ہوئے ہیں۔ خصوصاً پرائیویسی کی خلاف ورزی، غلط معلومات کی ترسیل اور غیر اخلاقی مواد کی اشاعت ایسے مسائل ہیں جو سماج میں بگاڑ پیدا کر سکتے ہیں۔ اس لیے سوشل میڈیا کے استعمال میں ذمہ داری اور اعتدال کا دامن تھامنا ضروری ہے تاکہ اس کے مثبت پہلوؤں سے استفادہ کیا جاسکے اور اس کے نقصانات سے محفوظ رہا جاسکے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سوشل میڈیا کا استعمال تبھی جائز اور مؤثر ہے جب وہ اخلاقی، قانونی اور اسلامی اصولوں کے دائرے میں رہے۔ سیرت نبوی ﷺ ہمیں سکھاتی ہے کہ معلومات کی ترسیل میں سچائی، دیانت داری، حکمت اور نرمی کو اپنایا جائے اور دوسروں کی نجی زندگی کا احترام کیا جائے۔ کسی کی پرائیویسی کی خلاف ورزی کرنا، خفیہ ملاقاتوں کی ویڈیوز بنانا، یا گھریلو معاملات کو عوامی سطح پر لے آنا نہ صرف اسلامی اقدار کے منافی ہے بلکہ معاشرتی انتشار کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

ریاست پر لازم ہے کہ وہ سوشل میڈیا کے مثبت اور ذمہ دارانہ استعمال کو فروغ دینے کے لیے مؤثر پالیسیز مرتب کرے۔ غلط معلومات، نفرت انگیز مواد اور پرائیویسی کے مسائل کے سدّباب کے لیے سائبر سیکیورٹی کو مضبوط بنایا جائے اور معیاری اسلامی اور اخلاقی مواد کی ترویج کو یقینی بنایا جائے۔ اگر ریاست سیرت النبی ﷺ کے ان اصولوں پر عمل کرے تو ایک ایسا تعمیری اور اخلاقی سوشل میڈیا کلچر فروغ پاسکتا ہے جو سماجی ترقی،

فکری بلندی اور انسانی وقار کے تحفظ میں اہم کردار ادا کرے گا۔

الغرض سوشل میڈیا کا استعمال ایک طاقت ور ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے بشرطیکہ ہم اسے ذمہ داری، دانش مندی اور اسلامی اخلاقیات کے مطابق استعمال کریں۔ اس کا مثبت اور تعمیری استعمال نہ صرف فرد کی زندگی کو بہتر بنا سکتا ہے بلکہ پورے معاشرے کی ترقی اور اصلاح میں بھی کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات ہمیں سکھاتی ہیں کہ ابلاغ عامہ (Mass Communication) اور سوشل میڈیا کو سچ، حکمت اور نیکی کے فروغ کے لیے استعمال کیا جائے۔ اگر ریاست اسلامی اقدار پر مبنی ڈیجیٹل میڈیا انفراسٹرکچر قائم کرے، تو معاشرہ جھوٹ، فحاشی اور اخلاقی زوال سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سوشل اور ڈیجیٹل میڈیا کی اصلاح آج کے دور کی اہم ضرورت ہے۔

نتائج (Findings)

- سوشل میڈیا کا مثبت اور منفی استعمال جدید دور کا ایک اہم چیلنج بن چکا ہے جس کے مؤثر حل کے لیے ریاستی اور سماجی سطح پر عملی اقدامات ضروری ہیں۔
- سیرت النبی ﷺ ہمیں سچائی، اخلاقیات اور باہمی عزت و احترام کا درس دیتی ہے جو سوشل میڈیا کے غلط استعمال کو روکنے میں بنیادی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔
- فیک نیوز، جھوٹی افواہیں، نفرت انگیز تقاریر اور آن لائن بدتمیزی کے خلاف مؤثر قوانین اور ان کا نفاذ ناگزیر ہے تاکہ معاشرتی ہم آہنگی برقرار رہے۔
- فحاشی و بے ہودگی کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے میڈیا لٹریسی، عفت و عصمت کی تعلیم اور والدین و اساتذہ کا کردار اہم ہے۔
- پرائیویسی کا تحفظ اور سائبر کرائمز کے خلاف سخت اقدامات اسلامی اور قانونی نقطۂ نظر سے لازم ہیں تاکہ افراد کی نجی زندگی متاثر نہ ہو۔
- ریاست کو چاہیے کہ وہ جدید سوشل میڈیا پالیسیز کو سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ترتیب دے، تاکہ سچائی، انصاف اور امن و آشتی کو فروغ دیا جا سکے۔

- **سفارشات (Recommendations)**

- **قانونی اصلاحات:** جھوٹی خبروں، افواہوں، نفرت انگیز مواد اور فحاشی کے سدباب کے لیے سخت قوانین بنائے جائیں اور ان کا مؤثر نفاذ یقینی بنایا جائے۔
- **میڈیا لٹریسی:** عوام میں میڈیا لٹریسی کو فروغ دیا جائے تاکہ لوگ خود سچ اور جھوٹ میں فرق کر سکیں اور غیر مصدقہ خبروں کو شیئر کرنے سے گریز کریں۔
- **سوشل میڈیا پر نگرانی:** سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر ریاستی سطح پر نگرانی کا ایک مضبوط نظام قائم کیا جائے تاکہ غلط معلومات اور غیر اخلاقی مواد کی بروقت نشاندہی کی جا سکے۔
- **تعلیم و تربیت:** اسکول، کالج اور جامعات میں سوشل میڈیا کے مثبت استعمال، اخلاقی تربیت اور اسلامی اقدار پر مبنی خصوصی نصاب

شامل کیا جائے۔

- **پرائیویسی کا تحفظ :** نجی زندگی میں مداخلت کے خلاف سخت قوانین نافذ کیے جائیں اور عوام کو ان کے ڈیجیٹل حقوق سے آگاہ کیا جائے۔
- **سائبر کرائمز کے خلاف کارروائی :** سوشل میڈیا کے غلط استعمال، ہراسگی، بلیک میلنگ اور فراڈ کے خلاف فوری قانونی ایکشن لیا جائے اور سائبر کرائم ونگ کو مزید فعال بنایا جائے۔
- **مثبت مواد کی ترویج :** حکومت اور مذہبی ادارے مل کر سیرت النبی ﷺ پر مبنی مثبت مواد کو فروغ دیں تاکہ لوگوں کی اخلاقی اور دینی تربیت ہو سکے۔
- **بین الاقوامی تعاون :** سوشل میڈیا پالیسیز کو عالمی سطح پر موجود قوانین سے ہم آہنگ کیا جائے تاکہ بین الاقوامی کمپنیوں پر دباؤ ڈالا جا سکے کہ وہ اسلامی اقدار کے خلاف مواد ہٹانے میں تعاون کریں۔

یہ سفارشات ریاستی اور سماجی سطح پر ایک مؤثر نظام کے قیام میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں جو سیرت النبی ﷺ کے اصولوں کے مطابق ایک پرامن اور باوقار ڈیجیٹل ماحول کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرے گا۔

2

مقالہ نگار:
مقصود احمد
(لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ)

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت میں ریاستی ذمہ داریاں؛ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

Abstract:

Social media plays a crucial role in our daily lives, serving as a platform that can bring both positive and negative impacts. Human nature tends to incline towards evil and wrongdoing in the absence of supervision or restrictions. Similarly, if there is no monitoring, education, or training regarding the use of social media, People tend to be more influenced by its negative effects than to fully take advantage of its benefits. Therefore, the state has a duty to provide proper education and training for social media users to safeguard them from its negative effects. The state should also monitor the content being uploaded on social media and implement proper legislation to ensure that society benefits from its positive aspects while avoiding the negative ones.

This article discusses the responsibilities of the state regarding the beneficial use of social media and highlights the possible roles the state can play in this regard.

Keywords: Social media, beneficial use, harmful use, training, state, monitoring.

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک دوسرے سے رابطہ کرنے، ایک دوسرے کی بات سمجھنے اور سمجھانے کے لیے قوتِ گویائی اور بیان کی نعمت عطا کی[1] اور اس پر مزید احسان یہ فرمایا کہ اسے قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا۔[2] وقت گزرنے کے ساتھ باہمی رابطے اور ایک دوسرے کی بات کو سمجھنے، سمجھانے کے اس سلسلے میں جدت آتی گئی۔ ٹیکنالوجی میں جدت اور ترقی ہماری زندگی کے مختلف پہلوؤں کو متاثر کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہماری زندگی میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ اپنے مافی الضمیر کو بیان کرنے کا جو سلسلہ زبان سے بولنے سے شروع ہوا تھا وہ بہت جلد تحریر کی صورت اختیار کر گیا اور انسان صدیوں تک بولنے کے ساتھ ساتھ تحریر اور تقریر کے ذریعے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتا رہا۔

(1) الرحمٰن 4:55
(2) القلم 4:96

2 جون 1875ء، کو ٹیلی فون کی ایجاد سے وسائل اتصال میں ترقی کی رفتار بڑھ گئی۔ صدیوں سے جو کام تحریر و تقریر تک موقوف تھا، اس ایجاد کے صرف 51 سال بعد 1926ء تک ریڈیو سے ہوتا ہوا ٹیلی ویژن تک جا پہنچا۔ 1973ء میں پہلا وائرلیس فون ایجاد ہوا اور پھر بہت جلد بٹنوں والے فون کی جگہ ٹچ اسکرین والا موبائل آ گیا۔ بول کر بات کرنے کے لیے ایجاد کیے جانے والے موبائل میں لکھ کر پیغام بھیجنے کی سہولت میسر آئی تو بہت جلد اس نے اتنی ترقی کی کہ اس میں بات کرنے اور پیغام بھیجنے کی سہولت ثانوی حیثیت اختیار کر گئی اور یہ بات کرنے سے زیادہ سوشل میڈیا کے لیے استعمال ہونے لگا۔

سوشل میڈیا کا تعارف:

سوشل میڈیا سے مراد باہمی رابطے کے وہ تمام وسائل ہیں جن پر اکاؤنٹ بنا کر انٹرنیٹ کے ذریعے دوسروں سے رابطہ کیا جاتا ہے اور معلومات، افکار، آرا وغیرہ کو تحریری، صوتی یا ویڈیو کی صورت میں ایک دوسرے تک پہنچایا جاتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں سوشل میڈیا کا تعارف یوں کروایا گیا ہے: "سوشل میڈیا انٹرنیٹ پر سوشل نیٹ ورکنگ اور مائیکرو بلاگنگ کی ویب سائٹس پر مشتمل بڑے پیمانے پر باہمی رابطے کا ایک ذریعہ ہے، جس کے ذریعے صارفین معلومات، خیالات، ذاتی پیغامات اور ویڈیوز جیسا مواد شیئر کرتے ہیں۔"(3)

یونیورسٹی آف کمیونی کیشن اینڈ مارکیٹنگ کی ویب سائٹ پر سوشل میڈیا کی تعریف یوں کی گئی ہے: "سوشل میڈیا انٹرنیٹ پر مبنی باہمی رابطے کا ایک ذریعہ ہے۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز صارفین کو آپس میں بات چیت کرنے، معلومات کا تبادلہ کرنے اور انٹرنیٹ پر مواد تخلیق کرنے کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا کی بہت سی شکلیں ہیں، جن میں بلاگز، مائیکرو بلاگز، ویکیز، سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس اور تصویریں، پیغامات اور ویڈیو شیئر کرنے والی ویب سائٹس شامل ہیں۔"(4)

عصر حاضر میں سوشل میڈیا کی اہمیت:

عصر حاضر میں انٹرنیٹ کا استعمال بہت زیادہ بڑھ جانے کی وجہ سے مختلف سوشل میڈیا پلیٹ فارمز ایک دوسرے کے ساتھ رابطے اور معلومات کے حصول کے لیے بہت سے لوگوں کی زندگی کا لازمی جز بن گئے ہیں۔ کچھ لوگ سوشل میڈیا کو صرف تفریح یا وقت گزارنے کے لیے بلکہ بعض اوقات وقت ضائع کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں، اور کچھ لوگوں نے سوشل میڈیا کے وسائل کی اہمیت کا بروقت ادراک کیا اور اسے اچھے اور مفید انداز میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ پچھلے چند سالوں میں سوشل میڈیا کا استعمال غیر معمولی حد تک بڑھ گیا ہے۔ Statista کی 13 فروری 2025ء کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں کل 5.56 بلین انٹرنیٹ صارفین ہیں جو دنیا کی کل آبادی کا 67.9 فیصد ہیں۔ ان صارفین میں سے 5.24 بلین

---

(3) https://www.britannica.com/topic/social-media Visited on 22 February, 2025.

(4) https://www.usf.edu/ucm/social-media/intro-social-media.aspx Visited on 22 February, 2025.

یعنی دنیا کی کل آبادی کا 63.9 فیصد لوگ سوشل میڈیا استعمال کرتے ہیں۔[5] ہر سوشل میڈیا صارف اوسطاً دو گھنٹے اکیس منٹ روزانہ سوشل میڈیا پر صرف کرتا ہے۔[6]

موجودہ دور میں سوشل میڈیا کے مثبت اور منفی اثرات اس قدر نمایاں ہیں کہ اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ جہاں سوشل میڈیا صحت، نفسیات، تعلیم، معیشت، معاشرت، دین اور اخلاق جیسے میدانوں میں فائدہ مند ثابت ہو رہا ہے، وہیں یہ ان تمام میدانوں میں نقصان اور بگاڑ کا باعث بھی بن رہا ہے۔ اس لیے سوشل میڈیا صارف کے لیے ضروری ہے کہ وہ سوشل میڈیا میں سے مفید اور غیر مفید میں تمیز کر سکے اور اپنے وقت، مال، صحت، اخلاق اور دین پر اس کے اثرات سے بخوبی واقف ہو۔

سوشل میڈیا کے معروف پلیٹ فارمز:

اس وقت استعمال ہونے والے سوشل میڈیا کے معروف پلیٹ فارمز درج ذیل ہیں:

فیس بک (Facebook)، ٹویٹر (Twitter)، جسے اب ایکس (X) کہا جاتا ہے، سکائپ (Skype) واٹس ایپ (WhatsApp)، سنیپ چیٹ (Snapchat)، انسٹاگرام (Instagram)، ٹک ٹاک (TikTok)، یوٹیوب (YouTube)، ریڈ اٹ (Reddit)، پنٹرسٹ (Pinterest)، سنیپ چیٹ (Snapchat)، ٹیلی گرام (Telegram)، وی چیٹ (WeChat)، میسنجر (Messenger)، کیو کیو (QQ)، ڈس کارڈ (Discord)، سیناویبو (Sina Weibo)، تمبلر (Tumblr)، ٹوئچ (Twitch)، اور ای میل (Email) وغیرہ۔ ان میں وہ پلیٹ فارمز بھی شامل ہیں جو کسی پیشہ ورانہ پہلو کے ساتھ خاص ہیں، جیسے لنکڈ ان (LinkedIn)۔ اسی طرح ورڈ پریس (WordPress) اور بلاگر (Blogger) وغیرہ کو بھی سوشل میڈیا میں شمار کیا جا سکتا ہے.

سوشل میڈیا کا مفید اور غیر مفید استعمال:

سوشل میڈیا جدید دور کے ہتھیاروں میں سے ایک ہتھیار ہے، جس کا مثبت اور مفید استعمال جہاں معاشرے کی تعمیر و ترقی کا ضامن بن سکتا ہے وہیں اس کا منفی استعمال معاشرے کی تخریب، بدامنی اور انتشار کا سبب بن سکتا ہے۔ سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم و تربیت میں ریاستی ذمہ داریاں بیان کرنے سے پہلے ہم سوشل میڈیا کے مفید اور نقصان دہ استعمال کی صورتیں بیان کرتے ہیں، تاکہ پہلے یہ بات واضح ہو کہ ریاست کو سوشل میڈیا کے کس استعمال کے لیے تعلیم و تربیت کرنی ہے اور کس استعمال سے صارفین کو روکنا ہے، اس کے بعد اس کے نقصان دہ استعمال سے بچ کر اس کے مفید استعمال کے لیے عوام کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے حکومتی ذمہ داریوں پر بات کریں گے۔

---

(5) https://www.statista.com/statistics/617136/digital-population-worldwide/#:~:text=Worldwide%20digital%20population%202025&text=As%20of%20February%202025%2C%20there,population%2C%20were%20social%20media%20users. Visited on 22 February, 2025.

(6) https://www.smartinsights.com/social-media-marketing/social-media-strategy/new-global-social-media-research/ Visited on 22 February, 2025.

سوشل میڈیا کا مفید استعمال:

سب سے پہلے ہم سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے چند طریقے اور اس سے حاصل کیے جانے والے چند فوائد بیان کرتے ہیں:

1. **لوگوں سے رابطے کا تیز ترین ذریعہ:**

سوشل میڈیا سے پہلے لوگوں سے رابطہ کرنا اس قدر آسان نہیں تھا۔ لوگ اپنے عزیز و اقارب کی موت تک سے سالوں بے خبر رہتے تھے۔ اب سوشل میڈیا نے لوگوں کو باہم اس طرح جوڑ دیا ہے کہ لوگ اپنی زندگی میں مصروف رہتے ہوئے بھی دوسروں کی زندگی کے ہر لمحے سے مسلسل واقفیت حاصل کرتے رہتے ہیں۔

2. **تبلیغ دین اور عوام میں شعور و آگہی پیدا کرنے کا ذریعہ:**

سوشل میڈیا دین کی تبلیغ میں بہت معاون ہو سکتا ہے۔ آپ مختلف سوشل میڈیا پلیٹ فارمز استعمال کر کے دین کی تبلیغ کر سکتے ہیں۔ نیز کسی بھی مسئلے کے بارے میں انتہائی مختصر وقت میں عوام میں شعور پیدا کرنے کے لیے سوشل میڈیا سے زیادہ مفید اور معاون پلیٹ فارم کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

3. **تعلیم و تعلم اور معلومات کے حصول کا موثر ذریعہ:**

آپ کو زندگی کے کسی بھی میدان میں مشکلات در پیش ہوں تو آپ سوشل میڈیا کے ذریعے گھر بیٹھے ان مشکلات کے حل کے لیے اس میدان کے ماہرین کی آرا اور تجربات سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ نیز سوشل میڈیا تعلیمی میدان میں بہت معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ مختلف ادارے سوشل میڈیا کو بچوں کی تعلیم کے لیے کامیاب انداز میں استعمال کر رہے ہیں۔ یہاں ہر شعبے سے متعلقہ معلومات کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ آپ زندگی کے کسی بھی شعبے یا پیشے سے منسلک ہیں یا کسی بھی قسم کا شوق رکھتے ہیں، آپ کو اپنے شعبے، پیشے یا شوق کے حوالے سے جس قسم کی بھی معلومات درکار ہوں آپ سوشل میڈیا سے بآسانی حاصل کر سکتے ہیں۔

4. **کمائی کا ذریعہ:**

سوشل میڈیا نے اچھا مواد بنانے والوں کے لیے کمائی کرنے کے بے شمار دروازے کھول دیے ہیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(1) سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارمز پر اپنا تخلیق کردہ مواد اپلوڈ کر کے ویوز اور ایڈز سے کمایا جا سکتا ہے۔

(2) سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارمز پر کاروبار کی تشہیر کر کے کاروبار کو وسعت دی جا سکتی ہے۔

(3) آپ سوشل میڈیا کے ذریعے اپنی مطلوبہ ملازمت یا ملازم تک جلد رسائی کر سکتے ہیں۔

(4) سوشل میڈیا نے کاروبار میں مدد کرنے کے ساتھ کام کے بہت سے نئے مواقع بھی پیدا کیے ہیں، جیسے ویڈیو گرافی۔ اس کے لیے کیمروں کی صنعت اور خرید و فروخت، اچھے کیمروں والے موبائل، اسٹینڈ اور سیلفی اسٹک وغیرہ، ویڈیو ایڈیٹنگ، گرافک ڈیزائننگ، ویب سائٹ بنانا اور گروپ یا پیج چلانے کے لیے لوگوں کی ضرورت ہے۔

5. **مطلوبہ چیز کی تلاش کا آسان اور تیز ترین ذریعہ:**

آپ کو کوئی بھی چیز تلاش کرنے کے لیے اخبارات میں اشتہار دینے، لوگوں کو فون کرنے، لوگوں کے پاس جانے یا کسی اور ذریعے سے لوگوں سے رابطہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ سوشل میڈیا کے ذریعے چند لمحوں میں بہت آسانی سے ملک یا دنیا کے کسی بھی حصے میں اپنی مطلوبہ کسی بھی چیز تک پہنچ سکتے ہیں۔

6. **نہایت مؤثر جنگی اور نفسیاتی ہتھیار:**

سوشل میڈیا صرف تفریح کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ اسے جنگ کے دنوں میں ایک نہایت مؤثر جنگی ہتھیار کے طور پر بھی استعمال کیا جارہا ہے۔ اس کے ذریعے آپ دشمن کی مختلف قسم کی معلومات حاصل کرسکتے ہیں اور دشمن کی جنگی چالوں یا جنگی تیاریوں سے بھی آگاہ ہوسکتے ہیں اور دشمن کو میدان جنگ میں ہرانے سے پہلے نفسیاتی طور پر ہرایا جاسکتا ہے۔

7. **بدعنوان عناصر کو بے نقاب کرنے اور حکومت پر دباؤ ڈالنے کا مؤثر ذریعہ:**

سوشل میڈیا کو مختلف سیاست دانوں، حکومتی افسران اور عوام میں سے بدکردار اور بدعنوان عناصر کو بے نقاب کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ عوام اپنے مطالبات حکومت تک پہنچانے کے لیے اور انہیں منوانے کے لیے حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لیے سوشل میڈیا کو استعمال کرسکتے ہیں اور سوشل میڈیا کے ذریعے بروقت ڈالا گیا دباؤ بعض اوقات مسائل کے حل میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

سوشل میڈیا کا نقصان دہ استعمال:

سوشل میڈیا ایک دودھاری تلوار ہے۔ جس طرح یہ بے پناہ فوائد کا حامل ہے اسی طرح بے شمار نقصانات کا سبب بھی ہے، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1. **وقت کا ضیاع:**

اس وقت سوشل میڈیا وقت کے ضیاع کا سب سے بڑا سبب بن چکا ہے۔ اس وقت عمر، عہدے، سماجی اور مالی حیثیت کی تفریق کیے بغیر انٹرنیٹ تک رسائی رکھنے والا ہر انسان اس بیماری کا شکار ہے۔ طلبہ اور چھوٹے بچوں سے لے کر اساتذہ، کاروباری حضرات، سیاست دانوں اور حکمرانوں تک سب اس کام میں ملوث ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق ہر سوشل میڈیا صارف تقریباً دو گھنٹے تیئیس منٹ اوسطاً روزانہ سوشل میڈیا پر صرف کرتا ہے۔[7]

2. **سبسکرائبرز، لائیکس، ویوز اور ویو ٹائم کے حصول کی جائز و ناجائز کوششیں:**

کمائی کا ذریعہ بننے کی وجہ سے سوشل میڈیا پر سبسکرائبرز، لائیکس، ویوز اور ویو ٹائم کے حصول کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ اس کے لیے لوگ ہر طرح کی جائز و ناجائز کوششیں کررہے ہیں۔ اس کام کے لیے کسی کو جھوٹ بولنا پڑے، افواہیں پھیلانی پڑیں، کسی پر بہتان لگانا پڑے یا اپنے گھر کی عورتیں دکھانی پڑیں، لوگ ہر صورت سوشل میڈیا سے کمائی کرنا چاہتے ہیں۔

---

(7) https://soax.com/research/time-spent-on-social-media Visited on 10 March, 2025.

3. **سبسکرائبرز، لائیکس، ویوز اور ویو ٹائم کا نشہ:**

ان چیزوں کا حصول انسان کے لیے باقاعدہ ایک نشے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ان چیزوں کی لت اتنی شدید ہے کہ اس مقالے کی تیاری کے دوران اور سوشل میڈیا کے نقصانات کے بارے میں مختلف رپورٹس پڑھتے ہوئے میں خود اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹس، پیجز اور چینلز کے سبسکرائبرز، واچ ٹائم اور فالورز میں اضافے کو مسلسل دیکھ رہا ہوں۔

4. **سوشل میڈیا کے استعمال کا نشہ:**

National Institute on Drug Abuse اور Brain Mapping Medical Research Organization کے تعاون سے ہونے والی ایک تحقیق جو Psychological Science نامی جریدے میں شائع ہوئی۔ وہ یہ ثابت کرتی ہے کہ سوشل میڈیا کے استعمال سے انسانی دماغ کے وہی حصے متحرک ہوتے ہیں جو چاکلیٹ کھانے، پیسہ جیتنے یا مختلف قسم کا نشہ کرنے سے متحرک ہوتے ہیں اور سوشل میڈیا پر اپنی پوسٹوں پر لائک اور کمنٹ دیکھ کر دماغ کو وہی سکون اور راحت محسوس ہوتی ہے جو مختلف قسم کا نشہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ سوشل میڈیا کے زیادہ استعمال سے انسانی دماغ کے وہ حصے دب جاتے ہیں جو احتیاط کرنے اور خود سے فیصلہ کرنے کا کام کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا استعمال کرنے والا انسان دوسروں کی رائے اور لائکس کو دیکھ کر کسی چیز کے اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ کرنے لگتا ہے۔[8]

5. **فحاشی و عریانی کا سیلاب:**

سوشل میڈیا معاشرے میں فحاشی اور عریانی کو فروغ دینے کا باعث بنا ہے۔ وہ فحش ویڈیوز جو سوشل میڈیا سے پہلے عام لوگوں کی دسترس میں نہیں ہوتی تھیں وہ اب ہر کسی کی دسترس میں ہیں، حتی کہ نابالغ بچے بھی ان ویڈیوز کو دیکھ چکے ہوتے ہیں۔ اور وہ پردہ دار بچیاں جو چند سال پہلے تک ایسی ویڈیوز کے وجود سے واقف نہیں تھیں وہ اپنے گھر بیٹھے ہوئے ایسی فحش ویڈیوز سے محفوظ نہیں ہیں، بلکہ بہت سی عورتیں اپنے گھر بیٹھے ہوئے سوشل میڈیا کے ذریعے اپنے جسم کی نمائش کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔

6. **بچوں کے لیے نقصانات:**

بہت سی سوشل ویب سائٹس اور ایپلیکیشنز بچوں کو اکاؤنٹ بنانے کی اجازت نہیں دیتیں، لیکن بچے جھوٹ بول کر اپنی عمر زیادہ بتا کر اپنا اکاؤنٹ بنا لیتے ہیں اور پھر وہ سوشل میڈیا پر موجود وہ سب کچھ دیکھتے ہیں جو ان کی عمر کے لیے کسی صورت بھی مناسب نہیں ہوتا۔ اسکرین کے مسلسل استعمال سے بچوں کی آنکھیں، ٹچ اسکرین کے زیادہ استعمال سے بچوں کے ہاتھوں کی حساسیت اور موبائل کی ریڈی ایشن سے بچوں کے دماغ متاثر ہو رہے ہیں۔

7. **گمراہ کن خبروں اور افواہوں کی ترویج:**

سوشل میڈیا پر پیش کی جانے والی بہت سی خبریں دراصل صرف افواہیں ہوتی ہیں۔ ویوز لینے کے لیے جان بوجھ کر غلط اور گمراہ کن خبریں دی جاتی ہیں جن کی وجہ سے بہت سے لوگ دھوکہ کھا کر مالی یا جانی نقصان اٹھاتے ہیں۔

---

(8) https://newsroom.ucla.edu/releases/the-teenage-brain-on-social-media Visited on 10 March, 2025.

8. ڈپریشن، پریشانی، نفسیاتی اور دماغی مسائل:

امریکن سایکالوجیکل ایسوسی ایشن (American Psychological Association) کی بے شمار رپورٹس میں سوشل میڈیا کے بکثرت استعمال کو انسان کی جسمانی اور دماغی صحت کے لیے انتہائی نقصان دہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ ڈپریشن، ذہنی تناؤ اور پریشانی جیسی نفسیاتی امراض کا باعث بن رہا ہے۔ خصوصاً بچوں کے لیے اس کا استعمال بہت خطرناک ہے۔ ان کی رپورٹس ان کی ویب سائٹ پر دیکھی جاسکتی ہیں۔[9] اس ویب سائٹ پر موجود چند رپورٹس، سوال وجواب کے سیشنز، پوڈکاسٹس اور تحقیقی مضامین کے موضوعات ملاحظہ کریں:

(1) "سوشل میڈیا کا کتنا استعمال بہت زیادہ کہلائے گا؟ سوال وجواب"[10]

(2) "نوعمری میں سوشل میڈیا کے استعمال پر صحت کے حوالے سے نصیحتیں۔"[11]

(3) "نوعمروں کی دماغی صحت پر سوشل میڈیا کے اثرات: نفسیات کی نظر میں۔"[12]

(4) "سوشل میڈیا کا استعمال کم کرنے سے نوعمروں کی خود اعتمادی میں اضافہ ہوتا ہے۔"[13]

(5) "امریکن سایکالوجیکل ایسوسی ایشن کا امریکی سرجن جنرل سے سوشل میڈیا کے نقصانات کے بارے میں مہم شروع کرنے کا مطالبہ۔"[14]

(6) "امریکن سایکالوجیکل ایسوسی ایشن کا سوشل میڈیا کمپنیوں سے نوجوانوں کی صحت کی ذمہ داری لینے کا مطالبہ۔"[15]

ایسوسی ایشن نے واضح طور پر کہا ہے کہ سوشل میڈیا کا استعمال نوجوانوں کی دماغی صحت اور رویوں کو بری طرح متاثر کر رہا ہے۔ ان

---

(9) https://www.apa.org/ Visited on 23 February, 2025.

(10) https://www.apa.org/topics/social-media-internet/social-media-literacy-teens Visited on 23 February, 2025.

(11) https://www.apa.org/topics/social-media-internet/health-advisory-adolescent-social-media-use Visited on 23 February, 2025.

(12) https://www.apa.org/news/podcasts/speaking-of-psychology/teen-social-media-use Visited on 23 February, 2025.

(13) https://www.apa.org/news/press/releases/2023/02/social-media-body-image Visited on 23 February, 2025.

(14) https://www.apaservices.org/advocacy/news/surgeon-general-dangers-social-media?utm_source=apa.org&utm_medium=referral&utm_content=/search Visited on 23 February, 2025.

(15) https://www.apa.org/news/press/releases/2024/04/social-media-companies-protect-youth Visited on 23 February, 2025.

ٹیکنالوجیز کے مثبت اثرات کو بڑھانے اور منفی اثرات کو کم کرنے کے لیے فوری اقدامات ضروری ہیں۔[16] سوشل میڈیا کے استعمال کی لت نہ صرف انسان کی نفسیاتی حالت کو متاثر کرتی ہے بلکہ اس کی دماغی ساخت میں بھی کچھ تبدیلیاں کر سکتی ہے۔ جدید تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ اس سے دماغ کے فیصلہ سازی، منصوبہ بندی اور جذباتی کنٹرول والے حصوں میں تبدیلیاں رونما ہو سکتی ہیں۔[17] خاص طور پر نوعمر لوگ اس سے بہت زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔[18]

9. نیند کی کمی اور بے خوابی:

سونے سے پہلے سوشل میڈیا کا استعمال پر سکون نیند فراہم کرنے والے ہارمونز کے اخراج کو متاثر کرتا ہے جس سے انسان پر سکون نیند سو نہیں سکتا اور بے خوابی جیسے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ امریکہ کی نیشنل لائبریری آف میڈیسن کی طرف سے "Social Media Use and Sleep Disturbance among Adolescents: A Cross-Sectional Study" کے عنوان سے ایک ریسرچ کی گئی جس کا مقصد سوشل میڈیا کے استعمال اور نیند کی خرابی کے درمیان تعلق کا جائزہ لینا تھا۔ اس تحقیق سے پتا چلا کہ سوشل میڈیا کا زیادہ استعمال نیند کے معیار، نیند کی مدت اور نفسیاتی صحت کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد صحت کے حوالے سے متعلقہ اتھارٹیز، والدین اور اساتذہ کو اس مسئلے سے آگاہ کرنا تھا، تاکہ وہ سوشل میڈیا کے استعمال کو کم کر کے نوجوانوں کے نیند کے بڑھتے ہوئے مسائل کو حل کر سکیں۔[19]

10. قوتِ مدافعت میں کمی

28 ستمبر 2024ء کو شائع ہونے والی ایک رپورٹ بتاتی ہے کہ سوشل میڈیا کا استعمال نہ صرف انسان کی دماغی صحت کے لیے نقصان دہ ہے، بلکہ یہ اس کی قوتِ مدافعت کو بھی کم کرنے کا باعث بنتا ہے اور نیند کے حوالے سے بھی بہت سے مسائل پیدا کرتا ہے۔[20] امریکہ کی نیشنل لائبریری آف میڈیسن (National Library of Medicine) کی ایک اور رپورٹ کے مطابق انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کا استعمال انسان کی نیند اور مدافعتی نظام کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔[21] برطانیہ کی سوانسی یونیورسٹی (Swansea University) کی ایک تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ سوشل میڈیا کے استعمال کو کم کر کے روزانہ پندرہ منٹ تک لانے سے انسان کی عمومی صحت، دماغی صحت اور اس کے مدافعتی نظام میں نمایاں بہتری

(16) https://www.apaservices.org/advocacy/issues/technology-behavior/social-media Visited on 22 February, 2025.

(17) https://www.nature.com/articles/srep45064 Visited on 10 March 2025.

(18) https://neurosciencenews.com/nucleus-accumbens-social-media-4348/ Visited on 10 March 2025.

(19) https://pmc.ncbi.nlm.nih.gov/articles/PMC8233562/ Visited on 23 February, 2025.

(20) https://immunizenevada.org/social-media-use-mental-health-and-its-potential-effects-on-immunity/ Visited on 22 February, 2025.

(21) https://pmc.ncbi.nlm.nih.gov/articles/PMC4526519/ Visited on 22 February, 2025.

آسکتی ہے، نیز تنہائی اور ڈپریشن کی سطح میں بھی کمی واقع ہو سکتی ہے۔[22]

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے لیے اور غیر مفید استعمال سے بچنے کے لیے تعلیم وتربیت کی ضرورت واہمیت:

تعلیم وتربیت انبیاء ورسل کا پیشہ اور امتوں کی ترقی کا ضامن ہے۔ تعلیم وتربیت ہی انسانی فوقیت اور برتری کا پہلا ذریعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تعلیم کے ساتھ ہی فرشتوں کے سامنے سرخرو ہونے کا موقع دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ﴾[23]

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مختلف چیزوں کے نام سکھا کر فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور ان سے ان چیزوں کے نام پوچھے۔ جب فرشتے ان چیزوں کے نام نہ بتا سکے تو خدائی تعلیم وتربیت کی بنا پر حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کے سامنے وہ نام بتا کر علمی طور پر فرشتوں پر پہلی برتری حاصل کی۔ ہادیٔ عالم حضرت محمد ﷺ نے تعلیم وتربیت کو اپنی بعثت کا ایک اہم مقصد قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"مجھے تعلیم دینے والا بنا کر بھیجا گیا"۔[24]

تعلیم وتربیت کی اہمیت کسی بھی عقل مند انسان سے مخفی نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ انسان علی وجہ البصیرت رب کی عبادت کرتا ہے، لوگوں کے ساتھ اچھا تعامل کرتا ہے اور معاشرے کا مفید رکن اور اسلامی ریاست کا مفید شہری بن سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی معاشرہ انسانوں کا معاشرہ بن سکتا ہے، اسی کے ساتھ قومیں بنتی اور ترقی کے مدارج طے کرتی ہیں۔ اس کے بغیر انسانی نفس انسان کو نقصان دہ کاموں پر ابھارتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام یا عزیز مصر کی بیوی کا قول نقل کیا ہے[25]: **﴿وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾**[26] کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بغیر نفس کو پاک نہیں ٹھہرایا جا سکتا، نفس تو برائیوں کا حکم دیتا ہے۔ انسانی نفس کے برائی کی طرف میلان رکھنے کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے مربیٔ انسانیت کی یہ ذمہ داری لگائی کہ وہ انسانوں کی تعلیم وتزکیہ کا فریضہ سرانجام دیں۔[27]

---

(22) https://www.swansea.ac.uk/press-office/news-events/news/2023/03/new-swansea-university-research-shows-reducing-social-media-use-by-just-15-minutes-a-day-can-improve-your-health.php Visited on 22 February, 2025.

(23) البقرة 31:2

(24) القزويني، ابو عبدالله محمد بن يزيد بن ماجه، **سنن ابن ماجه** (مصر: دار احياء الكتب العربية، 1388ھ)، كتاب السنة: باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، 229

(25) مفسرین میں اس بات میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس قول کا قائل کون تھا؟ کچھ مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ بات حضرت یوسف علیہ السلام نے کی جبکہ کچھ مفسرین اس کو عزیز مصر کی بیوی کا قول قرار دیتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: الطبری: ابو جعفر محمد بن جرير، **جامع البيان عن تاويل آي القرآن** (مكة المكرمة: دار التربية والتراث، بدون تاريخ الطبع)، 13 :215207.

(26) یوسف 53:12

(27) آل عمران 164:3

زندگی کے دیگر امور کی طرح انسان کو سوشل میڈیا کے استعمال کے لیے بھی تعلیم وتربیت کی ضرورت ہے، کیوں کہ سوشل میڈیا میں خیر وشر دونوں چیزیں موجود ہیں اور شر کی موجودگی میں انسانی طبیعت خیر کی نسبت شر کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔ سوشل میڈیا کو مفید انداز میں استعمال کرنے اور نقصان دہ استعمال سے بچنے کے لیے سوشل میڈیا صارف کی تعلیم وتربیت ضروری ہے اور یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ سوشل میڈیا صارفین کی تعلیم وتربیت کا معقول اہتمام کرے۔

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت میں ریاستی ذمہ داریاں؛ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں:

جس طرح دیگر دنیوی امور میں عوام سے خیر خواہی کرتے ہوئے انہیں فائدہ پہنچانے اور نقصان سے بچانے کے لیے مناسب تعلیم وتربیت کا اہتمام کرنا ریاست کی یہ ذمہ داری ہے۔ اسی طرح سوشل میڈیا کے حوالے سے بھی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ عوام کو اس کے مفید استعمال کے لیے مناسب رہنمائی فراہم کرے، ان کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرے اور اس کے لیے ذمہ دار افراد یا اداروں کا تعین کرے۔ ذیل میں ہم سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں چند ایسے عملی اقدامات پیش کرتے ہیں، جن پر عمل کر کے ریاست سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے اپنی ذمہ داری پوری کر سکتی ہے:

1. صارف کی شناخت:

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت کے لیے ریاست کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ سوشل میڈیا صارفین کی شناخت کو لازمی قرار دے اور صارف کو بتا دیا جائے کہ اس اکاؤنٹ سے ہونے والی ہر سرگرمی کے آپ ذمہ دار ہیں۔ یہ بات عملی طور پر مشکل نہیں ہے۔ کسی بھی سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر اپنا اکاؤنٹ بنانے کے لیے شناختی کارڈ یا ب فارم لازمی قرار دے دیا جائے اور ہر اکاؤنٹ کو ایک موبائل نمبر کے ساتھ لنک کر دیا جائے، جو اس شخص کی شناخت کا ذریعہ بنے تاکہ خلاف ورزی کی صورت میں اس صارف کو پکڑا جا سکے۔

شریعتِ اسلامیہ نے انسان کو اپنے اعمال کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾[28]

یعنی ہر شخص اپنے اعمال کا اس قدر ذمہ دار ہے کہ وہ صحیح اعمال پیش کرنے تک ان کی وجہ سے گرفتار ہوگا۔

اور فرمایا:

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ (7) وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾[29]

کہ ذرہ بھر بھلائی کرنے والا بھی اسے دیکھ لے گا اور ذرہ بھر برائی کرنے والا بھی اسے دیکھ لے گا۔

سیرتُ النبی ﷺ سے بھی ہمیں یہی رہنمائی ملتی ہے کہ آپ ﷺ نے ہر شخص کو اس کے اعمال کا ذمہ دار قرار دیا۔ اچھے اعمال پر تعریف کی اور برے اعمال پر کہیں آپ ﷺ سرزنش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو کہیں باقاعدہ سزا دیتے ہوئے، حتیٰ کہ لوگوں کے کچھ مخصوص

---

(28) المدثر 38:74

(29) الزلزال 99:7-8

اعمال کی وجہ سے آپ ﷺ نے گناہ گاروں کو رجم بھی کروایا۔[30]

2. جعلی اکاؤنٹس کا سدِباب:

سوشل میڈیا پر موجود جعلی اکاؤنٹس مذہبی اور سیاسی حوالے سے انار کی پھیلانے، جھوٹی خبریں دینے، دہشت گردی، ریاست دشمنی اور اخلاقی برائیوں جیسی بہت زیادہ خرابیوں کا باعث بنتے ہیں۔ کوئی ان پر نشر کیے گئے مواد کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ صارفین کی شناخت کو لازمی قرار دے اور سوشل میڈیا پر موجود تمام جعلی اکاؤنٹس کو بند کرے۔

سیرت النبی ﷺ سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ جہاں آپ سے آپ کی شناخت پوچھی جائے، وہاں آپ اپنی شناخت چھپا نہیں سکتے بلکہ آپ ظاہر کرنے کے پابند ہیں۔ اس کے لیے ہم سیرت النبی ﷺ سے دو دلائل پیش کریں گے:

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا: "میں"۔ آپ ﷺ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا کہ: "یہ میں میں کیا ہوتا ہے؟"[31]

(2) رسول اللہ ﷺ کے سفر معراج میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر آسمان کے دروازے پر دستک دیتے، پوچھا جاتا کہ آپ کون ہیں؟ وہ بتاتے کہ میں جبرائیل ہوں، میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں اور انہیں بلایا گیا ہے۔ وہ پہلے سے ساتویں آسمان تک ہر دروازے پر اسی طرح شناخت ظاہر کر کے دروازہ کھلواتے رہے۔[32]

جب کسی کا دروازہ کھلوانے کے لیے اپنی شناخت کروانا ضروری ہے اور معمول کے مطابق آسمان پر آنے جانے والے جبرائیل علیہ السلام کے لیے بھی اپنی شناخت کروانا ضروری ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمان پر بلایا گیا تھا، ان کے لیے بھی اپنی شناخت ظاہر کرنا ضروری ہے تو پھر کسی سوشل میڈیا صارف کو بھی یہ اجازت نہیں دینی چاہیے کہ وہ اپنی شناخت چھپا کر معاشرے کے لیے نقصانات کا باعث بنے۔

3. سوشل میڈیا اکاؤنٹس کی تعداد کی تحدید:

سوشل میڈیا پر صارفین اور اکاؤنٹس کا طوفان آیا ہوا ہے۔ بہت سے صارفین ایک سے زائد اکاؤنٹ رکھتے ہیں۔ نامناسب مواد نشر کرنے والا صارف ایک اکاؤنٹ بند ہونے پر اسی پلیٹ فارم پر نیا اکاؤنٹ بنا کر وہی کام کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ڈیٹا رپورٹل ڈاٹ کام (https://datareportal.com/) نامی ویب سائٹ پر سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارمز پر موجود صارفین اور ان کے سوشل میڈیا کے

---

(30) النيسابوري، ابو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري، **صحيح مسلم** (القاهرة: مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركائه، 1374ھ 1955م)، كتاب الحدود: باب من اعترف على نفسه بالزنى، 1695.

(31) البخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل، **صحيح البخاري** (دمشق: دار ابن كثير؛ دار اليمامة، الطبعة الخامسة، 1414ھ 1993م)، كتاب الاستئذان: باب إذا قال: من ذا؟ فقال: أنا، 5896.

(32) البخاري، **صحيح البخاري**، كتاب فضائل الصحابة: باب المعراج، 3674.

استعمال کے وقت کے بارے میں فروری 2025ء کی مختلف رپورٹیں دستیاب ہیں۔[33]

ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ مختلف پلیٹ فارمز پر اکاؤنٹس کی تعداد کی تحدید کرے۔ بہتر یہ ہے کہ ہر پلیٹ فارم پر ہر صارف کو صرف ایک اکاؤنٹ بنانے کی اجازت دی جائے تاکہ کوئی بھی اکاؤنٹ مبہم یا مجہول نہ ہو بلکہ ہر اکاؤنٹ کے بارے میں ریاست کو علم ہو کہ یہ اکاؤنٹ کون استعمال کر رہا ہے اور وہ اس اکاؤنٹ سے شیئر یا اپ لوڈ ہونے والے مواد کا ذمہ دار ہو۔

4. تربیتی کورسز کا انعقاد:

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے لیے باقاعدہ طور پر تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنا ریاستی ذمہ داری ہے۔ اس کے لیے سوشل میڈیا اکاؤنٹ بنانے سے پہلے تربیتی کورس میں شرکت ضروری قرار دی جاسکتی ہے اور صارفین کو سوشل میڈیا کے نقصان دہ استعمال سے تنبیہ کرتے اور مفید استعمال پر ابھارنے کے لیے وقتاً فوقتاً مختلف لازمی کورسز رکھے جاسکتے ہیں۔

اس کے لیے ہمیں سیرت النبی ﷺ سے بہت سے دلائل ملتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے امت کو عبادات اور کھانے پینے کے آداب سے لے کر بیت الخلاء جانے اور استنجا کرنے تک کے آداب سکھائے اور ان سب کاموں کے لیے امت کی باقاعدہ تربیت کی، حتیٰ کہ کچھ مشرکوں نے اس بات پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مذاق اڑایا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بغیر ہچکچائے یا شرمندہ ہوئے پیشاب اور استنجا کرنے سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے سکھائے ہوئے آداب بتائے۔[34]

اسی طرح آپ ﷺ نے اکل و شرب کے آداب نہ صرف زبانی بتائے بلکہ عملی طور پر ان کی تربیت بھی دی۔ ایک دن حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے اور ہاتھ پلیٹ میں گھما رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا:

"اے بچے! اللہ کا نام لو، اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ اپنے سامنے سے کھاؤ۔"[35]

5. لائسنس کا اجرا:

سوشل میڈیا کے کسی بھی پلیٹ فارم پر اکاؤنٹ بنانے سے پہلے باقاعدہ طور پر ٹریننگ سیشن کا اہتمام کیا جائے اور اس ٹریننگ سیشن کے بعد امتحان لیا جائے جس سے پاس ہونے کی صورت میں سوشل میڈیا استعمال کرنے کا لائسنس دیا جائے اور فیل ہونے کی صورت میں اسی سیشن میں دوبارہ شرکت کا پابند کیا جائے۔ اس لائسنس کی پانچ یا دس سال کے بعد تجدید کروانا ضروری ہو اور تجدید کرنے سے پہلے ایک دفعہ صارف کی سوشل میڈیا پر سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے۔

---

(33) https://datareportal.com/social-media-users#:~:text=Detailed%20analysis%20by%20the%20team,of%20the%20total%20global%20population, Visited on 03 March, 2025.

(34) النیسابوري، **صحیح مسلم**، کتاب الطهارة: باب الاستطابة، 262.

(35) البخاري، **صحیح البخاري**، کتاب الاطعمة: باب التسمیة علی الطعام والاکل بالیمین، 5061.

اس کے لیے سیرت النبی ﷺ سے ایسے واقعات سے دلیل لی جاسکتی ہے جہاں آپ ﷺ نے صلاحیت دیکھ کر کسی کو کوئی ذمہ داری دی ہو، جیسے آپ نے ہجرت کے موقع پر اپنی چارپائی پر لیٹنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا[36] اور غزوۂ خیبر میں آپ نے فرمایا: "صبح میں یہ جھنڈا اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے اس شخص کو دوں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول بھی پیار کرتے ہیں اور وہ بھاگنے والا نہیں"۔[37] اگلے دن آپ نے وہ جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔[38]

آپ ﷺ کے اس عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی بھی ذمہ داری اس کو دینے سے قبل یہ اطمینان کر لینا چاہیے کہ وہ شخص اس کا اہل ہے۔ اس لیے سوشل میڈیا استعمال کرنے کی اجازت دینے سے پہلے تربیت کے ذریعے صارف کو اس سہولت سے فائدہ اٹھانے کے قابل بنالینا چاہیے اور اس کی اہلیت جانچنے کے لیے باقاعدہ امتحان لیا جاسکتا ہے۔

سوشل میڈیا استعمال کرنا صرف ایک سہولت یا تفریح کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ سوشل میڈیا کا استعمال بہت سے فوائد اور نقصانات کا باعث ہونے کی وجہ سے ایک ذمہ داری ہے جس کے لیے اہلیت ضروری ہے۔ اس لیے حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ سوشل میڈیا کے استعمال کی اجازت دینے سے پہلے باقاعدہ تربیت کروائے اور امتحان لے، تاکہ صرف ان لوگوں کو سوشل میڈیا استعمال کرنے کی اجازت دی جائے جو اس کے اہل ہوں۔

6. ہدایات اور اصول و قواعد کا اجرا:

سوشل میڈیا استعمال کرنے کے لیے باقاعدہ ہدایات جاری کرنا، ضابطۂ اخلاق طے کرنا اور اس کے لیے قانون سازی کرنا بھی ریاستی ذمہ داری ہے۔ اس کے لیے سیرت طیبہ میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔ نبی ﷺ نے زندگی کے تمام امور کے لیے بہت سے اصول وضوابط وضع کیے اور امت کو ہدایات جاری کیں کہ یہ کام ان ہدایات کی روشنی میں کیے جائیں۔ مثلاً:

(1) جانور ذبح کرنے کے لیے آپ ﷺ نے باقاعدہ ہدایات جاری کیں کہ جب جانور ذبح کرنا ہو تو اسے اچھی طرح ذبح کرو، چھری تیز کر

(2) لو اور جانور کو تکلیف سے بچاؤ۔[39]

(3) مارکیٹ میں خرید و فروخت کے لیے مختلف ہدایات جاری کیں، جیسے:

- چیز جہاں خریدی گئی ہے اسے وہاں سے منتقل کیے بغیر اسی جگہ پر فروخت نہ کیا جائے۔[40]

---

(36)النیسابوری، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم، **المستدرک علی الصحیحین** (بیروت: دار الرسالة العالمیة، الطبعة: الأولى، 1439 ھ 2018م)، کتاب الهجرة، 4309.

(37)الشيباني، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد، **مسند الإمام أحمد بن حنبل** (بيروت: مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى، 1421ھ 2001م)، رقم الحديث: 778.

(38)أيضا

(39)الترمذي، ابو عيسى محمد بن عيسى، **جامع الترمذي** (مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، 1395ھ 1975م، الطبعة الثانية)، كتاب الديات: باب ما جاء في النهي عن المثلة، 1409.

(40)البخاري، **صحيح البخاري**، كتاب البيوع: باب النهي عن بيع ما اشتراه قبل القبض، 2137.

- مارکیٹ میں سامان لانے والے تاجر سے مارکیٹ پہنچنے سے پہلے کوئی چیز نہ خریدی جائے۔[41]
- صرف قیمت بڑھانے کے لیے بولی نہ لگائی جائے۔[42]

(4) سیرتُ النبی ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ کسی کی طبیعت کو دیکھتے ہوئے اس پر کسی قسم کی پابندی لگائی جا سکتی ہے، جیسے نبی ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "میں تمہیں کمزور سمجھتا ہوں۔۔۔ آپ کبھی بھی دو لوگوں پر بھی امیر نہ بننا اور نہ ہی یتیم کے مال کی ذمہ داری قبول کرنا۔"[43]

(5) آپ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی نصیحت کی[44] حالاں کہ وترات کے آخری حصے میں پڑھنا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

ان دونوں احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی کی طبیعت، اس کی خصوصیات یا اس کے مزاج کو دیکھتے ہوئے اس پر کوئی پابندی لگائی جا سکتی ہے یا اسے کوئی خاص حکم دیا جا سکتا ہے۔ سوشل میڈیا کے حوالے سے بھی حکومت لوگوں پر کسی بھی قسم کی پابندی لگا سکتی ہے۔ یہ صرف چند مثالیں ہیں ورنہ سیرتِ طیبہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے زندگی کے مختلف کاموں سے متعلق اس طرح کی ہدایات سے بھری پڑی ہے۔

پاکستان میں 2016ء میں سائبر کرائم کو روکنے اور ڈیجیٹل مواد کو ریگولیٹ کرنے کے لیے پیکا ایکٹ (The Prevention of Electronic Crimes Act (PECA) 2016) کے نام سے ایک قانون بنایا گیا تھا۔ اس کا مختصر تعارف آرٹیکل کے آخر میں پیش کیا جائے گا۔

7. ہدایات اور اصول وقواعد کی خلاف ورزی پر سزا اور لائسنس منسوخ کرنا:

ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے لیے قانون سازی کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ جو لوگ اس قانون اور ضابطۂ اخلاق کی خلاف ورزی کریں ان کو سزا دی جائے اور بار بار خلاف ورزی کرنے پر لائسنس منسوخ کر دیا جائے اور ان کا اکاؤنٹ بلاک یا ختم کر دیا جائے۔ اس کے لیے یہ طریقۂ کار اختیار کیا جا سکتا ہے:

(1) ہر اصول اور قانون کی حساسیت اور اہمیت کے مطابق اس کی خلاف ورزی پر پوائنٹس طے کر دیے جائیں۔

(2) ہر خلاف ورزی پر صارف کے کھاتے میں طے شدہ پوائنٹس جمع کر دیے جائیں۔

(3) مختلف سزاؤں کے لیے پوائنٹس کی تعداد طے کر دی جائے، مثلاً دس پوائنٹس پر ایک ہفتے کے لیے، بیس پر پندرہ دن کے لیے، پچاس پر ایک ماہ کے لیے اور سو پر چھ ماہ کے لیے اکاؤنٹ بند کر دیا جائے۔ دو سو ہونے پر اکاؤنٹ بلاک کر دیا جائے اور تین سو ہونے پر اکاؤنٹ مستقل طور پر ختم کر کے صارف کا لائسنس کینسل کر دیا جائے۔

---

(41) النيسابوري، **صحيح مسلم**، كتاب البيوع: باب تحريم تلقي الجلب، 3822.

(42) البخاري، **صحيح البخاري**، كتاب البيوع: باب النجش، 2142؛ النيسابوري، **صحيح مسلم**، كتاب البيوع: باب تحريم بيع الرجل على بيع أخيه، وسومه على سومه، وتحريم النجش وتحريم التصرية، 3813.

(43) النيسابوري، **صحيح مسلم**، كتاب الإمارة: باب باب كراهة الإمارة بغير ضرورة، 1826.

(44) البخاري، **صحيح البخاري**، كتاب الصوم: باب صيام أيام البيض: ثلاث عشرة وأربع عشرة وخمس عشرة، 1880.

سیرت النبی سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف لوگوں کو غلط کام کرنے پر سرزنش بھی کی ہے اور سزا بھی دی ہے۔ مثلاً:

(1) آپ ﷺ کے دور میں تاجروں کو بازار سے چیز خرید کر اسی جگہ بیچنے پر سزا دی جاتی تھی۔(45)

(2) اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے کردہ حدود کی خلاف ورزی پر رجم، ہاتھ کاٹنے یا کوڑوں کی سزا کا تصور اسلام میں موجود ہے اور عہد نبوی ﷺ میں اس کا اطلاق بھی ہوا۔

(3) رسول اللہ ﷺ مارکیٹ میں غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے جس کے اندر نمی والا غلہ تھا۔ آپ ﷺ نے اس غلے کے مالک سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ یہ بارش سے گیلا ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "پھر تم گیلے مال کو اوپر رکھتے تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے۔"(46)

(4) آپ ﷺ نے مارکیٹ میں اچھا کھانا اوپر اور ہلکے معیار کا کھانا نیچے رکھ کر بیچنے والے صحابی کی سرزنش کی اور اسے حکم دیا کہ "اچھے اور ہلکے کھانے کو الگ الگ کر کے فروخت کرے۔"(47)

(5) آپ ﷺ نے بنو اسد قبیلے کے ابن اللتبیہ نامی آدمی کو صدقہ لینے کے لیے بھیجا۔ اس نے واپس آکر کچھ مال بیت المال میں جمع کروایا اور کچھ کو اپنے لیے تحفہ قرار دیا۔ آپ ﷺ نے اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ: "تم اپنی ماں یا اپنے باپ کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھ گئے ہم دیکھتے کہ تمہیں وہاں کوئی تحفہ دے کر جاتا۔"(48)

(6) جمہور ائمہ کے مطابق امام تعزیری سزا دے سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: "جہاں تعزیری سزا متعین ہو وہاں تعزیری سزا دینا امام پر واجب ہے۔" امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ: "امام اپنی مرضی سے تعزیری سزا دینے یا نہ دینے کا فیصلہ بھی کر سکتا ہے۔"(49)

8. والدین، سرپرستوں اور اساتذہ کی بچوں کے سوشل میڈیا کے استعمال کی نگرانی کی تربیت:

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے لیے جہاں صارفین کو تربیت دینے کی ضرورت ہے، وہیں والدین، بچوں کے سرپرستوں، ذمہ داران اور اساتذہ کرام کو بھی تربیت دینے کی ضرورت ہے۔ ریاست اس بات کی ذمہ دار ہے کہ وہ سوشل میڈیا صارفین کی جہاں یہ تربیت کرے کہ انہوں نے خود سوشل میڈیا کو مفید انداز میں کیسے استعمال کرنا ہے، وہیں بچوں کے حوالے سے کوئی بھی ذمہ داری رکھنے والے افراد، والدین، سرپرست یا اساتذہ کی یہ بھی تربیت کرے کہ انہوں نے اپنے بچوں کو سوشل میڈیا کے مفید استعمال پر کیسے لگانا ہے اور اس کے نقصان دہ استعمال سے کس طرح

---

(45) البخاري، **صحيح البخاري**، كتاب البيوع: باب النهي عن بيع ما اشتراه قبل القبض، 2137.

(46) النيسابوري، **صحيح مسلم**، كتاب الايمان: باب قول النبي من غشنا فليس منا، 284.

(47) ابن حنبل، **مسند الإمام أحمد بن حنبل**، 5113.

(48) النيسابوري، **صحيح مسلم**، كتاب الإمارة: باب تحريم هدايا العمال، 1832.

(49) الموسوعة الفقهية الكويتية (كويت: وزارة الاوقاف والشؤون الاسلاميه كويت، طبع الوزارة 1427هـ)، 20/10.

بچانا ہے۔

شریعت اسلامیہ ہمیں نہ صرف خود اعمالِ صالحہ کرنے اور اعمالِ سیئہ سے بچنے کی تلقین کرتی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے اہل و عیال اور بچوں کو بھی مفید کاموں پر لگانے اور نقصان دہ کاموں سے بچانے کی ذمہ داری بھی سونپتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

"اے اہل ایمان! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچالو۔"[(50)]

سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ کرنے پر ہمیں رسول اللہ ﷺ نہ صرف خود لوگوں اور خاص طور پر بچوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں بلکہ آپ ﷺ والدین کو بچوں کی تعلیم و تربیت کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے والدین کو حکم دیا:

"اپنی اولاد کو سات سال کے ہونے پر نماز پڑھنے کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں نہ پڑھنے پر مارو (سزا دو) اور ان کے بستر الگ الگ کر دو۔"[(51)]

اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت تو پھر بھی آدمی کی ذمہ داری ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی لونڈی کی بھی اچھی تعلیم و تربیت پر انسان کو اجر کا مستحق قرار دیا۔[(52)]

آپ نے نہ صرف والدین کو اپنے بچوں کی بلکہ ہر شخص کو اپنے دائرہ کار میں، اپنے تحت آنے والے انسانوں کا نگران اور ان کی تعلیم و تربیت کا ذمہ دار قرار دیا۔ حاکم کو اپنی رعایا کا، آدمی کو اپنے گھر والوں کا، عورت کو اپنے شوہر کے گھر کی، خادم کو اپنے آقا کے مال کا۔ الغرض ہر کسی کو اپنے اپنے دائرہ کار میں ذمہ دار اور نگران قرار دیا ہے۔[(53)]

9. سوشل میڈیا کے استعمال کے لیے عمر کی تعیین:

سوشل میڈیا کے مضر استعمال کے تحت یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ سوشل میڈیا کا بکثرت استعمال لوگوں کی جسمانی صحت کے ساتھ ساتھ دماغی صحت کو بھی خراب کر رہا ہے۔ خاص طور پر بچے اس سے بہت زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔ بچے جسمانی اور دماغی صحت کے ساتھ ساتھ اخلاقی طور پر بھی سوشل میڈیا سے متاثر ہو رہے ہیں۔ سوشل میڈیا بچوں کے اخلاق اور کردار کا بیڑا غرق کر رہا ہے۔ یہاں بچوں کے لیے ایسی چیزیں دستیاب ہیں جو ان سے ان کا بچپن قبل از وقت چھین رہی ہیں۔ سوشل میڈیا نے بچوں پر بہت بڑا ظلم یہ کیا کہ ان سے ان کی معصومیت چھین لی، ان کا وقت برباد کیا اور ان کی جسمانی اور دماغی صحت کو بھی متاثر کیا۔ سوشل میڈیا کا بکثرت استعمال کرنے والے بچے نفسیاتی مسائل کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔

ان سب مسائل کے حل کے لیے ریاست کی ذمہ داری ہے کہ سوشل میڈیا کے استعمال کے لیے عمر کی تعیین کرے، تاکہ بچہ اس عمر سے پہلے سوشل میڈیا استعمال نہ کر سکے۔ والدین کو بھی تاکید کی جائے کہ اپنے بچوں کو اس خاص عمر تک سوشل میڈیا استعمال کرنے کی اجازت نہ

(50) التحریم 6:66

(51) السجستانی، ابوداود سلیمان بن اشعث، **سنن أبي داود** (القاهرة: دار الرسالة العالمية، الطبعة الاولى، 1430 هـ 2009 م)، كتاب الصلاة: باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، 495.

(52) البخاري، **صحيح البخاري**، كتاب الجهاد والسير: باب فضل من أسلم من أهل الكتابين، 2849؛ النيسابوري، **صحيح مسلم**، كتاب الإيمان: باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ إلى جميع الناس ونسخ الملل بملة، 241.

(53) البخاري، **صحيح البخاري**، كتاب الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس: باب العبد راع في مال سيده، ولا يعمل إلا بإذنه، 2278

دیں۔ اگر کسی طرح یہ پتا چلے کہ بچے والدین کا سوشل میڈیا اکاؤنٹ استعمال کرتے ہیں تو اس بات کو سوشل میڈیا قوانین کی مخالفت تصور کرتے ہوئے والدین کو تنبیہ کی جائے اور بار بار ایسی حرکت کرنے والے والدین کا اکاؤنٹ بلاک کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے بلوغت تک بچوں کو تمام شرعی ذمہ داریوں سے بری الذمہ قرار دیا۔[54] جب بچوں کو بلوغت تک عبادات سے استثنا حاصل ہے جو کہ انسان کی زندگی کا بنیادی مقصد ہیں تو انہیں اس عمر میں سوشل میڈیا کے نقصانات سے محفوظ رکھنے کے لیے اس سے دور رکھنا بھی قرین قیاس ہے۔

10. سوشل میڈیا کے استعمال کے وقت کی تحدید:

سوشل میڈیا کے نقصان دہ استعمال میں ہم مختلف عنوانات کے تحت مختلف رپورٹس سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ سوشل میڈیا کا بکثرت استعمال صارفین میں ڈپریشن، پریشانی، نفسیاتی اور دماغی مسائل، نیند کی کمی اور بے خوابی اور قوتِ مدافعت میں کمی اور عمومی صحت کے مسائل پیدا کر رہا ہے۔

عوام کو مذکورہ بالا مسائل سے بچانے کے لیے اور ان کی ذہنی اور جسمانی صحت کی حفاظت کے لیے ریاست کو سوشل میڈیا کے استعمال کا وقت حتی الامکان کم کروانا چاہیے۔ بہت سے صارفین کا سوشل میڈیا استعمال بالکل فضول اور بے فائدہ ہوتا ہے۔ ایسے صارفین کے استعمال کو بہت زیادہ کم کرنے کی ضرورت ہے۔ ریاست کو اس حوالے سے قانون سازی کرنی چاہیے اور آٹومیٹک ایسے چیک لگانے چاہییں کہ جن سے سوشل میڈیا کو فضول استعمال کرنے والے صارفین کے سوشل میڈیا استعمال کرنے کے وقت کو کم کیا جاسکے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سیرت النبی ﷺ سے ایک اصول روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **"لا ضرر ولا ضرار"**[55] نہ پہلے خود کسی کو نقصان پہنچانا جائز ہے اور نہ بدلے کے طور پر۔ جب آپ کے لیے کسی اور کو نقصان پہنچانا یا تکلیف دینا جائز نہیں ہے، تو یہ بالکل ممنوع ہو گا کہ آپ کوئی ایسی چیز استعمال کریں جو خود آپ کو نقصان پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾[56]

یعنی اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

جب سوشل میڈیا کا زیادہ استعمال لوگوں کے لیے ذہنی اور جسمانی طور پر نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے اور نیند کے یا نفسیاتی مسائل پیدا کر رہا ہے تو مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں لوگوں کو ان نقصانات سے بچانے کے لیے اس کے استعمال کے وقت میں کمی بھی کی جاسکتی ہے اور کسی کو بہت زیادہ نقصان ہو رہا ہو تو اسے مطلقاً اس کے استعمال سے منع بھی کیا جاسکتا ہے۔

(54) الترمذي، **جامع الترمذي**، كتاب الحدود: باب ما جاء فيمن لا يجب عليه الحد، 1423.

(55) القزويني، **سنن ابن ماجه**، كتاب الاحكام: باب من بنى في حقه ما يضر بجاره، 2341. حديث حسن. انظر للتفصيل: الالباني: السلسلة الصحيحة: 250؛ الالباني: ارواء الغليل، 896.

(56) البقرة 2: 195.

11. سوشل میڈیا پر نشر کیے جانے والے مواد کی مکمل نگرانی:

سوشل میڈیا پر نشر کی جانے والی بے بنیاد خبریں، افواہیں، بے ہودگی، فحاشی اور عریانی پر مشتمل مواد، فضول اور لایعنی چیزیں، مذہبی منافرت اور مقدسات کی توہین پر مبنی اور ریاست مخالف مواد معاشرے میں بہت سی خرابیوں کو جنم دے رہا ہے۔ ریاست کو چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا پر نشر کیے جانے والے مواد کی باقاعدہ نگرانی کروائے اور نقصان دہ مواد کو حذف کروائے اور ایسا مواد نشر کرنے والے صارفین کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرے اور بار بار تنبیہ کے باوجود ایسا مواد نشر کرنے والے اکاؤنٹس کو بند کروائے۔ سوشل میڈیا پر درج ذیل مواد کو پھیلنے سے روکنا ضروری ہے:

جھوٹی خبریں اور افواہیں:

سوشل میڈیا پر پھیلائی جانے والی جھوٹی خبریں اور افواہیں بعض اوقات انسانوں کی جان تک لے لیتی ہیں۔ جھوٹی خبر چند منٹ میں کسی کی عمر بھر کی کمائی ہوئی عزت کو داؤ پر لگا دیتی ہے۔ جھوٹی خبروں کی وجہ سے لوگ مالی نقصان بھی اٹھاتے ہیں اور جانی بھی۔ آج کل تو جیسے لوگ خاص طور پر بیٹھے یہ کام کر رہے ہیں حتی کہ جھوٹے نوٹیفکیشن تک سوشل میڈیا پر وائرل کیے جاتے ہیں۔ اسکولوں میں سردیوں، گرمیوں یا عید کی چھٹیوں کا اصلی نوٹیفکیشن آنے سے پہلے دو تین جعلی نوٹیفکیشن سوشل میڈیا پر وائرل ہو چکے ہوتے ہیں۔ بعد میں متعلقہ اداروں کو نوٹیفکیشن جعلی ہونے کا اعلان کرنا پڑتا ہے۔ ایسی خبروں اور افواہوں کے نقصانات سے لوگوں کو بچانے کے لیے ریاست کی ذمہ داری ہے کہ جھوٹی خبریں پھیلانے والوں اور افواہیں اڑانے والوں کو بروقت پکڑے، ان کی مناسب تادیب اور تعلیم وتربیت کا اہتمام کرے اور اصرار کرنے والوں کے اکاؤنٹ بند کرے۔

جھوٹی خبر اور افواہ اتنی خطرناک چیز ہے کہ سیرتِ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی عائلی زندگی کے حوالے سے سب سے اذیت ناک اور تکلیف دہ واقعہ جس میں آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کا الزام لگا۔ اس کی بنیاد صرف ایک جھوٹی خبر پر تھی جو منافقین نے گھڑی اور بدقسمتی سے چند مسلمان بھی ان کی اس سازش کا شکار ہو گئے اور انہوں نے بھی اس جھوٹی خبر کو پھیلانا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ، آپ کے اہل بیت اور تمام مسلمان کئی دن شدید اذیت سے دوچار رہے حتی کہ اللہ تعالی نے وحی کی صورت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل کی۔[57]

سیرتِ طیبہ سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے کہ انسان کو حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے کہ وہ خود کوئی افواہ یا بدگمانی پیدا ہونے کا موقع ہی نہ دے۔ آپ ﷺ مسجد میں اعتکاف بیٹھے تھے وہاں آپ کے پاس آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات تشریف لائیں۔ وہ سب واپس چلی گئیں۔ صرف سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس رہ گئیں۔ آپ ﷺ انہیں چھوڑنے کے لیے ان کے گھر تک گئے۔ راستے میں آپ کو دو انصاری صحابہ ملے۔ وہ آپ کو دیکھ کر پاس سے گزر گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں واپس بلایا اور فرمایا کہ یہ: "تمہاری ماں صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہے۔" وہ دونوں حیرت کا اظہار کرنے لگے کہ کیا ہم آپ کے بارے میں کچھ اور سوچ سکتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "شیطان انسان میں خون کی طرح چلتا ہے۔ مجھے یہ ڈر پیدا ہوا کہ کہیں شیطان تمہارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔"[58]

---

(57) الواقدي، محمد بن عمر بن واقد، **كتاب المغازي** (لندن: جامعة أكسفورد، 1966م)، 2، 439426.

(58) البخاري، **صحيح البخاري**، كتاب الاعتكاف: باب زيارة المراة زوجها في اعتكافه، 1933.

جھوٹ اتنی قبیح چیز ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ بول کر بچے کی توجہ ہٹانے یا اسے جھوٹ موٹ کوئی چیز دینے کا وعدہ کرنے سے بھی منع فرمایا۔ حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ ﷺ ہمارے گھر میں تھے۔ میری والدہ نے مجھے کوئی چیز دینے کا کہہ کر بلایا۔ آپ نے پوچھا کہ تم نے اسے کیا دینا تھا؟ انہوں نے کہا: کھجور۔ آپ نے فرمایا کہ: "اگر تم نے اسے کچھ نہ دینا ہوتا تو یہ جھوٹ لکھا جاتا۔"(59)

رسول اللہ ﷺ نے جھوٹے آدمی کی بڑی سخت سزا بیان کی۔ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں جھوٹے آدمی کی سزا دکھائی گئی۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو بیٹھا ہوا دیکھا، اس کے سر کے پاس ایک آدمی ہاتھ میں لوہے کا کنڈا لیے کھڑا تھا۔ وہ کنڈا اس کے گال میں ڈال کر گدی تک چیر دیتا۔ پھر وہ دوسرے گال میں وہی کنڈا ڈالتا اور اسے گدی تک چیر دیتا۔ دوسرا گال چیرنے تک پہلا گال ٹھیک ہو چکا ہوتا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے فرشتوں سے اس کے بارے میں پوچھا کہ اس آدمی کا گناہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ ایسا جھوٹا آدمی تھا جو ایک جھوٹ بولتا تھا اور اس کا جھوٹ آفاق میں پھیل جاتا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے سر کے پاس کھڑا فرشتہ قیامت کے دن تک ایسے ہی کرتا رہے گا۔(60)

کسی کے بولے ہوئے جھوٹ کے آفاق میں پھیلنے والی بات آج کل سوشل میڈیا پر بالکل فٹ آتی ہے۔ آدمی کوئی ایک جھوٹی پوسٹ کرتا ہے اور چند لمحوں میں وہ پوسٹ پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ ایسی جھوٹی خبریں اور افواہیں پھیلانے والوں کو جھوٹے آدمی کے انجام سے ڈرنا چاہیے۔

بعض اوقات کوئی جھوٹی خبر صرف غلط فہمی پر مبنی ہوتی ہے، حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوتا، جیسے سیرت نبوی سے ایک معروف واقعہ جسے بہت سے محدثین اور سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو بنو مصطلق سے زکوۃ لینے کے لیے بھیجا۔ جب اس قبیلے کو پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ کا نمائندہ زکوۃ لینے کے لیے آرہا ہے تو وہ اس کے استقبال کے لیے اپنی بستی سے باہر نکل آئے۔ اتنے لوگوں کو بستی کے باہر کھڑے دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ شاید یہ مجھے مارنے کے لیے بستی سے باہر نکل آئے ہیں۔ وہ وہیں سے ڈر کر رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آگئے اور آکر اپنے گمان کے مطابق کہہ دیا کہ بنو مصطلق نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس بات سے بہت غصہ آیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ لوگ خود رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے کہ اس طرح آپ کا نمائندہ آیا تھا۔ ہم تو اس کے استقبال کے لیے نکلے لیکن وہ واپس پلٹ آیا۔(61)

اس واقعے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: **﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾**۔(62)

اس طرح کی غیر تحقیق شدہ بات نقل کرکے یا اس پر یقین کر کے کسی پریشانی میں پڑنے سے بہتر ہے کہ پہلے تصدیق کرلی جائے۔ اسی

---

(59) السجستاني، **سنن أبي داود**، كتاب الأدب: باب في الكذب، 4991.

(60) أبو عوانة، يعقوب بن إسحاق الإسفراييني، **المسند الصحيح المخرج على صحيح مسلم**، (المدينة المنورة: الجامعة الإسلامية، الطبعة الأولى، 1438 هـ 2016م) كتاب الرؤيا، وما جاء فيها عن النبي صلى الله عليه وسلم: باب بيان رؤية من يثلغ رأسه في المنام بالحجر، وتأويل من يشرشر شدقه، أو عينه، أو منخره إلى قفاه.....10051.

(61) الطبري، **جامع البيان عن تأويل آي القرآن**، 21؛350349.

(62) الحجرات 49:6

لیے رہبر کائنات ﷺ نے فرمایا: "**کفی بالمرء کذبا أن یحدث بکل ما سمع**"[63] کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اس کا ہر سنی سنائی بات بیان کر دینا ہی کافی ہے۔ سوشل میڈیا پر بغیر تحقیق کے کوئی بھی پوسٹ کرنا، پوسٹ کو لائیک، شیئر، ٹویٹ اور ری ٹویٹ کرنا اسی زمرے میں آئے گا۔

فحاشی، عریانی اور بے ہودگی پر مبنی مواد اور ویب سائٹس:

سوشل میڈیا پر فحاشی، عریانی، بے حیائی اور بے ہودگی کا ایک سیلاب آیا ہوا ہے۔ اپنے گھروں میں موجود عورتیں سوشل میڈیا کے ذریعے اپنے جسم کی نمائش کر رہی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے ذو معنی گفتگو سے بڑھ کر اب فحش گفتگو اور فحش ویڈیوز تک دسترس رکھتے ہیں۔ اس صورتِ حال میں ریاست کو چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا صارفین کی اس حوالے سے تعلیم وتربیت کا اہتمام کرے۔ تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا پر نشر ہونے والے مواد کی مکمل نگرانی کی جائے اور غیر اخلاقی مواد کو حذف کیا جائے۔ جو لوگ بار بار یہ حرکت کریں ان کا لائسنس منسوخ کیا جائے اور ان کے اکاؤنٹ ختم کر دیے جائیں۔

واقعۂ افک کے تناظر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"مومنوں میں بدکاری کے پھیلاؤ کو پسند کرنے والوں کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔"[64]

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ اس بندے کے لیے تادیب ہے جو کوئی بری بات سنے اور اس میں سے کوئی چیز اس کے ذہن میں اٹک جائے کہ اگر وہ اس کے بارے میں بات کرے تو زیادہ بات نہ کرے اور اسے بڑھا چڑھا کر پیش کرنے یا اسے پھیلانے کی کوشش نہ کرے۔"[65]

فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق مؤمن لعن طعن کرنے والا، فحش گوئی اور یاوہ گوئی کرنے والا نہیں ہوتا۔[66] رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر ایک آدمی نے بدکاری کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے اسے اپنے پاس بٹھا کر بڑی ہی نرمی سے سمجھایا کہ جیسے تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہاری ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی یا خالہ بدکاری کرے ایسے ہی لوگ بھی اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے لیے دل کی طہارت کی اور پاک دامنی کی دعا کی تو وہ اس واقعے کے بعد کسی طرف پلٹ کے دیکھتے بھی نہیں تھے۔[67] قاضی محمد سلیمان منصوری پوری نے "رحمۃ للعالمین" میں رسول اللہ ﷺ کی اس دعا اور اس حکیمانہ اسلوب کو آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ قرار دیا ہے۔[68]

ریاست کی ذمہ داری ہے کہ بدکاری کرنے والوں اور مسلمان معاشرے میں فحاشی اور عریانی پھیلانے والوں کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرے اور باز نہ آنے والوں کے خلاف کارروائی کرے۔

---

(63) النیسابوري. **صحیح مسلم**. کتاب المقدمة: باب باب النهي عن الحدیث بکل ما سمع. 5.

(64) النور 19:24

(65) ابن کثیر. عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر الدمشقي. **تفسیر القرآن العظیم** (السعودیة: دار ابن الجوزي للنشر والتوزیع. الطبعة الأولی. 1431 ھ). 5 510.

(66) الترمذي. **جامع الترمذي**. کتاب البر والصلة: باب ما جاء في اللعنة. 2092.

(67) ابن حنبل. **مسند الإمام أحمد بن حنبل**. 22211.

(68) منصوری پوری، قاضی محمد سلیمان سلمان۔ **رحمۃ للعالمین** (فیصل آباد: مرکز الحرمین، 2007)، 3/ 734۔

فضول مواد:

سوشل میڈیا پر موجود بہت سا مواد ایسا ہے جس کا معاشرے کو سرے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ صرف مفید مواد کو سوشل میڈیا پر نشر کرنے کی اجازت دے اور لوگوں کی تعلیم و تربیت بھی اس طرح کی جائے کہ وہ مفید مواد تخلیق کریں اور معاشرے میں پھیلائیں۔ جو لوگ غیر مفید یا فضول مواد تخلیق کریں اور اسے سوشل میڈیا پر نشر کریں ان لوگوں کو تنبیہ کی جائے اور ان کے مواد کو حذف کیا جائے اور بار بار تنبیہ کے باوجود ایسا کرنے والوں کے اکاؤنٹ بند کیے جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لغو اور فضول باتوں سے اعراض کرنے والوں کی تعریف کی ہے۔(69) اور سیرت نبوی سے بھی ہمیں یہی رہنمائی ملتی ہے کہ ایک مسلمان کو فضول کام نہیں کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لایعنی (فضول) چیزوں کو چھوڑ دینا آدمی کے اسلام کی خوب صورتی ہے۔"(70)

مذہبی منافرت اور مقدسات کی توہین پر مبنی مواد:

سوشل میڈیا پر ایک بہت بڑا فتنہ اور اس کا ایک بہت بڑا منفی استعمال مذہبی منافرت، بے جا فتویٰ بازی اور مقدسات کی توہین پر مبنی مواد ہے۔ دینی تعلیم سے یکسر بے بہرہ، جاہل لوگ صرف ویوز لینے کے لیے مختلف شرعی مسائل پر فتویٰ بازی کرتے رہتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر دوسروں پر گستاخی اور کفر کے فتوے لگاتے رہتے ہیں۔ آج کل مختلف مذاہب کے مقدسات، مذہبی رہنماؤں اور مذہبی کتابوں کی توہین معمول بن گئی ہے۔ ریاست کو اس طرح کا مواد فوراً حذف کروانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ: "کفار اللہ کے علاوہ جن لوگوں کی عبادت کرتے ہیں انہیں بھی برا نہ کہا جائے، کیوں کہ اگر ہم انہیں برا کہیں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کو برا کہیں گے۔"(71)

سیرت نبوی سے مذہبی رواداری کی ایک بہت خوب صورت مثال ملتی ہے کہ آپ ﷺ نے جب یہودیوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملنے کی خوشی میں عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ: "ہم تمہاری نسبت حضرت موسیٰ کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔"(72) آپ نے ان کے مذہبی مقدسات کی توہین کرنے کی بجائے ان کی اچھی چیز کو خود اپنا لیا۔ نیز آپ ﷺ نے جنگ کے دوران بھی مذہبی عبادت گاہوں کو گرانے(73) اور راہبوں(74) (مذہبی رہنماؤں) کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

---

(69) المومنون 23:3

(70) الترمذي، **جامع الترمذي**، كتاب الزهد: باب فيمن تكلم بكلمة يضحك بها الناس، 2317.

(71) الانعام 6: 108

(72) ابن قيم الجوزية، أبو عبد الله محمد بن أبي بكر بن أيوب، **زاد المعاد في هدي خير العباد** (الرياض: دار عطاءات العلم، الطبعة: الثالثة، 1440هـ 2019م)، 2؛87.

(73) أبو عُبيد القاسم بن سلاّم بن عبد الله الهروي البغدادي، **كتاب الأموال** (بيروت: دار الفكر، 1988م)، 123.

(74) ابن حنبل، **مسند الإمام أحمد بن حنبل**، 2728.

مالی دھوکا دہی:

سوشل میڈیا پر مالی دھوکا دہی اور فراڈ کے بہت سے طریقے رائج ہیں۔ لوگ کسی کا اکاؤنٹ ہیک کر کے اس کی شناخت کے ساتھ اور مختلف حیلوں بہانوں سے لوگوں سے پیسے ہتھیا لیتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر جو تجارت ہوتی ہے لوگ اصلی چیز دکھا کر جعلی چیز فروخت کر دیتے ہیں۔ اس قسم کے مالی بدعنوانی کے جتنے بھی طریقے سوشل میڈیا پر موجود ہیں حکومت کو چاہیے کہ ان کے حوالے سے سوشل میڈیا صارفین کی تعلیم وتربیت کا اہتمام بھی کرے اور ان کی مسلسل نگرانی بھی کرے۔ بار بار ان چیزوں کا ارتکاب کرنے والوں کے اکاؤنٹ بند کرے اور انہیں سوشل میڈیا سے بلاک کر دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق: "دھوکہ کرنے والے انسان کا ہم مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔"(75)

12. دھوکا دہی اور بے ہودہ مواد کی شکایت کا آسان طریقہ کار:

پاکستان میں سوشل میڈیا پر پائے جانے والے جرائم ہوں یا معاشرے میں پائے جانے والے عمومی جرائم، ان سب کے حوالے سے قوانین تو موجود ہیں، لیکن ہمارا قانونی نظام اتنا پیچیدہ ہے کہ ان قوانین کا عملی اطلاق اور ان قوانین سے فائدہ اٹھانا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہاں لوگ موبائل پر کال کر کے، مختلف طریقوں سے دھوکا دے کر مالی فراڈ کر لیتے ہیں۔ لوگ قانون سے اتنے مایوس ہیں کہ کوئی ان کی شکایت ہی نہیں کرتا۔ اگر ان کی شکایت کر بھی دی جائے تو کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ سوشل میڈیا پر پائی جانے والی بے ضابطگیوں کو رپورٹ کرنے کا آسان سے آسان طریقہ فراہم کرے اور ایک دفعہ شکایت کرنے کے بعد شکایت کنندہ کو اس کا پیچھا کرنے اور اس پر پیسے لگانے کی ضرورت نہ ہو، بلکہ ریاست خود بخود مجرموں تک رسائی حاصل کرے اور ان کو ان کے انجام تک پہنچائے۔

13. خود احتسابی کا جذبہ:

حکومت کی طرف سے کیے گئے اقدامات تب تک کارآمد ثابت نہیں ہوتے جب تک عوام میں خود احتسابی کا جذبہ پیدا نہ ہو۔ علما اور ریاست دونوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ لوگوں میں خود احتسابی کا جذبہ پیدا کریں تاکہ لوگ جس کام کو گناہ یا ناجائز سمجھیں وہ خود ہی اس سے بچنے کی کوشش کریں۔

لوگوں میں یہ جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ سوشل میڈیا پر اچھا مواد نشر کرنے والے کو اس مواد کو دیکھنے، سننے اور اس سے فائدہ اٹھانے والے تمام لوگوں کا اجر ملے گا اور ناجائز یا نامناسب مواد نشر کرنے والا ہر دیکھنے اور سننے والے کے گناہ کا ذمہ دار ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرنے والے کو اپنے اجر کے ساتھ ساتھ اس طریقے پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا وہ بھی ان کے اجر میں کوئی کمی کیے بغیر اور کوئی برا طریقہ ایجاد کرنے والے کو اپنا گناہ بھی ملے گا اور اس کے مطابق عمل کرنے والوں کا گناہ بھی ملے گا اور ان کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔"(76) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی اچھے کام کی طرف رہنمائی کی اسے اس کے کرنے والے جتنا اجر ملے گا۔"(77)

(75) النیسابوری، **صحیح مسلم**، کتاب الایمان: باب قول النبی من غشنا فلیس منا، 284.

(76) النیسابوری، **صحیح مسلم**، کتاب العلم: باب من سن سنة حسنة او سیئة، ومن دعی الی هدی او ضلالة، 1018.

(77) أیضا، کتاب الإمارة: باب فضل إعانة الغازي في سبیل الله بمرکوب وغیره، وخلافته في أهله بخیر، 1018.

سوشل میڈیا پر جو لوگ کسی کا اکاؤنٹ ہیک کر لیتے ہیں یا کسی کے حذف کیے ہوئے پیغامات یا مواد کو چوری چھپے دیکھنے یا سننے کی کوشش کرتے ہیں انہیں یہ حدیث بتانے کی ضرورت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "لوگوں کے ناپسند کرنے کے باوجود ان کی بات سننے والے کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔"(78)

14. سوشل میڈیا کی نگرانی کے لیے پاکستانی قانون:

پاکستان میں 2016ء میں سائبر کرائم کو روکنے اور ڈیجیٹل مواد کو ریگولیٹ کرنے کے لیے پیکا ایکٹ (The Prevention of Electronic Crimes Act (PECA) 2016) کے نام سے ایک قانون بنایا گیا تھا۔ اس قانون کے مطابق کسی بھی ڈیٹا یا کسی کے اکاؤنٹ تک غیر قانونی رسائی جرم ہے۔ قومی سلامتی یا اہم انفراسٹرکچر کو نقصان پہنچانے والی سرگرمیاں بھی جرم ہیں۔ کسی بھی طرح کی آن لائن جعل سازی، کسی کی شناخت چرانا یا مالیاتی دھوکہ دہی قابلِ سزا جرم ہے۔ آن لائن بدتمیزی، دھمکیوں یا ہراسانی پر بھی سزاؤں کا تعین کیا گیا ہے۔(79)

جنوری 2025ء میں اس قانون میں چند ترامیم منظور کی گئیں۔ ان میں سے اہم بات یہ ہے کہ جھوٹی خبریں یا جھوٹی معلومات پھیلانے پر تین سال تک قید یا بیس لاکھ روپے جرمانہ کیا جا سکتا ہے۔ سوشل میڈیا کو کنٹرول کرنے کے لیے سوشل میڈیا ریگولیشن اینڈ پروٹیکشن اتھارٹی کے نام سے ایک نیا ادارہ قائم کیا گیا۔(80)

پاکستان میں قوانین اپنی درست روح کے مطابق کم ہی استعمال ہوتے ہیں۔ اللہ کرے یہ قانون سوشل میڈیا پر پائی جانے والی فحاشی، عریانی، دھوکہ دہی اور مالیاتی فراڈ کو کنٹرول کرنے کا باعث بنے اور اسے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہوئے اس سے عوام کی آواز کو دبانے کا کام نہ لیا جائے۔

تجاویز و سفارشات

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم و تربیت میں ریاست کے مثبت کردار کے لیے درج ذیل تجاویز و سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

1. سوشل میڈیا استعمال کرنے کے لیے تربیتی کورسز کا انعقاد کر کے باقاعدہ لائسنس کا اجرا کیا جائے اور یہ کورسز وقفے وقفے سے کروائے جائیں۔
2. صارف کی شناخت کو یقینی بنایا جائے اور اکاؤنٹس کو شناختی کارڈ نمبر کے ساتھ جوڑا جائے۔
3. جعلی اکاؤنٹ بنانے والوں، لوگوں کی شناخت چرانے والوں اور اکاؤنٹ ہیک کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جائیں۔
4. سوشل میڈیا کے اکاؤنٹس کی تعداد، استعمال کرنے کے لیے عمر اور وقت کی تعیین کی جائے۔
5. لوگوں کو سوشل میڈیا کے مفید اور غیر مفید استعمال کے بارے میں آگاہی دی جائے۔

---

(78) ابن حنبل، **مسند الإمام أحمد بن حنبل**، 3387.

(79) https://www.na.gov.pk/uploads/documents/1470910659_707.pdf Visited on 23 March, 2025.

(80) https://www.na.gov.pk/uploads/documents/679255ee36f45_595.pdf Visited on 23 March, 2025.

6. سوشل میڈیا استعمال کرنے کے لیے قانون سازی کی جائے اور ضابطۂ اخلاق جاری کیا جائے۔ ان ہدایات اور قوانین کی مخالفت کرنے کے لیے کرنے والوں کے لیے سزا طے کی جائے اور اگر وہ مخالفت سے باز نہ آئیں تو ان کے اکاؤنٹ بند کیے جائیں۔
7. بچوں کی تربیت کے تمام ذمہ داران کی اس بات پر تربیت کی جائے کہ انہوں نے بچوں کو سوشل میڈیا کے نقصان دہ استعمال سے کیسے بچانا ہے۔
8. سوشل میڈیا پر نشر کیے جانے والے مواد کی مکمل نگرانی کی جائے اور جھوٹی خبریں اور افواہیں پھیلانے والوں، فضول مواد، فحاشی اور عریانی پر مشتمل مواد، مذہبی منافرت اور مقدسات کی توہین پر مبنی مواد کو حذف کیا جائے اور ایسا کرنے والوں کے اکاؤنٹ بند کیے جائیں۔
9. سوشل میڈیا پر مالی دھوکہ دہی کرنے والوں سے سختی سے نپٹا جائے۔
10. سوشل میڈیا پر موجود نامناسب مواد کی شکایت کا طریقۂ کار آسان کیا جائے اور شکایت کے بعد اس کی پیروی کرنا شکایت کنندہ کی ذمہ داری نہ ہو، بلکہ ریاست یہ ذمہ داری خود لے اور ایسا مواد اپ لوڈ کرنے والوں کو انجام تک پہنچائے۔
11. لوگوں میں خود احتسابی کا جذبہ پیدا کیا جائے تاکہ وہ ناجائز مواد تخلیق کرنے اور سوشل میڈیا پر نشر کرنے سے اجتناب کریں۔

مصادر ومراجع

(1) القرآن الكريم.

(2) ابن قيم الجوزية. ابو عبدالله محمد بن ابي بكر بن ايوب. زاد المعاد في هدى خير العباد. الرياض: دار عطاءات العلم. الطبعة الثالثة. 1440 ھ 2019 م.

(3) ابن كثير. عماد الدين ابو الفداء اسماعيل بن عمر الدمشقي. **تفسير القرآن العظيم**. السعودية: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع. الطبعة الأولى. 1431 ھ.

(4) السجستاني. ابو داود سليمان بن اشعث. **سنن ابي داود**. القاهرة: دار الرسالة العالمية. الطبعة الاولى. 1430 ھ 2009 م.

(5) ابو عبيد. القاسم بن سلام. **كتاب الاموال**. بيروت: دار الفكر. 1408 ھ 1988 م.

(6) ابو عوانة. يعقوب بن اسحاق الاسفرائيني. **المسند الصحيح المخرج على صحيح مسلم**. المدينة المنورة: الجامعة الاسلامية. الطبعة الاولى. 1438 ھ 2016 م.

(7) الالباني. محمد ناصر الدين. **ارواء الغليل في تخريج احاديث منار السبيل**. بيروت: المكتب الاسلامي. 1405ھ.1985م.

(8) البخاري. أبو عبد الله محمد بن اسماعيل. **صحيح البخاري**. دمشق: دار ابن كثير. 1414 ھ 1993 م.

(9) الترمذي. ابو عيسى محمد بن عيسى. **جامع الترمذي**. مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي. الطبعة الثانية. 1395ھ 1975م.

(10) الشيباني. ابو عبدالله احمد بن محمد بن حنبل. **مسند الامام احمد بن حنبل**. بيروت: موسسة الرسالة. الطبعة الاولى. 1421ھ2001م.

(11) الطبري: ابو جعفر محمد بن جرير. **جامع البيان عن تاويل آي القرآن**. مكة المكرمة: دار التربية والتراث. بدون تاريخ الطبع).

(12) القزويني. ابو عبدالله محمد بن يزيد بن ماجه. **سنن ابن ماجه**. مصر: دار احياء الكتب العربية. 1388ھ.

(13) منصوری پوری. قاضی محمد سلیمان سلمان۔ **رحمة للعالمين**۔ فیصل آباد: مرکز الحرمین. 2007۔

(14) الموسوعة الفقهية الكويتية. كويت: وزارة الاوقاف والشؤون الاسلاميه كويت. طبع الوزارة 1427 ھ.

(15) النيسابوري. ابو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري. **صحيح مسلم**. القاهرة: مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركائه. 1374 ھ 1955 م.

(16) النيسابوري، ابو عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم. **المستدرك على الصحيحين**. بيروت: دار الرسالة العالمية. الطبعة: الأولى. 1439ھ 2018م.

(17) الواقدي، محمد بن عمر بن واقد. **كتاب المغازي**. لندن: جامعة أكسفورد. 1966م.

Websites

(18) https://datareportal.com

(19) https://immunizenevada.org

(20) https://neurosciencenews.com

(21) https://newsroom.ucla.edu

(22) https://pmc.ncbi.nlm.nih.gov

(23) https://soax.com

(24) https://urdu.geo.tv

(25) https://www.apa.org

(26) https://www.apaservices.org

(27) https://www.britannica.com

(28) https://www.na.gov.pk

(29) https://www.nature.com

(30) https://www.smartinsights.com

(31) https://www.statista.com

(32) https://www.swansea.ac.uk

(33) https://www.usf.edu

3

مقالہ نگار:

قاضی تنزیل الرحمان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائے آفرینش سے انسان کے جذبات واحساسات، خیالات و نظریات کے اظہار و فروغ کے لیے مختلف طریقہ ہائے کار کی ضرورت رہی ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں وہ اپنے اسباب ووسائل کے مطابق ذرائع استعمال کرتا رہا ہے۔ انسان کی طبیعت، ضروریات اور مزاج اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ دوسرے انسانوں سے گفتگو اور مکالمہ کرے جس کی بدولت نہ صرف اپنی ضروریات، احساسات و نظریات دوسروں تک پہنچائے بلکہ دوسروں سے بھی اسے آگاہی حاصل ہو۔

ابتدا میں یہ عمل الہامی کتابوں کے قلم بندی سے قلم و قرطاس کے استعمال تک اور بعد میں معرکۃ الآرا کتب کی تصنیف تک یہ سلسلہ چل نکلا۔ جب تک باقاعدہ چھاپہ خانہ عام نہ ہوا تھا تو کتب اور علوم کے خزانے صرف خواص تک ہی محدود تھے۔ پھر تمدنی ترقی سے جب زبانوں کا ارتقا ہوا ضبط و کتابت فروغ پانے لگی۔ انسانوں نے رب العالمین کی دی ہوئی بصیرت سے نت نئی ایجادات کیں اور یوں ترقی کا یہ سفر ہڈیوں، پتھروں، لکڑیوں سے نکل کر کاغذ پر کتابت کی ارتقائی منازل طے کرتا ہوا برقی ذرائع ابلاغ (Social Media) تک آ پہنچا۔

دورِ جدید میں تیز رفتار ترقی نے میڈیا کو بھی نئی جدت اور ترقی سے آشکارا کیا۔ سوشل میڈیا (سماجی ذرائع ابلاغ) نے عہد حاضر میں دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ کسی نے شاید یہ سوچا ہی نہ ہو گا کہ پوری دنیا کے ابلاغ کو سمیٹ کر انسان ایک موبائل ڈیوائس کی صورت میں اپنے ہاتھ میں کر لے گا۔

سماجی ذرائع ابلاغ (Social Media) عہد حاضر کا وہ برق رفتار ہتھیار بن چکا ہے جس نے اپنی مختلف Applications کی مدد سے دنیا کو واقعتاً ایک گاؤں (Global Village) میں بدل کر رکھ دیا ہے۔ جس نے دنیا بھر سے سات ارب سے زائد انسانوں کو اپنے حصار میں لے کر رکھا ہے۔ معاشرے پر سماجی ابلاغ (Social Media) کے بنیادی کردار سے انکار ممکن نہیں۔ سوشل نیٹ ورک ڈیجیٹلائزیشن (Digitalization) آج کے دور میں ایک قوت بن کر ابھرا ہے۔ سوشل میڈیا کے مثبت استعمال سے جہاں قلیل وقت میں بے شمار فائدے سمیٹے جا سکتے ہیں، وہیں یہ اسلامی معاشرے کے اندر دل آزاری، کردار کشی، نفرت، جھوٹ، فحاشی اور دوسری اخلاقی برائیوں کے ساتھ ساتھ ثقافتی یلغار، الحاد اور اسلامی فوبیا کا شدید شکار نظر آتا ہے۔ تعلیمات نبوی ﷺ جہاں زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی دیتی نظر آتی ہے وہاں ذرائع ابلاغ کی مثبت اور تعمیری استعمال پر خاطر خواہ رہنمائی موجود ہے۔

سماجی ابلاغ (Social Media)

ابلاغِ عامہ (Mass Communication) کی جدید ترین شکل سوشل میڈیا ہے۔ عہد حاضر گلوبلائزیشن کا دور ہے جس میں سب سے اہم کردار سوشل میڈیا کا ہے۔ دنیا کو گلوبل ولیج بنانے کی اصطلاح سب سے پہلے Marshall McLuhan نے استعمال

کی۔[1] سوشل میڈیا دراصل سماجی رابطوں کو فراہم کرنے کے لیے انٹرنیٹ سے منسلک آن لائن ذرائع ہیں جس میں مختلف سافٹ ویئر (Software) ،ایپلیکیشنز (Applications) کا استعمال کر کے افراد اپنے خیالات ، نظریات اور پیغامات ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کرتے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا کے مطابق:

Social media Communication on the internet through which user share information ideas personal messages and other content such as video social networking and social media one overlapping concept by social networking is usually understood as users building Communications community among themselves while social media is more about using social networking sites and methods platforms to build an audience. [2]

سوشل میڈیا نے نئی نسل کو جدید معرفتوں سے نوازا ہے۔ عہد حاضر کے قیام وترقی، خوش حالی وعلمی ترقی سائنسی ایجادات اور نت نئی تحقیقات کا ادراک انہی ذرائع سے ہوتا ہے۔ سوشل میڈیا نے معاشرے کے اندر معلومات و آگاہی کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے جس نے دنیا کو سمیٹ کر ایک عالمی بستی (Global Village) کی شکل دے دی ہے۔[3]

سوشل میڈیا صارفین کے اعداد وشمار

عالمی تحقیقی ادارے ورلڈ میٹر کے مطابق 15 جنوری 2025ء تک کے اعداد و شمار کے مطابق 2.8 بلین افراد میں سے 2.5 بلین افراد انٹرنیٹ تک رسائی رکھتے ہیں۔

یہ کل آبادی کا 31.67 فیصد ہے جن کی رسائی انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا تک ہے۔ انٹرنیٹ استعمال کرنے میں بالترتیب ہندوستان 24.1 بلین اور چین 13.1 بلین افراد کے ساتھ سر فہرست ہیں۔ دنیا بھر میں لوگ اوسطاً 6 گھنٹے اور 36 منٹ انٹرنیٹ پر گزارتے ہیں۔

15 جنوری 2025ء تک کے اعداد و شمار کے مطابق سوشل میڈیا ایپلیکیشنز میں فیس بک، ٹویٹر، یوٹیوب، واٹس ایپ، انسٹاگرام، ٹک ٹاک، وی چیٹ، ٹیلی گرام، سنیپ چیٹ وغیرہ سر فہرست ہیں جن کے صارفین کی تعداد چارٹ میں دی گئی ہے۔[4]

Statistics of worldwide user of Internet & Social Media upto 15 January 2025			
S-no-	Applications	Users	Percentage
1	Facebook	3-07 Billion	55-61%
2	Youtube	2-50 B	45-25%
3	Whatsapp	2 B	36-23%
4	Instagram	2 B	36-23%

---

[1] Marshall McLuhan and Bruce R- Powers, The Global Village Transformation in world life and media in 21st century (New York: Oxford University Press, 1989)

[2] Erik Gregersen, "Social Media" Britannica, 2023, https:// www-britannica-com/topic/social-media-

[3] ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام (لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب 2005ء)، 404۔

[4] https://www-worldometers-info-

5	Tiktok	1.60 B	28.98%
6	Wechat	1.36 B	24.63%
7	Facebook Messenger	977 Million	17.69%
8	Telegram	900 M	16.30%
9	Snapchat	800 M	14.49%
10	X (twitter)	650 M	11.70%

پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (PTA) کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں سوشل میڈیا صارفین کی تعداد فیس بک پر 6 کروڑ 4 لاکھ ہے۔ جب کہ یوٹیوب پر 7 کروڑ 17 لاکھ ٹک ٹاک 5 کروڑ 44 لاکھ انسٹاگرام 1 کروڑ 73 لاکھ ہے۔[5]

سوشل میڈیا کی اقسام

جدید ترقی یافتہ دور میں جس فرد کے ہاتھ میں اسمارٹ فون ہے وہ کسی نہ کسی ذریعے سے سوشل میڈیا سے ضرور منسلک ہے۔ انٹرنیٹ پر سوشل میڈیا کے چند مشہور پلیٹ فارم ہیں جن کے ذریعے کروڑوں افراد ہمہ وقت ایک دوسرے سے منسلک رہتے ہیں۔

1. فیس بک (Facebook)

دنیا کا سب سے بڑا نیٹ ورک فیس بک ہے جس کے صارفین کی تعداد تین بلین سے زائد ہے اس کی بنیاد (Mark Zuckerberg) نے 2004ء میں رکھی تھی اور ایک تفریحی نیٹ ورک ہے۔

2. لنکڈان (LinkedIn)

لنکڈان ایک بزنس ویب سائٹ ہے جس کو 2002ء میں بنایا گیا اور یہ دوسرے تفریحی سوشل میڈیا نیٹ ورک کے برعکس ایک کاروباری رابطے کا ذریعہ ہے۔ اس کا صدر مقام کیلیفورنیا میں ہے۔

3. یوٹیوب (Youtube)

یوٹیوب اس ویب سائٹ کا ہیڈ کوارٹر بھی کیلیفورنیا میں ہے۔ 14 فروری 2005ء کو اس کا عمل وجود میں لایا گیا۔ اس میں لوگ اپنی گھریلو ویڈیوز وغیرہ شیئر کرتے ہیں۔

4. ٹویٹر (Twitter)

2004ء میں Evan Williams, Biz Stone اور Noah Glass نے اس کی بنیاد رکھی اور دنیا بھر میں سماجی رابطے کی اس ایپلیکیشن کے ساتھ لوگ منسلک ہیں۔

5. واٹس ایپ (Whatsapp)

برائن ایکٹن (Brian Acton) اور جان کوم (Jan Koum) پیغام رسانی کے اس نیٹ ورک کی بنیاد 2009ء میں رکھی اور اس کے صارفین کی تعداد میں بھی دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔

5 https://www.urdudunyanews.tv/index.php/ur/technology/85993

6. ٹک ٹاک(Tik Tok)

ٹک ٹاک ویڈیو شیئرنگ کا یہ سوشل میڈیا نیٹ ورک 2016ء میں بنایا گیا۔ اس میں مختصر دورانیے کی ویڈیو شیئر ہوتی ہیں اور نوجوانوں میں اس کے استعمال کی شرح سب سے زیادہ ہے۔

7. ڈارک ویب(Dark Web)

یہ ایک ایسا نیٹ ورک ہے جس میں غیر قانونی مواد شیئر ہوتا ہے اور اس تک رسائی بھی عام افراد نہیں کر سکتے۔

سوشل میڈیا اور تکثیری معاشرہ(Pluralistic Society)

سماجی رابطوں کے اس بڑے جال میں دنیا ایک تکثیری معاشرہ(Global Pluralistic Society) بن چکی ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں مختلف خیالات و نظریات کے حامل لوگ مل کر رہتے ہیں۔ ثقافتی تنوع رکھنے والے ایک منفرد معاشرہ ہے جس میں ہر ثقافت کا اپنا رنگ نمایاں ہوتا ہے۔ اسے ہم کثیر الثقافتی معاشرہ(Multi Cultural Society) بھی کہہ سکتے ہیں۔

ڈیجیٹلائزیشن کے اس دور میں دنیا کے کسی بھی خطے اور ثقافتی پس منظر کا فرد دوسرے خطے کے کسی دوسرے پس منظر کے فرد کے ساتھ ثقافتی ذرائع ابلاغ (Social Media) کے ذریعے منسلک ہوتا ہے۔ جس سے ایک نیا معاشرہ وجود میں آتا ہے جس میں مختلف اقدار اور نظریات، سماجی، ملی اور دنیوی رسومات و خیالات کے امتزاج سے زندگی کا ایک الگ ہی رنگ ظاہر ہوتا ہے۔ مختلف ثقافتوں اور تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے سماجی مسائل میں ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جس سے علم و تحقیق کی نئی راہیں بھی کھلتی ہیں۔ اس کے ذریعے دنیا کے فاصلے سمٹ چکے ہیں اور دنیا ایک گلوبل ویلج بن گئی ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے ہر قسم کے معاشرے کی معلومات تک رسائی انتہائی سہل اور آسان ہو چکی ہے۔ افراد کے درمیان رابطے پیغام رسائی اور معلومات حاصل کرنے کا سب سے آسان اور برق رفتار ذریعہ بن چکا ہے۔

سوشل میڈیا کے فوائد

سماجی ذرائع ابلاغ(Social Media) ایک بہت کارآمد ٹیکنالوجی ہے جس نے پوری دنیا کو ایک سستا عام فہم اور تیز ترین نیٹ ورک دیا ہے، جس کی افادیت اور نقصانات کا دارومدار آپ کے استعمال تک ہے۔ اس کے استعمال کے مثبت اور منفی پہلو دونوں موجود ہیں۔

1. مواصلات کا انقلاب:

سوشل میڈیا کے آنے سے خبر اور پیغام رسانی میں انقلاب آگیا ہے۔ آپ دنیا کے اس گلوبل ویلج میں بیٹھ کر کسی جگہ اپنے ذاتی میسجز واٹس ایپ یا میسنجر کے ذریعے سیکنڈز میں بھیج سکتے ہیں، اور دوسری جانب آپ پبلک پیغامات کو انسٹاگرام اور فیس بک کے ذریعے دنیا تک عام کر سکتے ہیں۔ ایک وہ وقت بھی تھا جب بادشاہوں کو پیغام بھیجنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے قاصد بھیجے تھے۔ پھر دور فاروقی تک پیغام رسانی کا کوئی باقاعدہ نظام نہ تھا، یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈاک کا ایک باقاعدہ نظام قائم فرمایا۔

عہد حاضر میں ایسا مواصلاتی انقلاب برپا ہوا ہے کہ آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں بیٹھ کر ویڈیو کال کے ذریعے نہ صرف دوسروں سے گفتگو کر سکتے ہیں بلکہ ان کو براہ راست دیکھ بھی سکتے ہیں۔

2. **تعلیمی انقلاب:**

سماجی ذرائع ابلاغ کے ذریعے فاصلاتی نظام میں تعلیم کو بہت سہل کر دیا گیا ہے۔ گھر میں بیٹھے ہوئے دنیا کے کسی بھی استاد کی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اگر کوئی استاد ہے تو وہ دنیا بھر میں طلبہ کو اپنے کمرے میں بیٹھ کر پڑھا سکتا ہے

ایسی کتب اور ایسی لائبریریاں جن تک صرف چند افراد کی رسائی تھی اب آپ اپنے موبائل میں نایاب کتب کے خزانے حاصل کرسکتے ہیں۔ ایسے عظیم افراد جو اب اس دنیا میں نہیں رہے ان کے لیکچرز اور ان کی تعلیمات سے استفادہ ان کی ریکارڈنگ کی گئی ویڈیوز سے کیا جاسکتا ہے، جو کہ سوشل میڈیا کی مدد سے میسر آتی ہیں۔ عہد حاضر کی اس جدید ٹیکنالوجی نے علم و تحقیق کی نئی راہیں کھلی ہیں جو کہ طالبانِ علم کے لیے ایک انقلاب سے کم نہیں ہے۔ معلومات کا ایک سمندر ہے کہ جس میں جتنا بھی غوطہ زن ہو اجائے اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

3. **معاشی انقلاب:**

سوشل میڈیا نے جہاں مواصلات اور تعلیم کی دنیا میں انقلاب برپا کیے ہیں، وہیں معاشی میدان میں بھی کاروباری لحاظ سے وسیع مواقع فراہم کیے ہیں۔ عصر حاضر میں دنیا کے بدلتے طور طریقوں سے کاروبار کے طریقے بھی بدل گئے ہیں۔ مارکیٹوں اور دکانوں کی بجائے آج کل اشیا آن لائن فروخت کی جارہی ہیں۔ مختلف ایپلیکیشنز کے ذریعے سوشل میڈیا کی رسائی دنیا بھر کی منڈی سے ہے، گھر بیٹھے دنیا بھر سے اشیاء تجارت کو خریدا اور بیچا جارہا ہے۔ اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لیے تشہیری مہم کے لیے بھی سب سے آسان، سستا اور فائدہ مند ذریعہ سوشل میڈیا کو ہی سمجھا جاتا ہے۔ سوشل میڈیا کی وجہ سے بے روزگار لاکھوں نوجوان گھر بیٹھ کر باعزت روزی کمار ہے ہیں۔ خرید و فروخت کے علاوہ یہ مختلف سروسز مہیا کرنے کا آسان ذریعہ بن چکا ہے۔ آپ کسی بھی ماہر کی خدمات آن لائن حاصل کرسکتے ہیں یا کسی بھی فیلڈ میں آپ ماہر ہیں تو اپنی سروسز کو آن لائن مہیا کرسکتے ہیں۔

4. **سماجی تعلقات میں انقلاب:**

سماجی ذرائع ابلاغ لوگوں کو قریب لانے اور تعلقات استوار کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ جن عزیزوں، دوستوں اور رشتہ داروں سے رابطے کا فقدان ہوتا ہے انہیں مسلسل رابطے میں رکھا جاسکتا ہے۔ فاصلے پر ہونے کی وجہ سے جہاں ملاقات ممکن نہیں ہوتی ان سے تعلق بنائے رکھنے میں سوشل میڈیا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ دوسری جانب سوشل میڈیا لوگوں کے سماجی مسائل پر روشنی ڈالنے میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ سماجی مسائل پر دنیا بھر میں اٹھنے والی تحریکیں سماجی رابطوں کی مختلف ایپلیکیشنز کے ذریعے ہی مقبول ہوتی ہیں۔ اور پھر ان تحریکوں کو عالمی پذیرائی حاصل کرنے اور کامیابی سے ہمکنار کرنے میں سوشل میڈیا اہم کردار ادا کرتا ہے۔

5. **تخلیقی صلاحیتوں کی نشوونما:**

سوشل میڈیا ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جہاں پر ہر شخص کو اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھانے کا موقع ملتا ہے۔ دور قدیم میں باصلاحیت افراد کی رسائی نہ ہونے کی صورت میں ان کی صلاحیتوں سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانا ممکن تھا۔ لیکن دور جدید میں انٹرنیٹ نے سوشل میڈیا کے ایسے پلیٹ فارم مہیا کر دیے ہیں جن میں آپ کو اپنی صلاحیتیں دکھانے کا بھرپور موقع فراہم ہوتا ہے، مثلاً شاعری، ادب، افسانے، طنز و مزاح، کھیل، مصوری اور سرسنگیت وغیرہ۔ غرض یہ کہ جس کام میں آپ مہارت رکھتے ہوں وہ دنیا کو بغیر روک ٹوک کے دکھا کر تشہیر حاصل کرسکتے ہیں۔

6. **تبلیغ دین:**

امت محمدی ﷺ کی فضیلت کا معیار ہی اشاعت دین قرار دیا گیا جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾[6]

تم بہترین امت ہو جو کہ لوگوں کی رہنمائی کے لیے پیدا کی گئی، تم نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو۔

رسالت مآب ﷺ کا فرمان ذیشان ہے:

"انفذ على رسلك حتى تنزل بساحتهم، ثم ادعهم إلى الإسلام، وأخبرهم بما يجب عليهم [من حق الله فيه]، فوالله لأن يهدي الله بك رجلا [واحدا]، خير لك من أن يكون لك حمر النعم"۔[7]

خدا کی قسم تمہارے ذریعے سے کسی ایک شخص کا ہدایت پا جانا تمہارے واسطے سرخ اونٹوں کے صدقے سے بھی بہتر ہے۔

سوشل میڈیا ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جس کے ذریعے ہم اسلام کی حقانیت کو پورے عالم میں پھیلا سکتے ہیں۔ دین اسلام کی تبلیغ کا اس سے آسان، با اعتبار اور سستا ذریعہ جس میں جسمانی مشقت نہ ہونے کے برابر ہے اس سے قبل شاید کبھی میسر نہ تھا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا پیغام اب دنیا بھر میں منٹوں اور سیکنڈز میں پہنچایا جا سکتا ہے۔

سوشل میڈیا کے ذریعے علما و فضلا نہ صرف دین اسلام کا ابدی پیغام اور اصلاحی بیانات لوگوں تک پہنچا رہے ہیں بلکہ قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کے طالبان علم آن لائن معلومات سے استفادہ بھی حاصل کر رہے ہیں۔ سوشل میڈیا پر موجود اسلام 360 اور مکتبۂ شاملہ سمیت کئی ویب سائٹیں اور ایپلیکیشنز ابلاغ دین کے فریضے کو سر انجام دینے میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

سوشل میڈیا کے نقصانات

بدلتی دنیا ارتقائی ادوار سے گزر رہی ہے جس میں نت نئی ترقی اور ٹیکنالوجی کے استعمال نے انسانی زندگی کو یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ لیکن اس ترقی میں خالق کائنات کے احکامات اور اصولوں کو نہیں بدلا جا سکتا۔ بسا اوقات سوشل میڈیا کے غلط استعمال سے بھیانک نقصانات اٹھانے پڑ سکتے ہیں۔

1. **نفسیاتی مسائل:**

سوشل میڈیا کا زیادہ استعمال کرنے کی وجہ سے دوسروں کی کامیابیاں اور خوشگوار زندگی دیکھ کر خود احساس کمتری کا شکار ہو جانا، مایوس ہو جانا جس کی وجہ سے حسد، بغض اور ڈپریشن جیسے نفسیاتی مسائل معاشرے میں عام ہوتے جا رہے ہیں۔

2. **ذاتی زندگی میں خلل:**

سوشل میڈیا کے غیر ذمہ دارانہ استعمال سے لوگ اپنی ذاتی زندگی میں خلل ڈال دیتے ہیں۔ گھر میں ہو کر بھی گھر میں نہیں ہوتے۔ دوستوں میں بیٹھ کر محفل میں نہیں بلکہ اپنے ورچوئل ماحول میں مصروف ہوتے ہیں، جس سے ان کی فیملی، عزیز و اقارب اور دوست احباب دور

---

[6] القرآن (3:110)

[7] محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر، رقم الحدیث 3701

ہوتے چلے جاتے ہیں۔

3. **پرائیویسی کے مسائل:**

سوشل میڈیا پر اکثر لوگ اپنی نجی معلومات، تصاویر اور ویڈیوز وغیرہ شیئر کرتے ہیں جو کہ ہیکرز کے ہاتھ لگ جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی پرائیویسی بری طرح متاثر ہوتی ہے جس سے بسا اوقات گمبھیر مسائل جنم لیتے ہیں۔

4. **تنہا پسندی:**

سوشل میڈیا کی کثرتِ استعمال کی وجہ سے انسان اپنی فطرت کے برعکس تنہائی کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ اجتماعیت کو پسند نہیں کرتا بلکہ الگ تھلگ اور تنہا اپنے موبائل پر سوشل میڈیا میں مصروف نظر آتا ہے۔ بلکہ آج کل صورتِ حال تو اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ کئی دوست اکٹھے بیٹھے ہوتے ہیں اور ان کے درمیان کوئی بات چیت نہیں ہو رہی ہوتی، بلکہ ہر ایک اپنی دنیا میں مگن سوشل میڈیا ایپلیکیشن میں گم ہوتا ہے۔

5. **وقت کا ضیاع:**

دورِ حاضر میں سوشل میڈیا ایک نشہ بن چکا ہے۔ آج کی نوجوان نسل ہر وقت آن لائن رہتی ہے اور فضول چیٹنگ کرنا، گھنٹوں ویڈیوز دیکھنا اور بے مقصد شیئرنگ کرنا ہر کسی کا مشغلہ بن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾[8]

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں نکما پیدا کر دیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آؤ گے۔

6. **فرائض کی ادائیگی میں سستی:**

سوشل میڈیا کے بے تحاشا استعمال کی بدولت افراد اپنے فرائض منصبی کماحقہٗ ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ ایک طالب علم پڑھائی میں توجہ نہیں دے پاتا۔ استاد اپنا فرض پوری طرح ادا کرنے سے قاصر ہے۔ والدین اولاد کو اور اولاد اپنے والدین کو وقت نہیں دے پا رہی۔ دکان دار اپنی توجہ اپنے گاہک کی طرف کرنے سے قاصر ہے۔ دورانِ ڈرائیونگ سوشل میڈیا کا استعمال حادثات کا باعث بن رہا ہے۔ آفس میں بیٹھے افراد اپنے فرائض بخوبی انجام دینے سے قاصر ہیں۔ الغرض سوشل میڈیا نے پورے معاشرے کو متاثر کر رکھا ہے جس کی بدولت بے شمار نقصانات بھگتنے پڑ رہے ہیں۔

7. **جسمانی اور ذہنی بیماریوں کا باعث:**

تندرستی ہزار نعمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بے شک تمہارے جسم کا تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے۔" آپ ﷺ نے ایک اور مقام پر طاقت ور مؤمن کو کمزور مؤمن کی نسبت زیادہ پسندیدہ قرار دیا۔[9] سوشل میڈیا کا کثرت سے استعمال انسان کو بے شمار بیماریوں میں مبتلا کر سکتا ہے جو کہ شرعاً اور عقلاً قابلِ ترک عمل ہے۔ ماہرین صحت کے مطابق زیادہ دیر اسکرین دیکھنے سے آنکھیں اور دماغ کمزور ہو جاتی ہیں۔ اعصابی اور نفسیاتی مسائل نیند کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور نیند کی کمی رات گئے سوشل میڈیا پر آن لائن رہنے سے پیدا ہوتی

---

[8] القرآن 23:115

[9] محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الادب، باب حق الضعیف، رقم الحدیث 6134

ہے۔ یہ ایک زہر قاتل ہے جس کی وجہ سے نوجوان نسل میں ڈپریشن، ایزائٹی اور دیگر نفسیاتی مسائل عام ہو رہے ہیں۔

8. غیر اخلاقی مواد:

سوشل میڈیا کا ایک انتہائی منفی پہلو غیر اخلاقی مواد کی تشہیر ہے۔ سوشل میڈیا بے حیائی اور اخلاق سے گری ہوئی تصاویر اور ویڈیوز سے بھرا پڑا ہے جن تک اس سے پہلے رسائی اتنی آسان نہ تھی۔ جدیدیت کا نام دے کر اور کہیں تہذیب و ثقافت کا نام دے کر برائی کو پھیلایا جا رہا ہے، گویا کہ اس گناہ کو اب گناہ ہی نہیں سمجھا جا رہا ہے۔ بالخصوص نوجوان نسل سے حیا دور ہوتی جارہی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"الحياء من الإيمان، والإيمان في الجنة، والبذاء من الجفاء، والجفاء في النار"**[10] کہ بے حیائی کا تعلق ظلم کے ساتھ ہے اور ظالم بلاشبہ جہنم میں جائیں گے۔ ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ:

"الإيمان بضع وسبعون شعبة ، والحياء شعبة من الإيمان"[11]

یعنی حیا تو ایمان ہی کا ایک شعبہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾[12]

بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیل جائے جو ایمان والے ہیں۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

سوشل میڈیا بچوں کے لیے بے حد منفی چیز ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس میں نازیبا تصاویر اور ویڈیوز کی بھرمار ہے اور ان غیر اخلاقی چیزوں کی تشہیر و اشاعت پر کوئی خاص پابندی نہیں۔ مجموعی طور پر ایک معاشرے کو پراگندہ کرنے میں سوشل میڈیا کا یہ عنصر بہت منفی اور برے اثرات کا حامل ہے۔

9. سیاسی و مذہبی منافرت:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"يسروا ولا تعسروا، وسكنوا ولا تنفروا"[13]

آسانیاں پیدا کرو، مشکلات پیدا نہ کرو، خوشخبریاں سناؤ اور نفرت پیدا نہ کرو۔

اسلام ہمیں حسن معاشرت، تحمل، بردباری، برداشت، اتحاد، اتفاق اور احترام باہمی کا درس دیتا ہے۔ اس کے برعکس سوشل میڈیا کے

---

[10] محمد بن عیسیٰ، ترمذی، کتاب البر والصلہ، باب ما جاء فی الحیاء، رقم الحدیث 4019

[11] مسلم بن حجاج، القشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان، رقم الحدیث 2009

[12] القرآن، النور، 19

[13] صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول یسروا ولا تعسروا، رقم الحدیث، 6125

پلیٹ فارم کو مذہبی اور سیاسی مباحثوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس میں آئے روز اختلافات، اشتعال انگیزی اور نفرت کے عناصر شامل ہوتے ہیں۔

سوشل میڈیا پر افراد ایک شتر بے مہار کی طرح اپنی بات کو ثابت کرنے اور دوسرے کی بات کو رد کرنے کے لیے دست و پا کرتے نظر آتے ہیں۔ باہمی اختلافات کو اتنی ہوا دی جاتی ہے کہ بعض اوقات ملکی اور ریاستی مفاد کو بھی بالائے طاق رکھتے نظر آتے ہیں۔ یہ مادر پدر آزادی نقصان دہ ہے اور یہ آزادئ اظہار رائے کا قطعی غلط استعمال ہے۔

10. خاندانی زندگی کی تباہی:

سوشل میڈیا نے جہاں بہت سے نقصانات کیے ہیں، وہاں محبت و الفت اور صلہ رحمی جیسے خصائص ناپید ہو چکے ہیں۔ جس کی بدولت خاندانوں کے خاندان تباہ ہو گئے ہیں۔ ماں باپ، اولاد اور بہن بھائیوں میں ایک دوسرے کو وقت نہ دینا، ایک دوسرے سے بے جا دوری کا باعث بن رہا ہے، اور یہی دوری زوجین، عزیز و اقربا کے درمیان بھی نظر آتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب رشتے ایک دوسرے کے حصے کا وقت سوشل میڈیا کو دے دیتے ہیں، جس کی بدولت ایک مضبوط خاندانی زندگی اپنی اہمیت کھو بیٹھی ہے۔

11. جھوٹ:

سماجی ذرائع ابلاغ کا ایک بہت بڑا منفی پہلو یہ ہے کہ سوشل میڈیا کے پلیٹ فارمز پر موجود جھوٹی اطلاعات اور غلط معلومات معاشرے میں انتشار اور مسائل کو جنم دیتی ہیں۔ اسی طرح جعلی خبریں حقائق کو مسخ کرنے اور معاشرے میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کا سبب بنتی ہیں۔ افواہوں اور جھوٹی خبروں پر بغیر تحقیق کے یقین کرنے سے فتنہ و فساد پیدا ہوتا ہے۔

12. گالم گلوچ:

سوشل میڈیا کا ایک تاریک پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں اپنے مخالفین پر الزام تراشی کرنا، نازیبا الفاظ کا استعمال کرنا عام ہو چکا ہے۔ عموماً لوگ ایسے کاموں کے لیے اپنی فیک آئی ڈی بنا کر پوسٹوں میں بہتان، الزام تراشی اور ننگی گالیاں تک دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اسلام میں اس بات کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ فرمایا گیا:

"سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر"[14]

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔

13. بچوں پر منفی اثرات:

سوشل میڈیا کے سب سے منفی اثرات کم عمر بچوں پر رونما ہوتے ہیں۔ بچے اگر سوشل میڈیا پر مصروف رہیں گے تو ان کی تعلیمی سرگرمیاں متاثر ہوں گی۔ کھیل کود بچوں کی جسمانی صلاحیتوں کی آبیاری کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اگر کھیل کو چھوڑ کر بچے انٹرنیٹ پر وقت صرف کرتے ہیں تو ان کی صحت کا نقصان ہوگا۔ اور سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ بچوں کو اپنی کم عمری میں ہی جب غیر اخلاقی اور فحش مواد دیکھنے کو میسر آئے گا تو ان کی جسمانی، ذہنی اور تخلیقی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ ان کی کردار سازی بھی متاثر ہوگی۔ ڈاکٹر جاوید کے مطابق سوشل میڈیا بچوں کے لیے اتنا

---

[14] صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب قول سباب المسلم، رقم الحديث 221

نقصان وہ ہے کہ بچے کے ہاتھ پر موبائل فون اور جلتے ہوئے کوئلہ میں کوئی ایک چیز رکھنے کا چناؤ دے دیا جائے تو بہتر ہو گا کہ آپ بچے کے ہاتھ میں جلتا ہوا کوئلہ رکھ دیں۔

.14 الحاد کا فروغ:

الحاد کے معنی یہ ہیں کہ خدا کے وجود کا سرے سے انکار کر دینا اور ایسے نظریات کے حامل شخص کو ملحد Atheist کہتے ہیں۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز سادہ لوح لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرنے اور انہیں مذہب سے دور کرنے کا ماحول فراہم کر رہے ہیں۔ سوشل میڈیا انتہائی خطرناک انداز میں آزاد خیال اور مرتد لوگوں کو باہم جوڑنے اور اپنے خیالات کی ترویج کا موقع فراہم کرتا ہے۔

سوشل میڈیا پر مسلم نوجوانوں میں فتنہ الحاد پھیلانے کا انکشاف کرتے ہوئے ایک مغربی مصنف Leo Igwe رقم طراز ہیں :

"Things are rapidly changing because of social media youth who question Islamic teachings can easily interact with other apostates, Ex-Muslims and free thinkers across the world they access platforms where they socialise interact and exchange ideas without fear."[15]

سوشل میڈیا پر ایسے متعدد فیک اکاؤنٹس نظر آتے ہیں جو کہ شعائرِ اسلامی کا مذاق اڑاتے ہوئے اور احکام شریعت کی تضحیک کرتے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے مذاہب میں سب سے تیزی سے فروغ پانے والوں میں الحاد Atheism بھی شامل ہے۔ Leo Igwe مزید لکھتا ہے کہ:

"Islamic centers ought to work to realize interfaith dialogue they should focus on contesting extremism. The Islamic establishment should strive to make Islam appealing to youths who are living in an era of social media."[16]

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

رحمتِ عالم کی سیرتِ اطہر و انور کے اندر افراد کی انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کے لیے سامان کثیر موجود ہے۔ اقوامِ عالم کی تاریخ میں ایسے افراد ملتے ہیں جن کے اخلاق وعادات اور محاسن ومکارم اعلیٰ درجہ کے تھے۔ دنیا میں موجودہ فساد اور بربریت کا علاج انہی کی تجویز پر کیا جاتا تھا۔ لیکن معاشرے کے بگاڑ اور تغیر کی اصلاح، اخلاقی اور روحانی پستی کی تربیت کے لیے ان کے تراشے گئے نسخے اپنے قد و قامت کے لحاظ سے مخصوص وقت تک ہی میسر رہے۔

سقراط کے اخلاقی اور فکری گوہر نایاب ہوں یا بقراط کے علوم وفنون یا پھر افلاطون کی فکرِ عمیق زمانے کی تیز رفتار ترقی نے عظیم ترین شخصیات کو بھی بے اثر کر کے رکھ دیا۔

آخر کار دنیا میں ایک ایسی ہستی مبعوث ہوئی جس کے مینارِ ہدایت سے رہبری اور رہنمائی کے وہ پھول جھڑے جو کبھی مرجھائے نہیں اور نہ ان کے خوشبو کے گرفتار کو کسی اور کے سحر بیان نے گرویدہ کیا۔ وہ کہ جن کے فکری تخمین دوامی پائیداری اور استمرار کے مظہر تھے، جن کے

---

[15] Leo Igwe, "Islam, social media and rise of Atheism Nigeria", the Marvi Post, September 14, 2019.

[16] Leo Igwe, "Islam, social media and rise of Atheism Nigeria", the Marvi Post, September 14, 2019.

نظری تجربے عارضیت اور لادوامی کو منقطع کرنے کا جوہر رکھتے تھے۔ جن کی پیش کردہ اخلاقی تشریحات و معاشرتی توضیحات اس باب میں حرفِ آخر تھی۔ ایسا خورشید تاباں رخِ عالم پر جلوہ فگن ہوا جس نے ظلمات عالم کو ابدی ضیا پاشیوں سے منور کر دیا۔ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ نے معاشرتی و سماجی بگاڑ کو رفع کر کے اصلاح و اخلاقیات کے ایسے عظیم اصول وضع کیے جو امن عالم کے لیے اکسیر بن گئے۔

آپ ایک آفاقی دین کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ جس نے دنیا کو ایک مکمل ضابطۂ حیات دیا اور اس میں زندگی کے ہر معاملے کے اصول و ضوابط اور حدود طے کر دیے ہیں۔ چوں کہ قرآن اللہ کی آخری تنزیل اور رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے آخری پیغمبر ہیں، اس لیے ان کی تعلیمات بھی قیامت تک آنے والی انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کافی ہیں۔ لہٰذا ایسا ممکن نہیں ہے کہ زندگی کے کسی مسئلے پر اسلامی تعلیمات میں رہنمائی میسر نہ ہو۔

اسلامی تعلیمات میں ابلاغ عامہ پر موجود زریں اصول و ضوابط اور آداب سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے لیے منارۂ نور ہیں۔ رب العالمین کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[17]

بلاشبہ تمہارے لیے رسول اکرم ﷺ کی زندگی ایک بہترین نمونہ ہے۔

جہاں سوشل میڈیا کے منفی اثرات سے معاشرہ جل رہا ہے۔ وہیں ریاست اگر اس کے مفید استعمال کے لیے قرآن و سنت کی روشنی میں اصول و ضوابط وضع کرے، حدود مقرر کرے، معاشرے کی تعلیم کے ساتھ تربیت بھی کرے تو سماجی ابلاغ کے اس پلیٹ فارم سے انتہائی فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

تعلیم و تربیت ایجابی پہلو

1. **اسلام کا پیغام پہنچانا:**

عہد حاضر میں اسلام کا پیغام دنیا بھر میں پہنچانے کے لیے جدید ٹیکنالوجی کا استعمال وقت کی اہم ضرورت بن چکا ہے۔ سوشل میڈیا کی ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے دین مبین کا پیغام دنیا بھر کے لوگوں تک سہل انداز میں پہنچایا جا سکتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اسلام کے عالمگیر پیغام سے جب بادشاہوں کی طرف خطوط تحریر فرمائے، تو ایک خاص مہر بنوائی جو کہ ان خطوط پر ثبت کی جاتی تھی اور ان پیغامات الٰہی کے ابلاغ کے لیے تجربہ کار صحابہ کرام کو منتخب فرمایا۔[18]

قرآن مجید نے اسلام کے آفاقی پیغام کے پہنچانے کے لیے ابلاغ کا استعمال کیا اور فرمایا:

﴿هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾[19]

یہ پیغام تمام انسانوں کے لیے بھیجا گیا ہے، اس لیے کہ ان کو اس کے ذریعے خبردار کیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں بس خدا ایک ہی ہے اور

---

[17] القرآن، الاحزاب، 21:33

[18] صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، مکتبہ السلفیہ لاہور، 2000، ص 476۔

[19] القرآن، سورہ ابراہیم، 52:14

عقل والے ہوش میں آجائیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"میرا پیغام دوسروں تک پہنچاؤ اگرچہ وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔"[20]

اسلام ایک عالمگیر دین ہے اور اس کا پیغام کسی خطے یا علاقے تک محدود نہیں بلکہ یہ پوری انسانیت کے لیے ایک مکمل ضابطۂ اخلاق اور ضابطۂ حیات ہے۔ آخری امت ہونے کے ناطے تمام مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ دینِ مبین کا پیغام دنیا بھر میں پھیلائیں۔ اس مقصد کی خاطر Social Media سے مؤثر، عام فہم اور سہل طریقہ کوئی بھی نہیں کہ جس کے ذریعے ہر ذی شعور مؤمن ابلاغِ دین کا بنیادی فریضہ سرانجام دے سکے۔

2. **حکمت اور دانائی:**

سماجی ذرائع ابلاغ سے چوں کہ دنیا بھر کے افراد منسلک ہوتے ہیں، اس لیے اسلام کی دعوت دینے سے قبل تعلیم و تربیت کی اشد ضرورت ہے، تاکہ حکمت و دانائی کے ساتھ ایسی دعوت پیش کی جائے جس سے اگلے کے دل و دماغ پر مثبت اثرات مرتب ہوں، تاکہ وہ دینِ مبین کی طرف مائل ہو سکے۔ فرمایا گیا:

﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾[21]

(اپنے رب کے راستے کی جانب بلاؤ حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی سے نصیحت کرکے دعوت دو، اور (اگر نوبت آئے) ان سے بحث بھی ایسے طریقے کے ساتھ کرو جو بہترین ہو۔ یقیناً تمہارا پروردگار ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گئے اور ان سے بھی خوب واقف ہے جو راہ راست پر قائم ہیں۔)

گفتگو کا انداز دل نشین، عمدہ اور متاثر کن الفاظ پر مبنی ہو گا تو اس بات کا اثر دل تک پہنچے گا۔ سوشل میڈیا پر مناسب اور خوب صورت الفاظ کا چناؤ آپ کی شخصیت کو بھی نکھارے گا اور سننے اور دیکھنے والے پر بھی مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔ فرمایا گیا:

﴿قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ﴾[22]

(یعنی نرم بات کہنا اور معاف کر دینا صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد ایذا رسانی ہو اور اللہ بے نیاز و بردبار ہے۔)

پھر فرمایا:

﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾[23]

[20] ابو عبداللہ بن محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع صحیح، دار طوق النجارہ بیروت، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث 3461۔

[21] القرآن، سورۃ النحل، 125:16

[22] القرآن، البقرہ، 263:2

[23] القرآن، البقرہ، 83:2

(اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔)

جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجتے وقت بھی یہی بات فرمائی:

﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا﴾[24]

(پس اس کو نرمی کے ساتھ نصیحت فرمانا۔)

3. **نیکی میں تعاون اور بدی میں عدمِ تعاون:**

سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر ایک بنیادی اصول جو دین اسلام نے ہمارے سامنے رکھا ہے، یہ ہے کہ نیکی کو پھیلانے اور برائیوں کے سدباب کی ذمہ داری پوری کی جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾[25]

(تم بہترین امت ہو جسے انسانوں کی فلاح کے لیے اٹھایا گیا ہے۔ تم نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔)

اسی ضمن میں ڈاکٹر خالد علوی رقم طراز ہیں:

"اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کی پوری پالیسی اسی اصول کے تابع ہونی چاہیے۔ ایسی خبروں، ایسے ڈراموں اور ایسے تفریحی پروگرام کی ایسی تشہیر جو نیکی کے تصور کے خلاف اور بدی کے فروغ کا ذریعہ بنے، ناقابل قبول ہے۔ اسلامی نظریہ ابلاغ میں نیکی کا فروغ وہ اساسی پتھر ہے جس پر میڈیا کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے۔"[26]

آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"والذي نفسي بيده، لتأمرن بالمعروف، ولتنهون عن المنكر، أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عقاباً منه، ثم تدعونه فلا يستجاب لكم."[27]

(قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تمہیں نیکی کا حکم ضرور دینا ہوگا اور برائی سے ضرور روکنا ہوگا، ورنہ عین ممکن ہے کہ اللہ تم پر عذاب بھیج دے، پھر تم اسے پکارو گے اور تمہیں جواب نہ آئے گا۔)

4. **آزادیِ اظہارِ رائے:**

عہدِ حاضر میں سوشل میڈیا کی وجہ سے جس آزادیِ اظہار رائے کو فروغ ملا، اسلام سے قبل اس کا کوئی تصور ہی موجود نہ تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[24] القرآن، طٰہٰ، 44:20

[25] القرآن، آل عمران 110:3

[26] خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار لاہور، 2005، ص 417

[27] ترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء في الامر بالمعروف ونهي عن المنكر، 39: 6

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾ [28]

دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔

آزادی اظہار کی کئی مثالیں ہمیں غزوات میں ملتی ہیں جہاں نبی رحمت ﷺ نے صحابہ کرام کو کھل کر اپنی رائے کے اظہار کا نہ صرف موقع دیا بلکہ ان کی رائے کے مطابق فیصلے بھی فرمائے۔

"عن حباب بن المنذر رضي الله عنه قال: قلت لرسول الله ﷺ يوم بدر: يا رسول الله، أرأيت هذا المنزل، أمنزلا أنزلكه الله ليس لنا أن نتقدمه ولا نتأخر عنه، أم هو الرأي والحرب والمكيدة؟ قال: (بل هو الرأي والحرب والمكيدة)، قال: يا رسول الله، فإن هذا ليس بمنزل، فانهض بالناس حتى نأتي أدنى. . . . [29]

(ایک مرتبہ غزوۂ بدر کے موقع پر نبی ﷺ نے اسلامی فوج کو پانی کے پیچھے لنگر انداز کیا تو حضرت حباب بن منذر نے آپ ﷺ سے پوچھا: کیا یہ عمل آپ ﷺ نے اللہ کے حکم پر کیا یا یہ آپ ﷺ کی اپنی رائے ہے؟ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ یہ حکم ربی سے نہیں ہوا تو انہوں نے عرض کی کہ پانی کے پیچھے رہنا بہتر ہے تو نبی اکرم ﷺ نے حباب بن منذر کی رائے کو قبول فرمایا۔)

آزادی اظہار کے ساتھ ساتھ اسلام اس بات کو بھی یقینی بناتا ہے کہ یہ آزادی مادر پدر آزادی نہ ہو۔ آزادی اظہار کے نام پر کسی کو ایذا پہنچانا ہرگز قبول نہیں۔ ایسی آزادی جس سے کسی دوسرے کے حقوق سلب نہ ہوتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب کی دی ہوئی بے ہنگم آزادی اظہار معاشرے کے لیے نقصان دہ جبکہ اسلامی اصولوں میں رہتے ہوئے آزادی اظہار معاشرتی آبیاری کا باعث بنتی ہے۔

5. شہادتِ حق

"ابلاغ" خبر دینا، یعنی گواہی دینا ہے۔ اس حوالے سے واضح اسلامی تعلیمات موجود ہیں جن میں دوٹوک انداز میں ارشاد ربانی ہے:

"اور اللہ کے لیے ٹھیک گواہی دو"۔ [30]

پھر فرمایا گیا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ﴾ [31]

(اے ایمان والو! عدل پر مضبوطی سے جم جانے والے اور اللہ کی خوشنودی کے لیے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ، گو وہ خود ہی تمہارے خلاف ہو یا اپنے ہی ماں باپ کے یا عزیز رشتہ داروں کے۔)

نہ صرف یہ کہ سچی گواہی کا حکم ہے، بلکہ گواہی (شہادت) کو چھپانے یا بیان نہ کرنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[28] القرآن، البقرہ، 256:2

[29] المستدرک علی الصحیحین، ذکر مناقب حباب بن المنذر، ص 178

[30] القرآن، الطلاق، 2:65

[31] القرآن، النساء، 135:4

﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾[32]

(اور شہادت کو ہر گز نہ چھپاؤ۔ جو شہادت کو چھپاتا ہے اس کا دل گناہ سے آلودہ ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔)

شہادتِ حق کی اہمیت سوشل میڈیا پر اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ جب پوری دنیا کے افراد ایک غلط خبر یا افواہ کی وجہ سے نقصان اٹھا سکتے ہیں، اسی طرح درست معلومات اور صحیح خبر کے ذریعے لاکھوں انسانوں کا بھلا کیا جا سکتا ہے۔

6. تحقیق شدہ ابلاغ:

سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر، چوں کہ جھوٹ اور پروپیگنڈے کی بھرمار ہے اسی لیے یہاں کسی بھی پوسٹ کو شیئر یا فارورڈ کرنے سے قبل تحقیق کرنے کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ سماجی رابطوں کی سائٹس پر تحقیق شدہ ابلاغ کو فروغ دینے اور اس کے ذمہ دارانہ استعمال کے لیے شعور اجاگر کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ حکم ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾[33]

(اے ایمان والو! تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو، پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔)

قرآنِ مجید کی اس آیت کریمہ میں گویا عہد حاضر میں سوشل میڈیا پر ہونے والے رویوں کے متعلق ہی بات کی جا رہی ہے۔ فرمایا گیا کہ:

﴿إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ﴾[34]

(جب کہ تم اپنی زبانوں سے نقل در نقل کرنے لگے اور اپنے منہ سے وہ بات نکالنے لگے جس کی تمہیں مطلق خبر نہ تھی۔ تو تم اسے ہلکی بات سمجھتے رہے۔)

رحمتِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع"[35]

(انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے آگے بیان کر دے۔)

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے لیے اسلام کا یہ اصول بڑا دو ٹوک اور واضح ہے کہ افراد کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ ہر پوسٹ کو شیئر نہ کریں بلکہ اس سے قبل اس کی تحقیق کر لیا کریں۔ فرمایا گیا:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾[36]

---

32 القرآن، البقرہ، 283:2

33 القرآن، الحجرات، 6:49

34 القرآن، النور، 15:24

35 صحيح مسلم، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع، ص 15

36 القرآن، بنی اسرائیل، 36:17

(جس بات کا یقینی علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ ہو لیا کرو، کیوں کہ کان اور آنکھ اور دل میں سے ہر ایک سے (اس کے بارے میں) پوچھا جائے گا۔)

7. **ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا:**

معاشرہ میں ابلاغ کا کردار ایک محتسب کی مانند ہے۔ سماجی ذرائع ابلاغ نے آج ظلم کے خلاف آواز اٹھانا بھی آسان کر دیا ہے۔ ظلم، ناانصافی معاشرے میں فرد، طبقہ یا گروہ کے خلاف ہو رہی ہو سوشل میڈیا پر اس کے خلاف آواز اٹھانا اہم ذمہ داری ہے اور یہ عمل (افشائے عیوب) میں بھی نہیں آتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا﴾[37]

اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص بدگوئی پر زبان کھولے۔ الا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو۔ ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کے لیے بھی باوقار انداز اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے ظلم کی نشان دہی دلائل و شواہد کی بنیاد پر ہو۔ نہ یہ کہ الزامات کی بنیاد پر کسی فرد کی پگڑی اچھالی جائے اور اسے ذلیل اور رسوا کر کے چھوڑ دیا جائے۔ رسالت مآب ﷺ نے اس کا سلیقہ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"أنصره إذا كان مظلوما، أفرأيت إذا كان ظالما كيف أنصره؟ قال: تحجزه أو تمنعه من الظلم فإن ذلك نصره".[38]

(اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ مظلوم ہو تو ہم مدد کریں گے، مگر ظالم ہو تو کیسے مدد کریں؟ فرمایا: اسے ظلم سے روک دو یا منع کرو۔)

8. **ملکی سالمیت کا فروغ:**

سماجی ذرائع ابلاغ کے مفید استعمال کی تربیت میں قومی و ملی یکجہتی، سالمیت کو مدنظر رکھنا اور اس کے فروغ کے لیے اقدامات کرنا وقت کو اہم ترین ضرورت ہے۔ جدید دور میں سوشل میڈیا وہ مضبوط ہتھیار ہے جس کو دشمن اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ہماری نوجوان نسل ان جانے میں اس کا شکار بنتی ہے اور نتیجۃً ملکی سالمیت خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ قرآن مجید، فرقان حمید نے انتشار و افتراق کو بڑی لعنت اور اتحاد و اتفاق کو نعمتِ خداوندی سے تعبیر کیا ہے۔ فرمایا گیا:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾[39]

(اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ میں مت پڑو۔ اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی اور اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ کے کنارے پر کھڑے تھے اور اس نے تمہیں آگ سے بچا لیا۔)

نبی مہربان ﷺ نے اجتماعیت اور یکجہتی کی اہمیت ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

---

37 القرآن، النساء، 147:4

38 صحيح البخاري، باب: انصر أخاك ظالما، ص 283

39 القرآن آل عمران 103:3

"جماعت کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جس شخص نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی وہ جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا گیا۔"[40]

بد قسمتی سے وطن عزیز میں سوشل میڈیا آگاہی نہ ہونے کے سبب ایسے ذرائع فروغ پا رہے ہیں جو ملکی سالمیت کو داؤ پر لگا رہے ہیں۔ ان کے پس پردہ وہ بیرونی طاقتیں کار فرما ہیں جو وطن عزیز کو داخلی طور پر کمزور کرنا چاہتی ہیں۔ ان کا ہتھیار گروہی، جغرافیائی اور نسلی تعصبات ہیں۔ موجودہ سیاسی کش مکش اور ملک میں عدم سیاسی و معاشی استحکام ان کا کام مزید آسان بنا دیتا ہے۔ سوشل میڈیا کو بڑی دیدہ دلیری سے ریاستی اداروں کی کردار کشی اور پروپیگنڈا مہم کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔

اسی وجہ سے سوشل میڈیا کو مفید استعمال کی تربیت کرنے کی اہمیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اس ضمن میں رحمت عالم ﷺ کی تعلیمات بالکل واضح ہیں۔ فرمایا:

"ليس منا من دعا إلى عصبية، وليس منا من قاتل على عصبية، وليس منا من مات على عصبية"[41]

(وہ ہم میں سے نہیں جس نے دوسروں کو عصبیت کی طرف دعوت دی۔ وہ ہم میں سے نہیں جس نے دوسروں سے عصبیت کی بنیاد پر لڑائی کی۔ وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مارا گیا۔)

عہد حاضر میں سوشل میڈیا پر ملکی سالمیت کو فروغ دینے کے لیے تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے تاکہ معاشرہ نفرت و انتشار سے بچ سکے۔ جیسا کہ نبی مہربان ﷺ کا یہ ارشاد گرامی اسی صورتِ حال کی ترجمانی کرتا ہے:

"ليس الكذاب الذي يصلح بين الناس، فيقول خيرا، أو ينمي خيرا"[42]

(وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں میں صلح کرائے اور بہتر بات کرے اور اچھی بات دوسروں تک پہنچائے۔)

تعلیم و تربیت (سلبی پہلو)

چند سلبی پہلو ایسے ہیں جن پر قابو پالینے سے سوشل میڈیا کے منفی اثرات دور کیے جاسکتے ہیں اور اس کے استعمال سے معاشرے میں امن و سکون، محبت و آشتی اور اتحاد و یکجہتی کے ساتھ ساتھ بے پناہ علمی و تحقیقی فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

1. **جھوٹ اور غلط بیانی کی ممانعت:**

موجودہ سوشل میڈیا جھوٹ کا گڑھ بن چکا ہے جس میں بڑی ڈھٹائی سے غلط بیانی، جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی عام ہے۔ اپنی اصل شناخت چھپا کر جعلی اور فرضی شناخت کے ذریعے دھوکہ دہی کا بازار گرم ہے۔

نبی مہربان ﷺ کا ارشاد ہے: "بلاشبہ سچ آدمی کو نیکی کی طرف بلاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص سچ بولتا رہتا

[40] المستدرک للحاکم، کتاب العلم، رقم الحديث 391 (Not Found)

[41] سنن ابو داؤد، کتاب ابواب النوم، باب فی العصبیہ، رقم الحديث 5121

[42] البخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، 1:139، رقم الحديث 385

ہے یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے، اور بلاشبہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف اور ایک شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔"[43]

ایک اور جگہ حضرت حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خرید و فروخت کرنے والوں کو یہ اختیار ہے کہ جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں (بیع کو) فسخ کر دیں یا برقرار رکھیں، یا آپ نے ("ما لم یتفرقا" کے بجائے) "حتی یتفرقا" فرمایا۔ اگر ان دونوں نے سچائی اختیار کی اور ہر بات کھول کر بیان کی تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہو گی اور اگر انہوں نے کچھ چھپائے رکھا یا جھوٹ بولا تو ان کی خرید و فروخت کی برکت ختم کر دی جائے گی۔"[44]

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بھی بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے اور جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔"[45]

فحاشی وعریانیت کی ممانعت:

دورِ جدید میں فحاشی و عریانیت کا پھیلاؤ (social media) کا طرۂ امتیاز بن چکا ہے۔ سوشل میڈیا پر اس ضمن میں بلا روک ٹوک فحاشی پر مبنی تصاویر اور ویڈیوز کی نمائش جاری و ساری ہے جس سے معاشرتی بگاڑ میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے

اخلاق سے گری ہوئی نازیبا باتوں، ویڈیوز اور تصاویر کی بھرمار والی ویب سائٹس اور ایپلیکیشنز کی خوب تشہیر کی جا رہی ہے۔ اسلام اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی بھی عنوان سے معاشرے میں برائیوں کا چرچا عام ہو، اسی لیے فحاشی کی اشاعت کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے تفریح (Entertainment) کے نام پر فحش مواد کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ دین اسلام میں ایسے افراد کو سخت وعید سنائی گئی ہے اور اس امر کی صراحت کی گئی ہے کہ ایسے کام کرنے والے اللہ کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾[46]

(جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں برائی پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہو گا۔)

افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ پاکستانی معاشرے میں فحاشی ایک بزنس کے طور پر سرایت کر چکی ہے، جیسا کہ پروفیسر ڈاکٹر غلام علی رقم طراز ہیں:

Due to cheap media Technology, people are finding it more money-snipping to make up a snap and quick porn movies by using a cheap prostitute and upload to

---

[43] ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی، مسند احمد، بیروت مؤسسة الرسالة 2001 حدیث 3638

[44] ابو الحسن محمد بن حجاج القشیری النیساپوری، صحیح مسلم، (بیروت، دار إحياء التراث العربي، 1955) كتاب البيوع، باب الصدق في البيع البيان، حديث (1532، 3/ 1151)

[45] البخاری، صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق، حدیث 33

[46] القرآن، النور، 19:24

any after porno sites for sake of some dollars.[47]

ڈاکٹر خالد علوی کے مطابق: "اس پس منظر میں جدید ذرائع ابلاغ کو دیکھیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کام فحاشی کی اشاعت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ موجودہ ذرائع ابلاغ تو نوجوان نسل کو فحاشی، عریانی اور جنسی بے راہ روی کی اس ولدل میں دھکیل رہے ہیں۔ فیشن شوز، شوبز، اشتہارات، ڈریس ڈیزائننگ اور گلیمر کی آڑ میں بے حیائی کا ایک سیلاب ہے جو کہ تمام اخلاقی اقدار کو ساتھ بہا کر لے جا رہا ہے۔ ڈش انٹینا اور کیبل نیٹ ورک ہر قسم کے مناظر و نشریات دکھا رہے ہیں۔ بین الاقوامی چینلز میں فلمیں اور موسیقی کے پروگرامات آوارگی پھیلانے کا بین الاقوامی ایجنڈا ہے۔"[48]

2. گمان اور قیاس کی ممانعت:

سوشل میڈیا پر یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ مختلف معاملات میں حد سے زیادہ گمان اور قیاس سے کام لیا جاتا ہے۔ جب کہ اسلام اس بات کی قطعی مخالفت کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾[49]

(اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔)

ایک اور مقام پر فرمایا گیا:

﴿وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾[50]

(اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہا ماننے لگے تو آپ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔ وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔)

اسلام افراد کی نجی زندگی (Privacy) کا تحفظ یقینی بناتا ہے۔ اس لحاظ سے سوشل میڈیا پر لوگوں کی عیب جوئی، غیبت، بدگمانی کرنا اور لوگوں کے معاملات کی ٹوہ لگانا، انہیں کریدنا کسی طور بھی درست نہیں۔ اس طرح کے تجسس سے منع فرمایا ہے جن سے لوگوں کے عیوب بے نقاب ہوں اور وہ بلیک میل ہوں۔ نبی مہربان ﷺ نے اس کی وضاحت یوں فرمائی کہ:

"بدگمانی سے بچو، اس لیے کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹ بات ہے، اور نہ کسی کی راز جوئی کرو اور نہ ایک دوسرے کے لیے بولی دو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ باہم روگردانی کرو اور، اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔"[51]

آپ ﷺ نے ستر پوشی کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

---

[47] Ghulam Ali Khan and Tahira Bisharat "Globalisation and Pakistan" "Al Adwa 25, no 33 (2010): 19"

[48] اسلام کا معاشرتی نظام، ص427

[49] القرآن، سورہ الحجرات، 12:49

[50] القرآن، سورہ الانعام، 116:6

[51] بخاری. کتاب الادب. باب مآینهی عن التحاسد. 896:2

"من رأى عورة فسترها، كان كمن أحيا موءودة"[52]

(جس کسی نے کسی کا عیب دیکھا اور اسے چھپائے رکھا تو گویا اس نے اتنا بڑا کام کیا کہ گویا زندہ در گور کی ہوئی لڑکی کو قبر سے نکال دیا۔)

3. **کردار کشی کی ممانعت اور تحفظِ آبرو:**

سوشل میڈیا کے کردار اور اس کی ذمہ داریوں کے تعین کے لیے ضروری ہے کہ تعلیم وتربیت میں اس اصول کو مدِ نظر رکھا جائے کہ دوسرے انسان کا مذاق نہ اڑایا جائے اور نہ اس کے کردار پر انگلی اٹھائی جائے۔ فرمایا گیا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ﴾[53]

(اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو۔ آپس میں ایک دوسرے کو طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القابات سے یاد کرو۔)

معاشرے کے کسی فرد کی کردار کشی کرنے پر دین اسلام سخت رویہ اپنانے کا حکم دیتا ہے۔ فرمایا گیا:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾[54]

(جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں تو انہیں 80 کوڑے مارو اور ان کی شہادت بھی قبول نہ کرو وہ فاسق ہیں۔)

آبرو کے تحفظ کے لیے نبی مہربان ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"المسلم على المسلم حرام، دمه، وماله، وعرضه".[55]

(مسلمان کا دوسرے مسلمان پر مال، خون اور عزت وآبرو حرام ہے۔)

سوشل میڈیا کی تربیت کے حوالے قرآنِ کریم کا دیا ہوا ایک اصول یہ بھی ہے کہ اس کے استعمال میں کوئی ایسا عمل نہ ہونے پائے جس سے کسی دوسرے کی دل آزاری ہو۔ اسی ضمن میں نبی مہربان ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مسلمانوں کو اذیت مت دو، انھیں عار مت دلاؤ، ان کے رازوں کی ٹوہ میں مت لگو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب تلاش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائے گا، اور اللہ تعالیٰ جس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائے تو اسے رسوا کر دیتا ہے۔"[56]

---

[52] سنن ابی داود، کتاب الادب، باب في الستر عن المسلم، رقم الحديث 4891

[53] القرآن، سورۃ الحجرات، 11:49

[54] القرآن، سورۃ النور، 04:24

[55] مرجع الحديث: صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله، رقم الحديث 2564.

[56] سنن ترمذی، ما جاء في تعظيم المومن، ص 337

4. سوشل میڈیا پر جاہلوں سے اعراض:

یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ سوشل میڈیا ابلاغ کا ایک ایسا شتر بے مہار ہے جس پر بے مقصد اور لایعنی گفتگو اور مباحث چلتے رہتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی تعلیم و تربیت کا ایک اہم نقطہ یہ بھی ہے کہ نہ ہر انسان سے بحث کرنا ضروری ہے اور نہ ہی ہر انسان کو جواب دینا ضروری ہے۔ بے مقصد گفتگو کا حصہ نہ بننے پر قرآن مجید کی واضح ہدایت موجود ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾[57]

(آپ در گزر کریں اور نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔)

قرآن مجید میں اللہ نے اپنے نیک بندوں کی صفات گنواتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾[58]

(اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر شائستہ چال چلتے ہیں اور جاہل لوگ جب ان سے بات (الجھنے لگتے ہیں) کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں: سلام ہو۔)

اور پھر فرمایا گیا:

﴿وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ﴾[59]

(اور جب کوئی بیہودہ بات ان کے کان میں پڑتی ہے تو اس سے کنارہ کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ ہمارے اوپر سلامتی ہو اور ہم جاہلوں سے (الجھنا) نہیں چاہتے۔)

5. استہزا طعن و تشنیع:

تشنیع اور مذاق اڑانے کا ایک طوفانِ بدتمیزی ہے جو کہ سوشل میڈیا پر تفریح (Entertainment) کے نام پر ہو رہا ہے۔ سوشل میڈیا کے استعمال کو مفید بنانے کے لیے ان خرابیوں کا سدباب بہت ضروری ہے۔ اگرچہ ذرائع ابلاغ میں اس امر کی گنجائش موجود ہے کہ ہلکے پھلکے انداز میں شخصیات کے بعض پہلوؤں کی نشان دہی کی جائے یا مقامی و ملکی مسائل کو اس اسلوب میں آگاہ کرے جس کے لیے زبان و مکان پر مکمل عبور رکھتا ہو۔ الفاظ و معانی کی نزاکتوں سے آگاہ ہو۔ سنجیدہ بات کے مضحک پہلو کو ابھارنے کی صلاحیت ہو۔ دوسری اور اہم خوبی کہ اس کے نشتر ظرافت سے کسی کی دل آزاری نہ ہو، وہ طنز و طعنہ زنی اور مزاح و پھکڑپن کے فرق کو کبھی نظر انداز نہ ہونے دے۔[60] نبی مہربان ﷺ نے ایسے تمام رویوں کی نفی کی جن سے کسی مسلمان بھائی کی دل آزاری ہو۔ فرمایا:

---

[57] القرآن، سورہ الاعراف، 199:7

[58] القرآن، سورہ الفرقان، 63:25

[59] القرآن، سورہ القصص، 55:28

[60] عبد السلام، اسلامی صحافت، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، 1990، ص 182

"إن من أربى الربا الاستطالة في عرض المسلم بغير حق"[61]

(تمام قسم کی زیادتیوں سے بڑی زیادتی یہ ہے کہ کوئی شخص ناحق کسی مسلمان کی عزت کے بارے میں زبان طعن دراز کرے۔)

6. **افواہوں سے اجتناب:**

سوشل میڈیا نے دنیا کو ایک گلوبل ولیج بنا کر رکھ دیا ہے جس میں دنیا کے ایک گوشے سے خبر کو پوری دنیا میں پھیلنے میں لمحہ بھر لگتا ہے۔ اسی وجہ سے جھوٹی افواہوں سے پیدا ہونے والے بگاڑ نے معاشرے کو پوری طرح سے بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ مختلف سوشل میڈیا چینلز بریکنگ نیوز (Breaking News) کی تلاش میں رہتے ہیں جو کہ بغیر تحقیق کے پھیلادی جاتی ہیں۔ بالخصوص ایسی خبریں جو سیاسی، سماجی، ثقافتی، ملکی اور بین الاقوامی منظر نامے پر ہاٹ کیکس (Hot Cakes) ہوتی ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں دین اسلام واضح ضابطہ اخلاق مہیا کرتا ہے اور مسلمانوں کی تربیت کے لیے راہ متعین کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾[62]

(یہ لوگ جہاں کوئی اطمینان بخش یا خوف ناک خبر پاتے ہیں تو اسے پھیلا دیتے ہیں۔ حالاں کہ یہ رسول اللہ ﷺ اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو ان کے درمیان اس بات کی حیثیت رکھتے ہیں کہ اس سے نتیجہ اخذ کرسکیں۔)

نبی مہربان ﷺ کی تعلیمات میں واضح طور پر ایسے شخص کو اعتبار کے قابل نہیں سمجھا گیا کہ جو محض سنی سنائی باتوں کو آگے پہنچادے:

"كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع"[63]

(اس شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی دلیل ہے کہ وہ جو سنے اسے آگے بیان کردے۔)

آپ ﷺ نے اس طرح کا طرزِ عمل اختیار کرنے والے کو فتنہ اور فساد پھیلانے والا قرار دیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"تجدون من شرار الناس ذا الوجهين: الذي يأتي هؤلاء بوجه وهؤلاء بوجه"[64]

(لوگوں میں سب سے برا وہ شخص ہے جو دو منہ رکھتا ہے۔ کچھ افراد کے پاس وہ ایک چہرے کے ساتھ آتا ہے اور کچھ افراد کے پاس وہ دوسرے چہرے کے ساتھ۔)

ریاستی کردار (تجاویز اور سفارشات):

کسی بھی معاشرے کے بناؤ اور بگاڑ میں ریاست اور ریاستی اداروں کا اہم کردار ہوتا ہے۔ عہدِ حاضر میں سماجی ذرائع ابلاغ (Social Media) وہ ذریعہ ہے جو کسی بھی معاشرے کی فکری، سماجی، سیاسی اور اخلاقی ساخت پر انتہائی اہم اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس کا استعمال اس سے

---

[61] ابو داؤد، کتاب الادب، باب في الغيبة، وكذا في السنن الكبرى للبيهقي، باب من تجوز شهادته ومن لا تجوز، حدیث نمبر 4351

[62] القرآن، سورۃ النساء، 4:83

[63] صحيح مسلم، مقدمہ، باب النهي عن التحديث بكل ما سمع، حدیث نمبر 5۔

[64] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب ذم ذي الوجهين، حدیث نمبر 2526۔

حاصل ہونے والے نتائج کی راہ متعین کرتا ہے۔یعنی مثبت استعمال تعمیری کردار ادا کرتا ہے تو دوسری جانب منفی استعمال فتنہ و فساد اور بے راہ روی کا سبب ہے۔ اگر دنیا کو دیکھا جائے تو ہمیں کئی مثالیں ملتی ہیں، مثلاً ایران، ترکی، چین، سعودی عرب وغیرہ۔ جنہوں نے سوشل میڈیا کے مضرات سے بچنے کے لیے اپنے ہاں ایسے اقدامات کیے جن کے بہت مفید اور دور رس نتائج بر آمد ہوئے۔ مقامی قوانین کی پاسداری نہ کرنے اور سماجی بگاڑ پیدا کرنے پر سماجی رابطوں کی کئی ویب سائٹس کو بند کر دیا گیا۔ چین نے گوگل کروم پر پابندی لگا کر اپنا سرچ انجن اور اس طرح کے کئی اپنے پلیٹ فارم بنا لیے جو ان کے بنائے ہوئے قوانین کے تابع ہیں۔

وطن عزیز ایک اسلامی فلاحی ریاست ہے۔ اس لیے اس پر لازم ہے کہ اسلامی فکری اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ایسی اصلاحات ناگزیر ہیں جن سے گلوبل ولیج میں اپنی فکری اور ملی شناخت بر قرار رکھتے ہوئے وطن عزیز کو دشمنوں کی شورشوں، فتنوں اور پروپیگنڈوں سے بچایا جاسکے۔

اسی ضمن میں ایسی سفارشات اور تجاویز ذیل میں پیش کی گئی ہیں جن کو اختیار کر کے ریاست سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے فروغ میں اپنا کردار ادا کر سکتی ہے۔

1. **تعلیمی اداروں میں تربیت:**

- انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی تعلیم کو نصاب کا حصہ بنانا چاہیے، تاکہ طلبہ اسکولز، کالجز اور یونی ورسٹیز میں اس کے مثبت استعمال سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
- طلبہ کے لیے آن لائن کورسز بھی وضع ہونے چاہئیں، جن سے استفادہ کر کے وہ عہد حاضر کے جدید چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو سکیں۔
- دینی اور اخلاقی تربیت ہونی چاہیے، جس میں سچائی کا فروغ اور برائی کی روک تھام کی تربیت دی جائے، شعور اجاگر کیا جائے۔
- حکومت کی جانب سے ایسے علمی اور تحقیقی کاموں کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے جو معاشرے میں مثبت اثرات رکھتے ہیں۔
- اساتذہ کے لیے خصوصی ٹریننگ کا بندوبست ہو جس سے وہ طلبہ کو انٹرنیٹ کے مفید اور تعمیری پہلو سکھا سکیں۔
- والدین کے لیے ایسی خصوصی ٹریننگ کا اہتمام کیا جائے جس سے وہ نوجوان نسل بالخصوص بچوں پر نظر رکھ سکیں کہ کہیں وہ کسی منفی سرگرمی میں ملوث تو نہیں ہو گئے۔

2. **مثبت اور تعمیری مواد کی تخلیق کی تعلیم و تربیت:**

- معاشرے کو اسلامی اقدار، اپنی روایات اور تاریخ سے روشناس کرانے کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال کرنا چاہیے۔
- ایسا Content سامنے لانا چاہیے جس سے اپنی ثقافت، تہذیب و تمدن اور تاریخ سے آگاہی ہو، جیسے ترکی نے ارطغرل غازی، عثمان غازی اور صلاح الدین ایوبی جیسے ڈرامے بنا کر اپنے معاشرے کو روایات سے جوڑنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔
- اخلاقی اصلاح و تربیت کے لیے آن لائن مہمات چلانے کی ضرورت ہے جس سے سوشل میڈیا پر پھیلی بے حیائی کو کاؤنٹر Counter کیا جاسکے۔

- فروغِ علم اور تحصیل علم کے لیے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کا استعمال آسان اور عام فہم بنانا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ علوم کی تحصیل سے وابستہ افراد کی حوصلہ افزائی بہت ضروری ہے۔ جس کے نتیجے میں مثبت اور تعمیری سرگرمیوں کو فروغ حاصل ہو گا۔
- مذہبی اور اخلاقی تربیت کے لیے احترام انسانیت، رواداری اور سماجی بھلائی پر مبنی آن لائن مہمات چلانی چاہئیں۔

3. **منفی اور غیر اخلاقی مواد سے بچاؤ:**

- جھوٹ اور جھوٹے پروپیگنڈے کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ حکومتی سطح پر ایسے پلیٹ فارمز ہونے چاہئیں جہاں سے سچ اور جھوٹ کی تصدیق کی جاسکے، تاکہ معاشرے کے افراد کسی کے پھیلائے ہوئے فتنہ اور فساد کا حصہ نہ بن جائیں۔
- حکومتی سطح پر سوشل میڈیا کے مضرات اور منفی چیزوں کو اجاگر کرنے کے لیے باقاعدہ ایک ادارہ قائم کیا جانا چاہیے، جو وقتاً فوقتاً ایسی مہمات چلاتا رہے جس سے عوام الناس میں جھوٹ، نفرت انگیزی اور فساد کے خلاف شعور اجاگر ہو۔

4. **قانون سازی:**

- میڈیا سے متعلق ادارے پیمرا کو غیر سیاسی بنایا جائے تاکہ آزادانہ طور پر اقدامات ہو سکیں، جس میں کسی سیاسی جماعت کی کوئی بے جا مداخلت اور انتقامی کارروائی کا عنصر شامل نہ ہو۔
- سائبر کرائم عدالتیں اور جدید فرانزک لیبارٹریاں قائم ہونی چاہئیں۔
- 2016ء میں بنائے گئے پیکا ایکٹ جس میں 23 جرائم کی 30 فوجداری کی دفعات شامل ہیں۔ بظاہر تو یہ ایک مکمل قانون ہے لیکن کئی سماجی حلقوں بالخصوص صحافی برادری کو اس میں تحفظات ہیں کہ اسے سیاسی انتقامی کارروائیوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔
- اس ایکٹ میں ضروری تبدیلیاں کر کے مؤثر بنایا جائے تاکہ مثبت نتائج بر آمد ہوں۔
- سوشل میڈیا پر سائبر کرائم سے متعلق آگاہی مہمات چلائی جائیں، تاکہ عام افراد کو پتہ چل سکے کہ کیا جرائم ہیں اور ان کی کیا سزائیں ہو سکتی ہیں۔
- غیر اخلاقی مواد پر مکمل پابندی عائد ہونی چاہیے۔
- چین کی طرح ایسی سوشل میڈیا ایپلیکیشن اور ویب سائٹ بنانی چاہئیں جو ہماری روایات اور ثقافت کی عکاسی کریں اور ہمارے اصولوں، قوانین کے تابع ہوں، اور ایسی تمام ویب سائٹس اور ایپلیکیشنز کو بند ہونا چاہیے جو ہمارے نوجوانوں بچوں اور بچیوں کو بے راہ روی کی راہ پر گامزن کریں۔

حاصلِ کلام

دورِ جدید عالمی گاؤں (Global Village) کا منظر نامہ پیش کر رہا ہے جس میں سماجی ذرائع ابلاغ (Social Media) کی اہمیت کسی سے چھپی نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ سوشل میڈیا ایک بہت بڑی طاقت کے طور پر ابھرا ہے تو یہ بات کسی طور غلط نہ ہو گی۔ ایک جانب تو یہ اپنے اندر بے شمار خوبیاں رکھتا ہے۔ معلومات کا سمندر، علم کا خزانہ، عوامی رابطوں کا سہل ترین ذریعہ، اقوام عالم کو ایک ہی لڑی میں پرونے والا، لمحوں میں آپ کو پوری دنیا سے جوڑنے کا سبب، تبلیغ دین، تحصیل علم، فکر و تحقیق کا وسیع میدان، کاروباری تشہیر اور عالمی منڈیوں تک رسائی، یہ وہ

ساری خوبیاں ہیں جن سے پوری دنیا مستفید ہو رہی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ نسل نوع کے لیے یہ ایک بہت بڑا چیلنج بن کر ابھرا ہے کہ اس کے مضرات میں اخلاقی پستی، بے راہ روی، گالم گلوچ اور فتنہ وفساد کو بھی جنم دیا ہے۔ نوجوانوں میں بڑھتی ہوئی ذہنی وجسمانی بیماریاں، جنسی بے راہ روی اور افتراق وانتشار کا سبب بھی یہی سوشل میڈیا ہے۔

اس سارے منظر نامے میں اگر ملکی سلامتی پر بات نہ کی جائے تو بات نامکمل رہ جائے گی، کیوں کہ سوشل میڈیا کے عفریت نے ملکی اور ملی سلامتی کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ اس کے غیر ذمہ دارانہ استعمال سے کئی سیاسی جماعتوں اور افراد نے اپنے مذموم مقاصد حاصل کیے۔ فیک اکاؤنٹس بنانا، جھوٹی خبریں اور افواہیں پھیلانا، سنسنی خیزی اور اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کی خاطر ملکی سالمیت کو داؤ پر لگا دینا بھی سوشل میڈیا پر ہی ہو رہا ہے۔

ففتھ جنریشن وار فیئر اپنی پورے آب وتاب سے جاری ہے جس میں نہ صرف یہ کہ غیر ملکی دشمن عناصر ملکی سالمیت کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں، بلکہ اپنی سیاسی جماعتوں کے سیاسی وتنگ دشمنوں کے آلہ کار بن کر معصوم نوجوانوں کے مستقبل کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔

ایسی گھمبیر صورت حال میں یہ ریاستی ذمہ داری ہے کہ سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت کا فریضہ سرانجام دے جس کی رہنمائی ہمیں نبی مہربان ﷺ کی پیاری سیرتِ اطہر وانور سے ملتی ہے۔

بحیثیتِ مسلمان دین اسلام نے ہمیں کہیں بھی آزاد نہیں چھوڑا، بلکہ نبی اکرم ﷺ کی مہکتی کلیوں کو ہر دم سمیٹنے کا حکم دیا ہے۔ تمام مسائل کا حل سیرتِ اطہر وانور میں موجود ہے۔ 1400 سالوں سے مسلمان اپنے پیارے حسین پیغمبر ﷺ کی سیرت اعلی وارفع پر عمل پیرا ہو کر کامیابیاں اور کامیابیاں سمیٹتے چلے جا رہے ہیں، کیوں کہ آپ ﷺ کے فرامین ذیشان میں ایسی کامل واکمل تعلیمات کے خزانے موجود ہیں، جن سے اخلاقیات، عبادات، سیاسیات، سماجیات، معاشیات سمیت تمام شعبوں میں رہنمائی موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کو کامل دین عطا فرمایا کہ جس میں قیامت تک آنے والے تمام مسائل کا حل موجود ہے، خواہ ان مسائل کا تعلق انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی زندگی سے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے قیامت تک قائم ودائم رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ معلم انسانیت، نبی محتشم، سلطان العرب والعجم، رحمتِ کائنات، فخر موجودات، شافع محشر، ساقی کوثر، محمد عربی ﷺ کی تعلیمات ہی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں جن سے اسباق نکال کر اصول وضوابط وضع کیے جا سکتے ہیں۔ عہد حاضر کے چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے جس ہتھیار کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ آقائے نامدار ﷺ کی تعلیمات کو اپنایا جائے تا کہ کامیابی اور کامرانی ہمارا مقدر ٹھہرے۔

4

مقالہ نگار:

صفا اکبر بنت محمد اکبر حسین

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم، أما بعد!

تمہید و تعارف

انسانی معاشرے کی اولین اکائی فرد ہے جسے نطق اور مافی الضمیر کے اظہار کی صلاحیت دے کر پیدا کیا گیا۔ انسان کی حیوان ناطق سے تعبیر جہاں اس صلاحیت کا پتا دیتی ہے وہیں سماج و معاشرہ کی ضرورت کو بھی اجاگر کرتی ہے۔ جذبات کا اظہار ہو یا احساسات کا، صلاحیتوں کا تبادلہ ہو یا معلومات کا دیگر افراد معاشرہ کے روبرو ہی متصور ہے۔ یہیں سے افراد کے مابین روابط کا آغاز ہوتا ہے جو بڑھتے بڑھتے خاندان اور پھر معاشرہ تک محیط ہوتے ہیں جس کی اعلیٰ اور منظم شکل ریاست کہلاتی ہے۔ معاشرتی استحکام کے لیے ان روابط کا منظم اور معتدل نہج پر استوار رہنا ضروری ہے۔ تاہم انسانی ترجیحات اور مفادات کے مابین ٹکراؤ بسا اوقات ان روابط میں تناؤ اور بگاڑ کا سبب بن سکتا ہے۔ اس لیے اسلام سدباب کی خاطر ریاست کی شکل میں ایک مقتدر قوت کے وجود کی ضرورت پر زور دیتا ہے جو ہمہ قسم کے جبر و استبداد کے خاتمے اور معاشرتی عدل و انصاف کے لیے کوشاں رہتی ہے۔ بالفاظ دیگر کہا جا سکتا ہے کہ افرادِ معاشرہ کے روابط کو ہر قسم کی کجی اور بگاڑ سے پاک رکھنے کے لیے ریاست کا وجود ناگزیر ہے۔

موجودہ دور میں سماجی روابط انتہائی اہمیت کے حامل اور اپنے تنوع کے باعث ایک پیچیدہ صورت اختیار کر چکے ہیں۔ سائنسی ترقی اور ابلاغ کے نت نئے اسالیب کی بدولت جہاں یہ روابط بہ سہولت وبہ سرعت وقوع پذیر ہوتے ہیں، وہیں افراد کے نامناسب رویے ان کی افادیت کو سبوتاژ کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ دین اسلام کی آفاقیت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس اہم عصری مسئلہ کے لیے ایک جامع مانع لائحہ عمل فراہم کرے۔ اسلام دین فطرت ہے اور ہر فطری تقاضے کی تکمیل کا بھرپور سامان مہیا کرتا ہے۔ دین اسلام کا امتیازی وصف ہے کہ قرآن کی شکل میں اصول و نظریات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ رسول اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی صورت میں ان کی عملی تطبیق کا نمونہ بھی امت کے سامنے رکھتا ہے، جسے بروئے کار لا کر ہر دور میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا مطالعہ نہ صرف جزو ایمان بلکہ رشد و ہدایت کا سامان بھی ہے۔ تا قیامت انسانیت کی نجات و فلاح، سیرتِ طیبہ ﷺ سے مستفاد اصول و نظریات میں پنہاں ہے۔ چناں چہ سماجی روابط کی تشکیل و تنظیم اور جدید ذرائع ابلاغ سے افادہ و استفادہ کے بارے میں بھی کامل رہنمائی سیرتِ طیبہ سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ ریاستِ مدینہ کے سربراہ ہونے کے ناطے اس باب میں آپ ﷺ کی حکمتِ عملی بھی ممد و معاون ہے۔ یہی اس مقالے کا بنیادی تحقیقی سوال ہے کہ **"سوشل میڈیا کے مفید اور مثبت استعمال میں ریاست کا کیا کردار اور اس حوالے سے رعایا کی تعلیم و تربیت میں ریاست کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟"**

چناں چہ آئندہ سطور میں سیرتِ طیبہ ﷺ سے اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ مذکورہ موضوع پر تحقیق کو بنیادی طور پر مندرجہ ذیل مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے:

- **مبحثِ اوّل: سوشل میڈیا کی افادیت اور استعمال سے متعلق اساسیات**
- **مبحثِ دوم: ریاست کی حقیقت، ضرورت واہمیت اور بنیادی اغراض ومقاصد**
- **مبحثِ سوم: سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت اور ریاستی ذمہ داریاں: سیرت طیبہ ﷺ کے تناظر میں**

ان مباحث پر گفتگو کے بعد آخر میں نتائج اور تجاویز وسفارشات بھی مذکورہ مقالہ کا حصہ ہوں گی۔

مبحثِ اوّل

سوشل میڈیا کی افادیت اور استعمال سے متعلق اساسیات

اس مبحث کی گفتگو کو آسانی کے لیے مندرجہ ذیل موضوعات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1. **سوشل میڈیا: تعارف اور حقیقت وماہیت۔**
2. **اسلام اور سوشل میڈیا کا باہمی ربط۔**
3. **سوشل میڈیا کی افادیت اور مثبت ومنفی پہلو۔**

سوشل میڈیا: تعارف اور حقیقت وماہیت

سوشل میڈیا سماجی روابط کی ایک ارتقائی اور جدید شکل ہے۔ یہ دو الفاظ "سوشل (Social)" اور "میڈیا (Media)" کا مجموعہ ہے۔ لفظِ "سوشل" کی اصل سوسائٹی (Society) ہے جسے سماج ومعاشرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ میڈیا کا اطلاق ذرائع ابلاغ پر ہوتا ہے۔[1] اس اعتبار سے اگر سوشل میڈیا کا مفہوم متعین کیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ اخبار ومعلومات کے ابلاغ کا معاشرتی اور سماجی ذریعہ سوشل میڈیا کہلاتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں سوشل میڈیا کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> **Social media, a form of mass media communications on the Internet through which users share information, ideas, personal messages and other content.**[2]

سوشل میڈیا انٹرنیٹ پر مبنی ایک وسیع ابلاغی ذریعہ ہے جو صارفین کو معلومات، خیالات، پیغامات اور مختلف قسم کا مواد (مثلاً ویڈیوز اور تصاویر وغیرہ) ایک دوسرے کو پہنچانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

سوشل میڈیا ایک متنوع اختراع ہے جس میں سرفہرست سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس، مثلاً فیس بک، انسٹاگرام، ٹویٹر اور لنکڈ ان وغیرہ اہم ہیں، جہاں لوگ اپنی ذاتی اور پیشہ وارانہ معلومات ایک دوسرے سے شیئر کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں رابطہ اور استفادہ قائم ہوتا ہے۔ اسی طرح مائیکروبلاگنگ اور ویڈیو شیئرنگ ویب سائٹس مثلاً یوٹیوب وغیرہ بھی اسی سوشل میڈیا کا ایک حصہ ہیں، جہاں لوگ اپنی آرا کے ساتھ تخلیقی شاہکار دنیا کے سامنے پیش کرسکتے ہیں۔ نیز پیغامات کی ترسیل کے جدید ذرائع مثلاً واٹس ایپ، میسنجر، وی چیٹ اور ٹیلی گرام وغیرہ بھی اسی میڈیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں بہت سی آن لائن گیمز بھی سماجی روابط کا بہت بڑا ذریعہ بن چکی ہیں۔ پوری دنیا میں ان مختلف پلیٹ فارمز پر صارفین کی

---

[1] https://www.dictionary.com/browse/media, Retrieved on 25 February, 2025.

[2] https://www.britannica.com/topic/social-media, Retrieved on 25 February, 2025.

تعداد کروڑوں میں ہے جو کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی شکل میں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔یوں سوشل میڈیا موجودہ دور کی ایک ناقابل انکار حقیقت اور معلومات کی ترسیل کا تیز ترین ذریعہ بن چکا ہے۔

اسلام اور سوشل میڈیا کا باہمی ربط

اسلام اور سوشل میڈیا کا باہمی ربط جاننے کے لیے اوّلاً یہ جاننا اہم ہے کہ اسلام معاشرت اور ابلاغ کے بارے میں کیا نظریہ رکھتا ہے۔ معاشرت انسانوں کے باہمی میل جول اور مل جل کر زندگی گزارنے کا نام ہے اور اسی قبیل سے انسان کو "معاشرتی حیوان" کہا جاتا ہے۔ وہ اپنی بنیادی ضروریات کی تحصیل و تکمیل میں نہ صرف دیگر انسانوں بلکہ ان کے واسطے سے جانوروں تک کا محتاج ہے۔ اس کی یہی فطرت معاشرے کی تشکیل کا بنیادی محرک ہے جس کی بقا اور استحکام افراد کے رویوں پر منحصر ہے۔ معاشرت کی ضد رہبانیت ہے جو کہ بے ربط اور تن تنہا زندگی گزارنے کا نام ہے۔ اس حوالے سے مقولہ مشہور ہے:

"لا رهبانية في الإسلام"۔[3]

(اسلام میں رہبانیت کا تصور نہیں۔)

اس مقولہ کو بعض اوقات حدیث کے انداز میں بھی بیان کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کے مطابق ان الفاظ کا حدیث ہونا محل نظر ہے، تاہم مضمون معنوی طور پر درست اور تعلیماتِ شرع کے عین مطابق ہے۔[4] بالفاظِ دیگر اسے روایت بالمعنی کے قبیل سے لیا جا سکتا ہے۔ پتا چلا کہ دنیا و اہل دنیا سے کٹ کر، بے ربط زندگی گزارنا اسلام کی نظر میں محمود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب تین اصحاب نے آپ ﷺ کی عبادت سے متاثر ہو کر ذمہ داریوں سے الگ تھلگ، ہر وقت عبادت ہی میں مشغول رہنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ ﷺ نے ان کے اس عمل کو پسند نہیں فرمایا اور عبادت کے ساتھ ساتھ دنیاوی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا حکم دیا۔[5]

مذکورہ نص کے علاوہ اسلام میں بہت سے تصورات ایسے ملتے ہیں جو باہمی ربط پر مشتمل ہیں۔ مثال کے طور پر عبادات کے ساتھ حقوق العباد کا نظریہ افراد کے مابین روابط کی عمدہ مثال ہے۔ متعدد نصوص اس امر پر وارد ہیں کہ حقوق العباد میں کسی بھی قسم کی کوتاہی ناقابل معافی ہے تا آنکہ صاحبِ حق معاف کر دے۔[6] اسلام کا نظریہ اخوت بھی سماجی رابطے کی عمدہ شکل ہے جسے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾۔[7]

---

[3] ابن حجر العسقلانی، أحمد بن محمد بن علی، **فتح الباری**، (بیروت: دار الکتب العلمیة، 2009ء)، 9;111۔

[4] ابن حجر العسقلانی، **فتح الباری**، 9;111۔

[5] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دار السلام، 2014ء)، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، رقم الحدیث: 5063۔

[6] روایات میں آتا ہے کہ شہید جس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے سے قبل اس کے سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ ان میں وہ گناہ شامل ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔ حقوق العباد شہید کو بھی معاف نہیں جب تک صاحبِ حق معاف نہ کر دے۔ اس حوالے سے حدیث ہے کہ: **يغفر للشهيد كل ذنب إلا الدين**۔ (احمد بن حنبل، الامام، **مسند احمد**، (دمشق: دار الفکر، 1998ء)، مسند المکثرین من الصحابة، رقم الحدیث: 7051۔)

[7] سورۃ الحجرات 49:10۔

(یقیناً تمام مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں، سو اپنے بھائیوں میں صلح کروا دیا کرو۔)

آپ ﷺ کا ہجرت مدینہ کے بعد انصار ومہاجرین کے مابین مواخات کا قیام بھی اسی تصور کا پتا دیتا ہے۔ گویا مکی و مدنی معاشرے سے وابستہ افراد کے مابین آپ ﷺ نے ربط قائم فرما کر اس کی ضرورت واہمیت کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ باہمی تعاون و تناصر کا نظریہ بھی سماجی روابط کا پتا دیتا ہے کیوں کہ رابطہ کے بغیر تعاون متصور نہیں۔[8] یہ نظریات واضح کرتے ہیں کہ اسلام افراد کے مابین روابط کے قیام کا نہ صرف داعی، بلکہ انھیں ہر دور میں مضبوط اور قابل عمل بنیادیں فراہم کرتا ہے۔

اظہار وبیان: اسلام کی نظر میں

سوشل میڈیا کا دوسرا پہلو اظہار وبیان سے متعلق ہے۔ انسانیت کی تخلیق کے بعد اسے اظہار وبیان کی صلاحیت سے ہم کنار کرنا باری تعالی کی رحمت کا کمال مظہر ہے۔ سورۃ الرحمن میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

﴿الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾۔[9]

(رحمن نے اسے (نبی کو) قرآن سکھایا۔ انسان کو پیدا کیا اور بیان سکھایا۔)

بیان دوسروں کے روبرو مافی الضمیر کے اظہار کا نام ہے۔ جبلی طور پر انسان اپنے خیالات وجذبات دوسروں تک پہنچانے اور ان سے باخبر رہنا پسند کرتا ہے۔ اسلام میں ابلاغ کی اہمیت کے ادراک کے لیے یہ بات کافی ہے کہ الٰہی پیغامات کے ابلاغ کے لیے ہی انبیاء ورسل کی بعثت عمل میں لائی گئی۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾۔[10]

(اے رسول! جو آپ کی طرف اتارا گیا اس کی تبلیغ کر دیجیے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے حق رسالت ادا نہ کیا۔)

انبیاء ورسل کے بعد یہ فریضہ امت کو سونپا گیا جس کا اعلان آپ ﷺ نے ان الفاظ میں فرمایا:

"بلغوا عني ولو آية"۔[11]

(میری طرف سے اگرچہ تمھیں ایک آیت ہی پہنچے تو اسے آگے پہنچا دو۔)

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اس امر کا اقرار لیا کہ حاضرین دین کا پیغام اور تعلیمات غائبین تک پہنچا دیں۔ یوں امت کا ہر فرد ابلاغ کا ذمہ دار قرار پایا چاہے اس کے پاس ایک ہی آیت یا پیغام کیوں نہ ہو۔ نہ صرف اسلام بلکہ انسانی تاریخ میں ابلاغ ایک مسلسل عمل کے طور پر موجود رہا، جو اپنے ارتقا کے ساتھ ساتھ مختلف ومتنوع اشکال میں وقوع پذیر ہوتا رہا ہے۔ اپنے افکار ونظریات، خیالات واحساسات کو دوسروں تک منتقل کرنے کے لیے انسان ہر دور کے رائج ذرائع اور اسالیب اختیار کرتا چلا آیا ہے۔

---

[8] دیکھیے: سورۃ المائدۃ 5:2۔

[9] سورۃ الرحمن 55:1-4۔

[10] سورۃ المائدۃ 5:67۔

[11] البخاري، **الجامع الصحيح**، كتاب احاديث الانبياء، باب ما ذكر عن بني اسرائيل، رقم الحديث: 3461۔

ذرائع ابلاغ کی جدت، سائنسی ترقی اور نت نئے اسالیب کی بدولت دنیا گلوبل ولیج کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ یہاں یہ سوال اہم ہے کہ ان جدید و متنوع اسالیب کو ابلاغ کے لیے بروئے کار لانے کے بارے میں اسلام کا اصولی موقف کیا ہے؟ تو اس سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اسلام کسی طور پر جدت کا مخالف نہیں۔ اس اصولی موقف پر درج ذیل قرائن پیش کیے جاسکتے ہیں:

- ﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ﴾۔[12]
- آیت میں "قوۃ" کا عموم اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہر دور اور مقام کے مطابق کفار سے مقابلہ کے لیے قوت تیار رکھی جائے۔ مرورِ زمانہ سے قوت کی شکل اور کیفیت پر فرق ظاہری چیز ہے جسے ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔
- انبیا کرام علیہم السلام کو زمان و مکان کے مطابق معجزات کا عطا کیا جانا بھی اس چیز کی دلیل ہے کہ زمان و مکان کا تغیر ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔[13]
- سیرتِ طیبہ ﷺ سے بھی جدت کے معتبر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ آپ ﷺ کا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دینا، وفود سے ملاقات کے لیے آپ ﷺ کا مخصوص لباس اور مہر زیب تن کرنا جدت کا تقاضا ہی تھا۔

مذکورہ بالا قرائن کے علاوہ بے شمار مثالیں موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلی قانون فطرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "**تغیر الأحكام بتغير الزمان**"[14] یعنی زمانہ بدلنے سے احکام کی تبدیلی فقہِ اسلامی کا مسلمہ اصول ہے۔

اسلام اور سوشل میڈیا کے تعلق کے حوالے سے اس ساری گفتگو کا نتیجہ ان نکات کی صورت بیان کیا جاسکتا ہے کہ:

- انسانوں کا باہمی ربط اسلام کی نظر میں نہ صرف مندوب بلکہ قانونِ فطرت ہونے کے ناطے ضروری بھی ہے۔
- ابلاغ شریعتِ مطہرہ کا لازمی حکم ہے۔
- اسلام چوں کہ جدت کا فی نفسہ حامی ہے، اس لیے جدید ذرائع ابلاغ مثلاً سوشل میڈیا کو بروئے کار لانا شرع کی نظر میں بالکل جائز اور مستحسن ہے۔

البتہ اتنی بات طے ہے کہ دیگر میادین کی مانند شرع نے اس میدان کو بھی کھلم کھلا اور بے لگام نہیں چھوڑا، بلکہ اس کے استعمال کے لیے چند حدود و قیود متعین کیے ہیں۔ مذکورہ مقالہ سوشل میڈیا کے مفید و مثبت استعمال کے حوالے سے ریاستی ذمہ داریوں سے متعلق ہے۔ یہ ذمہ داریاں قرآن و سنت کی مقرر کردہ ہیں جنہیں آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے تلاش کرنا ہی اس مقالہ کا بنیادی مقصد ہے۔

سوشل میڈیا کی افادیت اور مثبت و منفی پہلو

اس بات میں کوئی دورائے نہیں کہ سوشل میڈیا آج ایک ناقابل انکار حقیقت بن چکا ہے۔ کم خرچ، کم محنت اور تیز ترین معلومات کی

---

[12] سورۃ الانفال 8:60۔

[13] عہد موسوی میں عصائے کلیم اور ید بیضا کے ذریعے سحر و تخیل کا بطلان، عہد عیسوی میں احیاء موات اور لاعلاج امراض سے شفا اور عہد رسالت ﷺ میں فصحائے عرب کا کلام الٰہی کے مقابلہ سے عاجز آنا سب اس بات کی دلیل ہیں۔

[14] ابن عابدین، محمد امین آفندی، **مجموعة رسائل ابن عابدين**، (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، سن ندارد)، 2:125۔

ترسیل وابلاغ کی بدولت اس کی پذیرائی روز بروز بڑھتی چلی جارہی ہے۔ یہ دیگر ذرائع ابلاغ مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات کے برعکس ایک بالکل غیر روایتی ذریعہ ہے جس میں پوری دنیا جکڑی ہوئی ہے۔ باہمی رابطے کی بات ہو یا خبر کی منتقلی، صلاحیتوں کا اظہار ہو یا احساسات وجذبات کا، استعداد میں اضافہ مطلوب ہو یا معاشی مقاصد کا حصول، تمام مقاصد سوشل میڈیا کی بدولت نہایت احسن انداز میں پورے ہورہے ہیں۔ البتہ اس امر سے بھی انکار ممکن نہیں کہ دیگر سائنسی ایجادات کی مانند سوشل میڈیا اپنی ذات میں نہ تو کوئی اچھی چیز ہے اور نہ بری، بلکہ اس کا استعمال، اس کے حسن یا قبح کا تعین کرتا ہے۔ ذیل میں سوشل میڈیا کے مثبت ومنفی پہلو مختصراً بیان کیے جاتے ہیں جو اس کے استعمال کے لائحہ عمل طے کرنے میں ممدومعاون ہوں گے۔

سوشل میڈیا کے مثبت پہلو

- **معلومات کی تیز ترین رسائی:** سوشل میڈیا کی بدولت معلومات انتہائی کم وقت میں پوری دنیا میں پہنچ جاتی ہیں۔ رابطہ اس قدر آسان اور تیز ہوگیا ہے کہ پلک جھپکتے پوری دنیا تک آپ اپنی بات پہنچا سکتے ہیں۔ ماضی میں جس رابطے کے لیے مہینوں انتظار کرنا پڑتا آج آن واحد میں ممکن ہو چکا ہے۔ وکی پیڈیا(Wikipedia) ودیگر انسائیکلوپیڈیاز کی معلومات ایک کلک پر میسر ہیں۔
- **کم خرچ اور کم محنت طلب:** سوشل میڈیا ایسا ذریعہ ہے جس پر انسانی محنت اور پیسہ کم خرچ ہوتا ہے۔ گو کہ یہ انسانی ذہن کی اختراع ہے اور پوری دنیا میں اس کا نظام رواں دواں رکھنے کے لیے ایک پورا نظم موجود ہے۔ تاہم اگر اس کے اثرات ونتائج کو دیکھا جائے تو ماضی میں انہیں حاصل کرنے کے لیے کثیر سرمایہ اور محنت درکار ہوتا تھا۔
- **علمی وتحقیقی سرگرمیوں کا فروغ:** سوشل میڈیا کی بدولت علمی وتحقیقی سرگرمیوں کا فروغ بہت آسان ہو چکا ہے۔ ویڈیوز اور تصاویر کے ذریعے کوئی بھی علمی کاوش یا تحقیقی سرگرمی کثیر افراد تک پہنچائی جاسکتی ہے۔ مختلف شعبہ جات کے ماہرین باہمی رابطہ اور ادارے آفیشل پیجز کے ذریعے معلومات اور صلاحیتوں کا تبادلہ کرتے ہیں نتیجتاً ان سے کثیر افراد مستفید ہوتے ہیں۔
- **دینی واخلاقی تعلیم کی ترویج:** دینی واخلاقی تعلیم کی ترویج کے لیے بھی سوشل میڈیا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ اب تک سینہ بہ سینہ منتقل ہونے والا یا قلمی مسودات اور مخطوطات کی شکل میں موجود علمی سرمایہ محدود دنیا سے نکل کر برقی نسخہ جات کی شکل میں ہر خاص وعام کی دسترس میں ہے۔ علما کے بیانات ودروس آن لائن موجود، نادر ونایاب کتب پی ڈی ایف شکل میں دستیاب اور آن لائن دارالافتاء سب دینی تعلیم کی ترویج کی شکلیں ہیں جن کے مفید ومثبت اثرات سے امت کا کثیر طبقہ بہ آسانی فیض یاب ہورہا ہے۔
- **دعوت وتبلیغ کا مؤثر ذریعہ:** موجودہ دور میں سوشل میڈیا دعوت وتبلیغ کا ایک مؤثر ذریعہ بن چکا ہے۔ کفار اور مخالفین کے اسلام پر اعتراضات کا رد ویڈیو کی شکل میں موجود ہے۔ ہر شخص اپنی جگہ ہوتے ہوئے دین کی دعوت کا فریضہ سرانجام دے سکتا ہے، بہ ایں طور کہ اپنی صلاحیت کے مطابق تحریر، تقریر یا ویڈیو سوشل میڈیا کے ذریعے پھیلائے اور اسلام کی نشرواشاعت میں اپنا کردار ادا کرے۔

سوشل میڈیا کے منفی پہلو

- **غلط اور غیر مصدقہ معلومات:** ابلاغ اگرچہ دین متین کا اساسی حکم ہے، تاہم اس حوالے سے اسلام کی تعلیمات بھی نہایت واضح ہیں۔ کسی

بھی قسم کی غلط یا غیر مصدقہ خبر نقل کرنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے تفصیل تو آئندہ سطور میں بیان کی جائے گی، تاہم سوشل میڈیا پہ غیر مصدقہ اخبار کا انبار نظر آتا ہے۔ لوگ بغیر تصدیق مواد شیئر کرتے چلے جاتے ہیں جو کسی طرح بھی اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں۔ یہ سوشل میڈیا کا ایسا منفی پہلو ہے جس کے بہت سے منفی اثرات بر آمد ہو رہے ہیں۔ نتیجتاً کسی کے خلاف پروپیگنڈا انتہائی آسان اور تہمت وبہتان کا بازار گرم ہے۔ نیز جعلی اور فیک اکاؤنٹس کی وجہ سے کسی کی پہچان اور تلاش بھی بسا اوقات نہیں ہو پاتی۔

- **منفی سرگرمیوں کا فروغ:** سوشل میڈیا کا انسانی زندگی میں اثر ونفوذ اس حد تک پھیل چکا ہے کہ شاید ہی کوئی شعبہ اس سے مستغنی ہو۔ چوں کہ سوشل میڈیا ترویج واشاعت کا ذریعہ بنتا ہے، لہٰذا مفید سرگرمیوں کی مانند اس کا استعمال منفی سرگرمیوں میں بھی بکثرت ہو رہا ہے۔ ان میں اخلاقی طور پر منفی سرگرمیاں جیسا کہ فواحش، منکرات اور اخلاق باختہ امور بھی شامل ہیں، اور معاشی طور پر منفی سرگرمیاں مثلاً جوا، سٹہ، دھوکہ بازی وغیرہ بھی۔
- **اخلاقی انحطاط:** ایک طرف سوشل میڈیا پھیلاؤ اور ترویج کا تیز ترین ذریعہ ہے کہ کوئی بھی تصویر، ویڈیو یا بات لمحات میں پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے تو دوسری طرف رنگ ورس کی ہوس نے انسان کو شہرت کا دل دادہ بنا دیا ہے۔ مشہور ہونے کی حرص نے اخلاقیات کو پس پشت ڈال کر جائز وناجائز، درست اور غلط کی تمیز یکسر نظر انداز اور صرف مشہور ہونے کی فکر لوگوں کے قلوب واذہان میں پیوست کر دی ہے۔ لوگ شہرت کی خاطر ہر اخلاق باختہ سرگرمی کے مرتکب ہو رہے کہ جس سے اخلاقی گراوٹ اور انحطاط بہت زیادہ ہو چکا ہے۔ بے پردگی، مرد وزن کا اختلاط، چادر اور چاردیواری کے تقدس کی پامالی، ناچ گانا اور عریانیت بدترین اخلاقی انحطاط ہے جس کی لپیٹ میں ہمارا معاشرہ اس وقت آ چکا ہے۔
- **وقت کا ضیاع:** وقت اللہ رب العزت کی عطا کردہ ایسی نعمت ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ انسان مختصر دورانیہ کے لیے دنیا میں آیا ہے جہاں وہ حاصل ساعات کو خالق کی رضا کے مطابق مثبت سرگرمیوں میں صرف کر کے ابدی راحت وسکون کا ذریعہ بنا سکتا ہے۔ لایعنی اور بے مقصد سرگرمی کہ جس کا نہ کوئی دنیوی فائدہ ہو اور نہ اخروی، سے پرہیز ہی اصل مسلم کی پہچان ہے۔[15] بدقسمتی سے سوشل میڈیا کا لایعنی اور بے مقصد استعمال نہایت عام ہو چکا ہے۔ افراد فارغ بیٹھ کر محض اسکرولنگ کرتے اور پوسٹس شیئر کرتے رہتے ہیں۔ سماجی رابطوں کی ویب سائٹس پر نوجوان نسل کا گھنٹوں ویڈیو آڈیو کالز میں مصروف رہنا بے پردگی اور ناجائز اختلاط کی ایک صورت تو ہے ہی، ساتھ ہی یہ وقت کے ضیاع کی بھی ایک بھیانک شکل ہے۔

جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ سوشل میڈیا کا استعمال مثبت ومنفی دونوں طرح کا ہے تو "خذ ما صفا و دع ما کدر" اور "حکمت مومن کی گم شدہ میراث ہے۔ وہ جہاں کہیں بھی پائے اس کا زیادہ حق دار ہے۔"[16] کے اصول کی رو سے اس کا مثبت ومفید استعمال از روئے شرع محمود و

[15] اس حوالے سے ایک حدیث ہے کہ "من حسن إسلام المرء ترکه ما لا یعنیه" کہ آدمی کے اسلام کی خوبی ہے کہ وہ ہر لایعنی سرگرمی کو چھوڑ دے۔ (الترمذی، جامع الترمذی، (ریاض: بیت الافکار الدولیة، 2013ء)، کتاب الزهد عن رسول اللہ ﷺ، باب منه، رقم الحدیث: 2317۔)

[16] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقه، رقم الحدیث: 2687۔

مطلوب ہو گا۔ اس حوالے سے ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ سوشل میڈیا کے مثبت اور تعمیری استعمال کے لیے رعایا کی تعلیم وتربیت کا بندوبست کرے، ان میں آگاہی پیدا کرے اور عملی اقدامات اٹھائے۔ آئندہ سطور میں سیرت طیبہ ﷺ سے رہنمائی لیتے ہوئے لائحہ عمل تلاش کرنے کی کوشش کی جائے گی تاہم اس سے قبل ریاست کی حقیقت اور بنیادی اغراض ومقاصد پر مختصراً روشنی ڈالی جاتی ہے۔

مبحثِ دوم

ریاست کی حقیقت، ضرورت واہمیت اور بنیادی اغراض ومقاصد

اس مبحث کی گفتگو تین عناوین کے گرد دائر ہے:

1. **ریاست کا مفہوم اور حقیقت وماہیت۔**
2. **ریاست کی ضرورت واہمیت۔**
3. **ریاست کے بنیادی اغراض ومقاصد۔**

ریاست کا مفہوم اور حقیقت وماہیت

ریاست کا مفہوم جاننے سے قبل یہ جاننا اہم ہے کہ انسانیت کی رہبری ورہنمائی اور بنیادی حقوق کے تحفظ کی خاطر ترتیب دیا جانے والا نظم اصطلاحِ شرع میں سیاستِ اقوام کے نام سے معروف ہے۔ سیاست لغۃً ہر قسم کے بگاڑ اور فساد کی اصلاح کو کہتے ہیں۔[17] دنیا کی زندگی صلاح وفساد کا مجموعہ ہے، چناں چہ ہر بگاڑ کی اصلاح کی خاطر اول البشر سیدنا آدم علیہ السلام من جانب اللہ تفویضی اختیارات لے کر مبعوث ہوئے اور یہ سلسلہ چلتا ہوا مصلحِ اعظم رسول اکرم ﷺ پر اختتام پذیر ہوا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ:

"كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء، كلما هلك نبي خلفه نبي، وإنه لا نبي بعدي، وسيكون خلفاء فيكثرون"۔[18]

بنی اسرائیل کے انبیا سیاست کیا کرتے تھے۔ جب کبھی کوئی نبی وفات پاتے تو ان کی جگہ اور آجاتے، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا، البتہ بکثرت خلفا ہوں گے۔

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاست ایک نبوی اور مسلسل ادا کیا جانے والا فریضہ ہے۔ جب تک نبوت کا سلسلہ جاری رہا ہر آنے والے نبی اپنے پیش رو کے خلیفہ کے طور پر یہ فریضہ انجام دیتے چلے آئے۔ آپ ﷺ کی ختم نبوت کے بعد یہ فریضہ خلفا کی جانب منتقل ہوا جو تا قیامت چلتا رہے گا۔ آپ ﷺ نے تہذیب وتمدن سے عاری اور انسانی حقوق سے ناآشنا معاشرے کی جس نہج پر اصلاح کی زمانہ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ سیاست کے عملی اطلاق کے لیے ریاست کا وجود ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی سیاست کے جزوی مظاہر اگرچہ مکی دورِ حیات میں مختلف واقعات کی شکل میں سامنے آئے، تاہم ریاستِ مدینہ کی تاسیس کے بعد آپ ﷺ کی سیاست اور تدبیر منزل کا جو اعلیٰ نمونہ سامنے آیا وہ نہ

---

[17] ابن منظور، محمد بن مکرم الافریقی، **لسان العرب**، (بیروت: دار صادر، سن ندارد)، 3: 2149۔

[18] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب احادیث الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، رقم الحدیث: 3455۔

صرف مثالی اور لازوال، بلکہ تاقیامت قابل رشک وعمل ہے۔

ریاست کا مفہوم متعین کرنے کی کوشش کی جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ ریاست اس خطۂ ارضی کا نام ہے کہ جس کے باسی کسی مقررہ ومتفقہ طرزِ حیات اور نظم ونسق کے مطابق زندگی گزارنے کا عہد وپیمان اور اپنے مابین کسی فرد یا جماعت کو نگران تسلیم کرلیں۔[19] وہ مقررہ نظم، نظام سیاست، نگران قوت، حکومت اور علاقہ ریاست کہلاتا ہے جو باہم مربوط اور لازم وملزوم ہیں۔ اس تعریف کی رو سے ریاست کے اجزائے ترکیبی بخوبی سمجھے جاسکتے ہیں:

- محدود ومتعین جغرافیہ۔
- فرد یا جماعت کو حاصل اقتدار جسے حکومت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
- افراد کا گروہ جو رعایا یا شہری کہلاتے ہیں۔
- مقررہ نظم ونسق جو وہاں کا نظام سیاست کہلاتا ہے۔

یہ عناصر کسی بھی ریاست کی تشکیل کا لازمی جزو ہیں جن کے بغیر ریاست کا تصور محال ہے۔ جہاں یہ تسلط اور اقتدار صاحبِ ایمان شخص یا جماعت کو حاصل ہو فقہی اصطلاح میں اسے "دارالاسلام" یا "اسلامی ریاست" کہا جاتا ہے۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی ریاست کے اسلامی تشخص کے لیے حاکمیتِ الٰہیہ اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو لازمی قرار دیتے ہیں۔[20] گویا جو ریاست ان دو امور پر عمل پیرا ہے وہی درحقیقت اسلامی ریاست کہلوانے کی روادار ہے۔

ریاست کی ضرورت واہمیت: قرآن وسنت کے تناظر میں

ریاست انسان کی ایک معاشرتی واجتماعی ضرورت ہے۔ فرد ایک خاندان میں جنم لیتا اور اپنے ارتقا کے ساتھ دیگر افراد سے روابط قائم کرتا ہے۔ معاشرہ افراد کی اجتماعی شکل ہے جس کی خوب صورتی افراد کے باہمی رویوں پر منحصر ہے۔ جب ہر شخص کی ضروریات دوسروں سے وابستہ ہیں تو کسی متعین ضابطے کے بغیر ان کا مناسب انداز میں رواں دواں رہنا ممکن نہیں، کیوں کہ ضروریات وترجیحات کا ٹکراؤ کسی نہ کسی مرحلہ پر ناخوشگواری کا موجب ہو سکتا ہے۔ یہ عوامل جملہ امور کی نگران اور نظم ونسق کی بحالی کی خاطر مرکزیت کے متقاضی ہیں جسے ریاست وحکومت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نصیر الدین طوسی ریاست کو انسانی معاشرے کی ایک ارتقائی شکل قرار دیتے ہیں جس کی اوّلین اکائی فرد اور اختتامی نقطہ بین الاقوامیت ہے۔[21] فکرِ اسلامی میں ریاست کی ضرورت واہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل نصوص سے لگایا جاسکتا ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾۔[22]

(ہم نے اپنے رسل کو واضح نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتب اتاریں اور میزانِ انصاف تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔)

---

[19] السامرائی، نعمان عبد الرزاق، **النظام السیاسی فی الاسلام**، (ریاض: مکتبۃ الملک فھد، 2000ء)، ص79۔

[20] مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **اسلامی ریاست**، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، 1999ء)، ص285۔

[21] الطوسی، ابو جعفر نصیر الدین محمد بن محمد، **اخلاق ناصری**، (لکھنؤ: مطبوعات منشی نول کشور، 1924ء)، ص82۔

[22] سورۃ الحدید 25:57۔

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾۔[23]

(وہی ہے جس نے اپنے پیغمبروں کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے جملہ ادیان پر غالب کرے۔)

اوّل الذکر آیت سے نظام عدل کا قیام اور ثانی الذکر سے دین اسلام کے بقیہ ادیان پر غلبہ کا بعثتِ انبیا کے بنیادی مقاصد میں سے ہونا معلوم ہوتا ہے۔ مذکورہ مقاصد کا حصول بدوں ریاست محال ہے، اس لیے فقہِ اسلامی کے مسلّمہ اصول "ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب"[24] کی رو سے ریاست کا وجود لازمی اور ناگزیر ہے۔ ریاست کی اہمیت کے پیش نظر حدیثِ رسول ﷺ میں اسے اسلام کا جڑواں بھائی قرار دیا گیا ہے کہ دونوں کا استحکام اور عروج ایک دوسرے سے مربوط ہے۔[25] علاوہ ازیں خالق کائنات کا سید الرسل ﷺ کو یہ دعا تلقین فرمانا کہ: ﴿وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا﴾[26] کہ مجھے زور و قوت سے مدد دیجیے، بھی ریاست کی اہمیت کا عظیم الشان مظہر ہے۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی نے مذکورہ آیت سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ: "جب یہ دعا اللہ عزوجل نے خود اپنے نبی کو سکھائی ہے تو مقاصدِ الٰہیہ کے حصول کے لیے حکومت کی طلب نہ صرف جائز بلکہ محمود ہے، اور یہ دنیا پرستی نہیں بلکہ عین خدا پرستی کا تقاضا ہے۔"[27]

نصوصِ شرعیہ کی مانند عقل بھی ریاست کے وجود کی بھرپور حمایت کرتی ہے۔ انسانی معاشروں میں بغیر حاکم باہمی تنازعات کا رونما ہونا ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ اگر معاملات کا اختیار ہر فرد کو سونپ دیا جائے تو کوئی فرد کسی کے آلام کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا باہمی معاشرت کے لیے اصول اور حدود و قیود خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں جن کی ارتقائی شکل ریاست کہلاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشہور مؤرخ ابن خلدون نے اپنی کتاب "المقدمة" میں ریاست اور حکومت کے وجود کو انسانی عقل کے عین مطابق قرار دیا ہے۔[28]

ریاست کے بنیادی اغراض و مقاصد

افراد باہمی عہد و پیمان کے ذریعے مشترکہ اہداف کے حصول کی خاطر حکومت کا تعین کرتے ہیں جن کی برآوری کے لیے ریاست و حکومت مصروفِ عمل رہتی ہے۔ ریاست کے بنیادی اغراض و مقاصد کے ادراک کے لیے درج ذیل آیت اہم ہے:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[29]

(وہ لوگ کہ جنہیں ہم زمین میں غلبہ دیں تو نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں، نیکی کا حکم کریں اور منکرات سے منع کریں۔)

مذکورہ آیت حکومت و اربابِ حکومت کے دو بنیادی اغراض اور مقاصد پر روشنی ڈالتی ہے:

---

[23] سورۃ الصف 61:9۔

[24] الزركشي، بدر الدين محمد بن عبد الله. **البحر المحيط في أصول الفقه**. (بيروت: دار الكتب العلمية، سن ندارد)، 1/316۔

[25] الاصبهاني، ابو نعيم احمد بن عبد الله بن احمد. **فضيلة العادلين من الولاة**. (رياض: دار الوطن، 1418ھ/1997ء)، رقم الحديث: 39، ص 153۔

[26] سورۃ الاسراء 17:80۔

[27] مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **تفہیم القرآن**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2007ء)، 2/638۔

[28] دیکھیے: ابن خلدون، عبد الرحمن. **المقدمة**. (مصر: مطبعة لجنة البيان، 1965ء)، 2/422۔

[29] سورۃ الحج 22:41۔

- اوّل: اقامتِ صلوٰۃ وزکوٰۃ۔
- دوم: امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔

دین اسلام کی دو اہم عبادات نماز اور زکوٰۃ کا قیام در حقیقت اقامتِ دین سے استعارہ ہے، کیوں کہ ان کے بغیر دین کا تصور باقی نہیں رہتا۔ جب کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر باہمی تعاون وتناصر کے رویوں کو واضح کرتا اور شخصی مفاد کی بجائے قومی مفاد کو ترجیح دیتا ہے۔ یہ دو امور در حقیقت مکمل دین کا احاطہ کرتے ہیں۔ اقامتِ دین کا ایک پہلو اس کی حفاظت اور دوسرا عملی نفاذ سے متعلق ہے۔ لہٰذا ہر ایسا اقدام ریاست کی ذمہ داری ہو گا جو انجام کار دین کے قیام کا سبب بنے۔ ان میں دینی شعائر کی نشر واشاعت اور اعتراضات کا دفعیہ اہم ہیں۔ کسی بھی معاشرے میں دین کے اطلاق کے لیے شعائر اور حدود پر علی الاعلان عمل کو معیار قرار دیا جاتا ہے۔ حدود اللہ کا نفاذ معاشرتی جرائم کے خاتمے کے ساتھ ساتھ رحمتِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"حد يعمل به في الأرض، خير لأهل الأرض من أن يمطروا أربعين صباحاً"۔[30]

(زمین میں کسی ایک حد کا نفاذ اہل زمین کے لیے چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے۔)

بارش رحمت کا استعارہ ہے۔ نفاذِ حد کو چالیس روز کی بارش سے بہتر قرار دینے سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ امتِ محمدیہ کے ہر فرد سے مطلوب ہے، تاہم حاملینِ قوت سے اس کا تقاضا زیادہ شدت سے کیا گیا اور اسے ایمان کا افضل درجہ قرار دیا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان"۔[31]

(جو تم میں سے برائی دیکھے اسے چاہیے کہ بہ زورِ بازو اسے روکے، اگر ممکن نہ ہو تو اس کے خلاف آواز اٹھائے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے برا جانے۔ یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔)

ان کے علاوہ عوام کی بنیادی ضروریات کی تکمیل اور اس کے لیے حکمتِ عملی اختیار کرنے کی ذمہ داری بھی ریاست اور حکومت پر ڈالی گئی ہے۔ ان مقاصد کے اصول تو قرآن وسنت میں طے ہیں، البتہ عملی تطبیقات اور حکمتِ عملی کا اختیار اربابِ حل وعقد کو سونپ دیا گیا ہے کہ اپنے زمان ومکان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے طے کریں۔ ان اہداف کی کوئی مقررہ حد نہیں، نیز حالات وواقعات کے پیشِ نظر ان میں تبدل وتغیر بھی جاری رہتا ہے۔ تاہم عدلِ اجتماعی، قانونی مساوات، رعایا پروری، بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ وغیرہ اہمیت کے حامل ہیں، کیوں کہ کسی بھی سماج میں ان مقاصد کی تکمیل کو ہی معاشرتی ترقی اور استحکام کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

---

[30] ابن ماجة، محمد بن يزيد القزويني، **السنن**، (رياض: بيت الافكار الدولية، 2015ء)، كتاب الحدود، باب اقامة الحدود، رقم الحديث: 2538۔

[31] مسلم، ابن الحجاج القشيري، **صحيح مسلم**، (رياض: دار السلام، 2010ء)، كتاب الايمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الايمان الخ، رقم الحديث: 177۔

تعلیم وتربیت بھی چونکہ بنیادی انسانی حقوق میں سے ہے، اس لیے ریاست کے بنیادی اغراض میں رعایا کی تعلیم وتربیت کا انتظام وانصرام بھی اہم ہے۔ قرآن میں مختلف مقامات پر فلاح کو ایمان و عمل سے مشروط کیا گیا ہے، جب کہ دوسری جانب بغیر علم کے عمل استناد کا درجہ نہیں پاسکتا۔ علم وعمل کا یہ التزام اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ بغیر علم انسان کی فلاح ممکن نہیں۔ جب ایسا ہے تو کسی بھی ریاست کے فلاحی پہلو کو اجاگر کرنے کے لیے تعلیم وتربیت کا مثالی ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس ذمہ داری کی تکمیل کے نتیجے میں ریاست کو ایسے اشخاص مہیا ہوتے ہیں جو صلاحیت وقابلیت کے بل بوتے ریاستی استحکام اور قومی فلاح وبہبود کا سبب بنتے ہیں۔

مبحثِ سوم

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت اور ریاستی ذمہ داریاں: سیرتِ طیبہ ﷺ کے تناظر میں

اس مبحث کی گفتگو کو آسانی کے لیے مندرجہ ذیل موضوعات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1. **تعلیم وتربیت کی اہمیت، لزوم اور ریاستی حکمتِ عملی: سیرتِ طیبہ ﷺ کے تناظر میں۔**
2. **سوشل میڈیا کے مثبت ومفید استعمال کی تعلیم وتربیت کے لیے ریاستی حکمتِ عملی کے بنیادی تصورات۔**

چناں چہ اس مبحث کی گفتگو میں ان تمام پہلوؤں کا سیرتِ طیبہ ﷺ کے تناظر میں جائزہ پیش کیا جائے گا۔

تعلیم وتربیت کی اہمیت: نصوصِ شریعہ کے تناظر میں

علم انسانیت کی معراج ہے۔ انسان کو اشرف المخلوقات کا اعزاز اسی کی بدولت حاصل ہے۔ فکرِ اسلامی میں تعلیم وتعلم کا مقام اور معنویت کے ادراک کے لیے یہی کافی ہے کہ پہلی وحی کے لیے جس حکم کا انتخاب کیا گیا وہ "پڑھنے لکھنے" سے متعلق ہے۔[32] درجنوں آیات اور احادیث علم کی اہمیت، فضیلت اور اس فریضے کی تکمیل سے متعلق ہیں۔ بطور نمونہ چند ایک کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾۔[33]

(کہہ دو کہ: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟ عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔)

قرآن میں متعدد مقامات پر اضداد کا ذکر کر کے یہ باور کرایا گیا کہ وہ باہم برابر نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح مذکورہ آیت میں بھی حاملین علم اور غیر کے مابین برابری کی نفی کی جارہی ہے۔ ایک اور مقام پر ارشادِ ربانی ہے کہ:

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ﴾۔[34]

(اللہ، فرشتوں اور اہل علم نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔)

---

[32] سورۃ العلق 96:1-5۔

[33] سورۃ الزمر 39:9۔

[34] سورۃ آل عمران 3:18۔

باری تعالیٰ نے توحید کی گواہی میں اپنے اور فرشتوں کے ساتھ بطورِ خاص "أولوا العلم "کا ذکر فرمایا۔ یہ علم اور صاحبِ علم کی فضیلت کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ اگر کسی اور وصف کے حاملین اس اعزاز کے حامل ہو سکتے تو ان کا ذکر کیا جاتا۔ اسی طرح متعدد روایات بھی علم کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں۔ روایت کا مفہوم ہے کہ باری تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی گہری سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔[35] ایک دفعہ آپ ﷺ کے سامنے ایک عالم اور ایک عابد کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پہ ایسے ہے جیسے میری تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔[36] ایک اور روایت میں فقیہ کو شیطان پر ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ بھاری بتلایا گیا ہے۔[37] ظاہر ہے کہ صاحبِ علم اپنے علم کی بدولت کثیر افراد کی ہدایت کا ذریعہ بنتا ہے، جب کہ عابد کی عبادت محض اس کے حق میں مفید ہوتی ہے۔ یہ دراصل اسلام کے اجتماعی نظریہ کا عکاس ہے کہ ہر وہ عمل جس کی نافعیت سے کثیر لوگ مستفید ہوں، زیادہ محبوب ہے بنسبت اس کے جس کی نافعیت محدود ہو۔

تعلیم اور تربیت کا لزوم: سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں

تربیت کے لفظی معنیٰ: پالنا یا پرورش کرنے کے آتے ہیں۔ امام راغب اصفہانی نے تربیت کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"وهو إنشاء الشيء حالًا فحالًا إلى حد التمام"۔[38]

(تربیت کسی چیز کو رفتہ رفتہ کمال تک پہنچانا ہے۔)

باری تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت ہی ہے کہ تخلیق موجودات کے بعد انہیں بے یار و مددگار چھوڑنے کی بجائے ضروریات و مصالح کی تکمیل کرتے ہوئے کمال تک پہنچایا جاتا ہے۔ تعریف سے واضح ہے کہ تربیت ایک مسلسل عمل ہے جس کی ضرورت زندگی کے ہر موڑ پر رہتی ہے۔

تربیت در حقیقت افراد سازی کا نام ہے جس کی بدولت افراد کے رویوں کی اصلاح وافزائش کی جاتی ہے۔ اس مادی کائنات میں انسان روح اور جسم کا مجموعہ ہے۔ جسمانی نشوونما کی مانند روحانی بالیدگی بھی نہایت اہم ہے۔ لہٰذا بنیادی جسمانی ضروریات مثلاً خوراک، پوشاک، علاج معالجہ کی تکمیل کے ساتھ ساتھ علم، شعور، آگہی، اخلاق واقدار اور فکر واحساس جیسی روحانی ضروریات کی تکمیل بھی تربیت کا لازمی حصہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فکرِ اسلامی میں کہیں بھی تعلیم کے ساتھ تربیت کو فراموش نہیں کیا گیا۔ امتِ محمدیہ ﷺ کو جہاں قرآن ایک نصابِ حیات کی شکل میں دیا گیا وہیں تربیت کی خاطر رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو بہترین نمونہ بنا کر پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے فرامین میں محض علم کی فضیلت بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اصحاب کی مسلسل تربیت، ذہن سازی، اخلاقی مشق اور منفی رویوں کی اصلاح میں کوشاں رہے۔ قرآن میں مقاصدِ بعثت کے ضمن میں ارشادِ ربانی ہے کہ:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي

---

[35] البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب فرض الخمس، باب قول الله تعالیٰ: "فأن لله خمسه وللرسول"، رقم الحدیث: 3116۔

[36] الترمذی، **جامع الترمذی**، کتاب العلم عن رسول الله ﷺ، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، رقم الحدیث: 2685۔

[37] ابن ماجة، **السنن**، کتاب العلم، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، رقم الحدیث: 222۔

[38] الراغب الاصفهانی، الامام، **مفردات الفاظ القرآن**، (دمشق: دار القلم، 2009ء)، ص 336۔

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾۔[39]

(وہی ہے جس نے ان پڑھ لکھوں میں انہی میں سے رسول بھیجا تاکہ انہیں اس کی آیات سنائے،ان کا تزکیہ کرے اور انہیں کتاب وحکمت کا علم دے۔یقیناًوہ اس سے قبل واضح گمراہی میں تھے۔

جس معاشرے میں جن مقاصد کے لیے آپ ﷺ کی بعثت عمل میں لائی گئی یہ آیت انہیں بخوبی عیاں کرتی ہے۔ آیت کے آخری حصے میں ماقبل کی حالت کا بیان ہے کہ اہلیانِ عرب واضح گمراہی میں تھے۔ آپ ﷺ کو جو مقاصد دے کر مبعوث کیا گیا ان میں آیات کی تلاوت، تزکیہ اور کتاب وحکمت کا علم شامل ہیں۔ دیکھا جائے تو تزکیہ تربیت ہی کا ایک پہلو ہے۔ مفاسد اور اخلاقِ رذیلہ سے اصحاب کو پاک کرنا ظاہر ہے کہ ایک دو روز کا کام نہیں۔ انسان پیدائش کے بعد جس طرح ہر گھڑی، ہر آن کچھ نہ کچھ سیکھ رہا ہوتا ہے اسی طرح وقت کے ساتھ بہت سی عادات اس میں پیدا اور ختم ہوتی رہتی ہیں۔ لہٰذا رذائل کو فضائل سے بدلنے کی ضرورت ہمہ وقت رہتی ہے۔ حکمت کی تعلیم بھی تربیت کی اہمیت کی طرف مشیر ہے۔ حکمت جو دانائی سے عبارت ہے محض سطحی علم سے حاصل نہیں ہو سکتی، بلکہ یہ وسیع تجربہ کی متقاضی ہے۔ یہ کسی حکیم ودانا کی مسلسل صحبت اور تربیت سے حاصل ہو پاتی ہے۔ قرآن کا تدریجی نزول اور احکام شرع میں اصول تدریج کا اعتبار بھی تربیت کی ضرورت کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ شواہد اسلام میں تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کی اہمیت اور لزوم کو واضح کرتے ہیں۔

تعلیم وتربیت کے حوالے سے ریاستی حکمتِ عملی: سیرتِ طیبہ ﷺ کے تناظر میں

تعلیم وتربیت کے حوالے سے ریاستی حکمتِ عملی کے جو بنیادی اصول ہمیں سیرتِ طیبہ ﷺ سے ملتے ہیں ان میں صدق، امانت و دیانت، نصیحت، تعاون اور مقصدیت قابل ذکر ہیں۔ علم کی اہمیت کے پیش نظر آپ ﷺ نے اپنے لیے اسی حیثیت کا اظہار پسند فرمایا[40] اور بعثت کے بعد ہی سے تعلیم وتعلم کو اپنی حکمتِ عملی کا لازمی حصہ بنایا۔ مکی زندگی میں دار ارقم، ہجرتِ مدینہ کے بعد فوری طور پر مسجد قبا و مسجد نبوی کی تعمیر، صفہ واصحابِ صفہ، اساریٰ بدر کی مسلم بچوں کی تعلیم کے بدلے رہائی اور مفتوحہ علاقوں میں اصحاب کو بطورِ معلم و قاضی بھیجنا، سیرتِ طیبہ ﷺ کی وہ روشن مثالیں ہیں جو اس ضمن میں ریاستی حکمتِ عملی کی تشکیل کی راہ ہموار کرتی ہیں۔ معاملہ فہمی، مسائل کا ادراک و تدارک، ضروریات و ترجیحات کا تعین، وسائل کی تخصیص، قانون سازی اور جرائم کا انسداد ایسے امور ہیں جنہیں بدوں علم وتربیت حل نہیں کیا جاسکتا۔ صاحب علم وفہم اور تجربہ کار افراد ہی ایسے ملکی مسائل کا صحیح معنوں میں حل پیش کرسکتے ہیں، اس لیے رعایا کی تعلیم وتربیت کے لیے عملی اقدامات ریاست کی اوّلین ترجیح ہونی چاہئیں۔

سوشل میڈیا کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو صارفین کے رویوں کی تربیت اور مفاسد کی اصلاح نہایت ضروری ہے۔ مثبت و منفی دونوں پہلوؤں کی موجودگی تربیت کی اہمیت کو اور بڑھادیتی ہے تاکہ افراد منفی سرگرمیوں میں ملوث نہ ہو پائیں۔ لہٰذا ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے کہ سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کی تعلیم وتربیت کا مکمل لائحہ عمل بنائے اور جامع مانع نظام وضع کرے۔ آئندہ سطور میں وہ تصورات پیش کیے جاتے ہیں جنہیں بروئے کار لاکر لائحہ عمل تشکیل دیا جاسکتا ہے۔

---

[39] سورۃ الجمعہ 2:62۔

[40] ابن ماجة، السنن، كتاب العلم، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، رقم الحديث: 229۔

سوشل میڈیا کے مثبت و مفید استعمال کی تعلیم و تربیت کے لیے ریاستی حکمتِ عملی کے بنیادی تصورات

تہذیب و تمدن کی جستجو میں اجتماعیت کی دو شکلیں انسانی دریافت ہیں: ایک معاشرہ اور دوسری ریاست۔ معاشرہ کی بنیاد اخلاقی اقدار جب کہ ریاست کی قانون پر ہے۔ ریاست کو اپنا وجود برقرار رکھنے کی خاطر قوتِ نفاذ کی ضرورت ہوتی ہے، جو افراد معاشرہ اپنے عہد و پیمان کے نتیجے میں اسے فراہم کر چکے ہوتے ہیں۔ ریاست ارکان معاشرہ کو جبراً کسی کام سے روک اور کسی کا حکم دے سکتی ہے جس سے انکار قابل تعزیر شمار ہوتا ہے۔ شریعتِ مطہرہ میں اطاعتِ امیر کا مستقل حکم موجود ہے جو اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

امن و امان اور عدل اجتماعی ریاست کے بنیادی مقاصد میں سے ہیں۔ سوشل میڈیا معاشرے میں ہیجان، انارکی، چپقلش اور حقوق کی پامالی سمیت متعدد مفاسد کا باعث ہو سکتا ہے، اس لیے ریاست پر لازم ہے کہ اس حوالے سے قانون سازی اور جامع مانع لائحہ عمل تشکیل دے جس کی بدولت عوام کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ مقالہ کے اس حصہ میں وہ بنیادی تصورات پیش کیے جاتے ہیں جن کی روشنی میں سوشل میڈیا کے مثبت اور مفید استعمال کی حکمتِ عملی وضع کی جا سکتی ہے۔ ان میں بنیادی طور پر مندرجہ ذیل تصورات اہم ہیں:

1. احترام انسانیت
2. اقامتِ دین
3. قیام اجتماعیت و مرکزیت
4. اصول تنقیح و تصدیق
5. نظریہ حریت

آئندہ سطور میں ان تصورات کی حقیقت، سیرتِ طیبہ ﷺ سے نظائر اور اس ضمن میں ریاستی ذمہ داریوں کا تعین کرنے کی کوشش کی جائے گی تاکہ سوشل میڈیا کا مثبت استعمال یقینی بنایا جا سکے۔

اصولِ اوّل: احترامِ انسانیت

اللہ عزوجل نے انسانیت کے سر شرف و فضیلت کا تاج رکھا اور جملہ مخلوقات میں اسے امتیازی مقام عطا فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾۔[41]

(یقیناً ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور انہیں بحر و بر میں سواری دی اور پاک چیزوں کا رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی۔)

آیت میں بنی نوع انسانی کی تکریم اور کیے گئے احسانات کسی بھی قسم کی تفریق کے بغیر بیان کیے گئے ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شرف بحیثیتِ مجموعی بلا تفریق مذہب، قوم، رنگ و نسل ہر انسان کو حاصل اور کسی دوسرے کو یہ شرف سبوتاژ کرنے کی اجازت نہیں۔ دین اسلام کا طرۂ امتیاز ہے کہ وہ کسی فرق کے بغیر بنیادی انسانی حقوق تمام انسانیت کو فراہم کرنے کی بات کرتا ہے۔ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہری بھی اس

[41] سورۃ الاسراء 70:17۔

حوالے سے مساوی مقام رکھتے ہیں۔

قرآن و سنت میں ایسے بہت سے احکام موجود ہیں جو اس احترام کو برقرار رکھنے کی خاطر دیے گئے۔ ان احکام کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

- **ایجابی احکام:** ایسے احکام اور اوامر جنہیں بجالانے کا کہا گیا۔ مثلاً عزت، تکریم، حقوق کی ادائیگی، نصیحت و خیر خواہی وغیرہ۔
- **سلبی احکام:** ایسے احکام جن سے گریز کا حکم دیا گیا تاکہ احترام انسانیت میں کوئی رخنہ نہ آئے۔ قتل ناحق، غیبت، تجسس، ایذا رسانی، برے القابات، بہتان و تہمت، دھوکہ فراڈ، حق پامال کرنا کا شمار شدید جرائم میں ہوتا ہے، جن میں سے بعض پر سخت سزاؤں کا تصور بھی موجود ہے۔ یہ وہ امور ہیں جو احترام انسانیت پر قدغن لگاتے ہیں، اس لیے شریعتِ مطہرہ میں ان کی کلی ممانعت ہے۔

الغرض احترام انسانیت کا تصور وہ اصل الاصول ہے جو باہمی تعلقات اور روابط کے استحکام و بقا کی ضمانت ہے۔

احترام انسانیت اور اسوۂ حسنہ ﷺ

رسول اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ احترام انسانیت کے اس اصول پر عمل کی زندہ و جاوید مثال ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف اپنے فرامین سے اس اصول کو دنیا کے سامنے روشناس کرایا، بلکہ ساری زندگی اس پر عمل پیرا بھی رہے۔ تمام جہانوں کے لیے آپ ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا، چناں چہ آپ کی رحمت ہر آن، ہر گھڑی اپنے پرائے سب پر نچھاور رہی۔ انسانیت کے ساتھ لطف و نرمی سے پیش آنا، ضرورت مندوں اور محتاجوں کی مدد کرنا، پریشان حال کی پریشانی دور کرنا، یتامیٰ و بیوگان سے خصوصی شفقت و مودت اور مظلوم کی دادرسی آپ ﷺ کی سیرت کے وہ درخشاں پہلو ہیں جو انسانی تکریم کو نمایاں کرتے ہیں۔ پہلی وحی کے بعد جب آپ ﷺ نے اپنی زوجہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے واقعہ بیان کیا تو انہوں نے ان الفاظ میں آپ ﷺ کو تسلی دی:

"كلا والله! ما يخزيك الله أبدا، إنك لتصل الرحم، وتحمل الكل، وتكسب المعدوم، وتقري الضيف، وتعين على نوائب الحق."۔[42]

(اللہ کی قسم! وہ ہرگز آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے کس کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مفلس کے لیے کماتے ہیں، مہمان نواز ہیں اور مشکلات میں حق والے کی مدد کرتے ہیں۔)

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کے وہ انسانی رویے بیان کیے جو تکریم اور احترام پر مبنی ہیں۔ نیز ان کا بلا تفریق بیان یہ واضح کرتا ہے کہ ان پر عمل بھی بلا امتیاز ہونا چاہیے۔ اسی طرح ان اوصاف کی بنا پر اللہ کی مدد شامل حال ہونے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انسانیت پر لطف و احسان خالق انسانیت کی رضا کا سبب ہے۔ آپ ﷺ کی یہ شفقت اور ہمدردی محض اہل ایمان کے لیے نہ تھی بلکہ مشرکین و کفار پر بھی اس کا مظاہرہ ہوتا رہتا تھا۔ کفارِ مکہ جب ضد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر قبول حق سے باز رہے تو آپ ﷺ بڑے رنجیدہ ہوتے تھے۔ اس ضمن میں ارشادِ ربانی ہے:

[42] البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب بدء الوحی، باب: منہ، رقم الحدیث: 3۔

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾۔[43]

(شاید آپ اپنی جان کو ہلاک کر دیں گے اس غم میں کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتے۔)

حلف الفضول میں آپ ﷺ کی شرکت کمزور و مظلوم کا ساتھ دینے کی لازوال مثال ہے۔ اہل طائف کے حد درجہ ظلم وایذا رسانی کے باوجود ان کے حق میں ہدایت ورحمت کی دعا، مختلف جنگی مہمات میں جنگی قیدیوں سے حسن سلوک اور رہائی[44]، حالتِ جنگ میں مقاتلین و غیر مقاتلین کا امتیاز اور مثلہ کی ممانعت[45] آپ ﷺ کی سیرت کی وہ مثالیں ہیں جن کے ہر ہر پہلو سے انسانیت کا احترام اور تکریم چھلکتی ہے۔ اس عملی اسوہ کے علاوہ متعدد روایات بھی آپ ﷺ سے منقول ہیں۔ مثال کے طور پر آپ ﷺ نے اصل مؤمن و مسلم کی پہچان یہ بتائی کہ اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔[46] ایک روایت میں "حقوق المسلم" ان الفاظ میں ارشاد فرمائے:

"إذا لقيته فسلم عليه، وإذا دعاك فأجبه، وإذا استنصحك فانصح له، وإذا عطس فحمد الله فسمته، وإذا مرض فعده، وإذا مات فاتبعه"۔[47]

(جب تم اس سے ملو سلام کرو، اس کی دعوت کو قبول کرو، جب وہ نصیحت طلب کرے تو نصیحت کرو، جب اسے چھینک آئے اور الحمد للہ کہے تو اسے دعا دو، جب بیمار ہو تو عیادت کرو اور جب فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جاؤ۔)

یہ حقوق آپ ﷺ نے مسلمان کے لیے بیان فرمائے ہیں۔ نیز ایک روایت کا مفہوم ہے کہ دوسرے مسلمان کو حقیر سمجھنا کسی کے برا ہونے کے لیے کافی ہے۔[48] آپ ﷺ سے غیر مسلم سے حسن سلوک اور ان کے جنازے کے احترام میں کھڑا ہونا بھی ثابت ہے۔[49] اسی طرح ہمسائے کے حقوق کے بیان میں بھی یہ بات ثابت ہے کہ غیر مسلم ہمسایہ ویسے ہی حسن سلوک کا حق دار ہے جیسے مسلم ہمسایہ الا یہ کہ مسلم کا حق اسلام اضافی ہے۔[50] سیرتِ طیبہ ﷺ کے یہ نظائر احترام انسانیت کے تصور کو اجاگر کرتے اور امتِ محمدیہ ﷺ کے افراد سے ان پر عمل کا پر زور تقاضا کرتے ہیں۔

---

[43] سورۃ الشعراء3:26۔

[44] ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، **السیرة النبویة ﷺ**، (مصر: مطبعة السعادة، سن ندارد)، 488/4۔

[45] ابو داود، سلیمان بن الاشعث السجستانی، **السنن**، (ریاض: دار السلام، 2013ء)، کتاب الجهاد، باب في النهي عن المثلة، رقم الحدیث: 2667۔

[46] البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده، رقم الحدیث:10۔

[47] مسلم، **صحیح مسلم**، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، رقم الحدیث:5651۔

[48] مسلم، **صحیح مسلم**، کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم، رقم الحدیث:2564۔

[49] البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازة یهودي، رقم الحدیث:1311۔

[50] الهیثمی، علی بن ابی بکر، **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**، (بیروت: دار الفکر، 1994ء)، کتاب البر والصلة، باب حق الجار، رقم الحدیث: 13536۔

احترامِ انسانیت کے ممکنہ اطلاقات: سوشل میڈیا کے تناظر میں ریاستی ذمہ داریاں

سوشل میڈیا چونکہ انسانیت کے عالمی رابطے کا ذریعہ بن چکا ہے جس پر کروڑوں صارفین بالواسطہ یا بلاواسطہ باہم جڑے ہوئے ہیں، اس لیے اس پلیٹ فارم پر احترام انسانیت کے تصور کو ملحوظ رکھنے اور اس پر عمل کی بہت ضرورت ہے۔ اس حوالے سے ریاست مندرجہ ذیل اطلاقی پہلوؤں پر عمل کو یقینی بنا سکتی ہے:

- سوشل میڈیا پر کسی بھی قسم کی پوسٹ (تصویر، ویڈیو، ولاگ یا بلاگ وغیرہ) کا احترام انسانیت کے تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہو۔ اس سے کسی فرد یا جماعت کے خلاف نفرت کا اظہار نہ ہو اور نہ ہی وہ بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا باعث بن رہی ہو۔
- سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر ہر قسم کے انسانی تحقیر وتضحیک کے عمل کی نفی ہو۔ کسی کی ذات پر کیچڑ اچھالنا، تصاویر یا ویڈیوز کی شکل میں تضحیک کرنا، محض تفریح کی خاطر گالم گلوچ یا نامناسب زبان استعمال کرنا وغیرہ سب منع ہونے چاہئیں جیسا کہ روسٹنگ، ٹرولنگ اور حقارت پر مبنی میمز بنا کر اس اظہار کیا جاتا ہے۔
- مختلف قسم کے کارٹون یا حقارت آمیز خاکوں کی شکل میں کسی کا ایسا رخ پیش کرنا جس سے دوسرے کی حقارت نمایاں ہو، ممنوع ہونا چاہیے۔ بسا اوقات نفرت کی آگ میں کسی دوسرے کی ایسی کردار کشی کی جاتی ہے جو اس کی شخصیت کو مسخ کر دینے کے مترادف ہوتی ہے۔ اس عمل کی سختی سے روک تھام ہونی چاہیے۔
- سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر دھوکہ، فراڈ پر مبنی معاملات کی روک تھام یقینی بنائی جائے جس سے لوگوں کے اموال محفوظ ہوں۔ اس کے لیے سائبر کرائمز ڈیپارٹمنٹ کا بھرپور کردار ضروری ہے۔

اصولِ دوم: اقامتِ دین

اہل ایمان کو کسی خطۂ ارضی میں قوت واقتدار ملنے کی صورت میں جن اہداف کا پابند بنایا گیا ہے ان میں اقامتِ دین سرِفہرست ہے۔ اس بارے میں متعدد نصوص موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ارشادِ ربانی ہے کہ:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾۔[51]

وہ لوگ کہ جنہیں ہم زمین میں غلبہ دیں تو نماز قائم کریں، زکوۃ دیں، نیکی کا حکم کریں اور منکرات سے منع کریں۔

مذکورہ آیت میں دو بنیادی مقاصد بیان ہوئے: اقامتِ صلوۃ وزکوۃ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔ یہ دو امور درحقیقت مکمل دین کا احاطہ کرتے ہیں۔ پہلے حصے میں عبادات کے ذریعے دین کی مکمل حفاظت کا بیان ہے تو دوسرا حصہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ذریعے دین کے عملی نفاذ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور اسی کی بنا پر امتِ محمدیہ ﷺ کو "خیر الامت" کا اعزاز دیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾۔[52]

(تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے بھیجے گئے ہو، انہیں نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور منکرات سے روکتے ہو۔)

---

[51] سورۃ الحج 41:22۔

[52] سورۃ ال عمران 110:3۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ امتِ محمدیہ کے ہر فرد سے مطلوب ہے، تاہم حاملین قوت سے اس کا تقاضا زیادہ زور اور شدت سے کیا گیا اور اسے ایمان کا افضل درجہ قرار دیا گیا ہے۔[53] اسی طرح انبیا کرام علیہم السلام کی بعثت بھی روئے زمین پر الٰہی نظام قائم کرنے اور اسے بقیہ ادیان پر غالب کرنے کے لیے عمل میں لائی گئی۔[54] یہ دلائل ثابت کرتے ہیں کہ اقامتِ دین کا تصور کسی بھی اسلامی ریاست کی پالیسی کا لازمی جزو ہونا چاہیے۔ کسی بھی حوالے سے قانون سازی ہو یا قوانین کا نفاذ، اقامتِ دین کا پہلو نظر انداز نہیں ہونا چاہیے۔ اس اصول کی رو سے ہر ایسا اقدام ریاست کی ذمہ داری ہوگا جو انجام کار دین کے قیام کا سبب بنے۔

اقامتِ دین کا تصور: سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

رسول اکرم ﷺ کی پوری حیات مبارکہ اقامتِ دین کی فکر و سعی سے عبارت ہے۔ اللہ رب العزت نے دین حق کی تبلیغ وغلبہ کا جو فریضہ دے کر آپ ﷺ کو بھیجا، پوری زندگی اس پر عمل پیرا رہے۔ نہ صرف بعثت کے بعد سے وصال تک بلکہ قبل از بعثت امانت و دیانت، عزم و استقلال، صبر وہمت، شجاعت وبہادری جیسے اصولوں کے مطابق زندگی گزاری۔ ان اصولوں نے آپ ﷺ کی بعد از بعثت دعوتِ دین کے قبول میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مشرکین مکہ کو علانیہ دعوتِ حق دیتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی سابقہ حیات کو بطورِ نمونہ ان کے سامنے پیش کیا:

﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾۔[55]

(پکی بات ہے کہ میں نے اس سے قبل تمہارے مابین ایک عمر گزاری ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں۔)

بعثت کے بعد سے آپ ﷺ کی تمام تر توانائیوں اور کوششوں کا محور و مرکز اقامتِ دین تھا۔ مکی زندگی میں خفیہ وعلانیہ دعوت و تبلیغ، اصحاب کو دینی احکام کی تعلیم و تلقین، دار ارقم کا قیام، شعب ابی طالب کی محصوری، اصحاب کو ہجرتِ حبشہ کی اجازت، قریش کے لالچ کے جواب میں ببانگ دہل فریضۂ اقامت کا عزم اور اس پر کسی قسم کے سمجھوتے کی نفی سب وہ مثالیں ہیں جن کی بدولت مکہ میں قریش کی تمام تر مخالفت کے باوجود آپ ﷺ نے دینی احکام وشعائر کو بالادست رکھا۔ جب مکہ کا جغرافیہ نظام الٰہی کے نفاذ کے لیے موزوں نہ رہا تو مقصد کے لیے مدینہ کا انتخاب کیا گیا۔ مدنی زندگی میں انصار و مہاجرین کے مابین مواخات، میثاق مدینہ، غزوات و سرایا، دیگر ریاستوں سے معاہدے اور وفود کا تبادلہ سب وہ اقدامات ہیں جو اقامتِ دین کا سبب بنے۔ مختلف مواقع پر آپ ﷺ نے اس امر کا واضح الفاظ میں اعلان فرمایا کہ:

"الإسلام يعلو ولا يعلى عليه"۔[56]

(اسلام غالب رہتا ہے، مغلوب نہیں ہو سکتا۔)

حدیث میں اسلام کے غلبہ کی دی گئی پیشین گوئی بعد کے ادوار میں پوری ہوئی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ رب العزت کی طرف سے

---

[53] مسلم، **صحیح مسلم**، كتاب الايمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الايمان الخ، رقم الحديث: 177۔

[54] سورۃ الصف 9:61۔

[55] سورۃ یونس 16:10۔

[56] البخاري، **الجامع الصحيح**، كتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبي فمات هل يصلى عليه، رقم الحديث: 1354۔

کمال دین واتمام نعمت کا واشگاف اعلان کیا گیا۔[57] آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اس فریضہ پر کاربند رہے۔ جنگ یمامہ و منکرین زکوۃ کے خلاف جہاد کی بدولت جہاں اسلام کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کی گئی، وہیں مسلح وغیر مسلح کوششوں کی بدولت ریاست کی جغرافیائی وسعت ملی حتی کہ وقت کی وہ بڑی طاقتیں جنہیں عرب کے بدو اپنی ماتحتی تک میں قبول نہ تھے، انہی کے زیرِ نگین آگئیں۔ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ اہلِ اسلام اقامتِ دین کی ہر ممکنہ کوشش کریں اور اسلام کو نظریاتی و عملی طور پر بالادست رکھنے میں مصروفِ عمل رہیں۔

اقامتِ دین اور سوشل میڈیا: اطلاقات اور ریاستی ذمہ داریاں

اقامتِ دین کے تصور کو نمایاں کرنے کے لیے سوشل میڈیا آج ایک بڑا ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اس حوالے سے ریاست پر لازم ہے کہ وہ مندرجہ ذیل ممکنہ اقدامات یقینی بنائے:

- مذہبی شعائر کا احترام اور ان پر مکمل عمل کی آزادی۔ چناں چہ ضروری ہے کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر کوئی ایسی بات یا مواد شیئر نہ ہو جو دینی شعائر کی تنقیص پر مبنی ہو۔
- سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی بجاآوری کے لیے استعمال کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے ایسی پوسٹیں شیئر کی جاسکتی ہیں جو معروفات کی ترغیب اور منکرات کی ترہیب پر مشتمل ہوں۔ جو علما و صلحا عوام میں مقبولیت رکھتے ہیں ان کے ساتھ تعاون کیا جائے تاکہ ان کی بات زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پھیل سکے۔
- دعوت و تبلیغ پر مبنی لٹریچر کی ترویج واشاعت کی جائے۔ اس سلسلے میں تمام مکاتبِ فکر کے علما کو ایک جگہ اکٹھا کر کے ضروریاتِ دین اور مشترکات پر مبنی لٹریچر تیار کروایا جائے اور پھر ریاست خصوصی دلچسپی لے کر اپنی سرپرستی میں اس کی تشہیر کرے۔
- سوشل میڈیا کے جو چینلز یا ادارے دین کی صحیح معنوں میں تبلیغ میں مصروفِ عمل ہوں ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔
- ریاست اپنی سرپرستی میں محققین اور علما کی ایسی جماعت تیار کرواسکتی ہے جو مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب دیں اور پھر مختلف سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر ان کی نشرواشاعت کی جائے۔
- مسلکی منافرت اور مناقشہ جات کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ ایسے پلیٹ فارمز کا راستہ روکا جائے، کیوں کہ یہ چیز اسلام کی ترویج کی بجائے اسلام دوری اور دین بے زاری کا باعث بنتی ہے۔
- مذہبی رواداری کو فروغ دیا جائے۔ اقلیتی مذاہب کو نشانہ بنانے کی بجائے حسن سلوک کی راہ اختیار کی جائے۔ اسلام معبودان باطلہ کے بارے میں دشنام طرازی کو منع کرتا اور جدال احسن کا حکم دیتا ہے۔[58] عین ممکن ہے کہ دیگر مذاہب کے لوگ مسلمین کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرلیں اور یوں یہ امر غلبۂ اسلام کا باعث بن جائے۔ اس لیے سوشل میڈیا کے بعض پلیٹ فارمز جدال احسن کے لیے مختص ہوں جہاں سنجیدہ اور اہلِ علم لوگ دلائل پر مبنی گفتگو سے اسلام کی حقانیت ثابت کریں۔

---

[57] سورۃ المائدۃ 3:5۔

[58] دیکھیے: سورۃ الانعام 108:6 اور سورۃ النحل 125:16۔

اصولِ سوم: قیامِ اجتماعیت اور مرکزیت

اجتماعیت ایک فطری حقیقت ہے۔ نظامِ کائنات اس پر شاہد ہے۔ تمام مخلوقات اپنا انفرادی وجود رکھنے کے ساتھ ساتھ کسی نہ کسی مرکز یا اجتماع کا حصہ ہیں۔ زمین اور دیگر سیارے ایک مرکز کے گرد دائر ہیں۔ اول البشر کی تخلیق کے فوری بعد اجتماع کا بندوبست کیا گیا، جس سے پتا چلتا ہے کہ بغیر اجتماع کے حیات کا تصور ادھورا ہے۔ انسانیت کی تاریخ کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ اجتماعیت کے تصور اور اس کی خوب صورتی سے ہی انسانیت کو ترقی اور معراج حاصل ہوئی ہے۔ معاشرت، ریاست اور حکومت کی قید سے آزادی کا تصور انسانیت کے لیے کبھی بھی قابلِ تقلید نہیں رہا۔ انسان کی تمدنی زندگی بھی اس بات کی متقاضی ہے کہ مشترکہ مقاصد کے حصول کے لیے باہمی تعاون اور اشتراک کی حکمتِ عملی وضع کی جائے۔ یہ امر تمدنی ارتقا کے ساتھ اجتماعیت کا موجب اور قومیت کو جنم دیتا ہے۔ اسلام اس بارے میں عالمگیر نظریہ رکھتا ہے جس کی رو سے تمام کلمہ گو نہ صرف امتِ واحدہ قرار پاتے ہیں بلکہ انہیں اخوت وبھائی چارے کی مضبوط بنیاد بھی فراہم کی جاتی ہے۔

دینِ فطرت ہونے کے ناطے اسلام اس امر کا پرزور داعی ہے کہ اجتماعیت کی فضا برقرار رکھی جائے اور ہمہ قسم کے انتشار وافتراق سے گریز کیا جائے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾۔[59]

(اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو اور تفرقہ نہ کرو، اور اللہ کا فضل یاد کرو کہ جب تم باہم دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی تو اس کے فضل سے تم بھائی بھائی ہوگئے۔)

ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾۔[60]

(مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے اولوالامر ہیں ان کی بھی۔ اگر کسی بات میں تمہارے درمیان اختلاف ہو تو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔)

یہ آیات نہ صرف اہل ایمان کی اجتماعیت کی طرف رہنمائی کرتی ہیں، بلکہ انہیں اختلاف کی صورت میں ایک مرکز بھی فراہم کرتی ہیں جس پر جمع ہو کر اجتماعیت کا شیرازہ بکھرنے سے بچایا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احکامِ شرع میں یہ عنصر بکثرت دیکھنے کو ملتا ہے۔ واضح، ٹھوس اور اٹل نظریات کی صورت میں اسلام اپنے متبعین کی اجتماعیت کی جانب نہایت بلیغ انداز میں رہنمائی کرتا ہے۔ نظریات کے بعد اگر عبادات کے نظام کو دیکھا جائے تو ہر جگہ وحدت اور اجتماعیت نمایاں ہے۔ نماز کی باجماعت ادائیگی، مخصوص ماہ میں روزہ کی متعین اوقات میں مشروعیت، زکوٰۃ کے ذریعے

[59] سورۃ آل عمران 103:3۔

[60] سورۃ نساء 59:4۔

پست طبقے کے قلوب کی تسخیر، مسلمانانِ عالم کا ایک جگہ ایک وقت میں متعین افعال کے ساتھ فریضۂ حج ادا کرنا، سب مسلمانوں کی اجتماعیت کے عظیم الشان مظاہر ہیں۔

اجتماعیت کے اساسی عناصر

اجتماعیت کے چند بنیادی عناصر ہیں جن کے بغیر اجتماعیت یا تو قائم نہیں ہو سکتی، بالفرض قائم ہو بھی جائے تو اس کا برقرار رہنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے اجتماعیت کے قیام اور بقا کے لیے مندرجہ ذیل عناصر کا ہمہ وقت موجود رہنا ضروری ہے:

1. **باہمی عہد و پیمان:** اجتماعیت کو وجود میں لانے کے لیے یہ پہلا عنصر ہے جہاں افراد مل کر عہد و پیمان کی صورت متحد و یکجا ہوتے ہیں۔ خلیفہ کی بیعت کا اسلامی تصور عہد و پیمان کی شکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام حتی الامکان اس بیعت پر برقرار رہنے کا حکم دیتا ہے اور امیر وقت کے خلاف بغاوت کی حوصلہ شکنی کرتا ہے تاکہ اجتماعیت قائم رہے۔
2. **اطاعت:** بیعت کے بعد دوسرا عنصر سمع و طاعت کا ہے۔ اس کی رو سے جس فرد یا گروہ کو سربراہ تسلیم کر لیا جائے اس کی انتظامی امور میں اطاعت و فرمانبرداری لازم ہوتی ہے۔ متعدد روایات میں اطاعتِ امیر کا حکم اسی مقصد کی خاطر دیا گیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو نہ صرف حکومت و اقتدار مذاق بن کر رہ جائے گا بلکہ اجتماعیت بھی باقی نہ رہ پائے گی۔ اطاعت کے حوالے سے دو اصول اہم ہیں:
   - امیر کی اطاعت قرآن و سنت کی اطاعت سے مشروط ہے۔ امیر کا کوئی ایسا حکم جس سے قرآن و سنت کی خلاف ورزی لازم آئے، واجبُ الاطاعت نہ ہو گا۔ روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک انصاری کو امیر بنا کر لشکر روانہ فرمایا اور ماتحت افراد سے ان کی اطاعت کا حلف لیا۔ دورانِ سفر امیر کسی بات پر غصہ ہوئے تو اپنے مامورین کو آگ جلا کر اس میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ مامورین نے توقف کے بعد جواب دیا کہ ہم آگ سے بچنے کی خاطر اسلام میں داخل ہوئے تھے، یہ کہہ کر آگ میں دخول سے انکار کر دیا۔ واپسی پر جب آپ ﷺ کو واقعہ کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اگر اس میں داخل ہو جاتے تو کبھی نکل نہ پاتے۔ بیشک اطاعت معروف کی حد تک ہے۔"[61]
   - اطاعتِ امیر کے اصول کی بنا پر شریعت کے مباح احکام مباح نہیں رہتے۔ چنانچہ جس مباح کے ساتھ حکمِ امیر منسلک ہو جائے وہ واجب (امر کی صورت میں) یا حرام (نہی کی صورت) ہو جائے گا۔
3. **عدل و انصاف:** اجتماعیت کی بقا کے لیے عدل و انصاف بنیاد ہے۔ شرع میں جابجا عدل و انصاف سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ عدل کا تقاضا ہے کہ ہر صاحبِ حق کو اس کا حق ملے، معاشی، سیاسی اور سماجی طور پر مساوات قائم ہو اور کسی قسم کی ناانصافی نہ کی جائے۔ جس معاشرے میں ان امور پر عمل ہو وہاں اجتماعیت قائم رہتی ہے۔ مقولہ مشہور ہے کہ: حکومتیں کفر کے ساتھ چل سکتی ہیں، ظلم کے ساتھ نہیں۔ ظلم عدل کی ضد ہے۔
4. **احتساب اور تنقید برائے اصلاح:** یہ دنیا خیر و شر کا مجموعہ ہے۔ وقت کی رفتار کے ساتھ اجتماعیت کو سبوتاژ کرنے والے عناصر بھی اپنی کوشش کرتے رہتے ہیں جن کی اصلاح نہایت ضروری ہے۔ ریاستی امور میں احتساب اور تعمیری تنقید یہ فریضہ انجام دیتی ہے۔ شریعت

---

[61] مسلم، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ وتحریمہا فی معصیۃ، رقم الحدیث: 1840۔

کی تعلیمات کے مطابق یہ احتساب بے لاگ اور کڑا ہونا چاہیے۔ جاہ و مرتبہ اور دولت و حشمت احتساب پر اثر انداز نہیں ہونا چاہیے۔ تنقید کے بھی کچھ لازمی اصول ہیں۔ اول یہ کہ تنقید تعمیری اور برائے اصلاح ہو۔ کسی کی ذات کو محض ضد اور عناد کی وجہ سے تنقید کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ دوسرا تنقید مناسب انداز میں کی جائے، سب کے سامنے محض رسوا کرنا مقصود نہ ہو۔ روایات میں مؤمن کو دوسروں کے لیے آئینہ قرار دیا گیا ہے۔[62] اس میں اشارہ ہے کہ محاسن و قبائح صرف اسے ہی بتائیں جائیں جس کی اصلاح مقصود ہو۔ دیگر افراد کے سامنے ڈھنڈورا نہ پیٹا جائے۔ تیسری اہم بات یہ کہ تنقید میں حفظِ مراتب کا بھی خیال رکھا جائے۔ اصلاح کی آڑ میں دوسرے کے مرتبہ یا تکریم کو نظر انداز نہ کیا جائے۔

اجتماعیت کا قیام: سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

رسول اکرم ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ قبائلی تفرقات اور نسلی تعصبات کا شکار عرب معاشرے کو منظم اجتماعیت سے روشناس کرانے سے معمور ہے۔ قبل از بعثت زندگی ہو یا بعد از بعثت، اسی طرح مکی دور نبوت ہو یا مدنی، اجتماعیت یا مرکزیت آپ ﷺ کی اولین ترجیح رہی۔ عرب معاشرے میں پائے جانے والے دیگر مفاسد کے علاوہ اندرونی و بیرونی خلفشار، معاشرتی انارکی اور جنگ و جدل نمایاں تھے جن کی موجودگی میں اجتماعیت کا قیام ایک مشکل امر تھا۔ سالہا سال جنگوں کا نتیجہ جانی و مالی نقصان کی صورت میں برآمد ہوتا اور افرادی و مالی قوت تنزلی کا شکار ہوتی۔ ایسے معاشرے کو آپ ﷺ نے اپنی لازوال سیاسی بصیرت و حکمتِ عملی سے بام عروج تک پہنچایا اور امت کو اجتماعیت کے اعلیٰ تصور سے ہمکنار فرمایا۔

آپ ﷺ نے فرد کی اصلاح سے اس عمل کا آغاز فرمایا، کیوں کہ انفرادی اصلاح کے بعد اجتماعی اصلاح کا حصول آسان ہوتا ہے۔ افراد کو ہمہ قسم کے فرسودہ نظریات، رسومات اور توہمات سے پاک کر کے علم و دانش کے نور سے منور کیا۔ آپسی رنجشوں کو اخوت و مودت کے رشتوں میں بدلا اور صدق و وفا، خلوص و ایثار، امانت و دیانت اور احساسِ ذمہ داری جیسے اوصاف پیدا فرما کر ان کے نفوس کا تزکیہ کیا۔ انفرادی اصلاح کے بعد آپ ﷺ اجتماعیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ حربِ فجار کے بعد حلف الفضول میں پیش پیش رہنا اور حجرِ اسود کی تنصیب کا معاملہ اجتماعیت کا شیرازہ برقرار رکھنے کی عمدہ مثال ہے۔[63] اسی طرح سردارانِ قریش کی وقتاً فوقتاً دعوتیں اور ان کے مظالم کے باوجود کسی بھی قسم کی محاذ آرائی سے گریز اسی بنا پر تھا کہ حتی الامکان اجتماعیت برقرار رہے۔

ہجرت کے بعد کی صورتِ حال کا اگر جائزہ لیا جائے تو انصار و مہاجرین اگرچہ نظریاتی طور پر آپ ﷺ کے موافق تھے تاہم دونوں الگ روایات کی حامل اقوام تھیں۔ عرب کی ممتاز قوم قریش مجبور، تہی دامن اور مہاجر ہونے کی حیثیت سے مدینہ وارد ہوئی۔ ایسے معاشرے کو منظم وحدت میں پرونا اور معاشرتی تعلقات کو ٹھوس بنیاد فراہم کرنا نہایت اہم تھا جسے آپ ﷺ نے "مؤاخات" کے ذریعے پورا کیا۔ آپ ﷺ نے اجتماعیت کا دائرہ کار بڑھا کر یہود اور اطرافِ مدینہ کے غیر مسلم قبائل کو بھی میثاقِ مدینہ کے ذریعے مملکت کے شہری قرار دیا۔ یوں مدینہ اور مضافات سیاسی وحدت قرار پایا۔[64] آپ ﷺ نے ان اقدامات کی بدولت اجتماعیت کی ایک لازوال شکل ریاستِ مدینہ کی بنیاد رکھی جس نے محدود عرصے میں

---

[62] ابوداؤد، السنن، کتاب الادب، باب فی النصیحۃ والحیاطۃ، رقم الحدیث: 4918۔

[63] صفی الرحمن مبارکپوری، مولانا، الرحیق المختوم، (لاہور: المکتبۃ السلفیۃ، 2000ء)، ص 92۔

[64] صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص 263۔

پورے جزیرۃ العرب اور آئندہ ادوار میں تین براعظموں تک کو اپنے حصار میں لے لیا۔ آپ ﷺ کے اس طرزِ عمل میں سربراہان ریاست کے لیے اسوہ ہے کہ افراد کے مابین تفرق وانتشار کی بجائے اجتماعیت، اور مخاصمت کی بجائے مصالحت کا طریق اختیار کیا جائے، تاکہ مصالح کا حصول آسان ہو۔

اجتماعیت کے قیام میں سوشل میڈیا کا کردار: ممکنہ اطلاقی پہلو اور ریاستی فرائض

موجودہ دور میں اجتماعیت کے قیام میں سوشل میڈیا بھرپور کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس اجتماعیت کا ایک مظہر تو دنیا کے گلوبل ولیج بن جانے کی شکل میں سب کے سامنے ہے کہ کس طرح سوشل میڈیا نے پوری دنیا کو جوڑ کر رکھ دیا ہے۔ دوسری طرف ہر چھوٹے بڑے تک رسائی، برملا رائے کی آزادی اور نشرواشاعت کی بدولت اجتماعیت کو قائم بھی کیا جاسکتا ہے اور اسے توڑا بھی جا سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اجتماعیت کی بقا کی کوشش اور اس کو زک پہنچانے والے عوامل کی بیخ کنی کی جائے۔ اس سلسلے میں قیام اجتماعیت کے جو عناصر بیان ہوئے ریاست ان پر توجہ دے سکتی ہے۔ یہ ایں طور کہ:

- سوشل میڈیا کے ذریعے حکمران اور رعایا کے مابین مضبوط تعلق قائم ہو۔ رعایا کو اپنی بات، مسائل اور تجاویز ریاست تک پہنچانے کے لیے سوشل میڈیا کے ایسے پلیٹ فارمز مہیا کیے جائیں جہاں وہ بہ آسانی ارباب ریاست تک اپنی بات پہنچا سکیں۔
- ریاستی اداروں کے مابین ایک مضبوط نیٹ ورک قائم ہو۔ تمام ادارے رعایا کی فلاح وبہبود کی خاطر یکجا اور کوشاں ہو۔ یہ ادارے اپنے آفیشل پیجز کے ذریعے عوام کے ساتھ یہ رشتہ مضبوط بنا سکتے ہیں۔ ان پیجز کو فعال اور متحرک بنانے کی ضرورت ہے۔
- تنقید برائے اصلاح کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔ اس لیے اگر کسی جگہ کسی خرابی کی مصدقہ خبر یا اطلاع ریاستی اداروں تک پہنچائی جائے تو اس کی فوری اصلاح کی کوشش کی جائے۔ سوشل میڈیا چوں کہ تیز ترین ذریعہ ہے اس لیے اسے بروئے کار لاکر مسائل جلد حل کیے جا سکتے ہیں۔
- کسی کو ریاست یا اداروں کے خلاف پروپیگنڈا اور تنقید برائے تنقید کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ ضد اور عناد کا کوئی علاج نہیں۔ سوشل میڈیا کا استعمال چوں کہ اس حوالے سے بہت ہو رہا ہے اس لیے ایسے پیجز اور گروہوں کا احتساب بھی ضروری ہے جو قومی اجتماعیت کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوں۔

اصول چہارم: اصول تنقیح وتصدیق

ارشاد ربانی ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾۔[65]

(مومنو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی میں کسی کو نقصان پہنچا بیٹھو اور بعد میں اپنے کیے پر نادم ہو۔)

آیت کسی بھی خبر پر عمل اور نقل سے پہلے تحقیق وتنقیح کا حکم دیتی ہے۔ حدیث میں آپ ﷺ نے آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی

[65] سورۃ الحجرات 49:6۔

کافی قرار دیا کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے نقل کر دے۔[66] یہ بات طے ہے کہ ہر سنی سنائی بات درست اور قائل کے عین مطابق نہیں ہو سکتی۔ بہت سے عوامل اخبار کی صحت وعدم صحت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لیے ہر بات یا خبر کو نقل کرنے سے قبل اس کی مکمل تحقیق اور تصدیق کا حکم دیا گیا۔ خاص کر جب اس کا تعلق رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی سے ہو تو اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے، کیوں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

"من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار"۔[67]

(جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔)

آپ ﷺ کی طرف ایسی بات کی نسبت جو آپ نے نہیں فرمائی جھوٹ ہی ہے۔ یہ اصول ائمہ حدیث نے بھی اپنایا۔ حدیث کے حصول میں جہاں کسی راوی کے بارے میں کذب یا تہمتِ کذب کا پتہ چلتا اس سے حدیث اخذ نہیں کی۔ کوئی بھی حدیث سامنے آنے کی صورت میں اس کی مکمل تحقیق اور چھان بین کرتے۔ جب مکمل اطمینان ہوتا تو اسے نقل کرتے۔ اسی طرح بہت سے شرعی احکام بھی تحقیق کی طرف مشیر ہیں۔ مثال کے طور پر کسی پر بہتان عموماً بغیر تحقیق ہی لگایا جاتا ہے جس کی سخت سزا حد کی شکل میں موجود ہے۔ اسی طرح جب تک کسی پر جرم ثابت نہ ہو جائے اس پر سزا کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ بغیر تحقیق و تفتیش جرم ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اسلامی نظام قضاء عدالت میں "**تزكية الشهود**" کا حکم بھی تحقیق کو متضمن ہے۔ شریعت کے یہ سب نظائر اصول تحقیق وتنقیح کے گرد ہی دائر ہیں۔

سماج میں افراد کے مابین اعتماد کی فضا اور کیفیت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ بداعتمادی نہ صرف افراد کے مابین تعلقات و روابط کو کمزور کرتی ہے بلکہ بسا اوقات نہایت خطرناک صورتِ حال پیدا کر دیتی ہے۔ اعتماد کا صدق و دیانت کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ سماجی معاملات میں یہ دونوں عنصر موجود ہوں اور افراد ان اوصاف سے متصف ہوں۔ فطرتِ سلیمہ اور عرفِ عام دونوں کبھی بھی جھوٹ کی تشہیر اور پھیلاؤ کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے۔ جب یہ بات طے ہے کہ اعتماد معاشرتی استحکام کے لیے نہایت ضروری ہے تو ہر وہ امر جو اس کو نقصان پہنچائے وہ مذموم اور قابلِ نکیر ہو گا۔ اس اعتبار سے بھی اصول تنقیح و تصدیق نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اصولِ تنقیح و تصدیق: سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

اصولِ تنقیح و تصدیق کے مختلف نظائر ہمیں سیرتِ طیبہ ﷺ میں ملتے ہیں۔ بعض واقعات اس اصول کی طرف رہنمائی کرتے ہیں تو بعض اصولی ہدایات سے تحقیق کے اصول کا پتہ چلتا ہے۔ مختلف روایات میں آپ ﷺ نے قیل و قال سے منع فرمایا ہے۔[68] قیل و قال یعنی بحث و مباحثہ، تکرار اور رد و کد جس کا مقصد محض وقت گزاری ہو، بہت سی خلافِ واقعہ اور غیر مصدقہ باتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ سورۃ الحجرات کی مذکورہ آیت کا شانِ نزول بھی اس کی واضح مثال ہے۔[69] اسی طرح مدینہ منورہ میں منافقین کی کارستانیاں سب کے سامنے ہیں جن کا وطیرہ ہی خواہ مخواہ کا

---

[66] مسلم، **صحيح مسلم**، كتاب المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع، رقم الحديث: 7۔

[67] ابن ماجة، **السنن**، كتاب السنة، باب التغليظ في تعمد الكذب على رسول الله ﷺ، رقم الحديث: 33۔

[68] البخاري، **الجامع الصحيح**، كتاب الرقاق، باب ما يكره من قيل وقال، رقم الحديث: 6473۔

[69] الطبري، محمد بن جرير، **جامع البيان عن تفسير آي القرآن**، (دار هجر: مركز البحوث والدراسات العربية والاسلامية، 2001ء)، 11 383؛۔

پروپیگنڈا اور افواہیں پھیلانا تھا۔ قرآن مجید میں ان کے اس طرزِ عمل کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی:

﴿لَئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا﴾۔[70]

(اگر منافق اور قلبی مریض اور مدینہ میں افواہیں اڑانے والے باز نہ آئیں گے تو ہم آپ کو ان کے تعاقب میں لگا دیں گے اور پھر وہ اس شہر میں آپ کے پاس نہ رکیں گے۔)

آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ معاشرے میں افواہیں پھیلانا کسی طور پر بھی پسندیدہ نہیں۔ یہ منافقانہ طرزِ عمل اور لائق تعزیر جرم ہے۔ واقعۂ افک کہ جس میں منافقین کی جانب سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی اور پھر اللہ رب العزت نے ان کی براءت کا اعلان فرما کر جھوٹ کا پردہ فاش فرمایا، میں چار مخلص صحابہ پر حدِ قذف جاری ہوئی۔ یہ صحابہ پروپیگنڈا کا شکار ہوئے۔ اگر واقعہ کی تحقیق کر لی جاتی تو حد کی نوبت نہ آتی۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

﴿إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ﴾۔[71]

(جب تم آپس میں سن کر اپنی زبان پر لاتے تھے اور منہ سے وہ بات کرتے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اسے معمولی سمجھتے تھے حالاں کہ اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی۔)

واضح ہوا کہ جس بات کا علم نہ ہو اسے معمولی سمجھ کر ہر کسی سے نقل کرتے رہنا درست نہیں۔ یہ اللہ کے ہاں بہت بڑی بات ہے۔ سیرتِ طیبہ ﷺ کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ سنی سنائی بات یا افواہ بسا اوقات افراد پر بری طرح اثر انداز ہوتی اور ان کی صلاحیتوں کو یک دم مفلوج کر دیتی ہے۔ غزوۂ احد میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو نبی اکرم ﷺ کے مشابہ ہونے کی بنا پر آپ ﷺ کی شہادت کی افواہ پھیل گئی جس سے صحابہ رضی اللہ عنہم ہمت ہار بیٹھے۔ اس افواہ نے عارضی ہی سہی لیکن ان کی جنگی صلاحیت کو مفلوج کر دیا، تا آنکہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کی تصدیق ہو گئی۔[72] سیرتِ طیبہ ﷺ کے یہ نظائر مذکورہ اصول کی ضرورت واہمیت پر بخوبی دلالت کرتے ہیں۔

اصولِ تنقیح وتصدیق اور سوشل میڈیا: اطلاقات اور ریاستی ذمہ داریاں

اخبارات، جرائد یا دیگر ذرائع کی بنسبت سوشل میڈیا کے ذریعے کوئی بھی خبر یا بات لمحات میں پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ ایک بار خبر نشر ہونے کے بعد اس کا پھیلاؤ روکنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ دوسری جانب شریر لوگوں کی فطرت بھی افواہوں اور پروپیگنڈے کو ترویج دینا ہوتا ہے۔ ایسے میں سوشل میڈیا پر کوئی بھی بات یا پوسٹ شیئر کرنے کے سلسلے میں اس اصول کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔

اس اصول پر عمل انفرادی واجتماعی دونوں پہلوؤں سے لازم ہے۔ انفرادی طور پر سوشل میڈیا استعمال کرنے والے ہر فرد کو چاہیے کہ بلا تحقیق کوئی پوسٹ شیئر نہ کرے کہ جس کو سن یا دیکھ کر منفی اثرات پھیل سکیں۔ شیئرنگ کا سلسلہ جاری رہے تو اسے روکنا محال ہے، لیکن اگر اس پر

---

[70] سورۃ الاحزاب 33:60۔

[71] سورۃ النور 24:15۔

[72] صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص 372۔

بند لگ جائے تو امید کی جاسکتی ہے کہ اس کے مضر اثرات کسی حد تک روکے جاسکیں۔ تحقیق نہ صرف حقیقتِ حال کا علم دے گی بلکہ بلاوجہ شیئرنگ کا سلسلہ بھی رکے گا۔ اسی طرح بلاوجہ کے فارورڈ پیغامات جو نہ صرف غیر مصدقہ بلکہ لایعنی متصور ہوتے ہیں، بھیجنے سے بھی گریز کیا جائے۔ بہت سے پیغامات دینی نوعیت کے ہوتے ہیں جنہیں بغیر تصدیق نقل کرنا دینی حوالے سے ناپسندیدہ ہے، مثلاً مختلف مہینوں کی مبارک باد دینا، بہت سی باتوں کو حدیث کہہ کر نقل کرنا جس کا کوئی حوالہ یا کوئی سند نہ ہو۔ حدیث کے حوالے سے احتیاط کا حکم ماقبل میں بیان ہو چکا جس کا تقاضا ہے کہ غیر مصدقہ بات کو حدیث کے طور پر بیان نہ کیا جائے۔ اجتماعی طور پر ریاست پر اس ضمن میں لازم ہے کہ مندرجہ ذیل اقدامات یقینی بنائے:

- بے بنیاد افواہیں معاشرے میں بہت سے منفی اثرات پیدا کرتی ہیں۔ بغیر ثبوت، دلیل اور تحقیق غلط بات کو پھیلایا اور پھر ایسے حالات پیدا کیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے افرادِ معاشرہ ایک ہیجان اور بے چینی کیفیت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ افواہوں کا بنیادی مقصد مذموم مقاصد کا حصول ہوتا ہے اس لیے ان کے اثرات کبھی مثبت نہیں ہوسکتے۔ ریاست کو چاہیے کہ جھوٹے پروپیگنڈے اور افواہوں کو ہوا دینے والے عناصر کا سختی سے نوٹس لے، ایسے پیجز کو فوری طور پر بند اور مرتکبین کی تعزیر و توبیخ کرے۔
- سوشل میڈیا پر قومی و علاقائی اخبار نشر کرنے کا مصدقہ ذریعہ یا پلیٹ فارم موجود ہو، جس کی ذمہ داری ہو کہ محض وہ بات یا خبر نقل کی جائے جس کی مکمل تصدیق ہو۔ اس سے نہ صرف مصدقہ خبر رائج ہوگی بلکہ اعتماد کی فضا بھی قائم ہوگی۔
- جو لوگ جھوٹی خبر کے ذریعے کسی کی ذاتی حیثیت کو نقصان پہنچائیں، عزت کو داغ دار کریں انہیں سوشل میڈیا کے ذریعے ہی نشانِ عبرت بنایا جائے، ان کی تعزیر کو رائج کیا جائے تاکہ دوسروں کو نصیحت ہو۔
- غیر مصدقہ بات اگر معاشرے میں پھیل جائے تو مصدقہ ذرائع سے وقتاً فوقتاً اس کی تردید بھی کی جاتی رہے تاکہ حقیقت سب کے سامنے عیاں رہے۔

اصولِ پنجم: نظریۂ حریت

حریت سے مراد آزادی ہے۔ جب یہ لفظ ذرائع ابلاغ کے تعلق سے بولا جائے تو اس سے ذرائع ابلاغ کی آزادی مراد ہوتی ہے۔ یہ لفظ ذہن میں آتے ہی جو تصور ابھرتا ہے وہ یہ کہ جملہ ذرائع ابلاغ ہمہ قسم کی رکاوٹوں، پابندیوں اور حدود و قیود سے مبرّا ہوں۔ رائے کے اظہار میں کسی پر کوئی روک ٹوک نہ ہو اور وہ جب، جہاں اور جیسے چاہے اپنی رائے کو ظاہر کرسکے۔ پھر وہ رائے کسی کی عزت کو اچھالنے کا باعث بنے، افراد کے مابین تصادم کو فروغ دے، ریاست اور عوام کا تعلق کمزور کرے یا کچھ اور اس سے کوئی غرض نہیں۔ آزادی کا یہ تصور یقیناً کسی بھی مہذب معاشرے میں قابلِ قبول نہیں اور نہ ہی عملاً ایسا ممکن ہے۔ قبل اس کے کہ ابلاغ اور اظہار کے حوالے سے اسلامی نظریے کو بیان کیا جائے مناسب ہے کہ اس ضمن میں دیگر تصورات کو مختصراً واضح کردیا جائے جس کے بعد اسلامی نظریے کی افادیت کھل کر سامنے آسکے گی۔

اظہارِ رائے کی آزادی سے متعلق غیر اسلامی نظریات

تاریخ میں ذرائع ابلاغ جو رائے کے اظہار کا ذریعہ ہیں، کی آزادی سے متعلق مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم نظریہ مقتدرانہ و جابرانہ نظریہ ابلاغ ہے۔ اس نظریہ کے مطابق ذرائع ابلاغ کا مکمل اختیار اور کنٹرول حکومت و ریاست کے پاس ہے۔ ریاست مکمل بااختیار ہے کہ وہ کس ذریعہ کو پابندِ سلاسل کرے اور کسے آزاد چھوڑے۔ اس بابت افلاطون کا مقولہ مشہور ہے کہ:

"اگر ریاستی اختیارات کو کثیر افراد میں بانٹ دیا جائے تو ریاست کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے حاکم کو چاہیے کہ عوامی عمل دخل کو محدود کرے۔"[73]

یہ نظریہ عوام پر ریاستی دباؤ کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جس کی ایک شکل ذرائع ابلاغ کے کنٹرول کی شکل میں رائے کی آزادی کا گلا گھونٹ دینا ہے۔ چناں چہ اس نظریہ کے حاملین نے انسان کی سوچ اور فکر کو مقید اور رائے کے اظہار سے انہیں محروم کیا۔ ابلاغ کے تمام تر ذرائع مکمل حکومتی کنٹرول میں تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کسی کو حاکم وقت پر تنقید یا ریاستی معاملات میں بولنے کی اجازت تک نہ تھی۔ مقتدرانہ نظریہ ابلاغ کے رد عمل کے طور پر مادر پدر آزاد نظریہ ابلاغ وجود میں آیا جس میں فرد کو مکمل آزادی دی گئی کہ وہ جس طرح چاہے حکومت اور افراد حکومت پر تنقید کرے، تحریر و تقریر سے افراد کو حکومت کے خلاف بھڑکائے یا حامی بنائے، حکومت کو اس کی زبان بندی کی اجازت نہیں۔ ان کے علاوہ کمیونسٹ نظریہ بھی مختلف ادوار میں رائج رہا، جس کے مطابق اظہار کی آزادی حکومتی اقدامات کی تشہیر تک محدود تھی۔ یہ بھی تقریباً مقتدرانہ نظریہ ہی تھا، کیوں کہ عوام حکومت کی مدح سرائی کے علاوہ کوئی اور فکر یا سوچ کے اظہار کی روادار نہ تھی۔[74]

اسلام کا نظریہ ابلاغ اور آزادی اظہارِ رائے

مذکورہ بالا تمام نظریات افراط و تفریط پر مبنی ہیں۔ کہیں فرد کو بے لگام چھوڑ دیا گیا تو کہیں ریاست کو اس قدر جابر و مقتدر بنا کر پیش کیا گیا کہ بنیادی انسانی حقوق سلب ہو جائیں۔ دین اسلام کا طرۂ امتیاز ہے کہ وہ فطرت کے عین مطابق اور تمام قسم کی افراط و تفریط سے پاک ہے۔ نظریات، عبادات، معاملات سمیت تمام احکام شرع اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ افراط و تفریط کو دین میں کسی بھی معاملے میں پسند نہیں کیا گیا۔ قرآن میں واضح طور پر ارشاد ہے کہ:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾۔[75]

(اور اسی طرح ہم نے تمہیں معتدل امت بنایا ہے۔)

لفظِ "وسَط" کمالِ اعتدال کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اقتصاد کو "نصف المعيشة" قرار دیا۔[76] اقتصاد بھی اعتدال کو متضمن ہے کہ فضول خرچی اور بخل سے بچتے ہوئے مال خرچ کیا جائے۔ چناں چہ اسلام رائے کے اظہار کو فطری حق تسلیم کرتے ہوئے اس کی آزادی ہر فرد کو ضرور فراہم کرتا ہے، تاہم اسے بے لگام چھوڑنے کی بجائے کچھ حدود و قیود کا پابند بھی بناتا ہے۔ اس ضمن میں جو بنیادی پابندیاں عائد ہوتی ہیں انہیں تین بڑی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1. **خدائی پابندیاں:** اللہ عز و جل نے انسان کو اپنی حاکمیت کے غلبہ و نفاذ کی خاطر بطور خلیفہ پیدا فرمایا ہے۔ نیابت کی حقیقت میں یہ بات شامل

---

[73] افتخار کھوکھر، **تاریخ صحافت**، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان اردو، سن ندارد)، ص 188۔

[74] ان نظریات کی تاریخ، ادوار اور دیگر تفصیلات چونکہ طوالت کا باعث ہیں اس لیے ان سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔ تفصیل کے خواہش مند ملاحظہ فرمائیں: افتخار کھوکھر، **تاریخ صحافت**، ص 187-200۔

[75] سورۃ البقرۃ 2: 143۔

[76] الطبرانی، ابو القاسم سليمان بن احمد، **المعجم الاوسط**، (قاهرة: دار الحرمين، 1995ء)، رقم الحديث: 6744، 7: 25۔

ہے کہ اصل کے دیے ہوئے اختیار سے تجاوز ممکن نہیں، اصل کا دیا ہوا اختیار اسی کے حکم و منشا کے مطابق استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے خدائی احکام اور پابندی پر عمل لازم ہے۔ مثلاً رائے مبنی بر حق ہو، جھوٹ سے پرہیز اور مقصد نیک ہو وغیرہ۔

2. **ریاستی پابندیاں:** اطاعتِ امیر کے اصول پر سابقہ سطور میں گفتگو کی جا چکی۔ یہ پہلو افراد پر پابندی عائد کرتا ہے کہ وہ امیر و حاکم کے مطیع و فرمانبردار رہیں۔ لہٰذا اگر ریاست کی جانب سے ابلاغ کو کسی ایسے ضابطہ کا پابند بنایا جائے جو قرآن و سنت کے متصادم نہ ہو تو اس پر عمل لازم ہو گا۔ ایسی پابندیوں کو ریاستی پابندیوں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

3. **اخلاقی پابندیاں:** ان سے ایسے اوامر مراد ہیں جو فرض یا واجب درجے میں تو نہیں، تاہم عوام میں اعلیٰ اقدار کے فروغ کے لیے کچھ اضافی امور پر عمل کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہ پابندیاں رعایا اور ریاست دونوں پر عائد ہوتی ہیں اور دیانۃً ان پر عمل لازمی ہوتا ہے۔ سورۃ الحجرات میں بہت سے اخلاقی پہلوؤں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ سوشل میڈیا استعمال کرتے ہوئے ان کا خیال رکھنا، ریاست کا عوام کو رائے کے اظہار کا مناسب موقع دینا اور تعمیری تنقید کو سننا اور برداشت کرنا سب اس زمرے میں آتا ہے۔

اس گفتگو سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اسلام میں آزادی کا تصور ذمہ داری اور پابندی سے منسلک ہے اور یہی حقیقی آزادی کا مفہوم ہے جو صحت مند اور ترقی یافتہ معاشروں کی پہچان ہے۔ پروفیسر عبد السلام خورشید رقم طراز ہیں:

"دنیا کے ہر ملک کے دستور میں خواہ وہ آمرانہ ہو یا اشتراکی یا جمہوری، آزادیِ اظہار کی حفاظت و بقا کی ضمانت دی گئی ہے۔ لیکن قطعی آزادی نہ دنیا میں کبھی رائج ہوئی ہے نہ ہو گی۔ ہر آزادی کے ساتھ کچھ پابندیاں ضرور ہوتی ہیں۔ یہ نہ ہوں تو انسانی معاشرہ درہم برہم ہو جائے اور انسان انسان کو جینے نہ دے۔ ان پابندیوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ معاشرے میں امن و امان برقرار رہے، اخلاقی اقدار کو ٹھیس نہ پہنچے۔ آزادی کا مطلب لاقانونیت یا نزاع نہیں ہوتا۔ آزادی اپنے اندر کچھ حقوق لاتی ہے اور یہ ہمیشہ ذمہ داریوں سے عبارت ہوتی ہے۔"[77]

مذکورہ اقتباس سے پتہ چلتا ہے کہ مکمل آزادی کا تصور بالکل ہی محال اور خلافِ فطرت ہے۔ اسلام میں مادر پدر آزادی نہ کسی فرد کو حاصل ہے اور نہ ہی کسی جماعت کو۔ چناں چہ اسلامی ریاست کے ذرائع ابلاغ بھی شترِ بے مہار کی مانند نہیں ہو سکتے کہ جب چاہیں کسی کی پگڑی اچھالیں۔ کسی بھی مہذب معاشرے میں ہنگامی حالات کی صورت میں ذرائع ابلاغ پر خود بخود کچھ پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں۔ ملکی سالمیت کے خلاف مواد کی تشہیر روک دی جاتی ہے، اجتماعی مفاد کی خاطر بعض معلومات کو خفیہ رکھا جاتا اور بعض اوقات دشمن کو دھوکہ دینے کی خاطر غلط خبر پہنچائی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام امور درست ہیں۔ الغرض ذرائع ابلاغ کی آزادی کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کسی اخلاقی یا شرعی ضابطے کی پابند نہ ہو۔ کچھ اصولوں کی پیروی لازم ہو گی۔ یہ اللہ کی قائم کردہ حدود و اخلاقیات ہیں جو دراصل ہماری آزادی کی محافظ ہیں۔

اظہارِ رائے کی آزادی اور سیرتِ طیبہ ﷺ

رائے کی آزادی کے حوالے سے سیرتِ طیبہ ﷺ سے بھی اسی نظریے کی تائید ہوتی ہے جو مذکورہ بالا سطور میں پیش کیا گیا۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے کہ:

[77] عبد السلام خورشید، پروفیسر، **فنِ صحافت**، (لاہور: مکتبہ کاررواں، 1988ء)، ص 247۔

"افضل جہاد جابر حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔"[78]

جس مذہب کی یہ تعلیم ہو وہ بھلا کس طرح اظہار رائے پر قدغن لگا سکتا ہے۔ اسی طرح روایات میں دین اسلام کو "نصیحت" سے تعبیر کیا گیا ہے۔[79] خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ جہاں کہیں کوئی منکر سامنے آئے اس کی نشاندہی کی جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ اظہار رائے ہی کی بدولت ممکن ہے۔ اسی بنا پر ریاستِ مدینہ میں ہر شخص حکومت پر نظر رکھتا اور جہاں خامی سامنے آتی اس کے حل کے لیے رائے دیتا۔ تاہم تنقید مخلصانہ اور تعمیری ہونا لازم ہے۔

علاوہ ازیں اسلام کا نظم شورائیت رائے کی آزادی کا مثالی مظہر ہے جو در حقیقت عوامی رائے کے اظہار ہی کا نام ہے۔ امام راغب اصفہانی کی صراحت کے مطابق شوریٰ کا مقصد یہ ہے کہ عامۃ الناس کی رائے معلوم کی جائے۔[80] عہد نبوی ﷺ میں ریاستی نظم ونسق مشورہ ہی سے طے کیا جاتا رہا، باوجود اس کے کہ آپ ﷺ کو وحی کی رہنمائی حاصل تھی۔ اساریٰ بدر، احد کے موقع پر مدینہ میں رہ کر یا باہر نکل کر لڑنا اور غزوۂ احزاب میں خندق کی کھدائی جیسے معاملات اصحاب کے مشورہ ہی سے طے کیے گئے۔[81] اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر اصحاب نے اولاً حلق کروانے میں تساہل سے کام لیا تو آپ ﷺ نے زوجۂ مطہرہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ سے خود حلق کروایا جسے دیکھ کر اصحاب بھی حلق پر آمادہ ہو گئے۔[82] اذان کی ابتدا میں بھی مشورہ کا عنصر دیکھنے کو ملتا ہے۔[83] اسی طرح سیرتِ طیبہ ﷺ میں مختلف مواقع پر اصحاب کی طرف سے برملا رائے کے اظہار حتیٰ کہ اختلافِ رائے کا بھی پتہ چلتا ہے، جسے آپ ﷺ نے فراخ دلی سے قبول کیا۔ بریرہ اور مغیث رضی اللہ عنہما کے معاملے میں آپ ﷺ کی رائے اگرچہ یہی تھی کہ بریرہ آزادی کے باوجود فسخ نکاح کا حق استعمال نہ کریں اور مغیث کے ساتھ نکاح کو برقرار رکھیں، تاہم بریرہ نے آپ ﷺ سے اختلافِ رائے کرتے ہوئے اپنا حق استعمال کیا۔[84]

اظہارِ رائے کی آزادی ریاستِ مدینہ کا امتیاز رہی۔ بعد ازاں خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کے ادوار میں بھی رعایا کو یہ حق بلا خوف وخطر حاصل رہا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں تدوین قرآن کے سلسلے میں عمر رضی اللہ عنہ نے رائے پیش کی جسے قبول کیا گیا۔ اپنے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے سے قبل عبد الرحمٰن بن عوف اور عثمان رضی اللہ عنہما سے مشورہ لیا۔[85] عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مالِ غنیمت کی تقسیم کے بارے ایک عام شہری آپ پر سوال اٹھاتا ہے۔ آپ اطمینان سے اسے سنتے اور بیٹے کی زبانی حقیقت بیان کر کے اعتراض دور فرماتے ہیں۔[86]

---

[78] الترمذی، **جامع الترمذی**، کتاب الفتن عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر، رقم الحديث:2174۔

[79] ابو داود، **السنن**، کتاب الادب، باب فی النصيحة، رقم الحديث:4944۔

[80] الراغب الاصفهانی، **مفردات الفاظ القرآن**، ص470۔

[81] شبلی نعمانی، مولانا، **سیرت النبی ﷺ**، (لاہور: ادارہ اسلامیات، 2002ء)، 1/ 211-260۔

[82] خالد مسعود، **حیاتِ رسول امی ﷺ**، (لاہور: دار التذکیر، اردو بازار، 2003ء)، ص433۔

[83] البخاری، **الجامع الصحيح**، کتاب الاذان، باب بدء الاذان، رقم الحديث:579۔

[84] البخاری، **الجامع الصحيح**، کتاب الطلاق، باب شفاعة النبی ﷺ فی زوج بريرة، رقم الحديث:5283۔

[85] خورشید احمد فاروق، ڈاکٹر، **حضرت ابو بکر صدیق کے سرکاری خطوط**، (لاہور: ادارہ اسلامیات، 1978ء)، ص10۔

[86] ابن قتيبة، عبد الله بن مسلم، **السلطان**، (قاهرة: المكتبة الازهرية، سن ندارد)، ص138۔

عہد فاروقی ہی میں مصر کے گورنر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے ایک آدمی کو تھپڑ مارا۔ جواب طلبی پر گورنر اور بیٹے کو بلوا کر عوام کے سامنے مظلوم کے ذریعے بدلہ دلوایا گیا۔ اس موقع پر آپ کا ارشاد شخصی حریت کا لازوال نمونہ ہے۔ فرمایا:

"متى استعبدتم الناس، وقد ولدتهم أمهاتهم أحرارا؟"[87]

(تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنایا جنہیں ان کی ماؤں نے آزاد جنا ہے۔)

فقہِ اسلامی میں قیاس اور اجتہاد کا اصول بھی رائے کی آزادی پر مبنی ہے۔ یہ شواہد دلالت کرتے ہیں کہ ریاستِ مدینہ اور خلافتِ راشدہ کا دور شخصی آزادی اور حریتِ فکر واظہار کا سنہرا دور تھا۔ اتنا ضرور ہے کہ یہ آزادی بے لگام نہ تھی۔ جہاں کہیں رائے کی آزادی قرآن وسنت کے واضح احکام کے تصادم یا ریاستی استحکام کے خلاف نظر آئی اس کا راستہ روکا گیا۔ منکرین زکوٰۃ اور مدعیان نبوت کے خلاف سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا جہاد اسی بنا پر تھا کہ ان کی رائے قرآن وسنت کے یکسر منافی تھی۔ اسی طرح جرائم پر سزا کے اطلاق سے بھی اسی نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ اسلام میں علی الاطلاق آزادی کا تصور نہیں، بلکہ آزادی ذمہ داری اور بہت سی پابندیوں کے ساتھ مربوط ہے۔

حریتِ فکر کا اصول اور سوشل میڈیا کا استعمال: حدود وقیود اور ریاستی ذمہ داریاں

مذکورہ اصول پر اب تک کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ میڈیا کی آزادی ہو یا اظہار رائے کی، یہ نہ صرف عوام بلکہ کسی بھی ریاست کے وقار کی علامت ہے۔ اس کا غلط استعمال ریاست اور شہری دونوں کے لیے مضر ہو سکتا ہے۔ اس لیے جدید دنیا میں کچھ پابندیاں ریاست کی طرف سے عائد کی جاتی ہیں، جن میں سے بعض قانونی اور بعض اخلاقی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ اسی طرح بعض مخصوص جب کہ بعض کلی وقتی ہوتی ہیں۔ ان کا مقصد قومی مفاد کو یقینی بنانا اور ملی یکجہتی کے منافی مواد کی اشاعت کی روک تھام ہے۔ سوشل میڈیا کہ جس تیز رفتاری اور اثر پذیری انتہائی وسیع اور ہمہ گیر ہے، کے استعمال میں اس حوالے سے ٹھوس اور جامع ضابطۂ اخلاق کی تشکیل ضروری ہے۔ اس کے لیے ریاست پر لازم ہے کہ مندرجہ ذیل حدود وقیود پر خود بھی عمل پیرا ہو اور رعایا کو بھی ان پر عمل کا پابند بنائے:

- رائے کا اظہار شرعی اصولوں کے مطابق ہونا چاہیے۔ کسی بھی فرد کی رائے اگر قرآن وسنت کے منافی پائی جائے تو اس کا سدباب ضروری ہوگا۔ چناں چہ گمراہ کن نظریات، اسلامی احکام کی غلط تعبیر وتشریح پر مبنی مواد کی روک تھام ریاست پر لازم ہے۔
- ابلاغ اور نشرواشاعت دین کی رو سے محمود امر ہے تاہم یہ معروفات کی حد تک ہے۔ منکرات یا فواحش پر مبنی مواد کی تشہیر کی ہرگز اجازت نہیں۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾۔[88]

(یقیناً وہ لوگ جو مؤمنین کے مابین فحاشی کی ترویج چاہتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔)

آیت کی رو سے فحاشی کے قبیل سے ہر قسم کے مواد کی تشہیر ممنوع ہوگی۔ دنیا اور آخرت کے عذاب کی وعید سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی گروہ اس میں ملوث ہو اور تنبیہ کے باوجود باز نہ آئے تو ریاست اس کے خلاف سخت تعزیری اقدام بھی کر سکتی ہے۔ اس میں فحش مکالمے، حیاسوز مواد

---

[87] الهندي، علي المتقي بن حسام الدين، كنز العمال، (بيروت: مؤسسة الرسالة، 1985ء)، رقم الحديث: 36010۔

[88] سورۃ النور 24:20۔

اور مخرب اخلاق مواد سب شامل ہے۔

- سوشل میڈیا کا استعمال کسی کے مذہبی جذبات مجروح کرنے کے لیے نہ ہو۔ تمام مذاہب ومسالک کے مذہبی لٹریچر اور مقدسات کا احترام ضروری ہے تاکہ نفرت کی ہوا نہ پھیلنے پائے۔
- ملکی وعلاقائی خبروں کی نشر واشاعت کے لیے سرکاری اداروں کے اپنے پیجز اور چینلز ہونے چاہئیں جن کی حدود متعین ہوں۔ ہر ایک اپنی حد میں کام کا پابند اور اشتعال انگیزی سے بچتے ہوئے مصدقہ خبر کی تشہیر کا ذمہ دار ہو۔
- کسی کی نجی زندگی میں مداخلت نہ کی جائے۔ اللہ تعالی نے ہر ایک کو نجی زندگی کا تحفظ دیا ہے۔ اس میں مداخلت گویا خدائی حد کو عبور کرنا ہے۔ ریاست پر لازم ہے کہ وہ ایسی کسی بھی شکایت پر بروقت ایکشن لے اور رعایا کی نجی زندگی کا حق محفوظ بنائے۔
- ماقبل میں سچ کی اہمیت پر کلام کیا گیا۔ سوشل میڈیا سمیت تمام ذرائع ابلاغ سے سچ کی تشہیر اور ترویج ہونی چاہیے۔ جھوٹ، بے بنیاد اور پروپیگنڈا پر مبنی مواد کی روک تھام ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔
- اظہار رائے کی آزادی کے اصول کی رو سے ریاست پر بھی لازم ہے کہ وہ تعمیری تنقید کو برداشت اور حوصلے سے سنے اور نشان زد کی گئی خامی کی اصلاح کی فکر کرے۔
- ملکی سلامتی سے متعلق خفیہ معلومات ودستاویزات کی تشہیر سوشل میڈیا پر ہرگز نہ ہو۔ آئین اور نظریہ پاکستان کے خلاف کسی بیانیہ کی تشہیر نہ کی جائے۔ اسی طرح ریاستی اداروں کی سالمیت اور وقار کو ملحوظ رکھا جائے۔ یہ امر چوں کہ ملکی تشخص کے خلاف ہے، اس لیے سوشل میڈیا پر ملوث افراد کے خلاف کارروائی کا حق ریاست کو حاصل ہے۔

سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کی خاطر یہ حدود اسلامی تعلیمات اور سیرت طیبہ ﷺ سے مستفاد اصولوں سے ہم آہنگ ہیں۔ ان حدود وقیود کی روشنی میں سوشل میڈیا کا استعمال مفید اور مثبت نتائج کا باعث بن سکتا ہے۔ اسلامی ریاست میں تمام ذرائع ابلاغ بالخصوص سوشل میڈیا کا استعمال معروف اور خیر کے فروغ کے لیے ہونا چاہیے۔ یہ اسی صورت ہوگا جب مذکورہ اصولوں پر عمل یقینی بنایا جائے۔

حاصل بحث

انسان فطری طور پر مدنی الطبع اور اظہار وبیان کی صلاحیت کا حامل ہے۔ معاشرتی حیوان ہونے کے ناطے انسان کا دوسرے انسانوں سے رابطہ یا تعلق بھی ناگزیر ہے۔ یہ ضرورت معاشرہ کو جنم دیتی ہے جو ترقی کرتا ریاست کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ ریاست انسان کی معاشرتی ضرورت ہے جس کے بغیر نہ اجتماعیت کا مقصد حاصل کیا جاسکتا اور نہ ہی نظم حیات پرامن اور خوش گوار نہج پر جاری رہ سکتا ہے۔ اسی اجتماعیت کو "ریاست وحکومت" سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کے بغیر معاشرہ نامکمل اور ناپائیدار رہتا ہے۔

آپ ﷺ کی ذات بابرکات امت کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی قائم کردہ ریاست مدینہ کی تشکیل اور ترقی میں کارفرما اصول اپنے اندر جدید مسائل کا حل بھی بدرجہ اتم رکھتے ہیں۔ سماجی روابط کی جدید شکل دور حاضر میں "سوشل میڈیا" کہلاتی ہے، جس کے حسن وقبح اور جائز وناجائز کا دارومدار اس کے طریقۂ استعمال اور مقاصد پر ہے۔ یہ مواد کی تشہیر، رابطے، رائے اور صلاحیتوں کے اظہار کا تیز ترین اور مؤثر ترین ذریعہ ہے جو کسی بھی بات یا مواد کو پلک جھپکتے پوری دنیا میں پھیلا دیتا ہے۔ اس قدر سریع اور وسیع پھیلاؤ کی بنا پر اس کا مفید ومثبت استعمال انتہائی

ضروری ہے تاکہ خیر کا پھیلاؤ یقینی ہو اور شر کو روکا جاسکے۔

اس سلسلے میں ریاست کا کردار انتہائی اہم ہے۔ ریاست پر لازم ہے کہ سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے لیے رعایا کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرے۔ سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے حوالے سے سیرت طیبہ ﷺ سے مستفاد اصولوں میں احترام انسانیت، اقامتِ دین، قیام اجتماعیت، اصول تنقیح و تصدیق اور حریتِ فکر اہم ہیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ سوشل میڈیا کا مثبت استعمال وہی کہلائے گا جہاں انسانیت کا احترام ملحوظ رکھا جائے، تشہیری مواد مصدقہ اور سچ پر مبنی ہو، جو ملک وملت کے استحکام کا سبب بنے اور سالمیت کے تقاضوں کے عین مطابق ہو۔ حریت فکر اور اظہار رائے کی جو آزادی ہر فرد کو حاصل ہے وہ بھی انہی امور سے مشروط ہے۔ اسلام میں علی الاطلاق آزادی کا تصور نہیں بلکہ آزادی ذمہ داری اور بہت سی مذہبی، ریاستی اور اخلاقی پابندیوں کے ساتھ مربوط ہے۔ چناں چہ ریاست پر لازم ہے کہ سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے لیے انہی خطوط پر تعلیم وتربیت کا بندوبست کرے تاکہ عصر حاضر کا یہ جدید مواصلاتی وابلاغی ذریعہ ملک وملت کی ترقی اور استحکام میں اپنا بھرپور کردار ادا کرسکے۔

نتائج بحث

مذکورہ موضوع پر تحقیق کے حاصل شدہ نتائج درج ذیل نکات کی صورت میں بیان کیے جاسکتے ہیں:

- سماجی روابط اور تعلقات کے بغیر انسانی حیات کا تصور ادھورا ہے۔ یہ روابط معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔ کسی بھی خطے کے باسی مشترکہ اغراض ومقاصد کے حصول کے لیے باہمی عہد وپیمان سے مقتدر گروہ کا تعین کرتے ہیں جسے "حکومت" کہا جاتا ہے۔ ریاست رعایا کے بنیادی حقوق کی محافظ اور معاشرے میں عدل اجتماعی، مساوات اور امن وامان برقرار رکھنے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔
- رائے کا اظہار بنیادی انسانی حق ہے جس کا دور حاضر میں جدید ترین ذریعہ سوشل میڈیا ہے۔ دیگر سائنسی ایجادات کی مانند اس کے خیر یا شر ہونے کا انحصار اس کے استعمال پر ہے۔ مثبت ومفید استعمال اس کے حسن اور منفی ومضر استعمال قبح کی علامت ہے۔
- تعلیم وتربیت بھی بنیادی انسانی حق ہے جو باہم لازم وملزوم ہیں۔ ریاست کا فرض ہے کہ سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کی تعلیم وتربیت کی خاطر عملی اقدامات اٹھائے تاکہ یہ جدید ایجاد معاشرے میں فوائد کا باعث بنے اور مضر اثرات کو کم سے کم کیا جاسکے۔
- سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کے لیے لائحہ عمل تشکیل دینے میں سیرتِ طیبہ ﷺ کی رہنمائی نہایت کارگر ہے۔ اس بابت جو اصول سیرتِ طیبہ ﷺ سے اخذ ہوتے ہیں ان میں احترام انسانیت، اقامتِ دین، قیام اجتماعیت، اصول تنقیح وتصدیق اور حریتِ فکر اہم ہیں۔ ان کی روشنی میں ریاست عوام کے لیے سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کی تعلیم وتربیت کا بندوبست کرسکتی ہے۔
- اسلام میں رائے کے اظہار کی نہ تو سرے سے نفی ہے اور نہ ہی علی الاطلاق آزادی، بلکہ اعتدال پر مبنی تصور فرد کو آزادی کے ساتھ ساتھ چند ضابطوں کا پابند بھی بناتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کا اسلامی تصور اظہار رائے کی آزادی تو فرد کو فراہم کرتا ہے، تاہم یہ آزادی مذہبی، ریاستی اور اخلاقی پابندیوں سے مشروط ہے۔
- سوشل میڈیا کا استعمال ہو یا کسی اور ذریعہ ابلاغ کا، صدق ودیانت، حاکم ورعایا کی خیر خواہی، عفت وپاک دامنی کی تشہیر اور ملک وملت کی سلامتی پیش نظر رہنا ضروری ہے۔ جہاں کہیں کوئی پوسٹ باہمی منافرت، انتشار، فحاشی اور نظریۂ پاکستان کے خلاف نظر آئے ریاست کو

از روئے شرع حق حاصل ہے کہ وہ اس پیج، گروہ یا فرد کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرے۔

- نصیحت و خیر خواہی پر مبنی رائے کا اظہار درست، جائز اور قابل ستائش ہے۔ عوام کو یہ حق ریاستِ مدینہ میں بھی حاصل رہا۔ آپ ﷺ اور بعد ازاں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی عوام خلیفہ کے سامنے رائے کا اظہار کرتے اور امورِ سلطنت میں کسی قسم کی خامی کی نشان دہی کرتے رہے۔ ان کی بات اور رائے کو تحمل سے سنا گیا۔ اس میں اربابِ حکومت کے لیے سبق ہے کہ وہ رعایا کو اس حق سے محروم نہ کریں، ان کی تعمیری تنقید کو حوصلہ سے سنیں اور پھر اصلاح کی کوشش کریں۔

تجاویز و سفارشات

- **تعلیم و تربیت کا باقاعدہ نظام:** ریاست کو چاہیے کہ وہ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں اخلاقی اقدار، ذمہ دارانہ گفتار اور عدل و دیانت پر مبنی سوشل میڈیا کے استعمال کے حوالے سے نصاب تیار کرے اور تعلیمی اداروں میں اس کی تدریس لازمی بنائے۔
- **سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں تربیتی پروگرام:** میڈیا سے وابستہ افراد، اساتذہ، والدین اور طلبہ کے لیے حکومتی نگرانی میں ایسی ورکشاپس اور سیمینارز منعقد کیے جائیں جن میں سیرتِ طیبہ ﷺ کے اخلاقی اصولوں کی روشنی میں سوشل میڈیا کے استعمال کی رہنمائی دی جائے۔
- **اسلامی اقدار پر مبنی ضابطہ اخلاق:** حکومت کو سوشل میڈیا کے استعمال کے لیے ایک جامع "ضابطہ اخلاق" ترتیب دینا چاہیے جو اسلامی اخلاقیات اور سیرت النبی ﷺ پر مبنی ہو۔
- **سیرت النبی ﷺ پر مبنی ڈیجیٹل مواد کی تیاری:** ریاست کو چاہیے کہ وہ سیرت النبی ﷺ کے پیغام کو عام کرنے کے لیے ویڈیوز، ڈاکومنٹریز، ایپس اور ویب سائٹس کی صورت میں معیاری ڈیجیٹل مواد تیار کروائے اور اس کو فروغ دے۔
- **اسلامی میڈیا مراکز کا قیام:** ہر صوبے میں کم از کم ایک "اسلامی میڈ" یا "تربیتی مرکز" قائم ہو جہاں نوجوانوں کو اخلاقی، قانونی اور فنی طور پر مثبت مواد تخلیق کرنے کی تربیت دی جائے۔ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کے حوالے سے عام فہم رہنما کتابچوں کی تیاری اور دینی و تعلیمی مراکز میں ان کی تقسیم بھی آگاہی کا ایک اچھا ذریعہ ہے۔
- **شرپسند عناصر کے خلاف ریاستی نگرانی:** ریاست کو چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا پر منفی، جھوٹے، فتنہ انگیز اور غیر اخلاقی مواد کے تدارک کے لیے ایک فعال نگرانی کا نظام قائم کرے۔ ایسی سرگرمیوں میں ملوث پیجز کو فوری طور پر بند کرے اور مرتکب افراد کے خلاف کارروائی کا مناسب نظام وضع کرے۔
- **قانون سازی اور عالمی سطح پر سیرت النبی ﷺ کے پیغام کی تشہیر:** سوشل میڈیا کے غیر ذمہ دارانہ استعمال کے تدارک اور اخلاقی و شرعی حدود میں اس کے استعمال کے فروغ کے لیے ریاستی سطح پر باقاعدہ قانون سازی بھی ضروری ہے۔ علاوہ ازیں ریاست عالمی میڈیا اور سوشل نیٹ ورکس پر سیرتِ طیبہ ﷺ کی تعلیمات کو جدید انداز میں پیش کرنے کے لیے سفارتی، علمی اور ابلاغی پلیٹ فارمز پر حکمتِ عملی مرتب کر کے سیرتِ النبی ﷺ کے پیغام اور تعلیمات کو عام کرنے میں بھی اپنا کردار ادا کر سکتی ہے۔

﴿واللہ المستعان﴾

5

مقالہ نگار:

پارس نازنین گیلانی

ایم فل گولڈ میڈلسٹ

اسسٹنٹ پروفیسر

Abstract

This article examines the state's responsibilities in educating and training the public for the constructive use of social media inthe light of Seerah of Beloved Rasool Muhammadﷺ. In the modern era, social media has become a powerful communication tool with both positive and negative aspects. The Prophet'sﷺ communication principles offer valuable guidance for digital interactions. It's state core responsibilty to promote these values, curb misinformation, and foster ethical and educational content. In Pakistan, leveraging the Seerah's teachings can help implement educational reforms and awareness campaigns to ensure social media serves as a tool for national development and social cohesion.

Keywords: Social media, Seerah of the Prophetﷺ, state responsibilities, education and training, communication principles, social reform, positive digital behavior.

سوشل میڈیا کا تعارف:

عصر حاضر میں ٹیکنالوجی اپنے عروج پر ہے۔ یہ دور جدید میڈیا خصوصاً سوشل میڈیا کا دور ہے، جسے بالفاظ دیگر سماجی ذرائع ابلاغ بھی کہا جاتا ہے۔ ابلاغ اس علم یا ہنر کا نام ہے جس کی وجہ سے کوئی فرد کوئی اطلاع، علم، تصور یا جذبہ دیگر افراد تک منتقل کرتا ہے۔[1]

ابلاغ کے لیے انگریزی زبان میں کمیونی کیشن (Communication) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، جس سے مراد بات چیت کرنا، دوسروں تک اپنے خیالات پہنچانا، معلومات پہنچانا اور اپنا مطلب واضح کرنا ہے۔[2] ذرائع ابلاغ سے مراد ایسے تمام ذرائع ہیں جن کی

[1] BBC English Dictionary(Harper Collins Publishers,1995)Pg:72

[2] شمس الدین، ابلاغ عامہ کی نئی جہتیں، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 2009ء)ص:2

بدولت ایک انسان اپنا مافی الضمیر دوسرے انسانوں تک پہنچا سکتا ہے۔[3]

"Communication is an act of transmitting ideas, attitudes and information from one person to another".[4]

میڈیا سے مراد تمام ذرائع ابلاغ ہیں جن کی مدد سے انسان اپنی بات دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ اسے انگریزی میں ''میڈیا''، اردو میں ''ذرائع ابلاغ'' اور عربی میں "الإعلام" کہتے ہیں۔[5]

"هو نشر الحقائق والأخبار والأفكار والآراء في وسائل الإعلام المختلفة۔"[6]

یعنی میڈیا سے مراد حقائق، اخبار، افکار اور آرا کو مختلف وسائل کی مدد سے لوگوں تک پہنچانا ہے۔

"Media are the collective communication outlets or tools used to store and deliver information or data".[7]

لفظ سوشل میڈیا دو الفاظ ''سوشل'' اور ''میڈیا'' سے مل کر بنا ہے۔ سوشل لاطینی زبان کا لفظ ہے جس سے مراد مل جل کر رہنا، گروہ بند، معاشرہ یا معاشرتی ہے؛ جبکہ لفظ میڈیا "میڈس" سے ماخوذ ہے اور ''میڈیم'' کی جمع ہے جس سے مراد رابطے کے ہیں۔[8]

میڈیا کی اقسام:

میڈیا کی دو بنیادی اقسام ہیں، جس میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا شامل ہیں۔ پرنٹ میڈیا میں اخبارات، کتب، مجلات اور رسائل وجرائد، جبکہ الیکٹرانک میڈیا میں ریڈیو، ٹیلی وژن، انٹرنیٹ، ویب سائٹس اور مختلف آن لائن پروگرام شامل ہیں۔ سوشل میڈیا الیکٹرانک میڈیا کی سب سے اہم اور مؤثر شاخ ہے۔ سوشل میڈیا کی بدولت دنیا ''گلوبل ویلج'' بن گئی ہے۔ سوشل میڈیا پر سماجی رابطے کے لیے کئی سائٹس اور ایپلی کیشنز استعمال ہوتی ہیں جن میں فیس بک، ٹویٹر، واٹس ایپ، انسٹاگرام، سنیپ چیٹ، گوگل، یوٹیوب، پنٹرسٹ، لنکڈان زیادہ مشہور ہیں۔

عصر حاضر میں سوشل میڈیا کی اہمیت:

اپنے خیالات جذبات، محسوسات اور نظریات کا اظہار روزِ ازل سے انسانی فطرت کا خاصا رہا ہے۔ اس کے لیے انسان مختلف ادوار میں مختلف ذرائع اور آلات کا استعمال کرتا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے میڈیا کی بھی نئی جہات اور اشکال متعارف ہوئیں۔ بعض ابلاغیات

[3] Emery,Alt, Introduction to mass communicatio(London:1979)p:8

[4] پروفیسر مہدی حسن، ابلاغ عام، (لاہور: مکتبہ کاروان، 2007ء)ص:32

[5] https://wp.me/p7zTiB-d3A (Accessed on Feb 17, 2025 at 6:24pm)

[6] یوسف محی الدین .دکتور. الإعلام نشأته وسائله مايؤثر فيه (بيروت: دار احياء التراث. 1996ء)ص:6

[7] Martin Lister,New Media: A Critical Introduction(Colombo:John Robert publishing ,1994)Pg:19

[8] https://en.m.wikipedia(Accessed on Feb 18, 2025 at 12:04am)

کے ماہرین میڈیا کو ریاست کا چوتھا ستون قرار دیتے ہیں۔[9] سوشل میڈیا کی عمدگی کا اس بات سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ عصر حاضر میں تمام الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا کمپنیوں نے سوشل میڈیا پر اپنے پیجز اور اکاؤنٹس بنائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح سربراہان اور زعمائے ریاست بھی ٹویٹر اکاؤنٹس استعمال کرتے ہیں اور اس پر اپنے اہم بیانات جاری کرتے ہیں۔

سوشل میڈیا انٹرنیٹ سے جڑا وہ نیٹ ورک ہے جو اداروں اور فرد کو ایک دوسرے سے منسلک کرنے اور انٹرنیٹ پر پیغامات کی ترسیل اور معلومات کا تبادلہ کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اگر ایک دن کے لیے انٹرنیٹ بند ہو جائے تو ملک کی ترقی میں خلا سا پیدا ہو جاتا ہے۔ سوشل میڈیا تجارت اور کاروبار پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ صحت، تعلیم، ملکی قوانین سے متعلق معلومات میڈیا کے ذریعے عوام تک پہنچائی جاتی ہیں۔ اشتہارات چلائے جاتے ہیں جن کا ملکی تجارت اور معیشت میں بہت اہم کردار ہے۔ آن لائن تعلیم، آن لائن بزنس اور بہت سے دوسرے مفید مقاصد کے لیے اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

عصر حاضر میں معلومات کی بھرمار ہے اور معلومات تک رسائی بھی سہل ہے، جس وجہ سے عہد حاضر کو ''معلومات کا زمانہ'' بھی کہتے ہیں۔ اکیسویں صدی کو ''میڈیا کی صدی'' کہا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ اور معلومات سے منسلک شعبہ جات میں جس ملت کو جس قدر زیادہ ملکہ حاصل ہوگا اتنا ہی اسے دوسری اقوام پر غلبہ اور فوقیت حاصل ہو جائے گی۔ اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس میڈیا نے جہاں اسلامی معاشرے کی سرگرمیوں کو تیزی سے تبدیل کیا ہے وہاں کچھ ایسے تہذیبی مسائل بھی پیدا کر دیے ہیں جو آنے والی نسلوں کو شدید متاثر کر سکتے ہیں۔ میڈیا کی بدولت مسلمانوں کے بارے میں منفی رائے کو بھی فروغ ملا ہے۔ پیو (PEW) ریسرچ سینٹر کے امریکہ میں کیے گئے 2007ء کے سروے کے مطابق مسلمانوں کے بارے میں لوگوں کی منفی رائے بالعموم میڈیا کی وجہ سے قائم ہوئی۔[10]

میڈیا نے ایک جدید زبان تشکیل دی جس کی جداگانہ اصطلاحات ہیں۔ میڈیا نے عوام الناس کو عام فہم انداز اور کم از کم الفاظ کے ساتھ اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کا فن سکھا دیا ہے، اس معاملے میں ٹویٹر خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔[11] میڈیا انسانی فکر کی ذہن سازی کا سب سے موثر ذریعہ ہے۔ موجودہ دور میں کسی بھی غیر جانب دار فرد کی سوچ پر اثر انداز ہونا، سماجی اور سیاسی معاملات کے بارے میں بھی آرا قائم کرنے میں مددگار ہونا، کسی فرد یا جماعت کی مخالفت اور حمایت میں لوگوں کی ذہن سازی کرنا یہ سب عوامل میڈیا ہی کے رہین منت ہیں۔ بقول ڈاکٹر خالد علوی:

[9] ایس۔ ایم شاہد، اصول صحافت (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، 2011ء) ص: 11

[10] ایرک بلیچ واے ماورٹس وان ڈروین، "مغربی دنیا: میڈیا میں مسلمانوں کی منفی تصویر" (لاہور: ترجمان القرآن، 2022ء)

Eric Bleach and A.maverts von Dervin, "The Western world:the Negative Portrayal of Muslims in the Media "(Lahore:Tarjuman ul Quran,2022)

[11] Elana Cresci,"12 Ways Twitter Changed our Lives", (The Guardian,March 21,2016), https://www.theguardian.com/technology/2016/marr/21/12-ways-twitter-changed-our-lives- (Accessed on Feb 18, 2025, at 01:00 am)

"سوشل میڈیا نے انسانی زندگی کو جدید معرفت عطا کی ہے۔ انسان کو شعور دیا اور زندگی کے مسائل کو واضح کیا ہے۔ عالمی آگہی کا یہ حال ہے کہ دنیا کے کسی حصے میں کوئی حادثہ یا واقعہ جوں ہی رونما ہوتا ہے تو ہر فرد کو معلوم ہو جاتا ہے۔"[12]

سوشل میڈیا ایک طلسماتی سحر ہے جو زندگیوں میں کچھ اس طرح سے شامل ہو چکا ہے کہ چاہنے کے باوجود بھی اب لوگ اس کے طلسم سے باہر نہیں نکل سکتے ہیں۔ سوشل میڈیا زندگی کی وہ مجازی حقیقت ہے جو اس دور میں زندگی پر مثبت اور منفی دونوں طرح سے سب سے زیادہ اثر انداز ہو رہی ہے۔ میڈیا اب زندگی کا ایک جزو لاینفک بن چکا ہے۔ یہ ایک ایسی ایجاد ہے جو دو دھاری تلوار ہے اس کے مثبت پہلو بھی ہیں اور منفی اثرات بھی، مگر اس کے منفی اثرات اس کے فوائد سے زیادہ ہیں۔ یہ اب لوگوں پر منحصر ہے کہ وہ اس کا استعمال کیسا کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا کی لت میں بچے، بوڑھے، خواتین سب مبتلا ہو چکے ہیں۔ دنیا کی تقریباً ہر چیز میں خیر و شر کا پہلو موجود ہوتا ہی ہے اب یہ انسان پر ہے کہ وہ اس کے کس پہلو کو اختیار کرتا ہے۔ اگر کسی چیز کو مثبت افعال میں استعمال کیا جائے تو اس کے فیوض و ثمرات معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں۔ سماجی میڈیا کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے۔

سوشل میڈیا کا استعمال آسان فہم ہونے کی بنا پر ہر خواندہ و ناخواندہ اس کو استعمال کر سکتا ہے۔ ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ لوگوں کے علاوہ پسماندہ علاقوں کے ناخواندہ افراد بھی بڑے اچھے طریقے سے اس کو استعمال کرنا جانتے ہیں۔ سوشل میڈیا کا آغاز چند دہائی قبل ہوا مگر ابھی تک یہ ارتقائی مراحل سے گزر رہا ہے، اس کا دائرہ کار روز بروز وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ سوشل میڈیا کی بدولت روابط آسان ہو گئے ہیں۔ ہر طرح کی چھوٹی سے چھوٹی خبر بھی پوری دنیا میں جنگل کی آگ کی طرف فوری طور پر اس کے ذریعے پھیل جاتی ہے۔

پاکستان میں سوشل میڈیا صارفین کی تعداد:

پاکستان ٹیلی کمیونی کیشن اتھارٹی کی حالیہ رپورٹ کے مطابق وطن عزیز میں سوشل میڈیا یوزرز کی تعداد 16 کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔ سب سے زیادہ یوٹیوب صارفین ہیں جن کی تعداد سات کروڑ ستر لاکھ ہے جبکہ فیس بک صارفین کی تعداد پانچ کروڑ اکہتر لاکھ ہے۔ ٹک ٹاک صارفین ایک کروڑ تراسی لاکھ ہیں جبکہ انسٹاگرام صارفین ایک کروڑ اڑتیس لاکھ ہیں۔[13]

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ابلاغ کے طریقے اور اصول:

انسان تنہا اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکتا، اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے اسے لوگوں اور مختلف ذرائع کی ضرورت پڑتی ہے، اپنا پیغام دیگر افراد تک پہنچانا ہی پڑتا ہے، اس عمل کو "ابلاغ" کہا جاتا ہے۔ قدرت نے ابلاغ کے لیے ہمیں دو بنیادی ذرائع مہیا کیے ہیں، جن میں ایک زبان اور دوسرا قلم، جن کے ذریعے دوسروں تک بات پہنچائی جا سکتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام بھی دعوت و تبلیغ اور اپنی بات سمجھانے کے لیے زبانی طرزِ تخاطب کو استعمال فرمایا کرتے تھے۔ تحریر کے ذریعے پیغام پہنچانے کی مثال قرآن پاک کی "سورہ النمل" میں موجود ہے، جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط کے ذریعے ملکہ سبا کو دعوت حق کا پیغام پہنچایا۔ ہدہد پرندے نے پیغام رسانی کے فرائض سرانجام دیے۔

---

[12] خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، (لاہور: الفیصل، 2005ء)ص:404

[13] https://www.hilal.gov.pk/view-article.php(Accessed on Feb 19 2025 at 10:36pm)

دعوت حق کے لیے ایسا ذریعہ استعمال کرنا جس کی بدولت زیادہ لوگوں تک بات پہنچائی جا سکے، یہ ہمارے حضور ﷺ کی سنت ہے۔ مکہ مکرمہ میں زمانہ قدیم سے یہ طریقہ رائج تھا کہ جب کوئی ضروری بات پہنچانی ہوتی تو صفا پہاڑی پر چڑھ کر اعلان کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے بھی مکہ والوں تک اسلامی دعوت پہنچانے کے لیے اسی کو اختیار کیا۔ جزیرۃ العرب کے دوسرے علاقوں تک بات پہنچانے کا ایک بہترین ذریعہ حج اور تجارتی اجتماعات تھے۔ عکاظ اور ذوالمجاز کے میلوں میں جو بات کہی جاتی تھی اس کا پورے جزیرہ عرب میں خوب چرچا ہو جاتا تھا۔ اسی ذریعے سے اسلام کی روشنی مدینہ پاک تک پہنچی، یہی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے قبولیتِ اسلام کا سبب بنا۔

سرزمین عرب سے باہر اسلام کی دعوت پہنچانے کے لیے خط و کتابت واحد راستہ تھا۔ جب صلح حدیبیہ کے تحت اہل مکہ سے صلح ہوئی تو اہل مکہ کی مسلسل ریشہ دوانیوں سے مسلمانوں کو کچھ اطمینان ملا، تو آپ ﷺ نے بڑی طاقتوں اور بااثر حکمرانوں کو دعوتی خطوط بھیجے۔

ذرائع ابلاغ ہر دور میں مختلف رہے ہیں مگر جب آقا کریم ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس وقت یہ ذرائع ابلاغ نہیں تھے جو عصر حاضر میں موجود ہیں۔ اس وقت پیغامات کی ترسیل کا بہترین ذریعہ خط و کتابت تھا۔ آپ ﷺ نے مختلف سربراہانِ حکومت کو اپنے سفیروں کے ذریعے دعوتی خطوط بھیجے۔ نجاشی شاہ حبشہ کے پاس حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ، مقوقس شاہ مصر کے پاس حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ، قیصر روم کے پاس حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کے پاس، غسان کے حاکم کے پاس حضرت شجاع بن وہب الاسلمی رضی اللہ عنہ، یمامہ کے ہوذہ بن علی الحنفی کے پاس حضرت سلیط بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ، عمان کے جیفر اور عبد کے پاس حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور بحرین کے بادشاہ کے پاس حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔[14] یہ انداز پیغام رسانی بین الاقوامی سفارت کاری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ بقولِ ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

"جس خطے میں کبھی کوئی حکومت قائم ہی نہیں ہوئی تھی اس میں حیاتِ مبارکہ گذارنے کے باوجود آنحضرت ﷺ نے جو دستورِ مملکت مرتب کیا اور جو نظام حکمرانی قائم فرمایا، اس پر عمل، دنیا کی عظیم الشان مملکت کے لیے نہ صرف ہر طرح کارآمد و کافی ثابت ہوا بلکہ جب تک اس پر عمل رہا وہ دنیا کی مہذب ترین حکومت بنی رہی۔"[15]

آپ ﷺ نے دعوتِ اسلام کے لیے مفتوحہ علاقوں میں مبلغین بھیجے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا۔ عربوں میں خطرے کے وقت "**یا صباحاہ**" کی ندا لگانے کا بھی رواج تھا۔ آپ ﷺ نے کوہ صفا پر اسی ندا کے ذریعے لوگوں کو بلایا اور عذاب سے ڈرایا۔ مدینہ میں نماز کے لیے اذان کا آغاز ہوا۔ شعر و شاعری بھی عرب معاشرے میں ابلاغ کا ایک اہم ذریعہ تھی، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے دربار کے شاعر تھے۔ جو آپ ﷺ کی مدح سرائی فرمایا کرتے تھے۔ خطبات کے ذریعے بھی تبلیغ دین کی جاتی تھی اس ضمن میں خطبہ "حجۃ الوداع" تاریخ ساز حیثیت رکھتا ہے۔ آپ ﷺ میلوں بازاروں اور حج کے موقع پر بھی دین کی تبلیغ کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے خواتین کو دین کی تعلیم دینے کے لیے ہفتے کا ایک دن مخصوص کر رکھا تھا جس میں خواتین آپ ﷺ سے احکام دین پوچھا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ کا مقصد دین حق کی اشاعت اور اسے تمام شعبہ ہائے

---

[14] محمد عبدالملک ابن ہشام، سیرت النبی ﷺ ابن ہشام، مترجم مولوی قطب الدین احمد محمودی (لاہور: اسلامی کتب خانہ، س۔ن) ج:4، ص:278

[15] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی (کراچی: دارالاشاعت، 1961ء) ص:15

زندگی پر غالب کرنا تھا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾[16]

(درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انھیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالاں کہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔)

حضور ﷺ کے دعوت وابلاغ کے اصول حسبِ ذیل ہیں:

1-حکمت وعمدہ نصیحت:

ابلاغ کو مؤثر بنانے کے لیے حکمت، بصیرت اور عمدہ نصیحت بہت ضروری ہے۔ حضور ﷺ کے بہترین اسلوب دعوت کی بدولت لوگوں کی ایسی کایاپلٹی کہ انہیں نیکی سے رغبت اور برائی سے نفرت ہوگئی۔ ارشادِ ربانی ہے:

"اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی سے نصیحت کرکے دعوت دو، اور (اگر بحث کی نوبت آئے تو) ان سے بحث بھی ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو۔"[17]

2-تدریج:

تدریج بھی تبلیغ کا ایک بنیادی اصول ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مخاطبین پر شرعی احکام کا یکسر بوجھ نہ ڈالا جائے بلکہ انہیں تدریجی احکام دیے جائیں۔ اسی لیے مکی دور میں قرآن مجید میں صرف تین بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت پر زور دیا گیا۔ جب یہ عقائد دلوں میں مکمل طور پر راسخ ہوگئے تو پھر عبادات فرض کی گئیں، جبکہ مدنی دور میں عبادات، معاملات اور اخلاق سے متعلق احکام نازل کیے گئے۔

3-اعلیٰ اخلاق کا عملی نمونہ:

آپ ﷺ عمدہ اخلاق کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز تھے۔ آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کی بدولت لوگ دائرہ اسلام میں جوق در جوق داخل ہوئے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ کی ذات میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔"[18]

---

[16] سورۃ آل عمران (164:3)

[17] سورۃ النحل (125:16)

[18] سورۃ الاحزاب (21:33)

4-دین کا آسان تصور:

اسلام ایک آسان دین ہے اور آسانی کی ترغیب دیتا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"قال النبي ﷺ: يسروا ولا تعسروا، وسكنوا ولا تنفروا"[19]

(حضور ﷺ نے فرمایا: آسانی پیدا کرو، تنگی نہ پیدا کرو، لوگوں کو تسلی اور تشفی دو، نفرت نہ دلاؤ۔)

5-خبر کی تصدیق:

بغیر تصدیق کے بے بنیاد خبر کی تشہیر معاشرے میں بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا بیٹھو، اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ۔"[20]

حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

"قال رسول الله ﷺ: كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع"[21]

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔")

حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں جن اخلاقی و تہذیبی آداب کو فروغ دیا ان میں خبر کی تصدیق اور تحقیق کا ضابطہ قابلِ ذکر ہے۔ مہذب معاشرے میں ہر سطح پر ضابطۂ اخلاق کا ہونا ضروری ہے، کیوں کہ اسلام احترامِ انسانیت کا درس دیتا ہے۔

6-افواہوں کی تشہیر کی ممانعت:

دین جھوٹ، افواہ اور منفی پروپیگنڈے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ ارشادِ ربانی ہے: **"جب تم اپنی زبانوں سے اس بات کو ایک دوسرے سے نقل کر رہے تھے، اور اپنے منہ سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا تمھیں کوئی علم نہیں تھا، اور تم اس بات کو معمولی سمجھ رہے تھے، حالاں کہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی سنگین بات تھی۔"**[22]

7-رواداری:

ابلاغ کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ طرزِ تخاطب نرم ہونا چاہیے، سختی سے گریز کرنا چاہیے، کیوں کہ سختی اصلاح کے بجائے بگاڑ پیدا کر دیتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"ان واقعات کے بعد اللہ کی رحمت ہی تھی جس کی بنا پر (اے پیغمبر!) تم نے ان لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کیا۔

---

[19] محمد بن اسماعيل بخاري، الجامع الصحيح (دمشق بيروت: دار ابن كثير، 1987ء) كتاب الادب، باب قول النبي ﷺ "يسروا ولا تعسروا" رقم الحديث: 6125

[20] سورۃ الحجرات (6:49)

[21] مسلم بن حجاج القشيري، الجامع الصحيح المسلم، (رياض: دار طيبه، 2006ء) مقدمة الكتاب للامام مسلم، باب: النهي عن الحديث بكل ما سمع، رقم الحديث: 7

[22] سورۃ النور (15:24)

اگر تم سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہو جاتے[23]

اپنے، بیگانے اور دوست و دشمن کے ساتھ یہ حضور ﷺ کی شفقت اور رحمت ہی تھی، کہ آپ ﷺ کی نگاہِ کرم سے دل مسخر ہو جاتے تھے۔

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ریاستی ذمہ داریوں کا اجمالی جائزہ:

حضور ﷺ کی حکومتی پالیسیوں کی بنیاد وحی الٰہی پر مبنی تھی، جن کا مقصد بلا تفریق مذہب و نسل، عدل و انصاف کا قیام اور معاشرتی فلاح و بہبود تھا۔ آپ ﷺ نے ریاستِ مدینہ کی بنیاد رکھی، جہاں نظامِ سیاست اور طرزِ حکمرانی کی بنیاد قرآن و سنت کے لازوال اصولوں پر مبنی تھی۔ اس نظام میں شخصی خواہشات کی بجائے احکام الٰہیہ کی پیروی کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ عوام کی فلاح و بہبود، مساوات اور حقوق کی حفاظت پر توجہ مرکوز تھی۔ معاشرتی انصاف کے قیام کے لیے قوانین کا نفاذ کیا گیا، جس کے تحت امیر، غریب، حاکم، محکوم سب کے لیے یکساں اصول و ضوابط مقرر کیے گئے۔ ان پالیسیوں کی بدولت معاشرے میں ہم آہنگی اور استحکام کو فروغ ملا۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"سیاست کو مفاد اور ذاتی اغراض کے بجائے اخلاق کے تابع کرنا اور اسے خدا ترسی و پرہیزگاری کے ساتھ چلانا اس ریاست کی اصل روح ہے۔"[24]

دورِ رسالت میں معاشرتی اصلاح اور تعلیم و تربیت میں حکومتی کردار

حضور ﷺ نے معاشرتی اصلاح اور تعلیم و تربیت میں اہم ترین کردار ادا فرمایا۔ آپ ﷺ نے مکہ میں "دار ارقم" اور مدینہ میں "صفہ" جیسی بے مثال درسگاہیں قائم کیں، جن سے علم کی شمعیں روشن ہوئیں۔ آپ ﷺ کی تعلیمات نے معاشرتی بدحالی کا شکار افراد کو بہترین اخلاق و کردار اور اعلیٰ اقدار سے مزین کیا، جس سے وہ دنیا کے لیے مثالی نمونہ بن گئے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعلیم عطا فرمائی، جس سے معاشرتی برائیوں اور مفسدات و منکرات کا خاتمہ ممکن ہوا۔ اس کے علاوہ، آپ ﷺ نے سچائی، امانت و دیانت، تعاون، احسان، ایمانداری اور عفو و درگزر جیسے اعلیٰ اوصاف کو فروغ دیا، جنہوں نے معاشرتی خوبصورتی میں اضافہ کیا۔ مائیکل ایچ ہارٹ لکھتا ہے:

"My choice of Muhammad to lead the list of the world's most influential persons may surprise some readers and may be questioned by others, but he was the only man history who was supremely successful on both the religious and secular levels"[25]

آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کا ہی اثر تھا کہ وہ افراد جو صرف شعر و شاعری اور لڑنا جانتے تھے مہذب بن گئے۔ جانی دشمن محبت کے پیکر بن گئے، علم و تعلم کی شمعیں خوب روشن ہوئیں۔ بتوں کے پجاری توحید کے پرستار بن گئے۔ لاقانونیت کی عادی قوم کی قانون دانی پر

---

[23] سورۃ آل عمران (159:3)

[24] مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، خلافت و ملوکیت (نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، 1974ء) ص: 54

[25] Michael.H.Heart.The 100 a Ranking Of The Most Influential Persons In History.(Kensington:1978)Pg:3

ہر کوئی رشک کرنے لگا۔ متکبر اور متعصب عاجزی کا پیکر بن گئے اور اونٹ چرانے والے بہترین حاکم بن گئے۔

سوشل میڈیا کا مثبت استعمال:

1-فروغ اسلام کا ذریعہ:

مغرب ہر سطح پر اپنی تہذیب کو غالب کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ نظریاتی جنگ جاری ہے اور پروپیگنڈے کا دور ہے۔ ان حالات میں دین کی بات لوگوں تک پہنچانے کے لیے غیر معمولی وسائل درکار ہیں۔ مگر سوشل میڈیا نے یہ کام آسان کر دیا، اب بہت کم وسائل کے ساتھ دعوتِ حق ایک بڑے طبقے تک پہنچائی جاسکتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے وجود میں لائی گئی،
تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"[26]

حدیثِ نبوی ہے: **"فوالله لأن يهدي الله بك رجلا واحدا، خير لك من أن يكون لك حمر النعم"[27]**

(اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے ایک فرد کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔)

سوشل میڈیا کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی حقانیت سے آگاہ کیا جاسکتا ہے اور دنیا کے کسی بھی کونے تک اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کا پیغام پہنچایا جاسکتا ہے۔ علما و مفتیانِ کرام اور مذہبی اسکالرز مختلف ایپس کے ذریعے قرآن و حدیث کی تدریس، عقائد، عبادات، معاملات سے متعلق اصلاحی بیانات، فقہی مسائل پر مبنی لیکچرز زیادہ لوگوں تک پہنچاسکتے ہیں۔ پیغام رسانی کا یہ پلیٹ فارم جسمانی مشقت اور اخراجات کے لحاظ سے سستا اور آسان ترین ہے۔

2-تعلیم و تربیت کا ذریعہ:

کووڈ 19 کے بعد آن لائن نظام تعلیم کا ایک نیا ٹرینڈ دنیا میں متعارف ہوا۔ سوشل میڈیا نے فاصلاتی نظام تعلیم کو آسان کر دیا ہے۔ درس و تدریس سے وابستہ افراد سوشل میڈیا کے ذریعے بآسانی معلومات لوگوں کی وسیع تعداد تک پہنچا سکتے ہیں۔ اس کے ذریعے وہ علم و تحقیق کے علاوہ ہنر سیکھنے سکھانے کا کام بھی بہترین طریقے پر سرانجام دے سکتے ہیں۔ فری آن لائن کورسز کے ذریعے عوام الناس کسی بھی مضمون پر یا کسی بھی ہنر پر مہارت حاصل کر سکتے ہیں۔ کوکنگ پروگراموں کے ذریعے خواتین گھر بیٹھے امور خانہ داری سیکھ سکتی ہیں۔ طبی پروگراموں کے ذریعے بیماریوں سے بچاؤ کے طریقے بآسانی سیکھے جاسکتے ہیں۔ ماہر ڈاکٹروں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی بدولت دنیا میں کسی بھی جگہ سے لوگوں کو تعلیم و تربیت فراہم کرنا اب کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

3-ای کامرس روزگار کا مؤثر ذریعہ:

ای کامرس کا تصور مغرب میں تو عام ہے، اب ہمارے ملک میں بھی آہستہ آہستہ عام ہو رہا ہے اس کے ذریعے تجارت آسان ہو

---

[26] سورۃ آل عمران (110:3)

[27] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح (دمشق بیروت: دار ابن کثیر، 1987ء) کتاب الأدب، باب قول النبی ﷺ "یسروا ولا تعسروا" رقم الحدیث: 6125

گئی ہے۔لوگ گھر بیٹھے اپنی پسند کی چیزیں سستے داموں خرید سکتے ہیں۔ آن لائن بزنس نے بڑھتی ہوئی مہنگائی اور بے روزگاری کے اس دور میں نوجوانوں کے لیے حلال روزگار کا حصول ممکن بنادیا ہے۔نوجوان گھر بیٹھ کر آن لائن روزگار سے وابستہ ہوکر خدمات فراہم کرسکتے ہیں۔ جس میں آن لائن قرآن مجید کی تعلیم ،ٹیوشن پڑھانا،فری لانسنگ کرنا،ترجمے وٹائپنگ کرنا،سافٹ ویئر اور ویب سائٹس تیار کرنا۔اس سے نہ صرف فی کس آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ ملکی معیشت میں بھی بہتری آتی ہے۔

4-خبر رسانی اور معلومات کی فراہمی کا ذریعہ:

پیغام رسانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے ،ہر دور میں اس کا طریقہ کار مختلف رہا ہے۔دورِ رسالت میں سلاطین تک دین کا پیغام قاصدوں کے ذریعے پہنچایا گیا۔ دورِ فاروقی میں پیغام رسانی کا باقاعدہ ادارہ قائم ہوا۔وقت کے ساتھ پیغام رسانی کے نظام میں تبدیلیاں آتی رہیں۔ جس کی جدید صورت سوشل میڈیا ہے۔ سوشل میڈیا نے جغرافیائی حدبندی اور سرحدوں کا تصور ختم کردیا ہے۔ اس ضمن میں فیس بک، ٹویٹر،انسٹاگرام،واٹس ایپ،یوٹیوب اور گوگل قابلِ ذکر ہیں۔ سیکنڈوں میں تحریری، سمعی یا ویڈیو پیغام دنیا کے کسی کونے میں موجود اپنے دوست عزیز، رشتہ دار، دوست تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ بہت سی ایسی خبریں جو عام میڈیا نشر نہیں کرتا وہ سوشل میڈیا پر بڑی آسانی کے ساتھ نشر ہوجاتی ہیں۔ مسئلہ فلسطین کو اجاگر کرنے اور اسرائیلی فوج کے ظلم اور بربریت سے لوگوں کو آگاہ کرنے میں بھی سوشل میڈیا کا بڑا کردار رہا ہے۔ سوشل میڈیا ایک ایسا بہتا ہوا سمندر ہے جس میں چاہیں تو ہیرے موتی ڈالیں یا خس وخاشاک،صاف شفاف پانی انڈیلیں یا گندا بدبودار فضلہ۔ سوشل میڈیا کے ذریعے اگر ایک طرف دینی، تعلیمی اور اخلاقی نقطہ نگاہ سے مفید چیزیں اور اہم معلومات دنیا تک پہنچائی جاسکتی ہیں تو دوسری طرف اخلاقی قدریں تباہ کرنے والی منفی چیزیں بھی۔ انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں اس کا اثر اتنا وسیع ہو چکا ہے جسے نظر انداز ہی نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کی اہمیت بڑھ رہی ہے۔

5-سیاسی وسماجی مسائل کا شعور اجاگر کرنے کا ذریعہ:

سیاسی وسماجی اور معاشی مسائل سے متعلق آگاہی پھیلانے میں اس کا بڑا اہم کردار ہے۔ عوامی شعور میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔لوگ اب مختلف فورم پر مختلف سماجی مسائل پر بات کرتے نظر آتے ہیں،جس کی بدولت اربابِ اقتدار کی توجہ مسائل کے حل کی طرف مبذول ہوتی ہے۔

6-مغربی میڈیا کے اسلام کے خلاف پروپیگنڈے کا تدارک:

سوشل میڈیا کی بدولت دنیا بھر کے مسلمانوں کا ایک دوسرے سے آزادانہ رابطہ ممکن ہوا ہے۔ سوشل میڈیا کا ایک امتیازی پہلو یہ ہے کہ اس پر اب تک کسی خاص گروہ،سیاسی جماعت یا حکومت کی اجارہ داری نہیں ہے۔ عالمی الیکٹرانک میڈیا سے اسلام کے خلاف جو پروپیگنڈا کیا جارہا تھا وہ روز بروز بے نقاب ہوکر اپنا اثر کھوتا جارہا ہے۔ مغرب کے لیے اب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جھوٹے قصے بنانا مشکل ہوتا جارہا ہے۔ من گھڑت خبروں کی حقیقت جلد کھل کر سامنے آجاتی ہے۔لوگوں کو اپنی بات آگے پہنچانے کا ایک پلیٹ فارم مل گیا ہے۔ اسلامی عقائد اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے والے مغربی عزائم کی قلعی بھی سوشل میڈیا نے کھول دی ہے۔ یہودیوں

کے فلسطینیوں پر انسانیت سوز مظالم بھی سوشل میڈیا کی بدولت دنیا پر عیاں ہو گئے ہیں۔[28]

سوشل میڈیا کے منفی اثرات:

سوشل میڈیا کے جہاں بہت سے فائدے ہیں وہاں اس کے منفی پہلو بھی موجود ہیں۔ سوشل میڈیا کے ذریعے انسانیت کی ہتک و توہین، علما اور سیاسی قائدین کا تمسخر، بے حیائی کی ترویج جیسے رجحانات بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

1-سوشل میڈیا پر مذہبی اور سیاسی شخصیات کی تضحیک:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دے کر عزت بخشی۔ اسلام کسی بھی شخص کی تضحیک یا ہتک آمیزی کی اجازت نہیں دیتا۔ علمائے کرام کی تضحیک صرف ان کی ذات کی تضحیک نہیں ہے بلکہ یہ ان کے علم اور دین کی تضحیک ہے۔ آج کل لوگ سوشل میڈیا پر پگڑی اور ڈاڑھی کو تمسخر کا نشانہ بناتے ہیں۔ نوجوان شغل میں، وقتی فائدے کی خاطر مسلمانوں کے دینی شعائر کا مذاق اڑا کر خود اپنے ہاتھوں سے اہل باطل کو دین اسلام پر انگلیاں اٹھانے کا جواز فراہم کرتے ہیں۔ علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"أحق الناس بالإجلال ثلاثة: العلماء، والإخوان، والسلطان. فمن استخف بالعلماء أفسد دينه، ومن استخف بالإخوان أفسد مروءته، ومن استخف بالسلطان أفسد دنياه. والعاقل لا يستخف بأحد"۔[29]

(لوگوں میں تین قسم کے لوگ عزت کے زیادہ لائق ہیں: علما، برادر اور سلاطین۔ جس نے علما کو حقیر جانا اس کا دین خراب ہوا، اور جس نے بھائیوں کو حقیر سمجھا اس کی مروّت خراب ہوئی، اور جس نے حاکم کو حقیر جانا اس کی دنیا خراب ہوئی، اور عقلمند لوگ کسی کی بھی تحقیر نہیں کرتے۔)

سوشل میڈیا پر سیاسی قائدین کی ہتک آمیزی معمول کی بات بن گئی ہے۔ ایک پارٹی کے لوگ دوسری پارٹی کے خلاف پوسٹیں شیئر کرتے، گالیاں دیتے اور الزامات لگاتے نظر آتے ہیں۔ لوگوں کی عزت سے کھیلنا آج کل سوشل میڈیا پر پسندیدہ مشغلہ بن چکا ہے۔

2-سوشل میڈیا پر غیر اخلاقی حرکات:

فوٹوشاپ کے ذریعے لوگوں کی شکلیں بگاڑنا یا ایک شخص کے ڈھانچے پر دوسرے شخص کی فیک تصویر لگا دینا انتہائی قبیح عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن صورت پر پیدا فرمایا ہے، وہ احسن الخالقین ہے۔ کسی انسان کی تضحیک یا تمسخر اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر انگلی اٹھانا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾[30]

(کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے۔)

سورۃ الحجرات میں ارشاد ربانی ہے:

---

[28] ڈاکٹر سید محمد انور، میڈیا اسلام اور ہم، (اسلام آباد: ایمل پبلی کیشنز، 2016ء) طبع اول، ص: 118۔119

[29] ابو عمر یوسف ابن عبدالبر، جامع بيان العلم و فضله، (بیروت: دار الكتب العلمية، 1398)ج: 1، ص: 146

30 سورہ التین (4:95)

"اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں،

اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔"[31]

اے آئی ٹیکنالوجی نے تو یہ مذموم عمل اب اور آسان کر دیا ہے، جس کی مدد سے کسی بھی انسان کی فیک، غیر اخلاقی اور نامناسب ویڈیو یا تصویر بنائی جا سکتی ہے، جس کی حقیقت پہچاننا بھی بعض اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔ان ویڈیوز اور تصاویر کے ذریعے بعض اوقات بلیک میلنگ کا سلسلہ بھی شروع ہو جاتا ہے، خواتین کی نامناسب تصاویر اپلوڈ کر کے ان کو بدنام کیا جاتا ہے۔ کئی خواتین اس وجہ سے خودکشی کرنے پر مجبور ہوئی ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

"اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان کے کسی جرم کے بغیر تکلیف پہنچاتے ہیں،

انہوں نے بہتان طرازی اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے اوپر لاد لیا ہے۔"[32]

جھوٹ، دھوکہ، گالم گلوچ، برے القابات، فحش تصاویر، بے حیائی کی باتیں اور دوسروں کی تذلیل و تحقیر کا سلسلہ سوشل میڈیا پر جاری ہے۔ٹویٹر اور فیس بک پر بے جا تنقید کا بازار ہر وقت گرم رہتا ہے، فریق مخالف پر جملے کسنا لوگوں کا وطیرہ بن گیا ہے۔ لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کا ایک ایک عمل محفوظ ہو رہا ہے۔ سورۃ الکہف میں ارشاد ہے:

"دیکھو گے کہ مجرم لوگ اپنی کتابِ زندگی کے اندراجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی!

یہ کیسی کتاب ہے کہ ہماری کوئی چھوٹی بڑی حرکت ایسی نہیں رہی جو اس میں درج نہ ہو گئی ہو۔"[33]

3-افواہ انگیزی کا بڑھتا رجحان:

سوشل میڈیا پر بے بنیاد افواہیں پھیلانا، ویوز کے لیے غلط خبریں و اطلاعات دینا، لوگوں کے جذبات سے کھیلنا ایک عام سی بات ہو گئی ہے، جب کہ سورۃ الحجرات کی آیت نمبر چھ میں خبر کی اچھی طرح تحقیق کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیوں کہ بعض اوقات کوئی خبر معاشرے میں بہت بڑے فساد کا سبب بن جاتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو، یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔"[34]

اس لیے سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق آگے نہیں پہنچانا چاہیے۔ حدیث پاک میں جن چار خصلتوں کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ ان میں ایک جھوٹ بولنا بھی ہے۔ حدیث ہے:

"قال رسول الله ﷺ: "أربع من كن فيه فهو منافق خالص، ومن كانت فيه خلة منهن كان فيه خلة

---

31 سورۃ الحجرات (11:49)

32 سورۃ الاحزاب (58:33)

33 سورۃ کہف (49:18)

34 سورۃ بنی اسرائیل (36:17)

من نفاق حتى يدعها: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر"۔[35]

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار خصلتیں جس شخص میں پائی جائیں وہ خالص منافق ہوتا ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف کرے، عہد معاہدہ کرے تو دھوکہ دے اور اگر جھگڑا ہو جائے تو بدزبانی (گالی گلوچ) پر اتر آئے۔)

سوشل میڈیا پر کوئی بھی خبر چلے اس کو آنکھیں بند کر کے قبول کر لینا نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔ وہ خبر کسی قابل ندامت اقدام کی بنیاد بھی بن سکتی ہے۔ اس لیے کسی بھی خبر پر آنکھیں بند کر کے ردعمل ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔ خبر کون دے رہا ہے اور کیوں دے رہا ہے، سامعین کے لیے اس چیز کو مدنظر رکھنا بہت ضروری ہے۔

4-بے حیائی کی ترویج:

اسلام شرم وحیا کا درس دیتا ہے۔ پاکستانی ثقافت اسلامی ہے، لیکن سوشل میڈیا پر بعض ایسے مناظر دکھائے جاتے ہیں جو آئین پاکستان اور اسلامی ثقافت دونوں کے خلاف ہیں۔ سوشل میڈیا پر بے حیائی کی ترویج زور وشور سے جاری ہے۔ جوان لڑکے لڑکیاں مساجد میں ٹک ٹاک ویڈیوز بنا کر مساجد کا تقدس پامال کرتے نظر آتے ہیں۔ حرمین شریفین بھی اس سے اب محفوظ نہیں ہیں۔ بعض شریف گھرانوں کی لڑکیاں بھی اب ٹک ٹاک پر نازیبا حرکات کرتی ہوئیں نظر آتی ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

"جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔"[36]

فحش ویڈیوز اور تصاویر بنانا اور ان کی تشہیر کرنا بے حیائی کے فروغ کا باعث بن رہا ہے، جس سے اخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾[37]

(اور بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی۔)

فحاشی وعریانی شیطانی راستہ ہے۔ فحاشی متعارف کروانے والے ناول اور فلمیں، گمراہ کن صحافتی تجزیے، فحاشی پر مبنی اشتہارات، جادو ٹونے والے عاملوں کے اشتہارات، شرمناک جرائم کی خبریں یہ سب رجحانات سوشل میڈیا پر تیزی سے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

5-وقت، صحت اور عبادت کا نقصان:

وقت اللہ کی ایک نعمت ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت، اطاعت اور خلق خدا کی خدمت میں استعمال کر کے اپنی دنیا اور آخرت کے لیے نفع بخش بنایا جا سکتا ہے۔ سوشل میڈیا کی مختلف ایپس وقت کے ضیاع کا سبب ہیں۔ یہ ایسا جادوئی سحر ہے کہ جس میں انسان کو وقت کے

---

[35] أبو داؤد سليمان بن أشعث سجستاني، السنن، (بيروت، لبنان: دار الفكر، 1994ء) كتاب السنة، باب الدليل على زيادة الإيمان ونقصانه، رقم الحديث: 4688

[36] سورۃ النور (19:24)

[37] سورۃ الانعام (151:6)

گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوتا، مگر اس سے انسان بہت سی ذہنی، نفسیاتی، اعصابی بیماریوں کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ جسمانی سستی اور کاہلی کا بھی شکار ہو جاتا ہے۔ نوجوان سوشل میڈیا پر جب کوئی پوسٹ لگاتے ہیں تو پھر وہ چاہتے ہیں کہ ان کو زیادہ سے زیادہ لائکس ملیں، ساتھ یہ بے چینی بھی رہتی ہے کہ کتنے لوگوں نے وہ پوسٹ دیکھی، اس کے لیے وہ اس پوسٹ کو بار بار چیک کرتے ہیں۔ یہ وقت کا بھی مسلسل ضیاع ہے اور اس کے ساتھ بندے کے اندر چڑچڑاپن بھی آجاتا ہے۔ نوجوان نسل ہر وقت آن لائن رہنے کی عادی بن چکی ہے۔ اسکرین پر طویل وقت تک نظریں جمائے رکھنے سے نظر اور دماغ بھی کمزور پڑ جاتے ہیں۔ ہر وقت ویڈیوز دیکھنا یا بنانا، بے مقصد پوسٹیں لگانا، فضول چیٹنگ کرنا، کمنٹس کرنا، بے کار بحث مباحثہ کرنا نوجوان نسل کا مشغلہ بن چکا ہے۔ وقت کے ضیاع کی وجہ سے بچے تعلیمی میدان میں بھی پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اسکرین کا نشہ گھر کے افراد کو ایک دوسرے سے لاتعلق بنا دیتا ہے۔ ایک گھر میں رہتے ہوئے ایک فرد کو دوسرے کی خبر نہیں رہتی۔ سوشل میڈیا کے کثرت سے استعمال نے انسان کو تنہائی پسند بنا دیا ہے۔ انسان دوستوں، رشتے داروں اور کھیل کود جیسی مفید سرگرمیوں میں وقت صرف کرنے کے بجائے اسے اسکرین کی نظر کر دیتا ہے، جسے دیکھو فیس بک، واٹس ایپ میں مصروف نظر آتا ہے۔ ڈرائیور حضرات کا ڈرائیونگ کے دوران سوشل میڈیا ایپس میں انہماک ٹریفک حادثات کا بھی سبب بنتا ہے۔ اسکرین کا نشہ انسان کو اللہ کی یاد سے بھی غافل کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے بعض اوقات فرض نماز بھی چھوٹ جاتی ہے۔ انسان فارغ وقت تلاوت، ذکر و اذکار کے بجائے سوشل میڈیا کی نظر کر دیتا ہے۔

6-اسلاموفوبیا کی ترویج کا باعث:

سوشل میڈیا اسلاموفوبیا کی ترویج کا سبب بنا۔ مغرب اپنے سیاسی، جغرافیائی اور اقتصادی عزائم کو چھپانے کے لیے اسلاموفوبیا کی آڑ لے رہا ہے۔ مغربی میڈیا اسلاموفوبیا کے ذریعے مسلمانوں کو جاہل، ظالم اور سفاک ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے۔ 9 11 کے واقعے کو اس کا نقطۂ آغاز کہا جاسکتا ہے۔ مغرب نے اپنے مذموم مقاصد کی خاطر اس واقعے کو مسلمانوں کے ساتھ جوڑ کر انہیں بدنام کیا۔ اس واقعے کی آڑ لے کر مختلف حیلوں بہانوں سے سرزمین اسلام بے دردی سے پامال کی گئی۔ یورپی ممالک میں کبھی مساجد کے میناروں پر پابندی عائد کی جاتی ہے تو کبھی نقاب اور برقعے پر۔

امریکہ کی سب سے بڑی میڈیا کمپنی والٹ ڈزنی ہے جو ہزاروں چینل اور اخبارات چلا رہی ہے۔ جبکہ دوسری بڑی کمپنی ٹائم وارنر ہے۔ جس کے تحت ہزاروں چینل یورپ اور امریکہ میں کام کر رہے ہیں۔ ایک سروے کے مطابق 96٪ امریکی میڈیا چھ بڑی یہودی کمپنیوں کے زیر اثر ہے، جو صیہونی پالیسیوں کی ترویج کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف منفی پروپیگنڈا پھیلا رہا ہے۔[38]

7-رازداری کے لیے خطرہ:

سوشل میڈیا پر اپنی زندگی سے متعلق معلومات شیئر کرنا ایک عام سی بات ہو گئی ہے، مگر بعض ایسی ایپلی کیشنز ہیں جو کیمرہ، مائیک اور سٹوریج میں موجود بعض اہم معلومات تک رسائی کی اجازت طلب کرتی ہیں۔ اگر اجازت نہ دی جائے تو وہ ایپلی کیشنز کام ہی نہیں کرتیں۔ اس طرح ناتجربے کار صارفین جعل سازی اور سائبر جرائم کا شکار ہو جاتے ہیں۔

---

[38] ڈاکٹر محمد شہاب الدین سبیلی، اقلیتوں کے حقوق اور اسلاموفوبیا، تعریف اسباب اور حل، (دلی: ایفا پبلی کیشنز، 2011ء)، ص: 553

سوشل میڈیا کے موثر استعمال میں ریاست کی ذمہ داریاں:

عصر حاضر میں سوشل میڈیا ایک موثر ذریعہ ابلاغ بن چکا ہے۔ اس کے مفید اور مثبت استعمال سے تعلیم و تربیت، مفید معلومات کی فراہمی اور معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں ریاست پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

1۔ اسلامی تعلیمات اور عربی زبان کی ترویج:

حکومت سوشل میڈیا پر مطالعہ قرآن کریم کے پروگرام، تجوید و قرات کے پروگرام اور عربی زبان کی ترویج و اشاعت کے پروگراموں کی حوصلہ افزائی کرے۔ علمائے کرام، مفتیان کرام کے ساتھ پوڈکاسٹ نشر کرنے چاہئیں تاکہ اہم دینی معلومات سے عوام الناس آگاہ ہو سکیں۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارم کو ریاستی سطح پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔

2۔ تعلیم وتربیت کا فروغ:

آنے والے دور میں خواندگی کی تعریف کمپیوٹر کے استعمال سے وابستہ ہو جائے گی، اگر ہمیں جدید ٹیکنالوجی کے دور میں رہنا ہے تو پھر انفارمیشن ٹیکنالوجی کی تعلیم کو عام کرنا پڑے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

"ان سے پوچھو، کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو عقل رکھنے والے ہی قبول کرتے ہیں۔"[39]

اس لیے باقاعدہ اور منظم طریقے سے جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی کو اپنانے کی اشد ضرورت ہے، تاکہ ہم اپنی بات دنیا تک درست اور موثر انداز میں پہنچا سکیں۔ ریاست کا فرض یہ بھی ہے کہ وہ عوام کو معیاری تعلیم کی فراہمی یقینی بنائے اور جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کی تربیت دے۔ نظریہ پاکستان اور آئین پاکستان کو عوام تک پہنچانے کے لیے سوشل میڈیا ٹاسک فورس بنانی چاہیے۔ اسلامی تہذیب اور پاکستانی ثقافت کو فروغ دینے والے پروگراموں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔

3۔ قوانین کا نفاذ:

ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ سوشل میڈیا کے منفی استعمال کو روکنے کے لیے مناسب قوانین بنائے اور ان کا موثر نفاذ کرے۔ سوشل میڈیا کے لیے پارلیمنٹ کی سطح پر جامع پالیسی بنانی چاہیے، اس کے لیے ارباب اختیار کو اپنے اختیارات استعمال کر کے مناسب کردار ادا کرنا چاہیے۔ بہت سے مسائل ایسے ہیں جو زمانہ رسالت کے بعد ظاہر ہوئے ہیں۔ اگر ایک چیز سے انفرادی یا اجتماعی طور پر عوام الناس کو نقصان ہو رہا ہو تو اس سے اجتناب ضروری ہے، نیز اس کے لیے حکومت ایسے کاموں پر پابندی بھی لگا سکتی ہے۔

4۔ آگاہی مہمات:

سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کے بارے میں ریاستی اداروں کو آگاہی مہمات چلانی چاہئیں تاکہ عوام اس کے فوائد سے مستفید ہو سکیں اور مضمرات سے بچ سکیں۔

5۔ اخلاقی اقدار کا فروغ:

ریاست کا فرض ہے کہ وہ سوشل میڈیا پر اخلاقی اقدار کی ترویج و اشاعت کرے اور منفی مواد کی حوصلہ شکنی کرے۔ سوشل

---

[39] سورۃ الزمر (9:39)

میڈیا پر پیغامِ پاکستان، تاریخ اسلام اور تاریخ پاکستان کے موضوعات پر دلچسپ مکالمے ہونے چاہیے۔ ملکی امن و سلامتی کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔ ایسے اقدامات کیے جائیں کہ افواج پاکستان کے خلاف سوشل میڈیا پر ٹرینڈ نہ چلانے دیے جائیں، کیوں کہ پاکستان ایک عسکری ریاست ہے، ملکی دفاع اور بقا کے لیے افواجِ پاکستان کا احترام اور وقار بحال رکھنا ضروری ہے۔

6-مانیٹرنگ ایپس کی ضرورت:

مانیٹرنگ ایپس جن کو "فیملی لنک ایپس" بھی کہتے ہیں، ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچہ سوشل میڈیا کے استعمال کے دوران والدین کے ساتھ رابطے میں رہے اور ان کی نگرانی میں سوشل میڈیا کو استعمال کرے، اس لیے ان ایپس کو (Parental control Apps) بھی کہتے ہیں۔ مائیکل کراس اس بارے میں رقم طراز ہیں:

"Although technology has introduced new challenges to effective parenting, it does not make the task impossible. There are various ways to monitor and manage your child's activities, even when you are not physically present to guide them"[40]

عصر حاضر میں بعض تعلیمی ضروریات کے پیش نظر والدین بچوں کو جدید ٹیکنالوجی سے محروم نہیں رکھ سکتے، لیکن وہ ان کو اس کے منفی اثرات سے بھی بچانا چاہتے ہیں تو اس ضمن میں یہ ایپس بہت مفید ہیں۔ ان ایپس کے ذریعے والدین مناسب مواد کی طرف بچوں کی رہنمائی کر سکتے ہیں اور نامناسب مواد سے ان کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ سوشل میڈیا کے استعمال کا محدود وقت اور دورانیہ بھی بچوں کے لیے مقرر کر سکتے ہیں۔ مائیکل کراس لکھتے ہیں کہ:

"While parental controls can block and filter certain content"[41]

حکومت ملکی، ثقافتی اور اسلامی اقدار کو مد نظر رکھتے ہوئے آئی ٹی ماہرین کی مدد سے ایسی محفوظ ایپس تیار کروائے اور ان تک رسائی والدین کے لیے آسان بنانے کے لیے اقدامات کرے، اور ان ایپس کو مستقل بنیادوں پر مسلسل زیرِ نگرانی رکھے۔ بچوں کو سوشل میڈیا کے منفی اثرات سے بچانے کے لیے حکومتی سطح پر قانون سازی ہونی چاہیے، کیوں کہ بچے ملک و قوم کے مستقبل کے معمار ہیں۔

7-ڈیجیٹل لٹریسی پروگراموں کی ترویج:

ڈیجیٹل لٹریسی کی تعلیم کے لیے تعلیمی اداروں میں اسے شامل نصاب کیا جائے، تاکہ طالب علم انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے مفید اور منفی پہلوؤں سے آگاہی حاصل کر سکیں۔ میڈیا مہمات، ورک شاپس اور سیمیناروں کے ذریعے عوام الناس کو سوشل میڈیا کے فوائد اور مضرات سے آگاہ کیا جائے۔

[40] Michael cross, John summons, "The Basics of Cyber safety" (Amsterdam, Elsevier,2017) chapter 10,pg:201,202

[41] Ibid pg:201,202

8-غلط اور نامناسب مواد کے خلاف قانونی کارروائی:

غیر اخلاقی، نامناسب اور غلط معلومات پر مبنی مواد کی روک تھام کے لیے سخت حکومتی قوانین نافذ کیے جائیں۔ سائبر بلنگ[42] اور نفرت انگیزی پھیلانے والی ایپس اور سائٹس کے خلاف موثر حکمتِ عملی اختیار کی جائے۔ سوشل میڈیا کے مثبت استعمال سے جہاں عوام الناس کو کثیر فوائد حاصل ہوتے ہیں، وہیں اس کے منفی استعمال سے اخلاقی و سماجی جرائم اور معاشرے میں بے سکونی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

سوشل میڈیا کے کنٹرول کے لیے ریاست کا قانونی فریم ورک اور ضابطہ جاتی اقدامات

سائبر کرائم بل کی منظوری:

پاکستان میں سائبر کرائمز میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایف ائی اے کے مطابق سائبر کرائمز میں سب سے زیادہ مالیاتی جرائم کی شرح ہے۔ آن لائن جرائم میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ صارفین کی ڈیجیٹل شناخت، بینک اکاؤنٹس، کریڈٹ کارڈ کی تفصیلات اور پاسورڈ چوری کرنے کے جرائم بڑھتے جا رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے لوگوں کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس کام میں ملکی اور بین الاقوامی دونوں سطحوں پر، ہیکرز جو آئی ٹی کے ماہر ہوتے ہیں، ملوث پائے جاتے ہیں۔ 11 اگست 2016ء کو پاکستان میں سائبر کرائم بل کی منظوری دی گئی جس کے تحت تئیس (23) ایسے جرائم، جن پر ضابطہ فوجداری کی تیس دفعات لاگو ہو سکیں گی، ان جرائم کی وضاحت کی گئی۔ ذاتی ڈیٹا یا معلوماتی نظام تک غیر مجاز رسائی پر 50،000 روپے جرمانہ، 3 ماہ قید یا دونوں سزائیں بیک وقت ہو سکتی ہیں۔ نسلی، فرقہ وارانہ یا بین المذاہب منافرت بڑھانے والی معلومات تیار کرنے یا نشر کرنے پر سات سال قید اور جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے۔[43] سوشل میڈیا پر ایسی پوسٹیں شیئر کرنا جو دل آزاری کا سبب بنیں اور مذہبی ہم آہنگی و بین المذاہب رواداری کے خلاف ہوں۔ ایسی سرگرمی میں ملوث شخص کو پیکا ایکٹ سیکشن 11 کے تحت سات سال تک قید، جرمانہ یا دونوں سزائیں بیک وقت دی جا سکتی ہیں۔ ایسے متنازعہ مواد کی شکایت وزارتِ مذہبی امور کے ویب پورٹل پر بھی کی جا سکتی ہے۔[44]

فائر وال ٹیکنالوجی کا نفاذ:

پاکستان میں فائر وال (Firewall) ٹیکنالوجی کا نفاذ قومی سلامتی کے تحفظ، سائبر سیکیورٹی، غیر قانونی مواد کی روک تھام کے لیے کیا جاتا ہے۔ پاکستان ٹیلی کمیونی کیشن اتھارٹی (PTA) اور دیگر حکومتی ادارے ڈیجیٹل اسپیس کو محفوظ بنانے کے لیے انٹرنیٹ ٹریفک کی نگرانی، مخصوص ویب سائٹس اور مواد کی بلاکنگ جیسے مختلف اقدامات اٹھاتے ہیں۔

Prevention of Electronic Crimes Act (PECA) 2016 اس حوالے سے بنیادی قانونی فریم ورک فراہم کرتا ہے، جس کے تحت غیر اخلاقی، ریاست مخالف، مذہبی یا سماجی ہم آہنگی کو نقصان پہنچانے والے مواد کی شناخت اور فلٹرنگ کے لیے فائر وال

42۔ سائبر بلنگ (Cyberbullying) سے مراد انٹرنیٹ یا سوشل میڈیا کے ذریعے کسی کو ڈرانا، دھمکانا، ہراساں کرنا یا بدنام کرنا ہے۔ یہ پیغامات، تصاویر یا ویڈیوز کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ یہ عام طور پر نفسیاتی دباؤ ڈالنے یا نقصان پہنچانے کے لیے کیا جاتا ہے۔

[43] https://www.hilal.gov.pk/view-article.php?i=8908&utm(Accessed on Feb 24, 2025 at 12:24pm)

[44] https://www.mora.gov.pk/NewsDetail/(Accessed on March 6,2025 at 2:35 am)

اور دیگر مانیٹرنگ سسٹمز کا استعمال عمل میں لایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ قومی سلامتی کے تحفظ اور سائبر حملوں سے بچاؤ کے لیے بھی جدید فائر وال ٹیکنالوجی کا استعمال ممکن بنایا جارہا ہے۔ لیکن فائر وال کے نفاذ پر اظہارِ رائے کی آزادی اور معلومات تک رسائی کے حق کے حوالے سے بعض حلقوں میں سوالات اٹھ رہے ہیں۔ تنقید کرنے والے ماہرین کا موقف ہے کہ بعض اوقات انٹرنیٹ فلٹرنگ اور ویب سائٹس کی بلاکنگ کا عمل مکمل شفاف نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے صحافتی، تعلیمی اور تحقیقی سرگرمیاں متاثر ہوتی ہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں اس امر پر تشویش ظاہر کرتی ہیں کہ سخت سائبر قوانین اور فائر وال کے ذریعے بعض اوقات اختلافِ رائے کو دبانے اور سیاسی و سماجی بیانیے پر کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ فائر وال کے نفاذ میں شفافیت، اعتدال اور اظہارِ رائے کی آزادی کے بنیادی اصولوں کو مدِ نظر رکھا جائے تاکہ ڈیجیٹل سیکیورٹی اور شہریوں کے حقوق میں توازن برقرار رہ سکے۔[45]

پیکا ایکٹ ترمیمی بل 2025ء:

پیکا قوانین میں ترامیم کا مقصد سوشل میڈیا پر غلط خبروں کے پھیلاؤ کو روکنا ہے، تاکہ کوئی بھی کسی دوسرے فرد یا ادارے کو بدنام نہ کرے۔ سینیٹ سے منظور شدہ پیکا آرڈیننس بل کو دی پریوینشن آف الیکٹرنک کرائمز (ترمیمی) بل 2025ء کا نام دیا گیا ہے۔ اس بل کے مطابق سوشل میڈیا پروٹیکشن اینڈ ریگولیٹری اتھارٹی قائم کی جائے گی۔ جو سوشل میڈیا کے پلیٹ فارم کی سہولت کاری کرے گی اور سوشل میڈیا صارفین کے تحفظ اور حقوق کو یقینی بنائے گی۔ یہ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کی رجسٹریشن کی بھی مجاز ہوگی۔ اس بل کے مطابق اتھارٹی سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کی رجسٹریشن کی منسوخی، معیارات کے تعین کی مجاز ہوگی۔ پیکا ایکٹ کی خلاف ورزی کرنے پر اتھارٹی سوشل میڈیا پلیٹ فارم کے خلاف تادیبی کارروائی بھی کر سکے گی۔ سوشل میڈیا پر غیر قانونی سرگرمیوں کا متاثرہ فرد 24 گھنٹے میں اتھارٹی کو درخواست دینے کا پابند ہوگا۔ یہ اتھارٹی نظریہ پاکستان کے خلاف، شہریوں کو قانون توڑنے پر آمادہ کرنے والے مواد بلاک بھی کر سکے گی۔ اتھارٹی ہر قسم کا غیر قانونی مواد بلاک کرنے کی بھی مجاز ہوگی۔ پارلیمنٹ کی کارروائی کے دوران حذف شدہ مواد کو سوشل میڈیا پر نہیں اپلوڈ کیا جاسکے گا۔ جھوٹی فیک نیوز پھیلانے والے شخص کو 3 سال قید یا 20 لاکھ جرمانہ عائد کیا جاسکے گا۔ جعلی خبریں سوشل میڈیا پر شیئر کرنے پر 5 سال تک کی قید اور 10 لاکھ روپے جرمانہ ہوسکتا ہے۔ یہ ناقابلِ ضمانت جرم بھی قرار دیا گیا ہے۔ اس قانون کے تحت کارروائی کرنے کے لیے اور گرفتاری کے لیے کسی وارنٹ کی ضرورت نہیں ہوگی۔

پیکا آرڈیننس کے مخالفین کا اعتراض ہے کہ اس ترمیم میں فیک نیوز کی تشریح نہیں کی گئی ہے جس کی وجہ سے اس کا غلط استعمال ہوسکتا ہے۔ قومی اسمبلی میں پیکا ترمیمی بل کثرتِ رائے سے منظور کر لیا گیا، جبکہ صحافتی تنظیموں نے پیکا ایکٹ میں ترامیم کا بل مسترد کر دیا۔ حکومتی اتحادی جماعت نے پیکا ایکٹ کی مخالفت نہیں کی، جبکہ اپوزیشن نے بل پیش کیے جانے سے قبل ہی واک آؤٹ کیا۔ صحافتی تنظیموں نے سڑکوں پر احتجاج کرنے اور عدالت میں آواز اٹھانے کا کہا۔[46]

---

[45] Pakistan Telecommunication Authority, Annual Report,2022.

[46] National Assembly Senate of Pakistan, PECA ordinance 2025, electronic crimes amendments, 2025.

سوشل میڈیا کے استعمال سے متعلق اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے:

20نومبر 2024ء کو علامہ ڈاکٹر محمد راغب حسین نعیمی کی زیر صدارت اسلامی نظریاتی کونسل کا 240واں اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں شریک تمام اراکین کونسل کی اتفاقِ رائے سے یہ اعلامیہ جاری کیا گیا کہ سوشل میڈیا آرا وخیالات کے اظہار کا مؤثر ترین ذریعہ ہے، اس کو اچھے اور مفید مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور غلط اور منفی مقاصد کے لیے بھی۔ اس لیے ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس کے استعمال میں اسلامی تعلیمات کو مد نظر رکھے۔ سوشل میڈیا کو اسلامی تعلیمات کے فروغ، تعلیم وتربیت کی ترویج واشاعت، اخلاق و کردار کی تعمیر وترقی، ملکی استحکام، بقا، امن وسلامتی، تجارتی اور دیگر جائز مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ سوشل میڈیا کو جھوٹ، دھوکہ، فریب، توہین، گستاخی، فرقہ واریت، انتہاپسندی، غیر شرعی، غیر اخلاقی اور غیر قانونی مقاصد کے فروغ کے لیے استعمال نہیں ہونا چاہیے۔

اعلامیہ میں یہ بھی کہا گیا کہ انٹرنیٹ کے استعمال کے لیے بعض اوقات وی پی این ایپ استعمال کی جاتی ہے، کوئی سافٹ ویئر، وی پی این یا کوئی بھی ایپ بذاتِ خود غیر شرعی یا ناجائز نہیں ہوتی، بلکہ شرعی حکم کا دارومدار اس کے صحیح اور غلط استعمال پر موقوف ہوتا ہے۔ اگر بدامنی، گستاخی، توہین یا ملکی سلامتی کے خلاف مواد کے حصول یا پھیلاؤ کے لیے اس کا استعمال ہو تو یہ شرعی لحاظ سے ناجائز قرار پائے گا اور حکومت کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ اس کے ناجائز استعمال کو روکنے کے لیے اقدامات کرے۔ لیکن اگر کسی جائز مقصد کے حصول کی خاطر وی پی این کا استعمال کیا جائے، تو اس کا استعمال جائز اور درست ہو گا۔ حکومت نے وی پی این کی رجسٹریشن شروع کر دی ہے اس لیے رجسٹرڈ وی پی این کو استعمال کیا جائے۔

حکومتی ادارے، سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اور ایپس کی نگرانی میں اپنا فعال کردار ادا کریں۔ آئین کے آرٹیکل 19 کے تحت ہر شہری کو تحریر و تقریر، اظہارِ رائے اور معلومات تک رسائی کا حق حاصل ہے۔ سوشل میڈیا اور جدید ٹیکنالوجی کے ذرائع کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، ان کا مفید استعمال وقت کی اہم ضرورت بن گیا ہے، لیکن ان ذرائع کے غلط استعمال کے تدارک کے لیے انتظامی تدابیر اختیار کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔ جدید ذرائع پر پابندی عائد کرنا مسائل کا حل ہر گز نہیں ہے، ضروری عمل یہ ہے کہ ان ذرائع کے مثبت استعمال کو ممکن بنایا جائے یا ان کا متبادل پیش کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ اس موضوع پر شرعی حوالے سے، ماہرین کے ساتھ مشاورت کے ذریعے، کونسل نے مزید تحقیقی کام کرنے کا بھی فیصلہ کیا۔[47]

تجاویز وسفارشات:

سوشل میڈیا کے منفی اثرات کا تدارک کرنے کے لیے تجاویز:

عصر حاضر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ سوشل میڈیا کا استعمال مفید مقاصد کے لیے کیا جائے اور اسکے منفی اثرات سے نئی نسل کو بچایا جائے، کیوں کہ جن چیزوں میں نفع وضرر دونوں پہلو موجود ہوں، اور اس چیز کو مکمل ختم کر دینا ناممکن ہو تو اسلامی نقطۂ نگاہ سے حکم یہ ہے کہ اسے مفید اور مثبت طریقے سے استعمال کیا جائے۔

---

[47]https://cii.gov.pk/aboutcii.aspx#; https://www.facebook.com/share/p/1BeQYWkynv/(Accessed on March 6,2025 at 7:30pm)

1۔ سوشل میڈیا پر وپیگنڈا کرنے اور جھوٹی خبروں کی اشاعت کا ایک بڑا نیٹ ورک بن چکا ہے۔ اکثر اوقات بغیر تحقیق کے اس پر بہت سی باتیں ڈال دی جاتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر حکومت یا کسی سرکاری ادارے کی مکمل گرفت نہیں ہے۔ اسلام جھوٹ پر مبنی یا سنی سنائی بات بلا تحقیق آگے بڑھانے سے منع کرتا ہے۔ سوشل میڈیا نفرت انگیزی، بہتان تراشی اور تہمت اندازی کا بھی وسیلہ بن چکا ہے۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ سنی سنائی باتوں پر آنکھیں بند کر کے یقین کرلیتا ہے، جس کی واضح مثال حضور ﷺ کے دور میں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ ہے، جو عہد نبوی میں وقوع پذیر ہوا۔ منافقین کے اس سازشی پروپیگنڈے سے بعض سادہ لوح مسلمان بھی متاثر ہوگئے تھے۔ لہٰذا لوگوں کی بحیثیتِ مسلمان یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اسلام کے اخلاقی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے جھوٹ، بہتان تراشی اور پراپیگنڈا کرنے سے گریز کریں۔

2- عصر حاضر میں فرقہ پرست عناصر سوشل میڈیا کو مسلکی اختلافات کو بڑھاوا دینے اور تفرقہ پیدا کرنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ انسانیت دشمن جذباتی تقریریں بہت تیزی سے باہمی نفرت کی آگ بھڑکا کر فتنہ وفساد کا سبب بنتی ہیں، لہٰذا صارفین کو آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں۔

3- فحشاء ومنکرات کی اشاعت اور بے حیائی کی ترویج سوشل میڈیا کا سب سے بڑا منفی پہلو ہے۔ جو چیز انسان تنہائی میں گوارا نہیں کر سکتا وہ سوشل میڈیا پر ہر خاص وعام کی دسترس میں ہوتی ہے، یہ اخلاقی اقدار کے لیے انتہائی تباہ کن ہے۔ ایسی سائٹس کو کنٹرول کرنے کے لیے حکومت کو سنجیدہ اقدامات کرنے کی ضرورت ہے تاکہ بے حیائی کے اس بڑھتے سیلاب پر بند باندھا جاسکے۔

4- چھوٹے بچوں کو حتی الامکان سوشل میڈیا سے دور رکھا جائے، تاکہ نامناسب تصاویر اور ویڈیوز تک ان کی رسائی نہ ہوسکے جو ان کے ذہن کو پراگندہ کر دیتی ہیں۔ قتل و ظلم کی ویڈیوز دیکھ کر ان میں مجرمانہ سوچ پیدا ہو سکتی ہے۔ آسٹریلیا نے نومبر 2024ء میں سولہ سال کی عمر تک بچوں کے سوشل میڈیا کے استعمال پر پابندی کا قانون نافذ کیا ہے۔[48] بچوں کو رات جلد سونے کا عادی بنایا جائے اور خاص طور پر یہ تعلیم دی جائے کہ وہ کسی صورت دینی فرائض یعنی نماز سے تساہل نہ برتیں۔ بچوں کو حلال و حرام کی تمیز سکھائی جائے تاکہ وہ خیر اور شر میں فرق کر سکیں اور انہیں یہ شعور حاصل ہو سکے کہ سوشل میڈیا پر جو چیزیں دکھائی جارہی ہیں وہ شریعت کے مطابق ہیں یا نہیں۔ والدین بچوں کو خوب وقت دیں تاکہ ان کے معصوم ذہن سوشل میڈیا کے ہتھے نہ چڑھ سکیں۔

5- تعلیمی اور تعمیری مقاصد کے لیے ان ذرائع سے فائدہ اٹھانے کے لیے مختصر وقت مخصوص کرلینا چاہیے۔ اس کا کثیر استعمال انسان کو عادی بنادیتا ہے۔ یہ بھی ایک طرح کا لہو ولعب ہی ہے اور صحت کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔

6- ایسی چیزیں جو بے حیائی میں شامل ہوں، خواہ وہ تصویری شکل میں ہوں یا صوتی صورت میں، تحریری شکل میں ہوں یا ڈرامہ، فلم اور کارٹون کی صورت میں، شعر وشاعری کی شکل میں ہوں یا طنز ومزاح کی صورت میں ہوں ان سے بچنا اس دور کے جوانوں کے لیے بہت بڑا "جہاد بالنفس" ہے۔

[48] ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی، "سمارٹ فون اور سوشل میڈیا کے نقصانات"، ماہنامہ السلطان، (رجب 1446ھ) ص:30

7- ایسی سچی خبریں جن سے معاشرے میں سنسنی، خوف اور اختلاف بڑھ سکتا ہے، ان کو شیئر کرنے سے بھی گریز کرنا چاہیے، کیوں کہ جو سچ انسانوں کے مابین نفرت کو فروغ دے، اس سے وہ جھوٹ بہتر ہے جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے اور امن، سکون اور اتحاد کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کر سکے۔

8- سوشل میڈیا پر اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ، شعائرِ اسلام، مسلمانوں کے مقدس مقامات اور شخصیات کے بارے میں بعض اوقات نازیبا باتیں بھی آجاتی ہیں جن سے بلاشبہ ہر مسلمان کا خون کھول جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود جذباتی ردِ عمل کے بجائے صبر سے کام لینا چاہیے۔ ناشائستہ باتوں پر کمنٹس کرنے سے اسلام، امن اور انسانیت کے دشمنوں کا مقصد پورا ہو جاتا ہے، البتہ جن کے پاس دلیل کی طاقت ہو انہیں علم کی روشنی میں مدلل اور سنجیدہ طریقہ پر ان کا جواب دینا چاہیے اور موثر ردِ عمل ظاہر کرنا چاہیے۔

9- قرآنِ مجید کی آیات کا ترجمہ بغیر تصدیق کے سوشل میڈیا پر شیئر اور فارورڈ نہ کیا جائے۔ ارشادِ ربانی ہے: "اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے، یا اللہ کی نشانیوں کو جھٹلائے؟ یقیناً ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔"[49]

10- احادیث بغیر تصدیق کے شیئر یا فارورڈ نہ کی جائیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

"من يقل علي ما لم أقل فليتبوأ مقعده من النار"۔[50]

(جو شخص میرے نام سے وہ بات بیان کرے جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔)

11- شرعی مسائل کے حل کے لیے معتبر عالم دین یا مفتی سے رابطہ کرنا چاہیے جو قرآن و سنت کی روشنی میں مسئلے کا درست حل بتا سکے۔ فیس بکی نہاد مفتیوں سے خود کو محفوظ رکھنا چاہیے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾[51]

(اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم لوگ خود نہیں جانتے۔)

12- سوشل میڈیا پر نیکیوں کی تشہیر عام بات ہو گئی ہے۔ عبادت کی ادائیگی کے وقت آن لائن ہو جانا معمول بن چکا ہے۔ طوافِ کعبہ اور روضۂ رسول ﷺ پر حاضری کے وقت بھی لوگ ہاتھوں میں موبائل لیے فوٹوگرافی کرتے نظر آتے ہیں یا آن لائن عبادت کی تشہیر میں مگن ہوتے ہیں۔ مگر یہ رویے انسان کو ریاکاری میں مبتلا کر دیتے ہے جو "شرکِ اصغر" کے زمرے میں آتا ہے۔ ریاکاری نیک اعمال کو برباد کر دیتی ہے ایسا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوتا۔ اس لیے عبادات اور نیک اعمال کی تشہیر کر کے اپنے اعمال کو برباد کرنے سے گریز کیا جائے۔ اسی طرح اعلانیہ گناہ کرتے ہوئے دکھا کر گناہوں کی تشہیر سے بھی گریز کیا جائے۔ وقتی لذت تو ختم ہو جائے گی، مگر کیمرے کی بدولت سوشل میڈیا پر گناہ محفوظ رہے گا اور گناہ جاریہ بن جائے گا۔

13- سوشل میڈیا پر علما اور سیاسی قائدین کی ہتک آمیزی کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ اس رجحان کا قطعاً حصہ نہیں بننا چاہیے بلکہ اس کی روک

---

49 سورۃ الانعام (21:6)

50 بخاري، الجامع الصحيح، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ، رقم الحديث: 109

51 سورۃ النحل (43:16)

تھام کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ علما اور اسکالرز کو چاہیے کہ وہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس جرم کی سزا بیان کریں، تاکہ لوگ اس قبیح عمل سے دور رہیں۔ میڈیا پر بھی ان سزاؤں کی بار بار تشہیر کی جائے تاکہ لوگ سزا کے ڈر سے محتاط رہیں۔

14- ڈیجیٹل ڈیٹوکس کا طریقہ اختیار کیا جائے، یعنی ہفتے یا مہینے میں کچھ دن ایسے رکھے جائیں جس میں سوشل میڈیا کا استعمال مکمل طور پر ترک کیا جائے۔

15- پیرنٹل کنٹرول کے ذریعے والدین بچوں کی نگرانی کریں۔ ان کے لیے سوشل میڈیا کے استعمال کا دائرۂ کار محدود بنائیں اور نامناسب مواد تک ان کی رسائی نہ ہونے دیں۔

ذرائع ابلاغ خواہ پرنٹ میڈیا ہو، الیکٹرانک میڈیا یا سوشل میڈیا ہو، اس کے استعمال میں تعمیری اور مثبت پہلوؤں کو ہی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اس ضمن میں قرآنی تعلیمات اور سیرتِ طیبہ سے رہنمائی کی اشد ضرورت ہے۔

سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کے لیے تجاویز:

منفی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا کے بے شمار مثبت اور مفید پہلو بھی ہیں، اس کے درست استعمال سے بہت سے مفید کام بھی کیے جاسکتے ہیں۔

1- دینی تعلیم کی اشاعت اور اخلاقی تربیت کے لیے اسے آسانی کے ساتھ بہت موثر طریقے پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہ اب تعلیم کا ایک موثر ذریعہ بن چکا ہے۔ کسی بھی عمر کا طالب علم مشرق و مغرب کے ماہر ترین اساتذہ سے اب اس ذریعۂ ابلاغ کے ذریعے علم حاصل کر سکتا اور اپنی صلاحیتوں کو پروان چڑھا سکتا ہے، لہٰذا اس فورم کو فروغ تعلیم کے لیے استعمال کیے جانے کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔

2- اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں، وہ میڈیا کے ذریعے ہی پھیلائی جاتی ہیں۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارم سے ان کا موثر طور پر رد پیش کیا جاسکتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے تمام موثر ذرائع کو دین اسلام کی اشاعت، اسلام، حضور ﷺ، اسلامی شعائر اور افکار و نظریات کے دفاع کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ ان کے مثبت استعمال کے ذریعے اقوام عالم میں اسلام کے بارے میں بے بنیاد شکوک و شبہات اور غیر مسلم حلقوں اور مغربی دنیا میں اٹھائے گئے بے بنیاد اعتراضات کے مثبت اور مدلل جوابات دیے جائیں اور اسلاموفوبیا کا ازالہ کیا جائے۔

3- صحت و علاج کے شعبے میں اس کے ذریعے ماہر ترین معالجین سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

4- سوشل میڈیا کے ذریعے سچائی کو پیش کرنے اور مظلوم کا ساتھ دینے کی اہم خدمت انجام دی جاسکتی ہے۔

5- دعوتِ دین کے عمل کو موثر بنانے کے لیے معیاری اسلامی ویب سائٹس اور چینلز کے قیام کو ممکن بنایا جائے۔ لوگوں میں دینی شعور بیدار کرنے کے لیے اسلامی تعلیمات پر مبنی واٹس ایپ اور فیس بک گروپس بنائے جائیں۔

6- سوشل میڈیا کا مفید استعمال سکھانے کے لیے تربیتی ورکشاپس اور مختلف سیمیناروں کا انعقاد کیا جائے۔ ڈیجیٹل لٹریسی کی تعلیم کو شامل نصاب کیا جائے۔

7- سوشل میڈیا کے مفید استعمال کو ممکن بنانے کے لیے انفرادی، اجتماعی، حکومتی اور قانونی سطح پر سب پر مشترکہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ انفرادی سطح پر صارفین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ درست اور مستند معلومات شیئر کریں۔ افواہوں اور پروپیگنڈوں سے گریز کریں، تعمیری مکالمے کو فروغ دیں۔ اجتماعی طور پر تعلیمی ادارے، والدین اور سماجی تنظیمیں ڈیجیٹل خواندگی مہم کو فروغ دیں، تاکہ معاشرے میں مثبت اور ذمہ دارانہ رویے پروان چڑھ سکیں۔ حکومتی سطح پر یہ ضروری ہے کہ سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کے لیے ملک گیر سطح پر آگاہی مہم چلائی جائے اور تحقیقی و تعلیمی مواد کی اشاعت کو فروغ دیا جائے۔ غلط، نفرت انگیز اور غیر اخلاقی معلومات پر مشتمل مواد کی روک تھام کے لیے حکومت فوری ایکشن لے اور سخت قوانین نافذ کرے۔ سائبر بلنگ کے خلاف مؤثر اور جامع حکمتِ عملی اختیار کی جائے۔ قانونی سطح پر ضرورت ہے کہ سائبر کرائم قوانین کا مؤثر نفاذ یقینی بنایا جائے۔ نفرت انگیز مواد اور جعلی خبروں کی روک تھام کے لیے سخت ترین عملی اقدامات کیے جائیں تاکہ سوشل میڈیا کا تعمیری اور مثبت پلیٹ فارم کے طور پر استعمال ممکن بنایا جا سکے۔

8- بطور سامع یا بطور ناشر ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ سوشل میڈیا کو استعمال کرتے وقت قرآن و سنت کی حدود و قیود کو مدنظر رکھیں۔

9- اگر سوشل میڈیا کے استعمال کا مقصد دین کے آفاقی پیغام کو دنیا تک پہنچانا ہے، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر ناشر ٹیکنالوجی پر مہارت کے ساتھ ساتھ سب سے پہلے خود دین کی تعلیم حاصل کرے تاکہ وہ دین کا درست پیغام آگے پہنچا سکے۔

فتنوں کے اس دور میں جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی کو منظم طریقے سے اپنانے کی ضرورت ہے، کیوں کہ اس سے چشم پوشی کرنا یا چھٹکارا حاصل کرنا اب ممکن نہیں ہے، تو پھر ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے مفید استعمال کو فروغ دیا جائے تاکہ اس کے منفی اثرات سے بچتے ہوئے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا جا سکے۔

خلاصۂ بحث:

سوشل میڈیا جدید دور کا ایک مؤثر ابلاغی ذریعہ ہے، جو معلومات کی ترسیل، عوامی آگاہی، اور سماجی روابط میں انقلابی تبدیلیاں لا چکا ہے۔ یہ پلیٹ فارم مثبت اور منفی دونوں طریقوں سے استعمال ہو سکتا ہے۔ جہاں ایک طرف یہ تعلیمی ترقی، عوامی شعور اور بین الاقوامی روابط کو فروغ دیتا ہے، وہیں دوسری طرف غلط معلومات، افواہوں اور اخلاقی بگاڑ کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ سیرت النبی ﷺ میں ہمیں ابلاغ کے اصولوں اور اس کے ذمہ دارانہ استعمال کے متعلق بہترین رہنمائی ملتی ہے، جو سوشل میڈیا کے مؤثر اور تعمیری استعمال کے لیے جامع بنیاد فراہم کرتی ہے۔

حضور ﷺ کے ابلاغی اصول حکمت، سچائی، خیر خواہی، اور عدل و انصاف پر مبنی تھے۔ آپ ﷺ نے پیغام رسانی میں دیانت داری اور شفافیت کو فروغ دیا، جس سے اسلامی ریاست میں غلط معلومات کے پھیلاؤ کو روکا گیا۔ اسی بنیاد پر ریاست اور سوشل میڈیا کے صارفین پر یہ لازم ہے کہ وہ جھوٹ، بددیانتی، نفرت انگیزی سے بچتے ہوئے مکمل ذمہ داری کا ثبوت دیں۔ ریاستِ اسلامی کے سربراہ کی حیثیت سے آپ ﷺ نے تعلیم وتربیت، شعور کی بیداری اور اخلاقی اقدار کے فروغ کو اولین ترجیح دی۔ لہٰذا ریاست کو چاہیے کہ وہ سوشل

میڈیا کے مثبت استعمال کو فروغ دینے کے لیے ٹھوس پالیسیاں مرتب کرے اور عوامی آگاہی کو یقینی بنائے۔

ریاستی ذمہ داریوں میں سوشل میڈیا کے تعمیری استعمال کے لیے قوانین مرتب کرنا، غلط معلومات اور غیر اخلاقی مواد کے خلاف سخت اقدامات اٹھانا، اور مثبت ڈیجیٹل سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کرنا شامل ہیں۔ حضور ﷺ نے مدینہ میں ایک منظم تعلیمی اور اصلاحی نظام قائم کیا، جو ریاستی ذمہ داریوں کے لیے ایک مثالی نمونہ ہے۔ پاکستان میں بھی سیرت النبی ﷺ کے اصولوں کی روشنی میں ریاست کو سوشل میڈیا کے ذریعے تعلیم، رواداری، اور مثبت اقدار کے فروغ کے لیے موثر پالیسیز اپنانا ہوں گی، تاکہ یہ طاقتور ذریعہ قومی ترقی کا ضامن بن سکے۔

معاشرتی اصلاح اور تعلیم و تربیت میں ریاست کا کردار انتہائی اہم ہے، جس کا بہترین نمونہ حضور ﷺ کی طرزِ حکمرانی میں نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف علمی مراکز قائم کیے بلکہ سچائی اور دیانت کے اصولوں پر مبنی نظام بھی متعارف کرایا۔ سوشل میڈیا کو اسی دائرہ کار میں لاتے ہوئے، پاکستان میں تعلیمی و تربیتی مہمات، اسلامی اقدار کی ترویج اور عوام میں مثبت ڈیجیٹل رویوں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔ ریاستی سطح پر ان اقدامات سے سوشل میڈیا کے منفی اثرات کم کیے جاسکتے ہیں، اور اسے حقیقی معنوں میں تعلیمی، اصلاحی اور ترقیاتی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

6

مقالہ نگار

کشمالا خان

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔أما بعد، فأعوذباللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾۔[1]

1۔تعارف واہمیت موضوع

اکیسویں صدی کو ٹیکنالوجی کی صدی کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ اس صدی کے ربع اول میں ٹیکنالوجی نے ایسی ترقی کی کہ بیسویں صدی کے آخری عشرے تک انسان نے اس کے متعلق سوچا تک نہیں تھا۔ ٹیکنالوجی کی ترقی سے ایسے انقلابی تبدیلیاں ظہور پذیر ہوئیں کہ جس کے اثرات فرد سے لے کر معاشرہ تک، دیہات سے لے کر شہروں تک اور مذہب سے لے کر سیاست تک ہر جگہ نظر بھی آرہے ہیں اور محسوس بھی کیے جارہے ہیں۔ انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس میں ناقابلِ تصور تبدیلیاں رونما ہوئی ہوں: کاروبار کی ہیئت یوں بدل گئی کہ لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں کے معاملات انگلیوں کی حرکت پر طے کیے جانے لگے۔ تعلیم و تحقیق کا زاویہ ایسا بدل گیا کہ انسان گھر میں بیٹھ کر جدید تحقیقات اور نت نئے نظریات سے نہ صرف باخبر رہتا ہے بلکہ ان کے متعلق اپنی تنقیدی وتائیدی رائے بھی پیش کرتا ہے۔ جنگ کی صورت بدل گئی کہ سینکڑوں ہزاروں کلومیٹر دور سے متصادم فریقین ایک دوسرے کی نقل وحرکت پر نظر رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کی تنصیبات کو نشانہ بھی بناتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ٹیکنالوجی معلوم انسانی تاریخ میں اپنے انتہائی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔

جدید ٹیکنالوجی میں انسانی معاشرے پر سب سے زیادہ اثرات سماجی رابطوں کی ویب سائٹس نے مرتب کیے ہیں، ان ویب سائٹس کو عرف عام میں "سوشل میڈیا"(Social Media) کہا جاتا ہے۔ ٹیکنالوجی کے دیگر ذرائع کی طرح سوشل میڈیا بھی بہت سی خوبیوں اور خامیوں کا مجموعہ ہے۔ اس نے ایک طرف انسانی زندگی میں بے پناہ آسانیاں پیدا کی ہیں تو دوسری طرف یہ معاشرتی فساد کا سب سے بڑا سبب ثابت ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے انسانیت کا درد رکھنے والے اپنی فراست سے دیکھ رہے ہیں کہ اگر سوشل میڈیا کو ریگولیٹ(Regulate) نہ کیا گیا تو آئندہ چند سالوں میں یہ مشرقی معاشرہ کے کفن کا آخری کیل ثابت ہوگا اور مشرقیت کی داستاں تک نہ رہے گی داستانوں میں۔

مملکتِ خداداد پاکستان میں بھی گزشتہ کئی سالوں سے سوشل میڈیا کا جن سرچڑھ کر بول رہا ہے، بلکہ یہ کہا جائے کہ ففتھ جنریشن وار (5th Generation War) کے نام سے یہاں نظریاتی وسیاسی جنگ گویا ایک حقیقی جنگ کا روپ دھار چکا ہے۔ معاشرہ میں تفریق، نسلی، صوبائی، لسانی تعصب، مذہبی وفرقہ وارانہ انتہاء پسندی، غرض یہ کہ منقسم معاشرے کو مزید تقسیم کی ہر ممکنہ صورت سوشل میڈیا کے ذریعہ پروان چڑھ رہی ہے۔ بلکہ اب تو ریاستی اداروں اور عوام کے درمیان خلیج پیدا کرنے اور مختلف نعروں کے ذریعے نوجوان نسل کے جذبات بھڑکانے کی

1 [البقرۃ:29]

کوششیں عروج پر پہنچ چکی ہیں اور بالکل بجا طور پر اس عمل کو "ڈیجیٹل دہشت گردی" (Digital Terrorism) کا نام دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس تمام صورتحال میں سب سے بڑی ذمہ داری ریاست کی بنتی ہے کہ ملک کی جغرافیائی سرحدوں کے ساتھ نظریاتی سرحدوں کی حفاظت یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ ریاستی اداروں اور ملکی آئین و قانون پر عوام کے اعتماد کو غیر متزلزل بنانے میں اپنا کردار ادا کرے۔ خصوصاً نوجوان نسل جس کو سوشل میڈیا کے ذریعے ریاست کے مقابل کھڑا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اس کی تعلیم وتربیت کی طرف خصوصی توجہ دے کر ان کو بے بنیاد پروپیگنڈے سے بچائے، کیوں کہ یہی نسل ملک وقوم کا مستقبل ہیں اور اسی نے آگے جاکر اس ملک کی باگ ڈور سنبھالنی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کے اوائل میں عرب معاشرے میں نوجوان نسل کو اسی طرح بے بنیاد پروپیگنڈے، جھوٹ اور قبائلی تعصب کے نام پر نورِ ہدایت کی بجائے ظلمتِ گمراہی، اتفاق کی بجائے افتراق اور محبت کی بجائے نفرت کی اتاہ گہرائیوں میں دھکیلنے کی کوششیں کی جارہی تھی۔ لیکن فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہونے والے آفتابِ نبوت نے محض دو دہائیوں میں اس نسل کو تاقیامت رُشد وہدایت، اتفاق واتحاد اور محبت والفت کا ایک لازوال استعارہ بنادیا۔ حقیقت یہی ہے کہ آج ہمارے معاشرے کی رگ رگ میں سرایت کرجانے والے نفرت وافتراق کے زہر کا تریاق اسی طبیبِ حاذق ہی کے در سے ملے گا۔ معاشرے پر چھائے فساد کے مہیب اندھیروں کو چراغِ مصطفوی ہی نور سے بدل سکتی ہے۔ قسما قسم برائیوں کے سرطان سے قریب المرگ اس معاشرے کو حیاتِ جاودانی اسی بحرِ شفا کے آبِ حیات ہی سے ملے گا۔ سوشل میڈیا چاہے آج کی ایجاد ہو لیکن اس کو انسانیت کے لیے مفید بنانے اور اس حوالے سے ریاست کی ذمہ داری کا تعین کے لیے رہنمائی سیرتِ طیبہ ہی سے ملے گی، کیوں کہ بقولِ شاعر:

تو نے ہر گام پہ چھوڑے ہیں نقوش تاباں — رہنما ایک زمانے کی ہے سیرت تیری
ہر عمل تیرا ہر اک دور کا رہبر ٹھہرا — ہر زمانے میں مسلّم ہے امامت تیری

اس حوالے سے سیرت النبی کی روشنی میں ایک مربوط لائحہ عمل ترتیب دینا وقت کی اہم ضرورت اور اہلِ علم کے ذمہ فرض ہے، اس لیے زیرِ نظر تحقیقی مقالہ میں سیرت النبی کی روشنی میں سوشل میڈیا کے مفید استعمال اور اس حوالے سے نوجوان نسل کی تعلیم وتربیت میں ریاست کی ذمہ داری کو زیرِ بحث لایا جائے گا۔

2۔ منہجِ تحقیق

اس آرٹیکل کو پانچ مباحث میں تقسیم کیا جائے گا:۔

مبحثِ اول: سوشل میڈیا کی تعریف اور اس کے مثبت ومنفی استعمال کا جائزہ

مبحثِ دوم: ذرائع ابلاغ کا دینی مقاصد کے لیے استعمال: سیرتِ نبوی کی روشنی میں جائزہ

مبحثِ سوم: سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت میں ریاستی ذمہ داری: سیرت النبی کی روشنی میں

مبحثِ چہارم: نتائج

مبحثِ پنجم: تجاویز وسفارشات

3۔ سوشل میڈیا کیا ہے؟

سماجی رابطوں کی ویب سائٹ (Social Media) سے مراد وہ ڈیجیٹیل پلیٹ فارم ہے جس پر صارفین اپنے خیالات، خبروں اور دوسرے مواد جیسے تحریر، تصاویر یا ویڈیوز کا نشر و تبادلہ کرتے ہیں۔ اس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"Social media refers to internet-based applications built on Web 2.0 technology that enable users to create, share, and exchange content."[2]

(سوشل میڈیا کی معروف ویب سائٹس میں فیس بک، واٹس ایپ، یوٹیوب، انسٹاگرام، ٹک ٹاک، لنکڈ ان، ٹیلی گرام، سنیپ چیٹ اور ایکس (ٹویٹر) شامل ہیں، جن میں اکثر کے صارفین کی تعداد اربوں سے متجاوز ہے۔)

4۔ سوشل میڈیا کے مثبت و منفی استعمال کا جائزہ

ابلاغ کے جدید ذرائع کی افادیت کا انکار کوئی بھی ذی شعور انسان نہیں کر سکتا، لیکن لاتعداد فوائد کے ساتھ اس کے نقصانات بھی بے شمار ہیں۔ بذاتِ خود سوشل میڈیا میں کوئی خرابی نہیں بلکہ اس کا استعمال ہی اس کو نقصان دہ بناتا ہے۔ ذیل میں سوشل میڈیا کے منفی و مثبت استعمال کا مختصر جائزہ لیا جائے گا:

4.1۔ سوشل میڈیا کے منفی استعمال کا جائزہ

سوشل میڈیا کا منفی استعمال اور معاشرے پر اس کے منفی اثرات مرتب کیے ہیں، ان کا احاطہ تو شاید اس مضمون میں ممکن نہ ہو لیکن موضوع سے مناسبت کی وجہ سے ان میں چند کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

4.1.1۔ فحاشی کی اشاعت و تشہیر

فحاشی کی اشاعت پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر بھی کی جاتی تھی لیکن سوشل میڈیا نے اس کو بام عروج تک پہنچا دیا ہے، کیوں کہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا تک رسائی خاص لوگوں کو حاصل ہوتی تھی اور اس پر نشر ہونے والا مواد بھی مشہور شخصیات کے حوالے سے ہوتا تھا۔ دوسرا پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے لیے باقاعدہ ریگولیٹری ادارے موجود ہوتے تھے، تو ان پر نشر ہونے والا فحش مواد بھی ایک ضابطے کا پابند ہوتا تھا۔ سوشل میڈیا تک ہر کسی کی رسائی ہے، لہٰذا ہر گزرتے دن کے ساتھ زیادہ سے زیادہ کمائی و شہرت کے حصول اور اپنے مخالف کو نقصان پہنچانے کے لیے لوگ اپنے اور دوسروں کی ایسی تصاویر اور ویڈیوز اپلوڈ کر کے اس کی اشاعت و تشہیر کرتے ہیں، جن کا نشر کرنا اخلاقی و شرعی لحاظ سے ناجائز ہوتا ہے۔ خصوصاً آرٹیفیشل انٹیلیجنس (AI) کے بعد تو یہ کام ناقابلِ تصور حد تک پہنچ گیا ہے، جس سے ایک طرف تو لوگوں کی عزتیں سربازار نیلام ہو رہی ہیں، تو دوسری طرف معاشرے میں فحاشی مسلسل بڑھ رہی ہے۔

سوشل میڈیا کے ذریعے فحاشی کی اشاعت کئی گناہوں کا مجموعہ ہے، جن سے قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں واضح الفاظ میں منع کیا گیا ہے، جیسے اپنی اور دوسروں کی پردہ دری[3]، فیک تصاویر اور ویڈیوز کی صورت میں بہتان و تہمت[4]، معاشرہ میں بے راہ روی و فحاشی کا

---

[2] Kaplan & Haenlein, users of world, unite! The challenges and opportunities of social media, (Business Horizons, 53(1), 2000), P: 59

[3] إن من أربى الربا الاستطالة في عرض المسلم بغير حق. (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، حدیث نمبر: 4876)

[4] وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا. (سورۃ الاحزاب، 33:58)

فروغ[5] اور اس سے ہونے والی حرام وناجائز کمائی شامل ہیں۔

4.1.2۔مذاق وتمسخر اڑانا

سوشل میڈیا پر لوگوں کا مذاق وتمسخر اڑانا ایک معمول بن چکا ہے۔ویڈیوز وتصاویر کو ایڈٹ (Edit) کرکے اور تحریروں کے ذریعے شخصیات کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔طرفہ تماشا یہ ہے کہ تمسخر ومذاق کو تفریح کا نام دیا جاتا ہے،یہ شرعی واخلاقی ناجائز ہے،قرآن کریم میں تمسخر اڑانے سے منع کیا گیا ہے۔[6]

4.1.3۔بدزبانی اور گالم گلوچ

سوشل میڈیا پر مخالفین کو گالیاں دینے کے رجحان میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔جس سے ایک طرف تو معاشرے میں بدزبانی کا مرض عام ہو رہا ہے اور دوسری طرف اس سے نظریاتی وسیاسی مخالفت ذاتی دشمنی کا روپ دھار دیتی ہے،حالانکہ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا اخلاقی وشرعی طور پر جرم اور ناجائز ہے۔[7]

4.1.4۔بلاتحقیق باتوں کی اشاعت

سوشل میڈیا پر بغیر تحقیق کے خبروں کی بھرمار ہوتی ہے۔بلاتحقیق خبریں بنانے اور پھیلانے والے صارفین دو قسم کے ہوتے ہیں،کچھ تو بلاسوچے سمجھے بغیر کسی مقصد کے بلاتحقیق خبریں پھیلاتے ہیں،ایسے لوگوں کا مقصد محض لائکس وشیئرز کا حصول ہوتا ہے۔جبکہ کچھ لوگ باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت بلاتحقیق خبریں پھیلاتے ہیں،ایسے لوگوں کا مقصد اپنے نظریہ یا جماعت کے بیانیہ کو فروغ وتقویت دینا ہوتا ہے۔اور کچھ کا مقصد ویوز کے حصول کے ذریعے کمائی کرنا ہوتا ہے۔بلاتحقیق باتیں پھیلانا بھی کئی گناہوں کا مجموعہ ہے،جو قرآن وسنت کی رو سے ممنوع ہے،جیسے جھوٹ کی تشہیر[8]،لوگوں کی بدنامی[9]،معاشرہ میں سنسنی اور خوف وہراس پھیلانا[10] وغیرہ شامل ہیں۔

4.1.5۔علمی سرقہ

سوشل میڈیا پر علمی سرقہ کے واقعات کثرت سے پیش آتے ہیں۔دوسروں کے مضامین وتحقیقات کو لوگ اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔اس عمل کا مقصد اپنے فالوورز کی نظر میں خود کو عالم ومحقق دکھانا ہوتا ہے۔دوسروں کی تحقیق کو اپنی طرف منسوب کرنا اور خود میں وہ خوبی دکھانا جو حقیقت میں موجود نہ ہو کئی اخلاقی اور شرعی برائیوں کا مجموعہ ہے،جیسے:سرقہ،خیانت،جھوٹ اور دھوکہ وغیرہ۔[11]

---

[5] إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. (سورۃ النور،19:24)

[6] يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ...(سورۃ الحجرات،11:49)

[7] سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر. (صحيح البخاری، كتاب الادب، باب ما ينهي عن السباب،حدیث نمبر:6044)

[8] بحسب المرء من الكذب أن يحدث بكل ما سمع. (صحیح مسلم،باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع،حدیث نمبر:5)

[9] كل المسلم على المسلم حرام دمه، وماله، وعرضه. (صحیح مسلم،کتاب البر والصلۃ والآداب،باب تحریم ظلم المسلم واحتقارہ ودمہ وعرضہ ومالہ،حدیث نمبر:2564)

[10] سورۃ الاحزاب،60:33

[11] صحیح مسلم،کتاب اللباس والزينة،باب النهى عن التزوير فى اللباس والتشبع بما لم يعط،حدیث نمبر:2129

4.1.6۔ الحاد وزندقہ

سوشل میڈیا پر بے شمار ایسے لوگ اور گروپس موجود ہیں جو دین اور دینی احکامات کے متعلق روزانہ طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں اور نوجوان نسل میں دین اور دینی احکامات کے متعلق شکوک پیدا کرتے ہیں، یہ لوگ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس، تقدیر اور دوسرے مسلّمات کے متعلق ایسے خوش نما اور منظم وملفوف انداز میں شکوک پھیلاتے ہیں کہ جو بھی کم علم اور ناپختہ ذہن والا صارف ان کے گروپ میں شامل ہوتا ہے، اس کے عقائد کا سلامت رہنا مشکل ہوتا ہے، اگرچہ ان کا یہ عمل شرعی و قانونی جرائم کی فہرست میں آتا ہے لیکن صارفین پر بھی شرعاً ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ایسے گروپس سے بچیں۔[12]

4.1.7۔ جرائم کی ترویج

سوشل میڈیا معاشرے میں جرائم اور فساد پھیلانے کا ذریعہ بن رہا ہے۔ سوشل میڈیا پر جرائم جیسے: خودکشی، چوری، اغواء وغیرہ کے نت نئے طریقے نوجوان نسل تک پہنچ رہے ہیں۔ اسی طرح کاروبار اور گیمز وغیرہ کے ذریعے دھوکہ دہی اور اس کے نتیجے میں معاشرتی فساد بھی اب روزانہ کا معمول بن چکا ہے، حالانکہ ایسا کرنا اخلاقی، قانونی اور شرعی طور پر جرم ہے۔

4.1.8۔ دہشت گردی کا فروغ

سوشل میڈیا کی ایک بڑی خرابی دہشت گردی کے فروغ کا آلہ بننا ہے۔ اس پلیٹ فارم کو دہشت گردوں نے اپنے نظریات کی ترویج، پروپیگنڈہ، ریکروٹمنٹ، فنڈنگ اور خوف وہراس پھیلانے کے لیے خوب استعمال کیا ہے اور روز بروز مزید جدت کے ساتھ اس استعمال کر رہے ہیں۔ اپنی دہشت گردانہ کاروائیوں کی ویڈیوز، پروپیگنڈے پر مبنی غلط معلومات اور نوجوان نسل کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے تخریب کاروں کو ہیروں کی طور پیش کرنے سمیت ہر ممکنہ طریقے سے سوشل میڈیا کو استعمال کرتے ہیں، جس سے معاشرتی امن ہر وقت خطرے میں رہتا ہے۔

مندرجہ بالا منفی استعمالات کے علاوہ مرد وزن کا اختلاط، پرائے ناموں آئی ڈیز بنانا، جھوٹ بولنا، دوسرے کے گناہوں میں شمولیت، ضعیف ومن گھڑت احادیث گھڑنے جیسے لاتعداد مفاسد سوشل میڈیا کے ذریعے معاشرے میں پھیل رہے ہیں۔

4.2۔ سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کا جائزہ

سوشل میڈیا نے موجودہ دور کے انسان کے بہت سے مشکل کام آسان اور ناممکن کام ممکن بنادیے ہیں۔ سوشل میڈیا کے فوائد کو دیکھا جائے تو یہ کسی نعمت سے کم نہیں۔ سوشل میڈیا کے چند بڑے بڑے فوائد کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

4.2.1۔ شعور وبیداری

سوشل میڈیا کا سب سے بڑا فائدہ جو سامنے آیا ہے، وہ عوام میں شعور وبیداری ہے۔ ملکی اور بین الاقوامی مسائل پر عام آدمی کی آواز کو پرنٹ والیکٹرانک میڈیا پر وہ جگہ نہیں ملتی تھی، جو ملنی چاہیے تھی، کیوں کہ مالکان کی اپنی کاروباری مجبوریاں ہوتی ہیں اور سرکاری میڈیا کے ہاتھ تو بندھے ہی ہوتے ہیں۔ لیکن سوشل میڈیا پر ہر آدمی اپنی رائے کا کھل کر اظہار کر سکتا ہے اور اپنی آواز کو طاقت کے ایوانوں تک پہنچا سکتا

---

[12] وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ (سورۃ النساء،4:140)

ہے اور حکومتوں کو اپنے غیر قانونی وغیر آئینی اقدامات کی واپسی پر مجبور کر سکتا ہے، بلکہ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ حکومتوں کے تختے الٹا سکتا ہے۔ اس سے ایک طرف عوامی مفاد کے مسائل حل ہوتے ہیں، تو دوسری طرف پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا بھی مجبوراً سچ وحق نشر کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔

4.2.2۔ رابطوں میں آسانی

سوشل میڈیا نے مختلف شہروں اور ممالک میں موجود لوگوں کے درمیان رابطہ کاری کو انتہائی آسان بنادیا ہے۔ سوشل میڈیا کو لوگ آسانی، کم وقت، کم خرچ اور بہترین طریقے سے ایک دوسرے سے رابطہ کے لیے استعمال کرتے ہیں، جس سے لوگ ماضی کی طرح نہ صرف مشقت اور خرچ کرنے سے بچ جاتے ہیں، بلکہ ہر خوشی غمی میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔

4.2.3۔ تحقیق کا فروغ

سوشل میڈیا نے تحقیق کے میدان میں محققین کے لیے بہت سی آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ ایک طرف دنیا کے مختلف خطوں کے محققین آسانی کے ساتھ ایک دوسرے تک اپنی تحقیقات پہنچاتے ہیں اور جدید موضوعاتِ تحقیق سامنے لاتے ہیں، تو دوسری طرف بغیر سفری مشقتوں، اخراجات اور وقت ضائع کیے بغیر آن لائن کانفرنسز اور سیمینار منعقد کرتے ہیں۔ اسی طرح تحقیق کے متعلق بہت سا قیمتی مواد سوشل میڈیا پر دستیاب ہوتا ہے۔

4.2.4۔ عالمگیریت

سوشل میڈیا نے دنیا کو حقیقی معنوں میں گلوبل ویلج بنادیا ہے۔ مختلف خطوں کے لوگ سوشل میڈیا کے پلیٹ فارمز پر جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے تجربات، طرز زندگی اور علوم وفنون سے باخبر و مستفید ہوتے ہیں۔

4.2.5۔ کاروبار کے نئے مواقع

سوشل میڈیا نے کاروبار کا تصور ہی بدل دیا۔ لوگ گھر بیٹھے اشیاء بیچتے و خریدتے ہیں اور اس کے لیے سرحدوں کی کوئی قید نہیں، کہیں سے بھی کوئی چیز سوشل میڈیا پر پسند کر کے خرید و منگوا سکتے ہیں۔ اسی طرح سوشل میڈیا کی صورت میں لوگوں کو کاروبار کا نیا اور آسان پلیٹ فارم مل گیا ہے، جہاں کم خرچ اور کم وقت میں زیادہ کمائی کی جاسکتی ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے کاروبار سے ملکی زرمبادلہ میں نمایاں بہتری آتی ہے۔

4.2.6۔ تعلیم کا فروغ

سوشل میڈیا نے گھر کی دہلیز پر تعلیم کا نعرہ حقیقی معنوں میں سچ کر دکھایا، بلکہ گھر کی دہلیز کے بجائے اپنے بستر پر بیٹھ کر کلاسز، امتحانات اور دیگر تعلیمی سرگرمیوں میں شرکت ممکن ہوگئی ہے، خصوصاً وباؤں اور آفات کے اوقات میں تعلیم جاری رکھنا بھی سوشل میڈیا نے نہ صرف ممکن بنایا بلکہ دکھا بھی دیا۔

4.2.7۔ مکالمہ بین المذاہب

سوشل میڈیا مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان مکالمہ کا ایک بہترین پلیٹ فارم ثابت ہوا ہے، جس سے یقیناً ایک دوسرے کو جاننے و سمجھنے، غلط فہمیوں کے ازالے اور مذہبی ہم آہنگی کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ یہ بات عالمی امن کے لیے انتہائی ناگزیر ہے۔ سوشل میڈیا کے فوائد یقینی طور پر گنوانا آسان نہیں، لیکن ان میں سے چند ایک کو بطور نمونہ یہاں ذکر کیا گیا۔ البتہ ایک سوال جو اکثر جدید اذہان میں آتا ہے کہ

سوشل میڈیا کے فوائد کے ساتھ مفاسد بھی بہت زیادہ ہیں اور خصوصاً شرعی لحاظ سے اس میں کافی قباحتیں موجود ہیں تو کیا دینی وفلاحی مقاصد کے لیے اس کا استعمال شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے دور نبوی میں ذرائع ابلاغ کے مندرجہ بالا مقاصد کے لیے استعمال کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

5۔ذرائع ابلاغ کا دینی مقاصد کے لیے استعمال: سیرتِ نبوی کی روشنی میں جائزہ

رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس زمانے میں موجود ہر قسم کی ذرائع ابلاغ کا دعوتِ دین اور پیغام الٰہی کی ترویج کے لیے استعمال فرمایا، چاہے خود وعظ ونصیحت کی صورت میں ہو یا وفود بھیج کر دین کی دعوت دینا، خط وکتابت کا سہارا لینا ہو یا شعر وشاعری کو بروئے کار لانا۔ البتہ آپ ﷺ نے ہر قسم کے ذرائع ابلاغ کا استعمال کرتے وقت غیر شرعی امور سے اجتناب فرمایا۔ ذیل میں اس حوالے سے سیرت النبی سے چند مثالیں ذکر کی جائیں گی:

5.1۔شعر وشاعری

عرب اس قدر قادر الکلام تھے کہ زبان دانی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اور ان کو اپنی اس مہارت پر اس حد تک ناز تھا کہ اپنے علاوہ دیگر اقوام کو وہ "عجم" یعنی گونگا تصور کرتے تھے۔ شعر وشاعری گویا ان کے خون میں شامل تھی، یہی وجہ ہے کہ عرب اس زمانے میں اپنی بات کی نشر واشاعت اور تشہیر کے لیے عموماً شعر وشاعری کا سہارا لیتے تھے۔ شریعتِ اسلامی کے مصادر پر نظر دوڑائی جائے تو ہمیں شاعری کے حوالے سے دو طرح کے احکامات ملتے ہیں، ایک طرف قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ﴾[13]

(ترجمہ: اور شاعروں کی اتباع گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں؟ اور وہ جو کہتے ہیں، وہ نہیں کرتے۔)

اسی طرح موقع پر شعر وشاعری کی مذمت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

"لأن يمتلئ جوف الرجل قيحاً يريه خير من أن يمتلئ شعرا"[14]

ترجمہ: آدمی کا پیٹ شعر سے بھرنے کی بجائے بہتر ہے کہ پیپ سے بھر جائے۔

لیکن دوسری طرف دیکھا جائے تو خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن من الشعر حكمة"[15]

(ترجمہ: بعض شعروں میں دانائی ہوتی ہے۔)

اسی طرح خود رسول اللہ ﷺ نے ایک مجلس میں سو شعر سماعت فرمائے اور خود شعراء کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔[16]

[13] سورۃ الشعراء،26:224

[14] صحيح مسلم، كتاب الشعر، حديث نمبر:2257

[15] صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما يجوز من الشعر والرجز والحداء وما يكره منه، حديث نمبر:6145

[16] صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب هجاء المشركين، حديث نمبر:6153

رسول اللہ ﷺ نے فحش گوئی، جھوٹ، تہمت اور دوسرے غیر شرعی امور پر مبنی شاعری کی مذمت فرمائی اور اس سے منع فرمایا؛ جبکہ وعظ ونصیحت، حکمت اور دینی واصلاحی تعلیمات پر مبنی شعر وشاعری کو نہ صرف جائز وممدوح قرار دیا؛ بلکہ صحابہ کرامؓ کو ترغیب دی کہ کفار کے بے بنیاد پروپیگنڈے کا شاعری کے ذریعے جواب دے کر اصل حقیقت لوگوں کے سامنے لائے۔[17] یہی حکم سوشل میڈیا کا بھی کہ اگر اس کو شرعی حدود وقیود میں استعمال کیا جائے اور اس کے ذریعے قوم وملک کی تعمیر وترقی اور معاشرے کی اصلاح کی بات کی جائے تو بلاشبہ اس کا استعمال جائز بلکہ ممدوح اور وقت کی ضرورت ہے، ورنہ بصورتِ دیگر اس کا استعمال ناجائز اور اخروی وبال کا سبب ہے۔

5.2۔ بازار ذوالمجاز وعکاظ

عربوں میں سال کے مختلف مہینوں بازاروں کا انعقاد ہوتا، جہاں صرف خرید وفروخت نہیں ہوتی بلکہ مشاعرے، مذاکرے، اہم امور پر اجلاسوں کا انعقاد اور ساتھ میں گانے بجانے اور شراب کی محفلیں بھی سجائی جاتی تھیں۔ چونکہ ان بازاروں میں تمام عرب سے لوگ شرکت کرتے تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ اپنی دعوت کو مکہ سے باہر کے لوگوں تک پہنچانے کا یہ موقع ضائع نہیں کرتے، بلکہ ان بازاروں میں جاکر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دیتے تھے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ ان بازاروں میں خرافات وفضولیات سے بچتے اور اپنی توجہ تبلیغ دین پر مرکوز رکھتے تھے۔[18] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسی جگہیں اور پلیٹ فارم جہاں غیر شرعی امور کا ارتکاب بھی ہوتا ہو، وہاں غیر شرعی امور سے بچتے ہوئے دعوتِ دین کا کام کرنا جائز ہے۔

5.3۔ کوہِ صفا کے ذریعے اعلان

عرب لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے خصوصاً خطرے کے اوقات میں اپنی آواز کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے یہ طریقہ استعمال کرتے کہ کسی اونچی جگہ پر چڑھ کر وہاں سے اعلان کرتے اور "**یا صباحاہ**" (ہائے صبح) کے الفاظ استعمال کرتے تھے، یعنی یہ عربوں کے ہاں ابلاغ کا ایک طریقہ تھا۔[19] رسول اللہ ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا کہ اپنے نزدیکی رشتہ داروں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاؤ اور آیت کریمہ: **﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾**[20] نازل ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے عرب کے اسی ابلاغ کے طریقے کو استعمال فرمایا۔ آپ ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر ایک ایک خاندان کو پکارا اور انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔[21] لہٰذا ثابت ہوا کہ دینی وفلاحی امور کے ابلاغ کے لیے موثر ترین ذرائع کا استعمال کیا جائے گا، بشرطیکہ غیر شرعی امور سے بچا جائے۔

اس بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ سوشل میڈیا کا دینی وفلاحی مقاصد کے لئے استعمال نہ صرف جائز بلکہ اس دور کی اہم ضرورت ہے، کیوں کہ اس پلیٹ فارم پر کم وقت اور آسانی سے تمام دنیا تک رسائی ممکن ہے۔ اکثر نوجوان نسل بھی اس پلیٹ فارم پر موجود ہے، لہٰذا ان تک اپنی آواز

---

[17] احمد بن محمد الطحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، باب روایۃ الشعر ھل ھی مکروھۃ ام لا، حدیث: 6987

[18] احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، احادیث رجال من اصحاب النبی ﷺ، حدیث نمبر: 23151

[19] صفی الرحمن مبارک پوری، مختصر سیرت النبی ﷺ، (دارالاندلس، لاہور)، ص: 57

[20] سورۃ الشعراء، 26:214

[21] سنن الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الشعراء، حدیث نمبر: 3186

پہنچانے اور انہیں تخریبی عناصر سے بچانے کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال نہایت ضروری امر بن چکا ہے۔

6۔سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت میں ریاستی ذمہ داری: سیرت النبی کی روشنی میں

سوشل میڈیا اس دور کے انسانوں کی زندگی پر کافی حد تک حاوی ہو چکا ہے اور سماجی تعلقات، سیاست، تعلیم، کھیل کود، کاروبار، غرض ہر چیز کے لیے سوشل میڈیا کو استعمال میں لایا جاتا ہے۔ لہذا سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے حوالے سے نوجوان نسل کی تربیت ناگزیر ہو چکی ہے، کیوں کہ انسان جس زمانے میں رہتا ہے اس کی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر زمانے کے قدم سے قدم چلنا ہی اقوام کی ترقی کا معیار ٹھہرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی میں علامہ بلاذری کے نزدیک صرف سترہ (17) لوگ ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے[22]، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنے فہم و فراست سے جان لیا تھا کہ آئندہ دور میں ترقی تعلیم سے جڑی ہوئی ہے، لہذا انہوں نے لکھنے پڑھنے اور تعلیم کی اہمیت کو اس قدر اجاگر کیا کہ مدنی زندگی میں لکھنے پڑھنے سے ناآشنا ہونا باعث عار سمجھا جاتا تھا اور بعد کے حالات نے رسول اللہ ﷺ کے اس حکیمانہ فیصلے کو درست ثابت کر دیا۔

اس لیے عصر حاضر میں سوشل میڈیا کے حوالے سے تعلیم وتربیت انتہائی ضروری ہے، کیوں کہ مستقبل میں قوموں کی تقدیر کے فیصلے سوشل میڈیا کے استعمال پر ہوں گے۔ ذیل کی سطور میں سوشل میڈیا کے استعمال کے حوالے سے ریاستی ذمہ داری کا سیرت نبوی کی روشنی میں جائزہ لیا جائے گا۔

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کو یقینی بنانے کے لیے دو قسم کے اقدامات اٹھانے ضروری ہیں۔ پہلا یہ کہ اس کے منفی استعمال کا راستہ روکا جائے اور اس کے منفی استعمال سے ہونے والے نقصان سے نوجوان نسل کو آگاہ کیا جائے۔ جبکہ دوسرا اس کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت دی جائے اور اس کے مثبت استعمال کے فوائد کو اجاگر کیا جائے۔

6.1۔سوشل میڈیا کا منفی استعمال روکنے کی تعلیم وتربیت میں ریاستی ذمہ داری

نوجوان نسل کی تعلیم وتربیت یقیناً حکومت وریاست کی ذمہ داری ہے اور ایک بہتر ریاست وہی ہوگی جو وقت سے پہلے ہی اپنی ذمہ داری کا احساس کر کے زمانے کی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر نوجوان نسل کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرے۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا کہ ریاست کی اولین ذمہ داری سوشل میڈیا کے منفی استعمال کی روک تھام ہے، لہذا اس حوالے سے سیرتِ طیبہ سے مثالوں کی روشنی میں ریاست کی ذمہ داری کا تعین کیا جائے گا۔

6.1.1۔سوشل میڈیا کے ذریعے شہریوں کی عزت اور مال کو نقصان پہنچانے کا سدِباب

ریاست کی ذمہ داریوں میں سے ایک شہریوں کے جان ومال اور عزت کا تحفظ ہے۔ سوشل میڈیا پر لوگوں کی کردار کشی وعزتوں کو اچھالنا اور ان پر تہمت لگانا ایک عام رواج بن چکا ہے۔ لوگوں کی ذاتی پکچرز ویڈیوز لیک کرنے سے بات اب اے آئی (AI) کے ذریعے بنائی گئی ویڈیوز تک پہنچ چکی ہے۔ یہ کام افراد بھی کرتے ہیں اور منظم طریقوں سے جماعتیں اور گروپس بھی اس میں شریک ہوتے ہیں۔ افراد کو روکنا پھر بھی ممکن ہو سکتا ہے لیکن منظم طریقے سے افراد کی کردار کشی روکنا ریاست ہی کر سکتی ہے اور ریاست اب تک اس کا راستہ روکنے میں ناکام دکھائی دیتی ہے، حالانکہ اس کا نشانہ بن کر لوگوں کے رشتے ٹوٹ چکے ہیں بلکہ خودکشی کے واقعات بھی سامنے آچکے ہیں۔ سیرتِ طیبہ میں منظم طریقے سے کردار کشی اور ان کے خلاف ریاست کی کارروائی کی بہترین مثال سیدہ عائشہؓ پر تہمت وبہتان لگانا ہے، جو "واقعہ افک" کے نام سے مشہور ہے۔

---

[22] احمد بن یحییٰ البلاذری، فتوح البلدان، (دار و مکتبۃ ہلال، بیروت، 1988ء)، ص: 453

غزوہ بنی المصطلق سے واپسی کے سفر میں منافقین نے سیدہ عائشہؓ پر بہتان طرازی کی۔ منافقین کے ساتھ کچھ مخلص مسلمان بھی اس پروپیگنڈے کا شکار ہو کر وہی بات کہنے لگے۔ ایک مہینہ اسی کشمکش میں گزرا، بالآخر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور کی آیات 11 تا20 نازل فرما کر سیدہ عائشہؓ کی برأت کا اعلان فرمادیا۔[23] واقعے کے غلط ثابت ہونے کے بعد ریاست حرکت میں آئی اور واقعہ میں شریک افراد کو سزا دی۔ ریاست کی طرف سے اس منظم جرم میں شریک افراد یا ان کے پروپیگنڈے کا شکار ہونے والوں کی سزا سے ایک مثال قائم ہوگئی کہ اس کے بعد کردار کشی اور بہتان طرازی کا مکمل سدباب ہوگیا۔[24]

اسی طرح سوشل میڈیا کے ذریعے لوگوں کو منظم طریقے سے مالی طور پر لوٹنے کے بھی بہت سے واقعات سامنے آرہے ہیں۔ ریاست کی ذمہ داریوں میں لوگوں کی جان اور عزت کی طرح ان کے مال کی حفاظت بھی ہے، اس حوالے سے سیرتِ طیبہ میں بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ لوگوں کو مالی نقصان پہنچانے والوں کے خلاف ریاست نے سخت قانونی کارروائی کی اور دوسروں کے لیے ان کو مثال بنایا۔[25]

اسلامی ریاست کو سیرتِ طیبہ کی ان مثالوں کو سامنے رکھ کر سوشل میڈیا پر لوگوں کی جان ومال کی حفاظت کے لیے ایک مربوط پالیسی وضع کرنی چاہیے، اور عموماً نوجوان نسل اپنی ذہنی ناپختگی اور کم علمی کی وجہ سے اس عمل کے قانونی وشرعی نقصانات سے آگاہ نہیں ہوتی، اس لیے نوجوانوں کو اس عمل کے قانونی وشرعی نقصانات سے آگاہ کرنے کے لیے بھی لائحہ عمل بنایا جائے، کیوں کہ سیرت کے یہ واقعات محض وقتی ردِعمل نہیں ہوتے تھے بلکہ اس کے نفاذ وترویج کو ایک شرعی فریضہ سمجھا جاتا تھا۔

6.1.2۔ نظام سے باغی دہشت گردوں کا قلع قمع کرنا

گزشتہ کئی سالوں سے ریاست اور ریاستی اداروں کو سوشل میڈیا کے ذریعے نقصان پہنچانے کا سلسلہ عروج کو پہنچ چکا ہے۔ یہ لوگ ایکس، فیس بک اور یوٹیوب وغیرہ کے ذریعے جھوٹے بیانیے اور خبریں گھڑ کر نوجوان نسل کو گمراہ کر رہے ہیں۔ یہ لوگ اپنی مجرمانہ سرگرمیوں کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال درج ذیل مقاصد کے لیے بروئے کار لاتے ہیں:

6.1.2.1۔ پروپیگنڈہ:

دہشت گرد اور انتہا پسند اپنے گھناؤنے عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سوشل میڈیا کو پروپیگنڈے کے آلے (Tool) کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔[26] اس مقصد کے لیے دہشت گرد تنظیمیں ویڈیوز اور تصاویر کو بروئے کار لاتی ہیں، جو ان کے نام نہاد اور خودساختہ ہیروز کی دیومالائی داستانوں اور فیک مواد پر مشتمل ہوتی ہیں، لیکن ناپختہ اذہان غیر ارادی طور پر اس کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔

---

[23] إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ۔۔۔۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ. (سورۃ النور،24:11-20)

[24] محمد بن احمد القرطبي، تفسير قرطبي، (دار الكتب المصرية ، بيروت، 1384ھ)، 12: 197

[25] صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الغار، رقم الحديث: 3475

[26] Nissen, Thomas Elkjer, Terror.com: IS's Social Media Warfare in Syria and Iraq, Contemporary Conflicts (Military Studies Journal, 2(2), 2014), pp. 1-8.

6.1.2.2۔اپنے نظریہ کی کھلے عام دعوت:

سوشل میڈیا نے انتہا پسند عناصر کو اپنا بیانیہ پھیلانے اور دوسرے لوگوں کو اپنے نظریہ کی دعوت دینا انتہائی آسان بنادیا ہے، وہ تقاریر پر مبنی ویڈیوز اور مضامین پر مشتمل رسائل وجرائد کو سوشل میڈیا اور ویب سائٹس پر اپلوڈ کرکے منٹوں میں لاکھوں لوگوں تک پہنچاتے ہیں، جس سے ان کی تعداد میں اضافہ بھی ہو رہا ہے اور نئے تازہ دم نوجوان ان کے ہمنوا بنتے ہیں۔[27]

6.1.2.3۔اے آئی، جدید ٹیکنالوجی اور ویڈیو گیمز کا استعمال:

دہشت گرد اپنے تخریبی مقاصد کے لیے مصنوعی ذہانت(Artificial intelligence) کا بھی استعمال کرتے ہیں۔[28] اسی طرح اپنے نظریہ تشدد پر مبنی گیمز بناتے ہیں، جس کی طرف نوجوان غیر ارادی طور پر کھنچے چلے جاتے ہیں اور تشدد کی راہ پر چل پڑتے ہیں۔ اسی طرح کے ایک گیم کے ٹریلر کی ویڈیو 2014ء میں ایک مہینے میں صرف یوٹیوب پر 3.4 بلین لوگوں نے دیکھی تھی۔[29]

سیرتِ طیبہ کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ریاست کے باغیوں کے خلاف سخت ترین کارروائیاں کیں چاہے وہ افراد ہوں یا گروہ اور قبائل۔ ایسے گروہ جو ریاست کے آئین کے انکاری ہوتے تھے ان کے خلاف فوری ریاستی قوت سے کارروائی کی جاتی تھی جیسے مدینہ میں آباد یہود بنو نضیر[30] اور بنو قریظہ[31] نے ریاست کے آئین "میثاق مدینہ" کو چیلنج کیا تو رسول اللہ ﷺ نے دونوں کے خلاف لشکر کشی کرکے ان کی مجرمانہ سرگرمیوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا۔ جب کہ ایسے افراد جو ریاست یا ریاست کے سربراہ کے خلاف اس وقت کے ذرائع ابلاغ یعنی شاعری کا استعمال کرتے ان کو بھی قرار واقعی سزا دی گئی۔ لیکن چونکہ ریاست کے لیے ان کو قانون کے کٹہرے میں لانا ایک مشکل کام تھا، لہٰذا ان کے خلاف کومنگ آپریشن کرکے ان کو ٹھکانے لگا دیا گیا، جیسے کعب بن اشرف اور ابو رافع جو یہودی سردار تھے۔ یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی ہجو بیان کرتے اور مختلف قبائل کو رسول اللہ ﷺ اور ریاستِ مدینہ کے خلاف اکساتے تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلاف کومنگ آپریشن کی منظوری دے کر ان کو ان کے قلعوں میں قتل کروادیا۔[32]

اسلامی ریاست کو بھی سیرت کی انہی واقعات کو مد نظر رکھ کر ایسے گروہوں اور افراد کے خلاف سخت ترین کارروائی کرنی چاہیے، جو

---

[27] Bulbeck, Emilia, The Path to Persuasion: An Investigation into how al-Shabab Constructs their Brand in their Digital Magazine Gaidi Mtaani, (Master's Thesis, Uppsala University, 2017).

[28] Ahmed, Mubaraz and Fred Lloyd-George, A War of Keywords: How Extremists are Exploiting the Internet and what to do about it,(The Tony Blair Institute for Global Change, 2017).

[29] Al-Rawi, Ahmed, Video Games, Terrorism, and ISIS's Jihad, (Terrorism and Political Violence, 30(4), 2018), pp.740-760.

[30] محمد بن جرير الطبري، تاريخ الطبري (دار التراث، بيروت، 1387ء)، 2: 550

[31] ابن كثير، اسماعيل بن عمر، البداية والنهاية، (دار احياء التراث العربي، بيروت، 1988ء) 4: 133

[32] سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں ریاستی امن کے لیے جامع حکمت عملی: ایک تحقیقی جائزہ، ڈاکٹر محمد عال و ڈاکٹر محمد ماجد، (مجلہ انوار السیرۃ، دسمبر 2024ء، بہاولپور)، 2(2): 159

ریاست کے خلاف بغاوت اور مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہوں۔ اگرچہ اس مقصد کے لیے2016ء میں سائبر کرائم بل کے نام سے ایک قانون پاکستان میں نافذ کیا گیا، جس میں سوشل میڈیا کو مذموم مقاصد کے لیے استعمال پر سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں، اس بل کی ایک شق میں کہا گیا:

''Whoever prepares or disseminates information through any information system or device, that invites or motivates to fund, or recruits people for terrorism or plans for terrorism shall be punished with imprisonment for a term which may extend to seven years or with fine or with both.''[33]

اس قانون کی منظوری اگرچہ قابل ستائش اقدام ہے، لیکن اصل بات اس قانون پر حقیقی معنوں میں عمل درآمد کرنا ہے، اس کو نوجوان نسل تک پہنچانا اور ان کی تربیت کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے، کیوں کہ اس وقت وطن عزیز کو دہشت گردی کی لہر کا سامنا ہے اور دہشت گردوں کا سوشل میڈیا پر اصل ہدف نوجوان ہوتے ہیں۔

6.1.3۔ نظام کے اندر رہ کر ریاست وریاستی اداروں کو نقصان پہنچانے والے عناصر کی سرکوبی

سوشل میڈیا پر ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو نظام کے اندر رہ کر اس سے فوائد بھی حاصل کرتے ہیں اور ساتھ میں ریاستی اداروں اور ان سے منسلک افراد کے متعلق جھوٹی خبروں یا خبروں کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے عوام خصوصاً نوجوان نسل اور ریاستی اداروں میں خلیج پیدا کرنا چاہتے ہیں اور ملک کو خانہ جنگی کی طرف دھکیلنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں تھی جو لوگوں کو ریاست کے مقابل کھڑے ہونے کی ترغیب دیتے تھے اور اپنے مذموم مقاصد کے لیے ان لوگوں نے جو ٹھکانے بنوائے، رسول اللہ ﷺ نے ریاستی طاقت کو استعمال کرتے ہوئے ان کے ٹھکانے تک مسمار کروائے، جن میں قابل ذکر مثال ''مسجد ضرار'' کی ہے، جو مسجد کے نام سے بنوائی گئی عمارت تھی لیکن اس کا استعمال ریاست میں امن کو نقصان پہنچانے کے لیے کیا جاتا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس عمارت کی مسماری کے احکامات نہ صرف جاری کروائے بلکہ اس پر عمل بھی کروایا۔[34]

اسلامی ریاست کو سیرتِ طیبہ کے ان مثالوں کی روشنی میں ریاست کے اندر ریاست اور ریاستی اداروں کے خلاف سوشل میڈیا پر پروپیگنڈے کرنے والوں اور ریاستی اداروں اور عوام میں خلیج پیدا کرنے والوں کے خلاف کارروائی کرنی چاہیے، اور سوشل میڈیا پر بنے ان کے گروپس اور چینلز کو ختم کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات اٹھانے چاہیے۔ پاکستان میں حال ہی میں اس حوالے سے قانون سازی ہو چکی ہے، لیکن اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ قانون سازی غیر فطری نہ ہو اور دوسرا اس پر حقیقی معنوں میں عمل درآمد ہو۔ دوسری ان قوانین کی عوامی سطح پر ترویج اور ان سے نوجوان نسل کو آگاہ کرنا ہے۔

6.1.4۔ صوبائی اور لسانی عصبیت کا سدِباب

سوشل میڈیا پر مختلف قسم کے صوبائی ولسانی عصبیت پر مبنی مباحث کو چھیڑ کر صارفین خصوصاً نوجوانوں میں تعصب پیدا کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں، جس کے نتیجے میں معاشرے میں صوبائی ولسانی تعصب کو فروغ ملتا ہے۔ اس حوالے سے ریاست پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ

---

[33] The Prevention of Electronic Crimes Act, 2016, Article no: 10(b)

[34] محمد بن جریر الطبری، تفسیر الطبری، (مؤسسة الرسالة، بیروت، 2000ء) 14: 468

عصبیت پر مبنی مواد کو سوشل میڈیا پر پھیلنے سے روکے اور اس قسم کا مواد شیئر کرنے والوں کے خلاف کارروائی کرے۔ سیرتِ طیبہ میں کئی ایسی مثالیں موجود ہیں، جس میں عصبیت پر مبنی نعروں کو رسول اللہ ﷺ نے انتہائی سختی سے رد فرمایا۔ غزوۂ مریسیع کے موقع پر جب ایک مہاجر و انصاری کے مابین کسی بات پر تنازعہ پیدا ہوا، اور ایک نے انصار اور دوسرے نے مہاجرین کو پکارا اور قومی تعصب کو بنیاد بنا کر جھگڑا ہوتے ہوتے رہ گیا تو منافق عبداللہ بن ابی نے اس موقع کو غنیمت جان کر عصبیت کو ہوا دینی شروع کی، تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کی اس سازش کا پردہ چاک فرمایا۔[35] اسی طرح ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ نے عصبیت کے نعروں کو ناپسند فرماتے ہوئے ایسے لوگوں کو ملامت کیا۔[36]

اسلامی ریاست پر اس حوالے سے بھی اقدامات اٹھانا لازم ہے، کیوں کہ عصبیت کے خوش نما نعروں کے پیچھے پوشیدہ آگ میں کئی نسلیں اپنے زندگیاں برباد کر دیتی ہیں۔ خصوصاً پاکستان جو مختلف اکائیوں پر مشتمل ایک وفاق ہے، تو یہاں کسی ایک اکائی میں اس قسم کے جذبات کو ہوا دینا پورے وفاق کے مستقبل کو مخدوش کر دیتا ہے۔ لہٰذا عصبیت کے ان خوش نما نعروں کو سوشل میڈیا پر روکنے کے سنجیدہ اقدامات اٹھائیں اور نوجوانوں کو ان نعروں کی حقیقت اور ان کے نقصانات سے آگاہ کرنے کے لائحہ عمل بنائیں۔

6.2۔ سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کی تعلیم وتربیت میں ریاستی ذمہ داری

سوشل میڈیا نوجوانوں کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں، کیوں کہ سوشل میڈیا کی صورت میں ان کو تعلیم، روزگار اور تفریح وغیرہ کے لاتعداد ذرائع گھر بیٹھے دستیاب ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس نعمت سے حقیقی معنوں میں مستفید ہونے کے لیے ان کو سوشل میڈیا کے استعمال کی مطلوبہ تعلیم وتربیت درکار ہوتی ہے، اور یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ زمانے کے چیلنجز کو مدنظر رکھ کر نوجوان نسل کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کریں۔ لہٰذا ذیل میں اس حوالے سے سیرتِ طیبہ سے مثالوں کی روشنی میں ریاست کی ذمہ داری کا تعین کیا جائے گا:

6.2.1۔ تعلیم وتربیت کے فروغ کے لئے اقدامات

سوشل میڈیا چونکہ رابطہ کاری کا انتہائی آسان ذریعہ ہے، اس لیے ریاست پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ نوجوان نسل کو اس بات کی عملی تربیت فراہم کرے کہ سوشل میڈیا پر وہ کس طرح تعلیم کا حصول ممکن بناسکتے ہیں۔ خصوصاً بین الاقوامی طور پر خود کو مختلف علوم وفنون میں منوانے والے اداروں اور شخصیات سے سوشل میڈیا کے ذریعے استفادہ حاصل کرنے کی عملی تربیت فراہم کی جائے، ای لرننگ (E-learning) اور آن لائن لائبریریز کو فروغ دیا جائے۔ سیرتِ طیبہ میں اس حوالے سے کئی مثالیں موجود ہیں، جیسے خود رسول اللہ ﷺ نے زید بن ثابتؓ کو سریانی زبان سیکھنے کے لیے یہود کے پاس جانے کے لیے حکم دیا[37] اور فاصلاتی نظام تعلیم کا تصور بھی دیا کہ ہجرت سے پہلے سیدنا مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ منورہ بھیجا[38] اور صحابہ کرامؓ کے انفرادی واجتماعی وفود مختلف علاقوں کو روانہ کیے۔

---

[35] يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ. (سورۃ المنافقون، 8:63)

[36] سنن ابی داؤد، کتاب النوم، باب فی العصبیة، حدیث نمبر: 1521

[37] سنن الترمذی، ابواب الاستئذان والآداب عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء فی تعلیم السریانیة، حدیث نمبر: 2715

[38] عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویة، (شرکة مکتبة ومطبعة مصطفیٰ البابی، مصر، 1375ھ)، 1: 434

6.2.2۔ اعلیٰ اخلاقی اقدار کی تربیت

ہم ایک اسلامی اور مشرقی معاشرے میں رہ رہے ہیں، جہاں بچوں کو گھر ہی سے اعلیٰ اخلاقی اقدار، معاشرتی روایات اور بڑے بزرگوں کی عزت وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اب سوشل میڈیا کے آنے کے بعد والدین بچوں کو اس نہج پر تربیت نہیں کرتے جس طرح ماضی میں ہوتا تھا، لہٰذا اب یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہی اخلاق وآداب بچوں کو سکھانے کے لیے اقدامات اٹھائے، جو ایک اسلامی ومشرقی معاشرے کا خاصہ ہیں۔ ان اعلیٰ اخلاقی اقدار میں سچائی، دیانت داری، بڑوں کی عزت واحترام کی تعلیم دینا اور بہتان طرازی، جھوٹ، برے القابات، گالم گلوچ اور بے ادبی وبد اخلاقی سے منع کرنا شامل ہیں۔ سوشل میڈیا پر نوجوان میں انہی اعلیٰ اخلاقی اقدار ومعاشرتی روایات کی کمی شدت سے محسوس کی جاتی ہے، اس کے لیے ریاست کو نصابی وغیر نصابی ہر دو طرح کی حکمت عملی بنانی چاہیے۔ سیرت طیبہ پر نظر ڈالنے سے ہمیں یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نبی اور حکمران دونوں حیثیتوں سے امت وشہریوں کو اعلیٰ اخلاقی اقدار اپنانے کی تعلیم دی، سچائی ہو، بڑوں کا احترام ہو، گالم گلوچ وبلا تحقیق بات کو آگے پھیلانے سے منع کرنا ہو یا بہتان طرازی سے روکنا، رسول اللہ ﷺ خطبات ومواعظ میں ان باتوں کی تعلیم بھی دی اور مخالفت پر سزائیں بھی جاری فرمائی۔

6.2.3۔ ریاست مخالف نظریات کے مقابل بیانیہ بنا کر اس کی ترویج وتشہیر کرنا

ریاست مخالف سوچ کے خاتمے اور سوشل میڈیا پر ایسے تخریبی افعال کا توڑ یہی ہے کہ ان کے مقابل اعتدال پسندی، امن اور ملک دوستی پر مبنی بیانیہ بنایا جائے اور اس کی خوب ترویج کی جائے۔[39] اس سلسلے میں سب سے اہم کام نوجوان نسل کی تربیت ہے۔ آج کا نوجوان اپنا اکثر وقت سوشل میڈیا پر گزارتا ہے، اس لیے تعلیمی نصاب اور دیگر ذرائع سے ان کو سوشل میڈیا کا مثبت استعمال سکھانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ انہیں سمجھایا جائے کہ ان کا مستقبل اس ملک اور اس کی سلامتی سے وابستہ ہے۔ لہٰذا اس کا روشن مستقبل اور آئندہ نسلوں کی بقا یہاں پائیدار امن کا قیام کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر ہم نے نوجوان کی صحیح نہج پر تربیت کی تو یہی نوجوان ریاست مخالف عناصر کو سوشل میڈیا پر بہترین طریقے سے کاؤنٹر (Counter) کرے گا اور اپنے ساتھ دیگر ناپختہ ذہنوں کو تخریبی عناصر کا شکار ہونے سے بچائے گا۔ سیرت طیبہ میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مخالفین کے نظریات اور نعروں کے مقابل اپنا نظریہ اور نعرہ کھڑا کر کے نہ صرف مخالفین کو شکست دی؛ بلکہ اپنے ریاست کے شہریوں کو بھی ان کے نعروں ونظریات کا شکار ہونے سے بچایا، جیسے غزوۂ احد کے موقع پر جب ابو سفیان نے اپنے معبودانِ باطلہ کے نعرے لگائے اور مسلمانوں نے ان کو سنا تو رسول اللہ ﷺ نے خود سیدنا عمرؓ کو ان نعروں کا جواب سکھایا کہ اس طرح جواب دو۔[40]

6.2.4۔ آن لائن کاروبار اور سکلز کی عملی تربیت

سوشل میڈیا کے ذریعے کمائی کے بہت سے مواقع دستیاب ہوتے ہیں، لیکن اس میں کچھ جوئے اور دیگر خرافات پر مشتمل ہوتے ہیں، اس لیے ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس حوالے سے نوجوانوں کو عملی تربیت فراہم کرے تاکہ وہ غلط اور شرعاً حرام طریقوں سے کمائی

---

[39] Briggs, Rachel and Sebastian , Review of Programs to Counter Narratives of Violent Extremism, (Institute for Strategic Dialogue, London، 2013), p. 6.

[40] احمد بن الحسین البیهقی، دلائل النبوۃ، (دار الکتب العلمیة، بیروت، 1405ھ)، 3: 268

کرنے کے بجائے، حلال اور قانونی طریقوں سے کمائی کر سکے۔ پاکستان جیسے ممالک میں جہاں بے روزگاری کا ایک بڑا مسئلہ ہے، سوشل میڈیا کے ذریعے کاروبار ایک طرف روزگار کا مسئلہ حل کرنے کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف ملکی زرِ مبادلہ میں اضافے کا باعث بھی بنے گا۔ اس لیے تعلیمی نصاب میں بھی اس حوالے سے عملی تربیت کے مضامین شامل کیے جائیں اور شارٹ کورسز وغیرہ کا حکومتی سطح پر اہتمام کیا جائے۔ اس کے ساتھ ریاست کو سوشل میڈیا پر اپنے نوجوانوں کے لیے اپنا پلیٹ فارم بنانا چاہیے جہاں وہ اپنے سکلز کے ذریعے کمائی کر سکیں، تاکہ وہ دوسروں کے پلیٹ فارم پر جا کر ان کے ناجائز ٹیکسز کی ادائیگی سے بچ سکیں۔ سیرتِ طیبہ میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں کہ ریاستی سطح پر اپنے شہریوں کی کاروباری سرگرمیوں کے لیے اپنا پلیٹ فارم بنایا گیا، جیسے مدینہ منورہ کے بازار میں یہود کی اجارہ داری اور ظالمانہ ٹیکسز سے مسلمانوں کو کافی پریشانی کا سامنا تھا، اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے اپنے ٹیکس فری بازار کا قیام فرمایا، جس میں مسلمانوں کے کاروبار نے خوب ترقی کی اور ان کے ساتھ ریاست کو بھی مالی فائدہ پہنچا۔[41]

6.2.5۔ اتفاق و اتحاد کے حوالے سے آگاہی

سوشل میڈیا در اصل لوگوں کے درمیان رابطے آسان بنانے اور دوریاں کم کرنے کا آلہ ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے یہاں اس کو افتراق و تقسیم کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ سوشل میڈیا کے آنے کے بعد ہمارے اختلافات کم ہونے کے بجائے بڑھ گئے ہیں۔ سوشل میڈیا پر ہر وقت جنگ کا ماحول بنا رہتا ہے، لہٰذا ریاست کی ذمہ داری ہے کہ اس حوالے سے اقدامات اٹھائیں اور سوشل میڈیا کو حقیقی معنوں میں رابطوں کے بڑھانے اور دوریاں کم کرنے کا آلہ بنائے، اور اس بات کی تعلیم و تربیت دیں کہ اختلاف کا مطلب دشمنی نہیں ہوتا بلکہ دلیل کی بنیاد پر اختلاف رکھتے ہوئے بھی ایک ساتھ رہا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سیرت النبی کی تعلیمات یقیناً مشعلِ راہ ہے اور اس استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنوں اور غیروں کو مشترکہ نکات پر جمع فرمایا، اپنوں کو "مؤاخات"[42] کی صورت میں اور غیروں کو "میثاق مدینہ"[43] کی صورت میں۔ آج ہمارے معاشرے میں ایسے متفقہ میثاق کی ضرورت ہے، جو یقیناً 1973ء کا آئین ہے، جس پر سب متفق ہو کر ایک ملک میں اپنی زبان، روایات، رسم و رواج اور نظریات کے ساتھ متفقہ طور پر رہ سکتے ہیں۔

7.0۔ نتائج

- سوشل میڈیا اس وقت پوری دنیا پر اثرانداز ہے اور اس کا اثر ہر طبقہ و شعبہ زندگی پر محسوس کیا جا سکتا ہے، اور اس صورتِ حال میں سب سے آگے وہی قوم ہوگی، جو سوشل میڈیا کا مثبت استعمال یقینی بنائے۔
- سوشل میڈیا کے مثبت استعمالات میں تعلیم و تحقیق کی دست یابی، رابطہ کاری کی آسانی، کاروبار کے نئے مواقع اور معاشرتی شعور و بیداری وغیرہ سرفہرست ہیں۔
- سوشل میڈیا کے منفی استعمالات بھی بے شمار ہیں، جن میں بہتان طرازی، جھوٹ، پروپیگنڈے، گالم گلوچ، ریاست مخالف سرگرمیاں

---

[41] ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبراني، المعجم الكبير، باب الميم، الزبير بن اسيد عن ابيه، حديث نمبر: 586

[42] ابن سید الناس محمد بن محمد، عیون الاثر، (دار القلم، بیروت، 1414ھ)، 1:230

[43] مولانا محمد ادریس کاندھلوی، سیرت مصطفیٰ ﷺ، (کتب خانہ مظہری، کراچی)، ص: 438

اور دہشت گردوں کی مجرمانہ سرگرمیوں کی ترویج وغیرہ شامل ہیں۔

- رسول اللہ ﷺ اپنے زمانے میں ابلاغ کے تمام ذرائع کو بروئے کار لائے، لیکن آپ ﷺ غیر شرعی امور سے خود کو بچاتے ہوئے ان ذرائع کا استعمال فرماتے، لہٰذا سوشل میڈیا کو مثبت اور دینی وفلاحی مقاصد کے لیے استعمال کرنا جائز اور وقت کی ناگزیر ضرورت ہے۔
- سوشل میڈیا کے منفی استعمال کو روکنا ریاست کی ذمہ داری ہے، لہٰذا سوشل میڈیا کے لیے منصفانہ، موثر اور قابلِ عمل قوانین بنانا اور اس کے نفاذ کے لئے حکمت عملی بنانا ریاست پر لازم ہے۔
- سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کو یقینی بنانے کے لیے تعلیم وتربیت کی اشد ضرورت ہے، اس مقصد کے لیے سیرت طیبہ کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں، لہٰذا ان کی روشنی میں موثر لائحہ عمل بنایا جائے اور اس کے عملی نفاذ کو یقینی بنانا ضروری ہے۔

8.0۔ تجاویز وسفارشات

اس مقالہ میں زیر بحث لائے گئے اموراور دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری ریاست پر عائد ہوتی ہے اور سوشل میڈیا سے کماحقہ فائدہ اٹھانے کے لیے اور اس کے مثبت استعمال کو یقینی بنانے کے لیے ریاست مختلف اداروں اور افراد سے ان کے دائرہ کار میں کام لے سکتی ہے، جس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے:

حکومت اور پارلیمنٹ کی ذمہ داری:

سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کے حوالے سے سب سے بڑی ذمہ داری حکومت اور پارلیمنٹ پر عائد ہوتی ہے، کہ وہ موثر قانون سازی کے ذریعے نوجوانوں کو سوشل میڈیا کے منفی استعمال سے روکے اور مثبت استعمال کی طرف مختلف طریقوں سے راغب کرے۔

- سوشل میڈیا پر لسانی، صوبائی، فرقہ وارانہ اور ریاست خلاف مواد پھیلانے کو پی ٹی اے (PTA)، ایف آئی اے (FIA) اور نیشنل سائبر کرائم انوسٹگیشن ایجنسی (NCCIA) کے ذریعے روکا جائے اور خلاف ورزی پر قانونی کارروائی یقینی بنائی جائے اور ساتھ میں ان قوانین کی ترویج وتشہیر بھی کرائی جائے۔

تعلیمی اداروں سے متعلقہ امور:

- ریاست کی ذمہ داری ہے کہ تمام عصری ودینی مدارس کے نصاب میں سوشل میڈیا سے مستفید ہونے کے حوالے سے عملی مضامین شامل کیے جائیں تاکہ سکول، کالجز، یونیورسٹیوں اور مدارس کے فارغ التحصیل فضلا وعلا زمانے کی ضروریات کو سمجھ کر ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔
- ملکی آئین وقانون کی روشنی میں طلبہ کو سوشل میڈیا کے جائز وناجائز استعمال کے مطابق مکمل طور پر روشناس کرایا جائے، تاکہ وہ غیر قانونی وغیر شرعی سرگرمیوں سے بچ سکیں۔

علماء کرام سے متعلقہ امور

- ریاست علما وخطبا کو اس بات کا پابند بنائے کہ وہ عوامی اجتماعات جیسے جمعہ، عیدین وغیرہ میں سوشل میڈیا کے مثبت استعمال سے متعلق سیرت طیبہ کی تعلیمات لوگوں کے سامنے بیان کریں، تاکہ عوام خصوصاً نوجوان اس کے دینی پہلو سے بھی باخبر ہوں۔

میڈیا سے متعلقہ امور:

- ریاست پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کو پابند بنائے کہ وہ سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کے فوائد نسل نو تک پہنچائے اور منفی استعمال کے نقصانات پر مباحثے کرائیں، تاکہ نوجوان نسل سوشل میڈیا کا مفید استعمال سیکھیں اور دنیوی واخروی فوائد حاصل کریں اور نقصانات سے بچ سکیں۔

حقیقت یہی ہے کہ ریاست کی سرپرستی میں تمام افراد واداروں سوشل میڈیا کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں اپنے ذمہ عائد فرائض کو اخلاص کے ساتھ ادا کریں تو وطن عزیز کے بہت سے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے، کیوں کہ ایک مسلمان کے لیے سیرت النبی ﷺ ہی میں تمام مسائل کا مکمل اور یقینی حل موجود ہے۔

آپ ہی کے جلوؤں سے ہر طرف اجالا ہے — ظلمتوں سے انساں کو آپ نے نکالا ہے
تیرگی کے دریا میں غرق ہونے والوں کو — ماہ و کہکشاں کر کے آپ نے اچھالا ہے

7

مقالہ نگار:

ڈاکٹر حافظ محمد صدیق

Abstract:
In the contemporary digital age, social media has become a powerful tool influencing individual behavior, public opinion, and societal norms. This paper explores the responsibilities of the state in guiding, educating, and training citizens toward the productive and ethical use of social media, drawing upon the principles derived from the life and teachings of the Prophet Muhammad ﷺ. By analyzing key prophetic values such as truthfulness, justice, moderation, and public welfare, the study highlights how these values can inform modern media ethics and policy-making. Furthermore, it emphasizes the role of government institutions, educational systems, and religious leadership in promoting a media culture rooted in constructive discourse and moral accountability. The findings suggest that integrating Prophetic guidance into national digital strategies can lead to a more informed, responsible, and ethically conscious digital society.

Keywords: Sīrah al-Nabī ﷺ, State Responsibility, Social Media Ethics, Media Education, Islamic Values, Moderation, Digital Literacy, Public Welfare, Media Policy

1. تعارف

سیرت طیبہ ہر دور کے مسائل کے لیے اک نسخۂ اکسیر ہے۔ اس میں تعلیم، تربیت، اور سماجی اصلاح کے ایسے اصول موجود ہیں جو آج کے جدید دور میں بھی قابلِ عمل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اصلاحِ فرد کا کل سامان مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ ایک فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی، جہاں تعلیم و تربیت کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔

آج سوشل میڈیا نے پاکستان میں نہ صرف مواصلاتی انقلاب برپا کیا ہے، بلکہ یہ معاشرتی اقدار، سیاسی مکالمے، اور نوجوان نسل کی تربیت کا مرکز بھی بن گیا ہے۔ Global Digital Insights کی جنوری 2024ء کی رپورٹ کے مطابق ملک میں 71 ملین سے زائد صارفین ٹک ٹاک، فیس بک، اور ٹوئٹر جیسے پلیٹ فارمز کو روزانہ استعمال کرتے ہیں، جن میں 60٪ سے زیادہ 18 سے 35 سال کی عمر کے افراد شامل ہیں۔[1] تاہم اس ڈیجیٹل طوفان کے ساتھ جھوٹی خبروں اور افواہوں کا پھیلاؤ، نفرت انگیز مواد اور فرقہ واریت کی ترویج، شدت پسند اور انتہاپسندانہ بیانیہ کی تعمیر، غیر

[1] گلوبل ڈیجیٹل انسائٹس، "ڈیجیٹل 2024: پاکستان"، https://datareportal.com/reports/digital-2024-pakistan، مشاہدہ: 15 مارچ، 2025ء۔

اخلاق اور بے راہ روی پر مبنی مواد کی عام دستیابی، جعلی اکاؤنٹس اور سائبر کرائمز کے واقعات کی کثرت، پرائیویسی کی خلاف ورزیاں، غیر ضروری مباحث اور منفی رویوں کا فروغ، نیز آن لائن ہراسمنٹ اور سائبر بلیئنگ جیسے مسائل نے ایک نئے اخلاقی اور سماجی بحران کو جنم دیا ہے۔ ایسے میں ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ نہ صرف قوانین کے ذریعے سائبر فضاؤں کو محفوظ بنائے، بلکہ عوام کو اسلامی اصولوں پر مبنی ڈیجیٹل شہریت کی تربیت بھی دے۔

سیرت النبی ﷺ اس سلسلے میں جامع رہنمائی کا کل سامان بہم پہنچاتی ہے۔ جہاں آپ ﷺ نے معاشرتی انصاف اور اخلاقیات کو ریاستی پالیسیوں کا بنیادی ستون بنایا، وہیں مدینہ کی ریاست میں آپ ﷺ نے 'میثاق مدینہ' کے ذریعے ثقافتی و مذہبی تنوع کے باوجود اجتماعیت کو مضبوط کیا۔ نیز 'الصفہ' جیسے تعلیمی مراکز قائم کر کے علم کو سماجی تبدیلی کا ذریعہ بنایا۔ آج پاکستانی ریاست کو بھی سوشل میڈیا کے مفید استعمال کو فروغ دینے کے لیے نبوی اصلاحی تصورات مثلاً: صداقت، امانت، دیانت، اجتماعی بہبود، اعتدال و میانہ روی، بردباری، فروغ علم وحکمت، مثبت اور تعمیری سرگرمیوں کی ترویج، حق و عدل کا قیام، اور غیر ضروری بحث و مباحثے کی حوصلہ شکنی، انتہاپسندی سے گریز، زبان درازی اور دست درازی کی ممانعت، بغیر تحقیق بات آگے بڑھانے کی ممانعت، وغیرہ کو سوشل میڈیا وعصری ٹیکنالوجی پر منطبق کرانا ہوگا۔ یہ مقالہ اسی تناظر میں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ریاستی ذمہ داریوں کی نشاندہی کرتے ہوئے پاکستان کے ڈیجیٹل چیلنجز کا نبوی حل تلاش کرنے کے لیے لکھا گیا ہے۔

2. سوشل میڈیا اور نبوی تعلیمات: بنیادی اصول

سوشل میڈیا کا استعمال نبوی تعلیمات کے بنیادی اصولوں کے تابع ہونا چاہیے، جن میں امانت، صداقت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ترویج، اور اجتماعیت کی حفاظت وغیرہ شامل ہیں۔ جیسا کہ کلام اللہ میں فرمانِ ربانی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾[2]

(یقیناً اللہ امانتیں جن کی ہیں تمہیں انہی کے سپرد کرنے حکم فرماتا ہے۔)

یہ فرمان باری تعالیٰ معلومات کی ذمہ داری کی طرف اشارہ کرتا ہے، نیز یہ اسلامی اصول تقاضا کرتا ہے کہ سوشل میڈیا پر ہر خبر، تصویر، یا مواد امانت سمجھتے ہوئے شیئر کرنا چاہیے، کیوں کہ جھوٹی یا غلط معلومات پھیلانا نبوی اصول امانت کی خلاف ورزی اور خیانت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ترویج کو ایمان کی علامت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"تم میں سے جو کوئی منکر دیکھے، اسے ہاتھ سے بدلے، اگر نہیں تو زبان سے، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا جانے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔"[3]

اس حدیث کی روشنی میں سوشل میڈیا پر غلط، فحش، یا نفرت انگیز مواد کے خلاف بیزاری کا اظہار، آواز اٹھانا اور روک تھام کے لیے عملی اقدامات کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ مزید برآں، نبی ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں صداقت بدرجۂ اتم تھی، تبھی قبل از بعثت ہی آپ 'الصادق الامین' کے لقب سے

---

[2] القرآن الکریم، سورۃ النساء4:58۔

[3] مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح، ترتیب: محمد فؤاد عبد الباقی، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2000)، کتاب الایمان، باب بیان کون النهي عن المنكر من الایمان، حدیث نمبر: 49۔

ملقب ہو چکے تھے۔[4] نیز آپ ﷺ کا فرمانِ عالی ہے:

"إن الصدق يهدي إلى البر، وإن البر يهدي إلى الجنة"

(یقیناً صدق نیکی اور نیکی جنت کی سمت لے جانے والا راستہ ہے۔)[5]

جس کا تقاضا ہے کہ سوشل میڈیا پر صرف سچی اور تصدیق شدہ معلومات ہی شیئر کی جائیں۔ اجتماعیت و تکثیریت کی حفاظت کے حوالے سے 'میثاق مدینہ' ایک مثالی دستاویز ہے، جس میں مختلف مذاہب اور قبائل کے درمیان امن و انصاف کو یقینی بنایا گیا تھا۔[6] آج کے دور میں سوشل میڈیا کے قوانین بھی انہی بنیادی اصولوں پر استوار ہونے چاہئیں، تاکہ سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی ترویج کے ساتھ ساتھ حق کی بالادستی، آزادیٔ اظہارِ رائے اور معاشرتی ہم آہنگی عملی طور پر وجود میں آسکے۔ نبوی تعلیمات سے ماخوذ ان بنیادی اصولوں کی بہتر تفہیم کے لیے انہیں حسب ذیل پانچ حصوں میں بیان کیا جاسکتا ہے:

1. بنیادی اخلاقی اصول
2. معاشرتی اصول
3. تعلیمی اصول
4. قانونی اور انتظامی اصول
5. عصری رہنما اصول

1.1. بنیادی اخلاقی اصول (Individual Ethics):

سوشل میڈیا کے استعمال میں اسلامی تعلیمات ہمیں اعلیٰ اخلاقی اقدار اپنانے کی تلقین کرتی ہیں، جن میں صداقت، امانت اور دیانت نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ ان اخلاقی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ہم سوشل میڈیا کو ایک مثبت اور مفید ذرائع ابلاغ و مواصلات میں بدل سکتے ہیں۔

2.1.1. صداقت (Truthfulness):

صداقت یعنی سچ بولنا اسلام کی بنیادی تعلیم ہے، جیسا کہ کلام اللہ میں ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾[7]

(اے اہل ایمان! ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور ہو جاؤ صادقین کے ساتھ)

سوشل میڈیا پر خبریں، معلومات یا ذاتی خیالات شیئر کرتے وقت صداقت سے کام لینا فرض ہے تاکہ جھوٹ اور فتنہ نہ پھیلے۔ اسی طرح

---

[4] عبد الملک بن هشام، السيرة النبوية، (قاہرہ، مكتبة محمد علی صبيح وأولاده، 1955)، ج 1، ص 183

[5] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحيح، (بیروت، دار طوق النجاة، 2002)، كتاب الأدب، باب قول النبي ﷺ "إن الصدق يهدي إلى البر، حديث نمبر: 6094

[6] ڈاکٹر محمد طاہر القادری، کائنات انسانی کا پہلا تحریری دستور (لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز، 2000)، ص 15۔

[7] القرآن الکریم، سورۃ التوبۃ، 9:119۔

اکثر لوگ بنا تحقیق کیے کوئی خبر، ویڈیو یا تصویر شیئر کر دیتے ہیں، جس سے غلط فہمیاں اور فتنہ پیدا ہو سکتا ہے، اس لیے محتاط رویہ اختیار کرنا ضروری ہے، کیوں کہ اسلام ہمیں ہر خبر کی تصدیق کا حکم دیتا ہے۔ فرمانِ باری ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾[8]

(اے اہل ایمان! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اچھی طرح سے چھان بین کر لیا کرو، ایسا نہ ہو جائے کہ تم کچھ لوگوں کو انجانے سے مصیبت میں مبتلا کر دو اور پھر اپنے کیے پر ندامت کرتے رہ جاؤ)۔

یہ آیت ہمیں تاکید کرتی ہے کہ صداقت صرف سچ بولنے تک محدود نہیں، بلکہ سچ کی تلاش بھی صداقت کا حصہ ہے۔ نیز سوشل میڈیا پر بعض اوقات لوگ اپنی تعریف میں مبالغہ کرتے ہیں، یا کسی چیز (جیسے پروڈکٹ، سروس یا شخصیت) کی جھوٹی تعریفی گمراہ کن پوسٹیں لگاتے ہیں، اور رسولِ مکرم ﷺ نے اس کی شدید توبیخ فرمائی ہے:

"المتشبع بما لم يعط كلابس ثوبي زور"[9]

(جو شخص ایسی چیزوں کی نمائش کرے جو اسے دی ہی نہیں گئیں، وہ دو جھوٹے لباس پہننے والے کی طرح ہے)

یوں صداقت کا اصول سوشل میڈیا کے مفید استعمال کو پروان چڑھانے میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

2.1.2. امانت(Trustworthiness):

یہ ایک وسیع اخلاقی اصول ہے، جو صرف مال یا اشیاء کی حفاظت تک محدود نہیں بلکہ معلومات، تعلقات اور اعتماد کے ازہمہ پہلو تحفظ سے عبارت ہے۔ امانت داری کا تقاضا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے نجی پیغام میں بات کرے، یا کوئی ذاتی معلومات بتائے، یا تصاویر پرائیویٹ طور پر بھیجے، تو ان کو بلیک میلنگ یا تذلیل وغیرہ غلط مقاصد کے لیے استعمال کرنا یا اس کو بلا اجازت آگے پھیلانا خیانت ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"المستشار مؤتمن"[10]

(جس سے مشورہ طلب کیا گیا، وہ امین بنایا گیا)

نیز فرمانِ رسولِ خدا ﷺ ہے:

"إذا حدث الرجل [بالحديث] حديثا [ثم] فالتفت فهي أمانة"[11]

(تم سے جب کوئی شخص بات کرتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھے [یعنی رازداری کی کوشش کرے]

---

[8] القرآن الکریم، سورۃ الحجرات، 6:49۔

[9] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب المتشبع بما لم ینل، وما ینهی من افتخار الضرة، حدیث نمبر: 5219۔

[10] أبو عيسى محمد بن عيسى الترمذي، السنن، تحقيق: بشار عواد معروف (بيروت: دار الغرب الإسلامي، 1998ء)، كتاب الأدب عن رسول الله، باب إن المستشار مؤتمن، حديث نمبر: 2823

[11] أبو داود سليمان بن أشعث السجستاني، السنن، ترتيب: محمد محيي الدين عبد الحميد (بيروت: دار الفكر، 1994ء)، كتاب الأدب، باب في نقل الحديث، حديث نمبر: 4868۔

تو وہ بات ایک امانت ہے (اسے افشا نہیں کرنا چاہیے))۔

لہٰذا سوشل میڈیا کا استعمال کرتے وقت خود خائن ہونے سے بھی بچنا چاہیے۔

2.1.3. دیانت (Integrity):

دیانت یعنی ہر معاملے میں انصاف اور حق کا ساتھ دینا بھی ایک بنیادی اصول ہے، اور یہ اصول کئی اعتبار سے سوشل میڈیا کے مثبت کردار کو اجاگر کرنے میں معاونت فراہم کرتا ہے؛ مثلاً اگر کوئی شخص کسی اور کی تحریر، تصویر، یا ویڈیو استعمال کرتا ہے، تو دیانت داری کا تقاضا ہے کہ اس کا اصل ماخذ یا تخلیق کنندہ کا ضرور ذکر کرے۔ یا کسی اور کے کام کو، اس کی اجازت کے بغیر تبدیل کر کے یا بغیر تبدیلی کے اپنا کام بتانا دیانت کی خلاف ورزی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ خاتم النبیین ﷺ ہے:

"من غش فليس مني"[12]

(جس نے دھوکہ دیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں)۔

اسی طرح سوشل میڈیا پر بعض لوگ اپنی مقبولیت دکھانے کے لیے جعلی فالوورز یا لائکس خریدتے ہیں، حالانکہ یہ عمل دیانت داری سے کسی بھی طرح مطابقت نہیں رکھتا۔ اسلام ہمیں ظاہر و باطن کی یکسانی کی تلقین کرتا ہے، جیسا کہ رسولِ خدا ﷺ کا فرمانِ عالی ہے:

"المؤمن من أمنه الناس [على دمائهم وأموالهم] على أموالهم وأنفسهم"[13]

(مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنے مال و جان کے بارے میں امن میں ہوں)

اس لیے نہ صرف لوگوں کے سامنے بلکہ سوشل میڈیا پر بھی دیانت داری کا دامن تھامے رہنا چاہیے۔

1.2. معاشرتی اصول (Social Ethics):

سوشل میڈیا کے دور میں نبوی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے معاشرتی اصولوں کی ترویج ہماری دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔

2.2.1. امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ترویج (Promoting Good and Forbidding Evil):

سب سے پہلا اصول امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے، جو سوشل میڈیا جیسے وسیع اثر رکھنے والے پلیٹ فارم پر نہایت اہم ہے۔ خاتم المرسلین ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:

"من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان"[14]

(تم میں سے جو کوئی منکر دیکھے، اسے ہاتھ سے بدلے، اگر نہیں تو زبان سے، اور اگر یہ بھی نہیں تو دل سے، اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ سوشل میڈیا پر برائی کو نظر انداز نہیں کرنا بلکہ اسے، متعلقہ سوشل میڈیا پلیٹ فارم کو رپورٹ کرنے

---

[12] مسلم بن حجاج القشيري، الجامع الصحيح، كتاب الايمان، باب قول النبي ﷺ: من غشنا فليس منا، حديث نمبر: 102۔

[13] أبو عيسىٰ محمد بن عيسىٰ الترمذي، السنن، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب ما جاء في فضل من مات وهو يعمل، حديث نمبر: 2627۔

[14] مسلم بن حجاج القشيري، الجامع الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان، حديث نمبر: 49۔

سے یا دیگر ممکنہ ذرائع سے، روکنا مؤمن کا دینی و معاشرتی فریضہ ہے۔

2.2.2. اجتماعی بہبود(Public Welfare):

نبوی تعلیمات کے تناظر میں اجتماعی بہبود بھی ایک اہم معاشرتی اصول ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ مملکت خداداد پاکستان میں سوشل میڈیا صارفین صرف اجتماعی بہبود اور معاشرتی افادیت پر مبنی معلومات، خیالات اور خدمات کو فروغ دیں۔ جیسا کہ فرمان سید ولد آدم ﷺ ہے:

"المؤمن يألف ويؤلف، ولا خير فيمن لا يألف، ولا يؤلف، وخير الناس أنفعهم للناس"[15]

(مومن (لوگوں سے) مانوس ہوتا ہے اور (لوگ اس سے) مانوس ہوتے ہیں۔ اس آدمی میں کوئی خیر نہیں جو نہ خود کسی سے مانوس ہوتا ہے اور نہ کوئی اس سے مانوس ہوتا ہے۔ اور لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو دوسرے لوگوں کے لیے زیادہ مفید ہو)۔

سوشل میڈیا پر تعمیری اور فائدہ مند مواد کی اشاعت اس حدیث کے عملی مظاہر سے ممکن بنائی جاسکتی ہے۔

2.2.3. رواداری اور بردباری(Tolerance and Patience):

یہ اصول آج کے سوشل میڈیا معاشرے میں آن لائن مباحثوں، اختلاف رائے اور تنقید کے دوران نہایت اہم ہے۔ رسول کریم ﷺ اس صفت میں اسوۂ حسنہ تھے، جیسا کہ قرآن گواہی دیتا ہے:

﴿وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾[16]

(اگر آپ سخت مزاج ہوتے تو لوگ آپ کے اردگرد سے منتشر ہوجاتے)

خاتم الانبیاء ﷺ کی سنت کے مطابق مہذب معاشرتی رویوں کی تشکیل کے لیے آن لائن گفتگو میں نرمی، صبر، رواداری، حلم، بردباری اور برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

1.3. تعلیمی اصول(Educational Principles):

سوشل میڈیا کو اگر نبوی تعلیمات کی روشنی میں استعمال کیا جائے تو یہ فروغ علم و حکمت اور اصلاح نفس و معاشرہ کا مؤثر ذریعہ بن سکتا ہے۔

2.3.1. فروغِ علم و حکمت(Knowledge & Wisdom):

خاتم المرسلین ﷺ نے علم کی دینی قدر کو نہایت بلند قرار دیا اور علم کی راہ پر چلنے والے جنت کے راستے پر چلنے کی بشارت سے سرفراز فرمایا۔[17] تاکہ علم کے متلاشی کسی سستی و کاہلی کا شکار ہونے سے بچیں۔ سوشل میڈیا پر دینی، سائنسی، اخلاقی اور معاشرتی تعلیمات کو عام کرنا اسی

---

[15] أبو القاسم سليمان بن احمد الطبراني، المعجم الأوسط، تحقيق: طارق بن عوض الله بن محمد و عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني (رياض: دار الحرمين، 1995ء)، كتاب ما رواه سهل بن سعد عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في حسن الخلق والتعامل، حدیث نمبر: 5787۔

[16] القرآن الکریم، سورۃ آل عمران، 159:3۔

[17] مسلم بن حجاج القشيري، الجامع الصحيح، كتاب الذكر والدعاء والتوبة، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن، حدیث نمبر: 2699

حدیث کے عملی تقاضے کو پورا کرتا ہے۔

.2.3.2 تربیت و اصلاح(Training and Reformation):

اسی طرح تربیت و اصلاح بھی نبوی مشن کا بنیادی حصہ تھا، جیسا کہ کلام رب العالمین میں رسول محترم و محتشم ﷺ کے لوگوں کا تزکیہ اور انہیں علم و حکمت کی تعلیم دینا آپ ﷺ کا مقصدِ بعثت باور کرایا گیا۔[18] نبی کریم ﷺ نے قول و فعل ہر دو طرح سے اصلاح معاشرہ کی مثال قائم کی، جو کہ سوشل میڈیا پر تنقید برائے اصلاح، نصیحت اور حسنِ اخلاق کے ساتھ لوگوں کی تربیت کا فریضہ انجام دینے کا تقاضا کرتی ہے۔ نیز فرمانِ خاتم المرسلین ﷺ ہے:

"بلغوا عني ولو آية"[19]

(پہنچاؤ میری جانب سے، چاہے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو)

یہ حدیث مبارک تعلیم، تربیت اور اصلاح کی دعوت ہر فرد کی ذمہ داری قرار دیتی ہے اور آج کے دور میں سوشل میڈیا اس پیغام کو عام کرنے کا ایک طاقت ور ذریعہ ہے۔

.1.4 قانونی اور انتظامی اصول(Legal and Administrative Principles)

سوشل میڈیا کے حوالے سے نبوی تعلیمات کی روشنی میں بلا امتیاز اور یکساں قانونی اور انتظامی اصولوں کی پاسداری لازم ہے، جن میں انصاف کا قیام اور قانون کی بالادستی بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔

.2.4.1 انصاف کا قیام(Establishment of Justice):

دین اسلام نے انصاف کو امن اجتماع و معاشرہ کی اساس کا درجہ دیا ہے، جیسا کہ کلام اللہ میں ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾[20]

(یقیناً اللہ انصاف، احسان، رشتے داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو)۔

فرمان رسول ﷺ ہے: **"القضاة ثلاثة: واحد في الجنة، واثنان في النار، فأما الذي في الجنة فرجل عرف الحق فقضى به، ورجل عرف الحق فجار في الحكم، فهو في النار، ورجل قضى للناس على جهل، فهو في النار"**[21]، جس کی وضاحت یوں ہے کہ تین قسم کے قاضیوں میں جنت والا قاضی وہ ہے جو حق کے مطابق فیصلہ دے، جبکہ حق کے برخلاف فیصلہ دینے والا قاضی اور جہالت و عدم علم کے باوجود فیصلہ کرنے والا قاضی دونوں دوزخ میں ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدل کا نفاذ نہایت حساس اور اہم فریضہ ہے۔

---

[18] القرآن الکریم، سورۃ آل عمران، 3:164۔

[19] محمد بن اسماعيل البخاري، الجامع الصحيح، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، حديث نمبر: 3461

[20] القرآن الکریم، سورۃ النحل، 16:90۔

[21] أبو داود سليمان بن أشعث السجستاني، السنن، كتاب الأقضية، باب في القاضي يخطئ، حديث 3573

سوشل میڈیا پر رائے دینے، تبصرہ کرنے یا معلومات شیئر کرنے میں انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ کسی پر جھوٹا الزام نہ لگے، اور ہر بات دلیل اور تحقیق کے ساتھ کی جائے۔

2.4.2. قانون کی بالادستی (Rule of Law):

اسی طرح قانون کی بالادستی کا اصول نبوی ریاستِ مدینہ میں نمایاں تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی جگر گوشہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مثال دے کر فرمایا:

"وأيم الله، لو أن فاطمة بنت محمد سرقت، لقطع محمد يدها"[22]

(بخدا! اگر فاطمہ دختر محمد ﷺ بھی ارتکابِ سرقہ کرتی تو (میں) محمد ﷺ اس کا (حد جاری کرتے ہوئے) ہاتھ کاٹ دیتا۔)

یہ اعلان عدل کے تقاضے اور قانون کی بالادستی کی اعلیٰ ترین مثال ہے، جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ سوشل میڈیا پر کسی فرد یا جماعت کو ذاتی تعلق یا مخالفت کی بنیاد پر رعایت دینا یا زیادتی کرنا نبوی تعلیمات کی سراسر خلاف ورزی ہے۔

1.5. عصری رہنما اصول (Guiding Principles for the Modern Era):

سوشل میڈیا کے جدید استعمال میں نبوی تعلیمات سے رہنمائی لینا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، تاکہ ہم اس طاقت ور ذریعے کو خیر اور فلاح کے لیے استعمال کر سکیں۔ اس حوالے سے اہم عصری رہنما اصول حسب ذیل ہیں:

2.5.1. بغیر تحقیق بات آگے نہ بڑھانا (Avoiding Spreading Unverified Information):

اس حوالے سے کلام اللہ اپنے پیروکاروں کو تنبیہ کرتا ہے:

﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾[23]

(اے اہل ایمان! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اچھی طرح سے چھان بین کر لیا کرو)

نبی ﷺ نے بھی بغیر تحقیق بات آگے پہنچانے والے سے اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا:

"كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع"[24]

(آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی بات کو بیان کر دے)۔

2.5.2. غیر ضروری مباحث سے گریز (Avoiding Unnecessary Arguments):

اسی طرح سوشل میڈیا پر غیر ضروری مباحث سے گریز ضروری ہے، کیوں کہ فرمانِ رسول خدا ﷺ ہے:

---

[22] محمد بن اسماعيل البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الحدود، باب كراهية الشفاعة في الحد اذا رفع الى السلطان، حديث 6788۔

[23] القرآن الکریم، سورۃ الحجرات، 49:6۔

[24] مسلم بن حجاج القشيري، الجامع الصحيح، المقدمة، حديث نمبر: 5۔

"أنا زعيم ببيت في ربض الجنة لمن ترك المراء وإن كان محقا"[25]

(میں جنت کے ایک کونے میں گھر کا ضامن ہوں اس شخص کے لیے جو جھگڑا چھوڑ دے، خواہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو)

اس حدیث میں حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا ترک کرنے کی ترغیب موجود ہے، تو نبوی تعلیم کی روشنی میں ناحق اور جہالت پر مبنی جھگڑا و مباحثہ تو قطعاً درست نہیں ہو سکتا۔

2.5.3. اعتدال و میانہ روی(Moderation and Balance):

تیسرا اہم اصول ہے اعتدال و میانہ روی، جسے قرآن نے ﴿أُمَّةً وَسَطًا﴾[26] کہہ کر امتِ مسلمہ کی شناخت قرار دیا ہے۔ نبی ﷺ کا معمول ہی یہ تھا کہ آپ ﷺ ہر معاملے میں اعتدال اختیار فرمایا کرتے تھے۔

2.5.4. انتہا پسندی سے گریز(Avoiding Extremism):

عصری رہنما اصولوں میں سے انتہا پسندی سے گریز کا اصول بھی بہت اہم ہے، جس کے بارے میں فرمانِ رسول خدا ﷺ ہے:

"إياكم والغلو في الدين، فإنما هلك [أهلك] من كان قبلكم بالغلو [الغلو] في الدين"[27]

(دین میں غلو سے بچو، کیوں کہ تم سے پہلے (بھی کئی) لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے)۔

لہٰذا لسانی، علاقائی، سیاسی نیز مذہبی ہر طرح کی شدت پسندی کا ترک کرنا نبوی تعلیمات کے مطابق ہلاکت و بربادی سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

2.5.5. مثبت اور تعمیری سرگرمیوں کی ترویج(Promoting Positive and Constructive Activities):

نبوی تعلیمات سے ماخوذ اصولوں میں سے آخری مگر نہایت اہم اصول یہ ہے کہ سوشل میڈیا کا درست استعمال مثبت اور تعمیری سرگرمیوں کے فروغ کے لیے ہونا چاہیے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"خير الناس أنفعهم للناس"[28]

(سب سے بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع دے)۔

یہ اصول آج کے ڈیجیٹل معاشرے میں باشندگانِ مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ذمہ دار اور تعمیری کردار ادا کرنے والا مسلمان اور مہذب پاکستانی شہری بنانے کے لیے انتہائی ناگزیر ہے۔

---

[25] أبو داود سليمان بن أشعث السجستاني، السنن، كتاب الأدب، باب في ترك المراء، حديث نمبر: 4800۔

[26] القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ، 2:143۔

[27] أبوعبدالله محمد ابن ماجه القزويني، السنن، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي (بيروت: دار إحياء الكتب العربية، 1985ء)، كتاب المناسك، باب النهي عن الغلو في الدين، حديث نمبر: 3029۔

[28] أبو القاسم سليمان بن احمد الطبراني، المعجم الأوسط، كتاب ما رواه سهل بن سعد عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في حسن الخلق والتعامل، حديث نمبر: 5787۔

نبوی تعلیمات سے ماخوذ مندرجہ بالا تمام اصولوں کا نچوڑ یہ ہے کہ سوشل میڈیا کے استعمال کو محض اظہارِ رائے یا تفریح تک محدود نہ رکھا جائے، بلکہ اسے نبوی تعلیمات کی روشنی میں علم، اصلاح، عدل، رواداری، اور مثبت سرگرمیوں کے فروغ کے لیے استعمال کیا جائے۔ سچائی، دیانت، اعتدال اور تحقیق جیسے بنیادی اخلاقی و معاشرتی اصول یہ سکھاتے ہیں کہ ڈیجیٹل دنیا میں بھی اُسی احساسِ ذمہ داری، احتیاط اور خیر خواہی جیسے کار فرما اصولوں کی ضرورت ہے جس کا سبق قرآن و سنت نے سوشل میڈیا سے باہر کی دنیا میں انفرادی و اجتماعی زندگی کے لیے دے رکھا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت آج کے ڈیجیٹل اور تیز رفتار زمانے میں بھی کامل رہنمائی فراہم کرتی ہے، بشرطیکہ پورے اخلاص کے ساتھ ان تعلیمات کو اپنانے اور دوسروں تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

3. سوشل میڈیا اور ریاستِ پاکستان کی ذمہ داریاں نبوی تعلیمات کے تناظر میں

نبوی تعلیمات ریاست کے کردار کو محض نظم و نسق کے انتظام تک محدود نہیں کرتیں، بلکہ اسے ایک جامع فلاحی، تربیتی اور عدالتی نظام کے قیام کا ذمہ دار قرار دیتی ہیں، نیز ریاست ایک اخلاقی اور فلاحی نظام کی ذمہ دار ہے، جو عوام کی دینی، فکری اور سماجی ترقی کو یقینی بنائے۔

سوشل میڈیا کے تناظر میں سب سے پہلی ریاستی ذمہ داری تعلیم و تربیت ہے، جیسا کہ قرآن میں نبی کریم ﷺ کا منصب واضح کیا گیا: ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ﴾،[29] یعنی تعلیم، حکمت اور اخلاقی تزکیہ، خاص طور پر ڈیجیٹل شعور کے فروغ میں، ریاستی پالیسی کا حصہ ہونا چاہیے۔

دوسری ذمہ داری انصاف کی فراہمی ہے، جسے نبی ﷺ نے ہر ریاستی نظم کی بنیاد قرار دیا اور فرمایا:

"وأيم الله، لو أن فاطمة بنت محمد سرقت، لقطع محمد يدها"[30]

(بخدا! اگر فاطمہ دخترِ محمد ﷺ بھی ارتکابِ سرقہ کرتی تو (میں) محمد ﷺ اس کا (حد جاری کرتے ہوئے) ہاتھ کاٹ دیتا۔)

یعنی قانون کی بالادستی اور بغیر کسی فرد، گروہ، یا سیاسی پارٹی کی تفریق کے عدل کا قیام، سوشل میڈیا پر ہونے والے جرائم، جیسے کردار کشی، نفرت انگیزی اور فیک نیوز کے خلاف کارروائی میں بھی لازم ہے۔

تیسری ذمہ داری عوامی بہبود ہے، جسے نبی ﷺ نے یوں بیان فرمایا: **"خير الناس أنفعهم للناس"**،[31] ریاست پر لازم ہے کہ وہ سوشل میڈیا کو عوامی فلاح و بہبود، تعلیم، صحت، اور سماجی ہم آہنگی کے لیے استعمال کرے۔

چوتھا نکتہ اظہارِ رائے کی آزادی ہے، جو اسلام میں ایک محدود اور ذمہ دارانہ حق کے طور پر تسلیم شدہ ہے، چناں چہ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں خود کو عوام کے سامنے جوابدہ سمجھا اور ان کی تنقید کو برداشت کیا۔[32] تاہم اس آزادی کی حدود وہی ہیں جو قرآن میں دی گئی ہیں:

---

[29] القرآن الکریم، سورۃ آل عمران، 164:3۔

[30] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحدود، باب کراهية الشفاعة في الحد اذا رفع الى السلطان، حدیث 6788۔

[31] أبو القاسم سليمان بن احمد الطبراني، المعجم الأوسط، کتاب ما رواه سهل بن سعد عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في حسن الخلق والتعامل، حدیث نمبر: 5787۔

[32] ابن عبد الحکم، فتوح مصر والمغرب، (قاہرہ: مطبعة دار الكتب، 1920ء)، ص 132۔

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾[33]

(اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں، بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا)۔

لہٰذا ریاست پر لازم ہے کہ وہ اظہارِ رائے کو آزاد مگر بااخلاق اور قانون کے دائرے میں رکھے۔ اس وقت پاکستان میں سوشل میڈیا کا استعمال تو بڑھ رہا ہے، لیکن اس کے ساتھ غیر شائستہ، غیر تحقیق شدہ اور متشدد مواد بھی پھیل رہا ہے۔ موجودہ حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ریاست ایک ایسا ڈیجیٹل فریم ورک قائم کرے جو نبوی اصولوں پر مبنی ہو، جہاں تعلیم، عدل، خیر خواہی، اور اظہارِ رائے کا توازن برقرار رکھا جاسکے۔

3.1. تعلیمی پالیسیاں سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں

3.1.1. نصاب میں ڈیجیٹل اخلاقیات کی شمولیت:

عصرِ حاضر میں جہاں تعلیم جدید ٹیکنالوجی پر منتقل ہو چکی ہے، وہیں سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز نے نوجوانوں کی ذہنی تشکیل، سماجی رویوں اور فکری رجحانات پر گہرا اثر ڈالنا شروع کر دیا ہے۔ اس تناظر میں تعلیمی نظام کی یہ بنیادی ذمہ داری بن چکی ہے کہ وہ نہ صرف سائنسی اور فنی علوم فراہم کرے، بلکہ طلبہ کو ڈیجیٹل دنیا میں اخلاقی حدود، اسلامی اقدار اور سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں شعور بھی مہیا کرے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد ہی اخلاق کی تکمیل تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق"[34]

(بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے تاکہ میں اخلاق کے اعلیٰ اوصاف کی تکمیل کر دوں۔)

یہ حدیث پیغام دیتی ہے کہ تعلیم کا مقصد محض معلومات دینا نہیں بلکہ کردار سازی اور اخلاقی اصلاح ہے۔ چنانچہ جب ڈیجیٹل تعلیم کی بات کی جائے تو محض تکنیکی مہارتیں سکھانے پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ طلبہ کو یہ سکھانا بھی ضروری ہے کہ وہ آن لائن گفتگو، معلومات کی ترسیل، تصویری اور ویڈیو مواد کی نشر و اشاعت اور اختلافِ رائے میں اسلامی اخلاقیات کا خیال کیوں اور کیسے رکھیں۔ کلام اللہ میں ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾[35]

(اے اہل ایمان! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اچھی طرح سے چھان بین کر لیا کرو، ایسا نہ ہو جائے کہ تم کچھ لوگوں کو انجانے سے مصیبت میں مبتلا کر دو اور پھر اپنے کیے پر ندامت کرتے رہ جاؤ۔)

یہ آیت ایک مکمل "ڈیجیٹل اصول" مہیا کرتی ہے کہ جھوٹی خبر کو بغیر تحقیق کے آگے پھیلانا ایمان کے منافی ہے۔ اسی اصول کی روشنی میں ڈیجیٹل اخلاقیات کے نصاب میں یہ شامل ہونا چاہیے کہ کسی بھی اطلاع کو تصدیق کے بغیر شیئر نہ کیا جائے، کسی کی کردار کشی نہ کی

---

[33] القرآن الکریم، سورۃ الاسراء، 36:17۔

[34] أبوبكر احمد بن حسين البيهقي، السنن الكبرىٰ، تحقيق: محمد عبد القادر عطا (بيروت: دار الكتب العلمية، 1990ء)، باب في فضل حسن الخلق، حديث 1913۔

[35] القرآن الکریم، سورۃ الحجرات، 6:49۔

جائے، اور کسی بھی معاملے میں عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ فرمانِ رسول خدا ﷺ ہے:

"من غش فليس مني"[36]

(جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔)

سوشل میڈیا پر فیک نیوز، جعلی ویڈیوز اور جھوٹی شہرت یا جھوٹے پروفائل کے ذریعے کسی کو دھوکہ دینا اسی زمرے میں آتا ہے۔ لہٰذا اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تعلیمی نصاب میں ایسے مضامین یا ماڈیولز شامل کرے جو طلبہ کو ان جدید فتنے نما ذرائع کے مفید استعمال کی فکری اور عملی تربیت دیں۔ اس نصاب میں درج ذیل موضوعات شامل کیے جاسکتے ہیں:

- ✓ گفتگو کے اخلاق و آداب سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں
- ✓ معلومات کی تصدیق اور تحقیق کا شرعی حکم
- ✓ حیا، عفت اور بد نظری: مفہوم اور دائرہ کار
- ✓ غیر ضروری مباحث اور جھگڑے: اسلامی نقطہ نظر اور عصری تقاضے
- ✓ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں مثبت اور اصلاحی پیغام رسانی کی اہمیت

یہ نصاب نہ صرف اسکولوں اور کالجوں میں بلکہ دینی مدارس اور جامعات میں بھی شامل کیا جانا چاہیے، تاکہ جدید تعلیم اور دینی اخلاقیات میں ہم آہنگی پیدا ہو۔

3.1.2. اساتذہ کی تربیت:

معاشرتی تشکیل اور علمی ترقی میں اساتذہ کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اور سیرت نبوی ﷺ اس بات کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کرتی ہے کہ تعلیم صرف علم کی ترسیل نہیں، بلکہ کردار سازی، حکمت، تربیت اور عملی رہنمائی کا جامع عمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ خود "معلم اعظم" تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إن الله لم يبعثني معنتا ولا متعنتا، ولكن بعثني معلما ميسرا"[37]

(بے شک اللہ نے مجھے سختی کرنے والا یا سختی کروانے والا نہیں، بلکہ ایک آسانی پیدا کرنے والا معلم بنا کر بھیجا ہے۔)

یہ حدیث اساتذہ کے لیے تعلیم، شفقت، حکمت اور نرمی جیسے اصولوں کو اپنانے کی واضح رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل دور کے چیلنجز کے تناظر میں یہ ناگزیر ہو چکا ہے کہ اساتذہ کی تربیت میں ایسے پہلو شامل کیے جائیں جو انہیں نئی نسل کی فکری، اخلاقی اور ڈیجیٹل رہنمائی کے قابل بنائیں۔

نبی اکرم ﷺ تربیت میں سوال وجواب، مثالوں، مشاہدے اور تدریجی نصیحت جیسے اصولوں پر عمل فرماتے تھے، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا گیا، تو آپ ﷺ نے ان سے سوال کیا:

---

[36] مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب قول النبي ﷺ: من غشنا فليس منا، حدیث نمبر: 102۔

[37] مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الطلاق، باب فضل التيسير في الأمور، حدیث نمبر: 1478

"[كيف] بم تقضي؟"

(تم کیسے فیصلہ کروگے؟)

اور ان کے جواب پر یوں خوشی کا اظہار فرمایا:

"الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله لما يرضي رسول الله"[38]

(اللہ کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول کے نمائندے کو اس چیز کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کو راضی کرتی ہے۔)

یہ ایک مکمل تربیتی نشست تھی، جو آج کے تربیتی کورسز کی اصل روح ہونی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"خيركم من تعلم القرآن وعلمه"[39]

(تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔)

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ معلم صرف ایک ذریعہ نہیں بلکہ بہتری اور خیر کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ اگر اس کی تربیت اسلامی اصولوں پر کی جائے، تو وہ طلبہ کو علم کے ساتھ ساتھ عملی اور اخلاقی شعور بھی عطا کر سکتا ہے۔ ڈیجیٹل دنیا میں جہاں طلبہ سوشل میڈیا، یوٹیوب اور ویب پر ہر قسم کی معلومات سے متاثر ہو رہے ہیں، اساتذہ کو چاہیے کہ وہ محض تدریس کے ماہر نہ ہوں، بلکہ رہنمائی، تحقیق، اور اخلاقی تربیت کے بھی ماہر ہوں۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اساتذہ کے لیے ایسے تربیتی پروگرام ترتیب دے جو درج ذیل پہلوؤں پر مشتمل ہوں:

- نبوی فلسفۂ اخلاق اور ڈیجیٹل اخلاقیات کی اسلامی تعلیمات
- سوشل میڈیا کے فوائد وخطرات اور معلمین کی ذمہ داریاں
- طلبہ کی رہنمائی کے لیے نفسیاتی اور تربیتی مہارتیں اور ان کی اثرپذیری
- اسلامی اقدار پر مبنی آن لائن رویّوں کی تشکیل میں اساتذہ کا کردار

ریاستِ پاکستان کو سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ایک ہمہ جہت تربیتی پالیسی ترتیب دینی چاہیے جو اساتذہ کو ڈیجیٹل دور کے تقاضوں کے مطابق تربیت دے۔ یہ تربیت محض پیشہ ورانہ نہ ہو، بلکہ اخلاقی، روحانی اور علمی ہم آہنگی پر مبنی ہو تاکہ نسلِ نو ایک ایسے استاد کے زیرِ سایہ پروان چڑھے جو ان کے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی کا وسیلہ ہو۔

3.1.3. تعلیمی ادارے اور جدید تعلیم میں ہم آہنگی:

اسلام نے ہمیشہ علم کو ترقی، فلاح اور نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ نیز اسلام میں علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کی پہلی وحی ہی "اِقْرَأْ" (پڑھ) سے شروع ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے صرف دینی علوم کی تعلیم نہیں دی بلکہ دنیاوی و انتظامی امور میں بھی رہنمائی فرمائی، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دین اور دنیا کے درمیان تفریق کا تصور اسلام میں تو ہے ہی نہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت اس بات کی عملی مثال ہے کہ علم وحکمت کو زمانے کے تقاضوں کے مطابق کیسے ہم آہنگ کیا جائے۔ غزوۂ بدر کے بعد جب مشرکین قیدی بنا کر لائے گئے تو نبی

---

[38] ابو داود سليمان بن أشعث السجستاني، السنن، كتاب الأقضية، باب اجتهاد الرأي في القضاء، حديث نمبر: 3592

[39] محمد بن اسماعيل البخاري، الجامع الصحيح، كتاب فضائل القرآن، باب خيركم من تعلم القرآن وعلمه، حديث نمبر: 5027

ﷺ نے ان میں سے ہر اس قیدی کو رہائی دینے کا اعلان فرمایا جو مدینہ کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادے۔[40] یہ اقدام اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے تعلیم کو قومی ضرورت، فلاح اور مستقبل کی بنیاد سمجھا۔

لہٰذا تعلیمی ادارے صرف دینی علوم یا محض دنیاوی علوم تک محدود نہ ہوں، بلکہ ان میں خالص دینی علوم کے ساتھ ساتھ فنی وسائنسی علوم، بالخصوص جدید ٹیکنالوجی، سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل مہارتوں کی تعلیم بھی، انسانیت کی بھلائی، عدل اور فلاح وبہبود کے عظیم مقصد کے تحت شامل ہوں تاکہ نوجوان نسل سیرت النبی ﷺ کے نور اور زمانے کی بصیرت سے لیس ہو۔ کلام اللہ میں حسبِ ذیل دعا وارد ہوئی ہے:

﴿وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾[41]

(اور کہو: اے میرے رب! مجھے علم میں اضافہ عطا فرما۔)

یہ دعا ہر قسم کے علم کو سیکھنے کی ترغیب دیتی ہے، بشرطیکہ وہ اللہ کی رضا اور خلقِ خدا کی خدمت کے لیے ہو۔ آج پاکستان میں تعلیمی ادارے عمومی طور پر تین بڑے طبقات میں تقسیم ہیں:

i. سرکاری و نجی اسکول وکالج (ماڈرن تعلیمی ادارے)

ii. دینی مدارس (روایتی مذہبی تعلیم کے مراکز)

iii. جامعات وتحقیقاتی مراکز

بدقسمتی سے ان اداروں کے مابین ایک نمایاں فکری وانتظامی خلیج پائی جاتی ہے۔ اس تفاوت کے باعث معاشرے میں فکری انتشار، عملی تضاد اور طبقاتی ناہمواری پروان چڑھ رہی ہے۔ نتیجتاً نئی نسل یا تو فکری سطح پر بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہے یا معاشرتی ہم آہنگی اور توازن سے محروم ہوتی جارہی ہے۔ اس تناظر میں سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ایک جامع، مربوط اور ہم آہنگ تعلیمی حکمتِ عملی اختیار کرنا ناگزیر ہے، جو دین ودنیا کے امتزاج کے ساتھ جدید علمی وتکنیکی تقاضوں کی بھی تکمیل کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا اندازِ تعلیم ہم آہنگی، تدریج اور عملی تربیت پر مبنی تھا، اور آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو صرف عبادات یا عقائد نہیں سکھاتے تھے بلکہ معاشرت، معیشت، عدل، رواداری، نظمِ مملکت اور معاملات کے اصول بھی سکھاتے تھے۔ یہی ہم آہنگی موجودہ تعلیمی اداروں میں بھی مطلوب ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً﴾[42]

(اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے۔)

یہ دعا تعلیم کی جامعیت سکھاتی ہے، یعنی نسلِ نو کو ایسی تعلیم دینی چاہیے جو دنیا میں مفید اور آخرت کے اجر کو بھی ضائع کرنے والی نہ ہو۔ نبوی اسلوب کی روشنی میں اداروں کے درمیان باہمی ربط وہم آہنگی پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ دینی مدارس میں جدید علوم جیسے: ڈیجیٹل لٹریسی، سائبر اخلاقیات، بنیادی سوشل سائنسز کو شامل کیا جائے، جبکہ عصری جامعات میں قرآن وسنت، سیرت النبی ﷺ، اسلامی اقدار اور اخلاقی تعلیم کو

---

[40] ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، (قاہرہ: دار المعارف، 1963ء)، ج 1، ص 650۔

[41] القرآن الکریم، سورۃ طٰہٰ، 20:114۔

[42] القرآن الکریم، سورۃ البقرہ، 2:201۔

نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ فرمانِ رسولِ خدا ﷺ ہے:

"الحكمة ضالة المؤمن، [فحيث] أنى وجدها فهو أحق بها"[43]

(حکمت مؤمن کی گمشدہ میراث ہے، جہاں سے بھی ملے، وہ اس کا حق رکھتا ہے۔)

یہ حدیث اس بات کا بین ثبوت ہے کہ جدید تعلیم، سائنسی ترقی اور فکری جدت کو اسلام میں نہ صرف سراہا گیا ہے بلکہ اس کو اپنانا مؤمن کی شان قرار دیا گیا ہے، بشرطیکہ یہ جدت اس قدر شتر بے مہار نہ ہو کہ ایمان کی ناقدری یا محرومی کا باعث بنے۔ سوشل میڈیا کے مثبت اور منفی اثرات تعلیمی اداروں میں شدت سے محسوس کیے جا رہے ہیں۔ طلبہ کی ڈیجیٹل تربیت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ادارے اپنے نصاب، اساتذہ، اور ماحول کو جدید ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ نہ کریں، مگر اس ہم آہنگی میں سیرتِ نبوی ﷺ کی اخلاقی بنیادوں کا شامل رہنا بھی ازبس ضروری ہے، تاکہ علم کا مقصد صرف ہنر نہ ہو، بلکہ کردار سازی اور نفع رسانی ہو۔

3.2 سوشل میڈیا سے متعلق عوامی آگاہی اور معاشرتی تعمیر

سوشل میڈیا سے متعلق عوامی آگاہی اور معاشرتی تعمیر، عصرِ حاضر کے حوالے سے ریاست کی اہم ترین ذمہ داری ہے جسے سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں مؤثر اور اخلاقی بنیادوں پر استوار کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے معاشرتی فلاح، اعتدال اور حکمت پر مبنی تبلیغ کے ذریعے جس بیدار اور باوقار معاشرے کی بنیاد رکھی، وہ آج کے ڈیجیٹل دور میں بھی رہنمائی کا بہترین ماڈل فراہم کرتا ہے۔

3.2.1 مذہبی رہنماؤں کا کردار:

سیرتِ رسول ﷺ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے نہ صرف ایک معلم کی حیثیت سے کردار ادا کیا، بلکہ بطورِ والیِ ریاست سماجی رہنمائی اور عوامی شعور بیدار کرنے میں بھی غیر معمولی جدوجہد کی۔ دورِ نبوی میں مسجد صرف عبادت گاہ نہ تھی، بلکہ علمی، سماجی اور سیاسی شعور کا مرکز تھی۔ آج کے دور میں مذہبی رہنماؤں پر لازم ہے کہ وہ اسی سنت کو زندہ کرتے ہوئے سوشل میڈیا کے صحیح استعمال، اخلاقیات، اعتدال اور ڈیجیٹل فتنوں سے بچاؤ کے حوالے سے عوام میں شعور بیدار کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن العلماء ورثة الأنبياء"[44]

(یقیناً عالم لوگ ہی نبیوں کے ورثاء ہیں۔)

اس وراثت کا تقاضا ہے کہ علما معاشرتی رہنمائی میں فعال کردار ادا کریں، خاص طور پر نوجوان نسل کو سوشل میڈیا پر گمراہ کن مواد، فرقہ وارانہ منافرت اور جھوٹے پروپیگنڈے سے بچنے کی تعلیم دیں۔ خطباتِ جمعہ، دروسِ عامہ اور آن لائن پلیٹ فارمز کو استعمال کرتے ہوئے وہ ڈیجیٹل اخلاقیات اور اسلامی اقدار کو مؤثر انداز میں فروغ دے سکتے ہیں۔

---

[43] أبو عيسىٰ محمد بن عيسىٰ الترمذي، السنن، كتاب العلم، باب ما جاء في فضل الحكمة، حديث 2687، تحقيق: بشار عواد معروف (بيروت: دار الغرب الإسلامي، 1998ء)۔

[44] أبو عيسىٰ محمد بن عيسىٰ الترمذي، السنن، كتاب العلم، باب ما جاء في فضل الفقه على العبادة، حدیث نمبر: 2682۔

3.2.2 میڈیا کی شراکت داری:

ریاست کی ذمہ داریوں میں سے ہے کہ وہ ملک کے پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کو میڈیا اور سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی ترویج میں شراکت دار بنائے۔ سیرتِ نبوی ﷺ ہمیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوتِ دین اور اصلاحِ معاشرہ کا درس دیتی ہے۔ کلام اللہ میں فرمانِ الہ العالمین ہے:

﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾[45]

(تو اپنے رب کی راہ کی جانب حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ دعوت دے۔)

اس آیت کے تحت آج کا میڈیا، خصوصاً سوشل میڈیا، ایک مؤثر ذریعہ بن سکتا ہے اگر اس کا استعمال مثبت اور تعمیری پیغام رسانی کے لیے کیا جائے۔ میڈیا کو چاہیے کہ وہ اصلاحی پروگرامز، اخلاقی تربیت اور سیرت النبی ﷺ کے تعارف کو عوام تک پہنچانے میں فعال کردار ادا کرے۔ سوشل میڈیا پر مہمات، مختصر ویڈیوز، انفوگرافکس اور تربیتی مواد کے ذریعے معاشرتی اخلاقیات اور ذمہ دارانہ ڈیجیٹل رویوں کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ یوں میڈیا اپنا ایک منفرد تعارف قائم کرتے ہوئے عوامی شعور اور معاشرتی سدھار کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

3.2.3 این جی اوز اور سول سوسائٹی:

اگر حکومتِ وقت این جی اوز اور سول سوسائٹیوں کو بھی سوشل میڈیا کے مفید استعمال کو رواج دینے میں راغب کرے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں معاشرتی فلاح، عدل، اور باہمی تعاون پر بہت زور دیا گیا ہے۔ کلام اللہ میں ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾[46]

(نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔)

اس حکم کی روشنی میں، آج کی این جی اوز اور سول سوسائٹی تنظیمیں معاشرتی تعمیر میں کلیدی کردار ادا کر سکتی ہیں۔ سوشل میڈیا کے میدان میں یہ ادارے عوامی آگاہی کے لیے مہمات چلا سکتے ہیں، جن میں جھوٹی خبروں، نفرت انگیز مواد اور سائبر کرائمز کا تدارک جیسے موضوعات شامل ہوں۔ نوجوانوں کے لیے ورکشاپس، سیمینارز اور آن لائن کورسز کے ذریعے ڈیجیٹل شعور اور اسلامی اقدار کی تعلیم کو عام کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں سیرت النبی ﷺ کو بطورِ ماڈل پیش کیا جائے کہ کس طرح آپ ﷺ نے معاشرتی فلاح کے لیے تمام طبقات کو ساتھ لے کر چلنے کا عملی نمونہ پیش فرمایا۔ سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اگر مذہبی قیادت، میڈیا اور سول سوسائٹی اپنے اپنے دائرہ کار میں ذمہ داری کا مظاہرہ کریں تو سوشل میڈیا کو معاشرتی فتنہ نہیں بلکہ فلاح کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے منظم کوشش، عوامی تربیت اور اخلاقی بصیرت کو فروغ دینا ناگزیر ہے۔

[45] القرآن الکریم، سورۃ النحل، 125:16۔

[46] القرآن الکریم، سورۃ المائدہ، 2:5۔

3.3. ٹیکنالوجی اور اخلاقیات کا ملاپ

ریاستی انتظامیہ کے لیے سوشل میڈیا کے میدان میں ٹیکنالوجی اور اخلاقیات کا امتزاج ناگزیر ہے۔ جس کی رہنمائی سیرت النبی ﷺ سے واضح طور پر حاصل ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرد کی حرمت، عدل، سچائی اور باہمی عزت و احترام جیسے اصولوں کو جس حکمت و بصیرت سے عام کیا، وہ آج کے ڈیجیٹل دور میں بھی مکمل طور پر قابلِ عمل اور مؤثر رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

3.3.1. مصنوعی ذہانت (AI) اور اسلامی اقدار: ڈیٹا پرائیویسی کا تحفظ

مصنوعی ذہانت (AI) جدید ٹیکنالوجی کا ایک اہم شعبہ ہے جو معلومات کے تجزیے، فیصلوں اور خودکار نظاموں میں بنیادی کردار ادا کر رہا ہے۔ تاہم اس ٹیکنالوجی کے ساتھ ڈیٹا پرائیویسی (Data Privacy) کے سنگین اخلاقی اور شرعی پہلو بھی وابستہ ہیں۔ سیرتِ النبی ﷺ ہمیں واضح تعلیم دیتی ہے کہ کسی فرد کی ذاتی معلومات کو اس کی اجازت کے بغیر افشا کرنا ناجائز ہے۔ قرآن کریم میں حکم ہے:

﴿وَلَا تَجَسَّسُوا﴾[47]

(اور کسی کے عیوب کی ٹوہ میں نہ لگو۔)

نیز رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:

"من ستر مسلماً، ستره الله في الدنيا والآخرة"[48]

(جس نے کسی مسلمان کی ستر پوشی کی، اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی ستر پوشی فرمائے گا۔)

مصنوعی ذہانت کے استعمال میں ان تعلیمات کو نظر انداز کرنا شرعی خلاف ورزی کے مترادف ہو سکتا ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ AI نظاموں میں صارف کی معلومات کے تحفظ، شفاف پالیسیوں اور رضامندی (consent) کے اصولوں کو اسلامی اقدار کے مطابق یقینی بنایا جائے۔ ریاست اور ٹیکنالوجی کمپنیوں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ڈیٹا کے تحفظ کے لیے ایسے اقدامات کریں جو فرد کی نجی زندگی کے احترام پر مبنی ہوں۔

3.3.2. پلیٹ فارمز کی ذمہ داری: فیس بک، ٹویٹر اور یوٹیوب پر مقامی قوانین کا نفاذ

سوشل میڈیا پلیٹ فارمز جیسے فیس بک، ٹویٹر (X) اور یوٹیوب عالمی سطح پر اثر انداز ہونے والے ذرائع ابلاغ بن چکے ہیں۔ ان پلیٹ فارمز پر آزادیِ اظہار کے نام پر بعض اوقات ایسا مواد نشر کیا جاتا ہے جو اسلامی اقدار، مقامی ثقافت اور قومی قوانین سے متصادم ہوتا ہے۔ سیرت النبی ﷺ ہمیں سکھاتی ہے کہ معاشرے میں عدل، اخلاق اور نظم و ضبط کا قیام لازم ہے، اور ہر فرد و ادارے کو اپنی ذمہ داری ادا کرنی چاہیے۔ نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"كلكم راع، وكلكم مسؤول عن رعيته"[49]

(تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت سے متعلق پوچھا جائے گا۔)

---

[47] القرآن الکریم، سورۃ الحجرات، 12:49۔

[48] مسلم بن حجاج القشيري، الجامع الصحيح، كتاب البر والصلة، باب ستر المسلم، حدیث نمبر: 2590۔

[49] محمد بن اسماعيل البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الأحكام، باب الإمام راع، حدیث نمبر: 893۔

اس فرمان کی روشنی میں سوشل میڈیا کمپنیوں پر لازم ہے کہ وہ پاکستان جیسے مسلم ممالک کے مقامی قوانین، مذہبی حساسیت اور اخلاقی اقدار کا احترام کریں۔ حکومتوں کو بھی چاہیے کہ وہ عالمی پلیٹ فارمز کے ساتھ مؤثر مکالمہ اور پالیسی سازی کے ذریعے ایسا ضابطہ بنائیں جو آزادی اور ذمہ داری کے درمیان توازن قائم رکھے۔ مواد کو فلٹر کرنا، نقصان دہ مواد کی روک تھام اور مقامی قوانین کا نفاذ صرف قانونی ہی نہیں، اخلاقی تقاضا بھی ہے۔

3.4. قانونی فریم ورک اور ریاستی کردار

سوشل میڈیا عصر حاضر کا ایک طاقتور ابلاغی ذریعہ بن چکا ہے، جو رائے سازی، معلومات کی ترسیل اور سماجی روابط کے نئے امکانات فراہم کرتا ہے۔ تاہم اس ٹیکنالوجی کے غلط استعمال سے معاشرتی بگاڑ، اخلاقی انحطاط اور امن و امان کے مسائل بھی جنم لیتے ہیں۔ اس پس منظر میں ریاست کی قانونی اور انتظامی ذمہ داریاں نہایت اہمیت اختیار کر جاتی ہیں۔ سیرت النبی ﷺ ریاستی نظم، عدل اور اخلاقی قیادت کے وہ اصول فراہم کرتی ہے جو آج کے ڈیجیٹل دور میں بھی مکمل طور پر قابلِ عمل اور مؤثر رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

3.4.1. موجودہ قوانین کا جائزہ

پاکستان میں سوشل میڈیا کے حوالے سے قانونی فریم ورک کی بنیاد 2016ء میں نافذ کیے گئے "Prevention of Electronic Crimes Act" (PECA) پر ہے، جس کا مقصد انٹرنیٹ کے ذریعے ہونے والے جرائم کو روکنا، قومی سلامتی کو یقینی بنانا اور شہریوں کی آن لائن زندگی کو محفوظ بنانا ہے۔ اس قانون کے تحت آن لائن ہراسانی، نفرت انگیز مواد، جھوٹی معلومات، سائبر بلیک میلنگ اور مذہبی منافرت جیسے جرائم کی نشاندہی اور ان کے تدارک کے لیے اصول وضع کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (PTA) کو اختیار حاصل ہے کہ وہ قابلِ اعتراض مواد کو بلاک یا محدود کرے۔

تاہم زمینی حقیقت یہ ہے کہ ان قوانین کے نفاذ میں تسلسل، شفافیت اور غیر جانب داری کا فقدان پایا جاتا ہے۔ قانون اکثر مخصوص مقاصد یا دباؤ کے تحت لاگو کیا جاتا ہے، جبکہ بہت سے واضح جرائم نظر انداز کر دیے جاتے ہیں۔ اس عدم توازن کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ قانون سازی سیرت النبی ﷺ کے عدل و انصاف پر مبنی اصولوں کی روشنی میں ہو، جس میں کسی فرد یا گروہ کے ساتھ زیادتی نہ ہو اور نہ ہی کسی جرم کو نظر انداز کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

إنما أهلك الذين قبلكم، أنهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه، وإذا سرق فيهم الضعيف أقاموا عليه الحد"[50]

(تم سے پہلے کی کئی امتوں کو اس بات نے ہلاک و تباہ کر دیا کہ جب ان میں سے کوئی صاحب شرافت چوری کا ارتکاب کرتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے، اور جب ان میں سے کوئی ضعیف ارتکاب سرقہ کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے تھے۔)

یہ حدیث ریاست کے قانونی نظام میں برابری، انصاف اور غیر جانب داری کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ سوشل میڈیا کے موجودہ قوانین میں بھی یہی اصول اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ قانون ایک طبقے کے لیے نرم اور دوسرے کے لیے سخت نہ ہو۔ علاوہ ازیں موجودہ قوانین میں اسلامی

---

[50] محمد بن اسماعیل البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الحدود، باب كراهية الشفاعة في الحد اذا رفع الى السلطان، حديث 6788۔

اقدار اور اخلاقی اصولوں کی باقاعدہ شمولیت نظر نہیں آتی۔ ایک اسلامی ریاست کی حیثیت سے پاکستان کو چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا سے متعلق قوانین میں قرآنی ہدایات اور نبوی اسوہ کو بنیاد بنائے۔ کلام اللہ میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾[51]

(یقیناً اللہ امانتیں جن کی ہیں تمہیں انہی کے سپرد کرنے، اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے وقت عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم فرماتا ہے۔)

مذکورہ آیت قانون کے ہر پہلو میں عدل، امانت اور دیانت کے نفاذ کی اہمیت اجاگر کرتی ہے، جو سوشل میڈیا جیسے حساس اور اثر انگیز پلیٹ فارم کے لیے نہایت ضروری ہے۔ لہٰذا ریاستِ پاکستان کو چاہیے کہ موجودہ قوانین کا از سرِ نو جائزہ لے کر ان میں اسلامی اصولِ عدل، شفافیت، اخلاقی ذمہ داری اور انسانی وقار کے تحفظ کو شامل کرے، تاکہ سوشل میڈیا نہ صرف آزادیِ اظہار کا ذریعہ بنے بلکہ سماجی و اخلاقی ترقی کا وسیلہ بھی بن سکے۔

3.4.2. سزاؤں کی تنفیذ

سزاؤں کے مؤثر نفاذ کا مقصد صرف مجرم کو سزا دینا نہیں بلکہ معاشرتی نظم وضبط کو برقرار رکھنا اور آئندہ کے لیے عبرت واصلاح کی فضا پیدا کرنا ہوتا ہے۔ سوشل میڈیا کے تناظر میں جب نفرت انگیزی، جھوٹی خبریں، کردار کشی، یا مذہبی جذبات کو مجروح کرنے جیسے جرائم سرزد ہوتے ہیں تو ان پر فوری، غیر جانب دار اور منصفانہ سزا کا نفاذ ریاست کی بنیادی ذمہ داری بن جاتا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا فطری قانون بھی ہے، کلام اللہ میں فرمایا گیا:

﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾[52]

(اور اسی طرح تمہارے رب کی پکڑ ہوتی ہے جب وہ بستیوں کو ظلم کی حالت میں پکڑتا ہے۔)

اسلامی تعلیمات میں سزا کے نفاذ کے ساتھ "إِصْلَاح" یعنی اصلاحِ حال پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص جرم کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کی نیت کرے، تو اسلامی نظام میں اس کے لیے نرمی کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ کلام اللہ میں فرمانِ رب العالمین ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۔ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[53]

(چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو، یہ سزا ہے ان کے عمل کی۔ لیکن جو توبہ کر لے اور اصلاح کرے تو اللہ اس پر رحم فرمائے گا۔)

لہٰذا ریاست کو چاہیے کہ سوشل میڈیا کے جرائم کے ضمن میں سزا کے نفاذ کو مؤثر، شفاف اور عدل ورحم پر مبنی بنائے۔ نہایت اہم بات یہ ہے کہ سزا صرف ایک قانونی عمل نہ ہو بلکہ معاشرتی اصلاح کا ذریعہ بھی بنے۔ سزاؤں کے نفاذ کے لیے جدید تکنیکی نظام، عدالتی عمل میں بہتری اور

---

[51] القرآن الکریم، سورۃ النساء 4:58۔

[52] القرآن الکریم، سورۃ ھود، 11:102۔

[53] القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ 5:39-38۔

نفاذ میں تاخیر کے اسباب کا تدارک ضروری ہے۔

3.4.3. بین الاقوامی تعاون

عصر حاضر میں سوشل میڈیا ایک سرحدوں سے ماورا حقیقت بن چکا ہے، جس کی معلومات، اثرات اور جرائم قومی دائرہ اختیار سے نکل کر بین الاقوامی نوعیت اختیار کر چکے ہیں۔ ایسے حالات میں صرف قومی قوانین اور ریاستی کوششیں کافی نہیں رہتیں، بلکہ بین الاقوامی سطح پر تعاون، معاہدات اور مشترکہ فریم ورک کا قیام ناگزیر ہو جاتا ہے۔ ریاست پاکستان کی یہ شرعی و اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ عالمی برادری کے ساتھ ایسے پلیٹ فارمز کے ضمن میں فعال تعاون کرے جن کے ذریعے معاشرتی فساد، جھوٹ، فحاشی اور مذہبی منافرت کو ہوا دی جاتی ہے۔

نبوی سیرت ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ ریاست کا بین الاقوامی روابط میں بھی ایک اعلیٰ اخلاقی و قانونی معیار ہونا چاہیے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے بادشاہانِ عالم کو خطوط ارسال فرمائے تو اس میں جہاں دعوتِ اسلام دی گئی، وہاں ایک بین الاقوامی اخلاقی ضابطے کی بنیاد بھی رکھی گئی، جس میں امن، عدل اور احترام انسانیت کو مرکزی حیثیت دی گئی۔ فرقانِ حمید میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾[54]

(اے ایمان والو! عدل کے ساتھ قائم رہو اور اللہ کی خاطر گواہی دو، کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو، یہی تقویٰ سے قریب تر ہے۔)

یہ آیت بین الاقوامی روابط میں عدل، توازن اور عدم تعصب کے اصول کی وضاحت کرتی ہے۔ سوشل میڈیا سے متعلق بین الاقوامی سطح پر پاکستان کو چاہیے کہ وہ درج ذیل اقدامات کرے:

a) پاکستان کو ایسے عالمی معاہدوں کا حصہ بننا چاہیے جو ڈیجیٹل تحفظ، پرائیویسی اور سائبر کرائم سے متعلق ہوں، جیسے Budapest Convention on Cybercrime۔

b) فیس بک، یوٹیوب، ایکس (ٹویٹر) وغیرہ سے مؤثر اشتراکِ عمل کے ذریعے مقامی قوانین کے احترام کو یقینی بنایا جائے۔

c) اسلامی ممالک کو چاہیے کہ وہ ایک مشترکہ سائبر اخلاقیات کونسل یا تنظیم قائم کریں جو نبوی اصولوں پر مبنی ہو، تاکہ بین الاقوامی بیانیہ میں اسلامی اقدار کو مؤثر انداز میں پیش کیا جاسکے۔

d) اقوام متحدہ، OIC اور دیگر فورمز پر پاکستان کو سوشل میڈیا پر اسلاموفوبیا، جھوٹی خبریں اور مذہبی نفرت انگیزی کے خلاف مؤثر آواز بلند کرنی چاہیے۔

سوشل میڈیا جیسے جدید چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے ریاستی قانونی فریم ورک کو صرف سیکیورٹی اور ممانعت تک محدود نہ رکھا جائے، بلکہ اسے سیرتِ طیبہ ﷺ کے اخلاقی اصولوں، عدل، شفافیت اور بین الاقوامی مکالمے پر استوار کیا جائے، تاکہ نہ صرف معاشرتی امن قائم ہو بلکہ امتِ مسلمہ ایک اخلاقی اور فکری قیادت کے منصب پر فائز ہو سکے۔

---

[54] القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ، 5:8۔

4. مجموعی خلاصہ، نتائج اور سفارشات

عصر حاضر میں سوشل میڈیا جہاں ایک مؤثر ابلاغی ذریعہ بن چکا ہے، وہیں اس کے غیر ذمہ دارانہ استعمال سے فکری انتشار، اخلاقی زوال اور معاشرتی خلفشار جیسے سنگین مسائل جنم لے رہے ہیں۔ ایسے حالات میں ریاستِ پاکستان کی انتظامیہ پر یہ دینی، اخلاقی اور آئینی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ایک ایسا جامع نظام قائم کرے جو فرد اور معاشرے دونوں کی اصلاح کا ذریعہ بنے۔

سیرتِ طیبہ نے انفرادی، معاشرتی، تعلیمی، قانونی اور عالمی سطح پر واضح اور ہمہ گیر اصول عطا کیے ہیں؛ مثلاً
انفرادی سطح پر صداقت، امانت اور دیانت جیسے اوصاف؛
معاشرتی سطح پر امر بالمعروف، رواداری اور عوامی بہبود؛
تعلیمی دائرے میں علم و حکمت کا فروغ اور اخلاقی تربیت؛
قانونی میدان میں عدل و انصاف اور قانون کی بالادستی؛
اور بین الاقوامی تعلقات میں عدل، عزتِ نفس اور باہمی احترام جیسے اصول سوشل میڈیا کے مؤثر نظم و نسق کے لیے بطورِ رہنما کردار ادا کر سکتے ہیں۔

مقالہ ہٰذا کی روشنی میں ریاست کی حسبِ ذیل ذمہ داریاں سامنے آتی ہیں:

- ❖ ریاست کو تعلیم و تربیت کو بنیادی ترجیح دینی چاہیے اور قومی نصاب میں ڈیجیٹل اخلاقیات کو سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں شامل کر کے طلبہ کی فکری و اخلاقی تشکیل کو یقینی بنانا چاہیے۔
- ❖ مذہبی رہنماؤں، پرنٹ اور الیکٹرانک ذرائع ابلاغ اور سول سوسائٹیز کو عوامی سطح پر شعور بیداری کی منظم مہمات میں شریک کیا جائے، تاکہ سوشل میڈیا کے مثبت اور بامقصد استعمال کا پیغام عام ہو۔
- ❖ مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) اور دیگر جدید ٹیکنالوجیز کو اسلامی اقدار اور معاشرتی ذمہ داریوں کے مطابق بروئے کار لایا جائے، تاکہ ٹیکنالوجی انسانی فلاح و اصلاح کا ذریعہ بن سکے۔
- ❖ سوشل میڈیا سے متعلق مروجہ قوانین کا سیرت النبی ﷺ سے ماخوذ اصولوں کی روشنی میں جائزہ لیا جائے، اور ضروری ترامیم کے ذریعے ان قوانین کو مؤثر بنایا جائے؛ ساتھ ہی ان کے مؤثر نفاذ کے لیے عدالتی و انتظامی اقدامات کیے جائیں۔
- ❖ نیز ریاستِ پاکستان کی انتظامیہ کو چاہیے کہ وہ اقوام متحدہ (UNO)، اسلامی تعاون تنظیم (OIC) اور دیگر بین الاقوامی فورمز پر فعال سفارتی کردار ادا کرتے ہوئے نبوی تعلیمات کے تناظر میں سوشل میڈیا کے تعمیری اور اخلاقی استعمال کے لیے ایک مثبت اور متوازن عالمی بیانیہ تشکیل دے۔

یہ تمام نکات درحقیقت اُس جامع اسلامی فریم ورک کا حصہ ہیں جس کی بنیاد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی ریاست میں رکھی، اور جو آج بھی ایک مثالی ماڈل کے طور پر ریاستِ پاکستان کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد یہی ہے کہ جدید ڈیجیٹل چیلنجز کے مقابلے میں سیرتِ النبی ﷺ سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جائے جو علم، عدل، اخلاق اور توازن پر مبنی ہو۔

8

مقالہ نگار:

ولی اللہ

حرف آغاز:

انسان، فطری طور پر اپنی حاجت وضرورت، خیالات وجذبات، نظریات وافکار اور اپنا نکتۂ فکر ومدعا دوسروں تک پہنچاتا رہا ہے۔ اللہ تعالی نے اس فطری ضرورت کی تکمیل کے لیے، انسان کی تخلیق کے ساتھ اسے مختلف ذرائع ابلاغ سے نوازا ہے، جن کے ذریعے وہ اپنے مافی الضمیر کا اظہار بآسانی کرتا رہا ہے۔ ان ذرائع میں زبان وقلم بنیادی اور ابتدائی ذریعہ ہیں، جن کے استعمال کا انسان ہمیشہ سے محتاج رہا ہے؛ لیکن انسانی فطرت میں خوب سے خوب تر کی تلاش کے مطابق جب کائنات کی فضا پر شب کی تاریک چادر چھاتی ہے تو وہ کسی نئی حقیقت اور مظاہر قدرت کی نئی دریافت سے پردہ اٹھانے کا مژدہ سناتی ہے۔ فطرت انسانی کی اس جستجو کے نتیجے میں آج کا دور، سائنسی ترقی اور جدید ٹیکنالوجی کے انقلاب کا دور ہے۔

آج بخوبی اس بات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے عقل انسانی کو ایسے ایسے نئے آلات ووسائل ایجاد کرنے کی رہنمائی فرمائی ہے، جن کا کچھ سالوں پہلے تک تصور بھی ممکن نہ تھا۔ اس کا نتیجہ ہے کہ قدرت کی عطا کردہ "آفاقی ذہانت" نے آج "مصنوعی ذہانت" کو بھی دریافت کرلیا ہے۔ آج کا انسان، زندگی کے تمام شعبہ جات میں ٹیکنالوجی کے گھیرے میں ہے، تعلیم ہو یا طب، زراعت ہو یا تجارت، ملازمت ہو یا مزاحمت، میڈیا ہو یا مواصلات تمام شعبہ ہائے زندگی، غرض جاگنے سے لے کر سونے تک کے معاملات پر ٹیکنالوجی اثر انداز دکھائی دیتی ہے۔ ٹیکنالوجی کی اثر اندازی کی وجہ سے انسانی زندگی کی ڈیجیٹلائزیشن کا رجحان تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے، بہت ساری چیزیں ڈیجیٹلائزڈ (Digitalized) ہو چکی ہیں، جس سے فطرت انسانی کی حاجت وضرورت میں بہتری اور آسانی پیدا ہوئی ہے۔

یوں تو اس انقلابی ترقی کے دور میں ہر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق ہر قسم اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے آلات ظہور پذیر ہوئے؛ لیکن ذرائع ابلاغ، مواصلاتی نظام، آپسی روابط اور پیغام رسانی کے عمل وتبادلے کے شعبے میں بلاشبہ حیرت انگیز ایجادات ہوئیں، جنہوں نے انسانی سماج اور تہذیب وتمدن پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ ان میں سوشل میڈیا (Social Media) اور چھوٹے مواصلاتی آلات Smart (Communication Devices) ایک بہت بڑا اور عصر حاضر کا مؤثر پلیٹ فارم ہے، جس کے ذریعے معلومات، خیالات اور افکار کی اشاعت اور اشتراک نا صرف سہل بلکہ تیز رفتار ہو گیا ہے۔ اس نے دنیا کو گلوبل ویلج (Global Village) کی مانند کر دیا ہے، جس کی بنیاد پر یہ دنیا میں فکری اور سماجی تبدیلیوں میں بھی زود اثر کردار ادا کر رہا ہے۔ یقیناً اس کے دینی، اخلاقی اور تعلیمی نقطۂ نظر سے مثبت اور مفید استعمال سے علمی اور فکری حوالے سے سماجی اور معاشرتی بہتری اور ترقی لائی جاسکتی ہے؛ جب کہ انسانی اور اخلاقی اقدار کے لحاظ سے منفی اور غیر مفید استعمال سے معاشرتی فتنے، فساد اور انتشار کا ہر وقت خطرہ بھی لگا رہتا ہے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ اس کے مثبت اور مفید استعمال کو یقینی بنانا دور حاضر کا ایک بہت بڑا چیلنج ہے، جس سے نبرد آزما ہونے کے لئے سنجیدہ کوششیں اور عملی اقدامات بہت ضروری اور وقت کا تقاضا ہے۔

مشاہدہ یہ ہے کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز سے جہاں انسانی زندگی میں آسانی پیدا ہوئی ہے اور عوامی شعور اجاگر ہوا ہے، وہاں انسانی

طرزِ زندگی، سوچ وفکر، رویوں اور تعلقات کے ساتھ تہذیب وثقافت پر مثبت ومنفی (Positive &Negative) ہر دو طرح کے گہرے اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں؛ خاص طور پر اس کے غیر مناسب اور منفی استعمال نے معاشرتی بگاڑ کو جنم دیا ہے۔ اسلام، اس لحاظ سے بھی دینِ فطرت ہے کہ شرعی دائرہ کار میں رہتے ہوئے، انسان کی فطری ضروریات اور حاجات کی تکمیل میں آسانی پیدا کرنے میں کہیں بھی رکاوٹ نہیں بنتا، بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾[1]

(اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے اور تمہارے لیے مشکل پیدا کرنا نہیں چاہتا۔)

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾[2]

(اور تم پر دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔)

البتہ اس سلسلہ میں اسلام نے کچھ قواعد وضوابط وضع کر دیے ہیں، جو کہ انسان کے لیے مفید اور ضرر رساں کے اصول پر مبنی ہیں۔ چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾[3]

(اور اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو!)

رسالتِ مآب ﷺ کا ارشاد ہے:

"لا ضرر ولا ضرار"[4]

(نہ خود نقصان اٹھاؤ، نہ کسی اور کو نقصان پہنچاؤ۔)

اس سلسلے میں **"الضرر يزال"**[5] (نقصان کا ازالہ کیا جائے گا) اور **"درء المفاسد أولى من جلب المصالح"**[6] (نقصان سے بچنا فائدہ حاصل کرنے سے زیادہ بہتر ہے) فقہی اصول بھی موجود ہیں۔

چناں چہ حدیثِ مبارکہ اور درج بالا اصول کی روشنی میں اگر اس چیز کا استعمال مفید ہے تو جائز ہے اور اگر وہ انسان کے لیے ضرر رساں ہے تو ناجائز ہے۔ اسلام نے اس حوالے سے جامع رہنمائی اور قانون سازی بھی فراہم کی ہے۔ رسالتِ مآب ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور ریاستِ مدینہ کے نظامِ حکمرانی سے بھی ایسے کئی اصول و قواعد ملتے ہیں، جو اس حوالے سے ریاست کی ذمہ داریوں کے سلسلے میں بخوبی رہنمائی کرتے ہیں۔

---

[1] البقرہ:185

[2] الحج:78

[3] البقرہ:195

[4] أبوبكر أحمد البيهقي. السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي(حيدر آباد الدكن. مجلس دائرة المعارف1356ھ) 10 133

[5] نخبة من العلماء. مجلة الاحكام العدلية. (افغانستان. انتشارات تفتازاني. سن ندارد). 89

[6] ایضاً. ص:90

اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ آج کے حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں سوشل میڈیا کے مثبت اور مفید استعمال کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دے اور اس چیز کو معاشرے میں فروغ دینے کے لیے مؤثر پالیسی سازی کے اقدامات کرے۔ زیر نظر مقالے میں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں سوشل میڈیا کے مثبت اور مفید استعمال کی تعلیم وتربیت میں ریاست کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

سوشل میڈیا کا تعارف اور عصر حاضر میں اس کی اہمیت:

سوشل میڈیا کا لفظ عام طور پر انٹرنیٹ بلاگز، سماجی رابطے کی ویب سائٹس، موبائل اور دیگر ڈیجیٹل آلات کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کیمبرج ڈکشنری میں سوشل میڈیا کا تعارف درج ذیل الفاظ میں کرایا گیا ہے:

"Social media is a form of media that allow people to communicate and share information using the internet or mobile phones blogs podcasts and forms of social media are creating new opportunities for entrepreneurs to reach the public"[7]

انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا میں ہے:

"Social media,communications on the internet through which users share information,ideas,personal messages,and other content (such as videos)."[8]

درج بالا تعریفات کی روشنی میں سوشل میڈیا مختلف پلیٹ فارمز پر مشتمل عصر حاضر کا ایک سماجی ذریعہ ابلاغ ہے، بالفاظ دیگر یہ دور حاضر میں اپنا پیغام، سوچ، فکر اور نظریہ پہنچانے کا اہم اور مؤثر ذریعہ بن چکا ہے۔ سوشل میڈیا سائٹس اور ایپس میں فیس بک(Facebook)، ٹویٹر(Twitter)، واٹس ایپ(WhatsApp)، ٹیلی گرام(Telegram)، میسنجر(Messenger)، انسٹاگرام(Instagram)، ٹک ٹاک(TikTok)، سنیپ چیٹ(Snapchat)، سکائپ(Skype)، لنکڈ ان(LinkedIn) اور دیگر پلیٹ فارمز شامل ہیں۔ لیکن خوب سے خوب تر کی جستجو کی وجہ سے دن بہ دن ان میں مزید اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

زندگی کے مختلف شعبہ جات میں اس کے نفوذ اور ہر عام وخاص پر اس کے اثر اندازی کی وجہ سے اس کی اہمیت سے کوئی بھی شخص انکار نہیں کرسکتا اور ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کی اہمیت مزید بڑھتی جارہی ہے۔ ماہرین ابلاغیات، عدلیہ، انتظامیہ اور مقننہ کے ساتھ عام میڈیا کو ریاست کا چوتھا ستون(Fourth Estate) قرار دیتے ہیں۔[9] سوشل میڈیا تو عام میڈیا سے زیادہ طاقت ور سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قومی اور بین الاقوامی میڈیا ذرائع: CNN, BBC، Wall Street journal، Washington Post سے لے کر Geo News، ARY وغیرہ تک سب نے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر بھی اپنے اکاؤنٹ اور پیجز بنائے ہیں۔

---

[7] https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/social-media

[8] Erik Gregersen, "Social Media,"Bratannica,2023 https://www.britannica.com/topic/social-media

[9] ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، (لاہور، الفیصل 2005ء)، 397

دورِ جدید میں سوشل میڈیا کے طاقت ور ذریعہ ہونے کے پیشِ نظر ریاستی عہدیداروں سے لے کر عام آدمی، حتیٰ کہ مزدور، کسان اور ریڑھی بان تک، خواندہ ناخواندہ، باشعور اور بے شعور غرض ہر شخص اس سے جڑا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ریاستی وحکومتی پالیسیوں کا اعلان کرنا ہو یا کسی کے لیے جذبات کا اظہار مقصود ہو، اس پلیٹ فارم کو بروئے کار لایا جاتا ہے۔ ملک کے صدر، وزیر اعظم سیاسی زعما اور اہم شخصیات سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر اپنا ٹویٹر اکاؤنٹ استعمال کرتے ہیں اور اس پر اپنا پالیسی بیان جاری کرتے ہیں۔ ملک کی ترقی کے لیے لوگوں کی رائے عامہ ہموار کرنے اور معاشرتی بگاڑ کو ختم کر کے اخلاقیات کی آبیاری کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی مؤثر ذریعۂ ابلاغ نہیں ہو سکتا، کیوں کہ اس کے ذریعے بوڑھے، بچے، نوجوان اور خواتین کے ساتھ ہر طبقۂ فکر کے لوگوں تک بآسانی رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

سوشل میڈیا کی اہمیت اس بات سے بھی لگائی جاسکتی ہے کہ یہ دورِ حاضر میں تعلیم وتجارت کا اہم ذریعہ بن چکا ہے۔ کئی لوگ اس پلیٹ فارم سے سیکھنے اور سکھانے کا اہم فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اسی طرح آن لائن تجارت کے لئے بھی اس پلیٹ فارم کو وسیع پیمانے پر استعمال کیا جارہا ہے۔ اپنی تجارت کو متعارف کروانے کے لیے اس پر اشتہارات چلائے جاتے ہیں۔ آج کل سائن بورڈز کی جگہ پر سوشل میڈیا پر اشتہارات کو تجارت کی کامیابی میں زیادہ مؤثر سمجھا جارہا ہے۔ ذرائع ابلاغ، جن میں سوشل میڈیا بھی شامل ہے، کی اسی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

"ذرائع ابلاغ نے انسانی زندگی کو نئی رفتار اور نئی معرفت عطا کی ہے۔ انسان کو گردوپیش کا شعور دیا اور زندگی کے مسائل کی نقاب کشائی کی ہے۔ اگر غور کریں تو دورِ حاضر کی تمام تر علمی ترقی وخوشحالی، سائنسی ایجادات اور علمی تحقیقات کا ادراک انہیں ذرائع سے حاصل ہوتا ہے۔ ذرائع ابلاغ نے معلومات اور آگہی میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔ ذرائع ابلاغ صرف معلومات ہی کا نہیں، تفریح کا ذریعہ بھی ہے۔ سائنسی تحقیقات، تازہ خبریں وتبصرے، کھیلوں کے مناظر، موسیقی اور تعلیمی پروگرام وہ پہلو ہیں، جن سے ذرائع ابلاغ نے روزمرہ زندگی کی رونقیں بڑھائی ہیں۔ عالمی آگہی کا یہ عالم ہے کہ دنیا کے کسی حصے میں کوئی واقعہ یا حادثہ جیسے رونما ہوتا ہے ہر شخص اس سے واقف ہو جاتا ہے۔"[10]

دینی نقطۂ نظر سے بھی سوشل میڈیا کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا اندازہ ان آیاتِ کریمہ کے مطالعہ اور ان کے مفاہیم میں غور کرنے سے بخوبی کیا جاسکتا ہے، جن میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو زبان وبیان اور لکھنے پڑھنے کی صلاحیتوں سے نوازنے کی نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلرَّحْمٰنُ . عَلَّمَ الْقُرْآنَ . خَلَقَ الْإِنسَانَ . عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾[11]

(وہ رحمٰن ہی ہے، جس نے قرآن کی تعلیم دی، اسی نے انسان پیدا کیا، اسی نے اس کو بات واضح کرنا سکھایا۔)

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بات پہنچانے کی صلاحیت دی، جو آج کے دور میں سوشل میڈیا جیسے ذرائع کے ذریعے بھی استعمال ہو سکتی ہے۔

---

[10] ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، (لاہور، الفیصل 2005ء)، 404

[11] الرحمٰن: 1-4

سوشل میڈیا کا مفید اور منفی استعمال اور اس کے اثرات:

اس بات میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ جہاں ایک طرف سوشل میڈیا کے مفید استعمال سے سماجی بہتری اور معاشرتی ترقی میں مثبت اثرات حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ اس سے معاشرے میں خیر وبھلائی کے پیغامات کی تشہیر، دینی اور تعلیمی مواد کی ترسیل اور عوامی شعور وسماجی آگاہی جیسے مثبت اثرات پڑتے ہیں۔ وہاں دوسری طرف اس کا غیر مناسب اور منفی استعمال، سماجی عدم توازن اور معاشرتی بگاڑ کا باعث ہے۔ اس کی وجہ سے الزام تراشی، کردار کشی، غلط معلومات کا پھیلاؤ اور بے حیائی کی ترویج جیسے غیر مناسب اور غیر اخلاقی پہلو بآسانی وقوع پذیر ہو رہے ہیں۔ ہماری معاشرتی اقدار اور عمدہ اوصاف: ایثار و قربانی، ادب واحترام، برداشت وتوازن اور اخلاق واعتدال اس کے منفی اثرات کے نذر ہوتی جارہی ہیں۔ ان اثرات نے نوجوانوں سے جذبۂ تعمیر و عمل اور ستاروں پر کمند ڈالنے کی فکر اور اڑان کو بھی ختم کر کے انہیں اخلاقی بگاڑ کا شکار بنادیا ہے۔ جس کی بدولت ایسے گھناؤنے جرائم رواج پذیر ہو چکے ہیں، جو معاشرتی عدم تحفظ اور سماجی عدم توازن کو بڑھارہے ہیں۔ اس سے عام انسان کی نفسیات پر منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ درحقیقت سوشل میڈیا ایک دودھاری تلوار ہے، اس کا درست، مثبت اور مفید استعمال کر کے فوائد اور مثبت اثرات حاصل کیے جاسکتے ہیں تو اس کے منفی، غیر مناسب اور غیر شرعی استعمال سے نقصانات اور منفی اثرات سے دوچار ہوا جاسکتا ہے۔ اس لیے ہمیں اس کے مثبت اور منفی اثرات کا جائزہ پیش کر کے اس کے مثبت اور مفید استعمال کی تعلیم وتربیت کی فکر کے ساتھ، اس کے منفی استعمال کی بیخ کنی کرنا ضروری ہے۔ اس کے درج ذیل مثبت اثرات ہوسکتے ہیں:

1۔ دین اسلام اور اخلاق کی تعلیمات کا فروغ:

سوشل میڈیا، دین اسلام اور اخلاقیات کے تعلیم کے لیے ایک مؤثر پلیٹ فارم ہے۔ اس کو عوام کی دینی ضرورت اور دعوتی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دین کی تعلیم واشاعت اور اخلاقی تربیت کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ذریعے غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی جاسکتی ہے اور اسلام اور مسلمانوں کے سلسلے میں ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔ وقت اور حالات کے لحاظ سے پیش آمدہ نئے مسائل کا حل اور اپنے درست اجتہاد سے موجودہ دور میں درپیش بہت سارے پیچیدہ مسائل کے جوابات دیے جاسکتے ہیں۔ عصر حاضر میں دین اسلام کے خلاف پروپیگنڈوں کو سامنے رکھتے ہوئے اُس کے محاسن اور اُس کے دین رحمت ہونے کو ذکر کیا جاسکتا ہے۔ انسانی حقوق اور عورتوں کے سلسلے میں اس کی واضح تعلیمات کو اچھے اسلوب اور عمدہ انداز میں سمجھایا جاسکتا ہے۔ خاص طور پر اسلام کی اعتدال پسندی، میانہ روی، صلح وآشتی کے مزاج کو خوش اسلوبی کے ساتھ ظاہر کرنا، تشدد و دہشت گردی سے اس کی فطری دوری کو آشکار کرنا، نومسلموں کے قبولِ اسلام کے اسباب بتانا وقت کا فریضہ اور اہل علم کی ذمہ داری ہے۔ اس سے معاشرے میں اسلامی تعلیمات کا فروغ، اخلاقیات کی ترویج اور اسلامی افکار و نظریات کے خلاف شبہات اور غلط فہمیوں کی مؤثر تردید کی جاسکتی ہے۔

ہمارے ہاں بعض حلقے دورِ حاضر کے جدید ذرائع ابلاغ اور سوشل میڈیا کو مغربی تہذیب کے فروغ کے آلات گردانتے ہوئے ان کے دعوتی مقاصد کے لیے استعمال کو بھی برا سمجھتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل درحقیقت اس پورے میدان کو خالی اور نسل نو کو اس بے آب وگیاہ وادی میں بے یارومددگار چھوڑنے کے مترادف ہے۔

جب ہم رسالت مآب ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث کرنے کے لیے

ایسی جگہ کا انتخاب کیا جو بذاتِ خود ایسی میڈیائی قوت کا حامل تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کی مقبول دعا ﴿**فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ**﴾[12] (لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے) کی روشنی میں ساری انسانیت کے دل اس کی طرف فطری میلان رکھتے ہیں۔ رسالتِ مآب ﷺ نے دعوتِ دین کی خاطر اس وقت کی مروج ساری میڈیائی قوتوں کا استعمال کیا۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو آپ ﷺ نے اس کے اعلان اور دعوتِ اسلام کے لیے خاص طور پر صفا کی چوٹی کا انتخاب فرمایا۔[13] آپ ﷺ کا یہ انتخاب درحقیقت اہل مکہ کے ابلاغ کے اسی ذریعہ کو استعمال کرنا تھا جو ان کے ہاں رائج اور مؤثر تھا اور اس وقت کے مطابق ایک مؤثر "پریس کانفرنس" جیسا عمل تھا۔ اہل مکہ کے ہاں اخبار و واقعات اور افکار وخیالات کے ابلاغ کا یہ سب سے اہم، مؤثر اور سہل ذریعہ تھا۔[14]

رسالتِ مآب ﷺ نے اپنے دور کے اس ذریعۂ ابلاغ کو کفار و مشرکین کا پلیٹ فارم قرار دے کر ترک نہیں فرمایا، بلکہ اس پلیٹ فارم کو استعمال میں لاتے ہوئے اسے دعوتِ دین کا ذریعہ بنایا۔ وہی ذریعۂ ابلاغ جسے کفارِ مکہ، شرک کی تبلیغ میں استعمال کرتے تھے، رسالتِ مآب ﷺ نے اسی ذریعہ سے صدائے توحید بلند کی۔ جس ذریعۂ ابلاغ پر جنگ وجدل کے منصوبے بنائے جاتے تھے، رسالتِ مآب ﷺ نے اسی ذریعہ پر ندائے امن لگائی۔ اس ذریعۂ ابلاغ کی اہمیت اور سرعت کے سبب یہ ندا مہینوں اور سالوں کی بجائے ہفتوں میں ہی مکہ کے ہر فرد اور ہر گھر تک پہنچ چکی تھی۔

اسی طرح رسالتِ مآب ﷺ حج کے موقع پر بھی دعوت و تبلیغ فرماتے تھے[15]، حالاں کہ اس زمانے میں اہل مکہ نے حج میں بہت سی منکرات اور برائیاں شامل کرلی تھیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگ احترام کے نام پر کعبہ کی بے حرمتی کرتے تھے۔ خانہ خدا مورتیوں اور بتوں کی پرستش گاہ بنادیا گیا تھا۔ منیٰ اور عرفات میں اللہ تعالیٰ کی حمد وستائش کی بجائے اپنے آباواجداد کی تعریفوں کے نغمے اور شان کے زمزمے پڑھتے اور گاتے تھے۔[16] عکاظ کا میلہ، جو خالص تجارتی میلہ تھا؛ لیکن اس میں شراب وشباب کی محفلیں آراستہ کی جاتی تھیں۔ ان تمام منکرات کے باوجود رسالتِ مآب ﷺ حج کے اجتماع اور عکاظ کے میلے میں پہنچتے اور پورے وقار کے ساتھ دعوتِ حق فرماتے۔[17] اہل مدینہ حج کے اجتماعات کی برکت سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔[18] عرب میں شاعری ایک طاقت ور میڈیائی ذریعہ تھا، لوگ اشعار کے ذریعے خبریں، افکار اور نظریات پھیلاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے شاعری کے پلیٹ فارم کو بھی مؤثر طریقے سے استعمال فرمایا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے اسلام کے دفاع کے لیے شاعری کرنے کا حکم دیا اور وہ کفار کے شعراء کے پروپیگنڈے کا مدلل جواب دیتے تھے۔[19]

رسالتِ مآب ﷺ کا مذکورہ اجتماعات میں جانا اور وہاں دعوتِ حق پہنچانا، دعوت و تبلیغ کے لیے وہ سارے ذرائع استعمال کرنا جو جاہلی

---

[12] ابراہیم:37

[13] محمد بن اسماعيل البخاري، صحيح البخاري، (بيروت، دار طوق النجاة 1422هـ)، 6؛111، حدیث نمبر: 4770

[14] ابن هشام، سيرت النبي، (طنطا، دار الصحابة 1416هـ/1995ع) 1؛327

[15] محمد بن عيسىٰ الترمذي، سنن الترمذي، (بيروت، دار الغرب الاسلامي، 1996ع) 5؛45 حدیث نمبر: 2925

[16] ابن هشام، سيرت النبي، (طنطا، دار الصحابة 1416هـ/1995ع) 1؛255

[17] احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، (دار المنهاج، 1431هـ/2010ع) 10؛5493، حدیث نمبر: 23621

[18] عماد الدين، ابن كثير، البداية والنهاية (هجر للطباعة والنشر، سن ندارد) 4؛364

[19] محمد بن اسماعيل البخاري، صحيح البخاري، (بيروت، دار طوق النجاة 1422هـ)، 4؛112، حدیث نمبر: 3213

معاشرے میں رائج تھے، اس زمانے کے طاقتور ترین اور موثر ذرائع ابلاغ کے مفید استعمال کی شاندار مثالیں ہیں۔ اس لیے اپنے دور کے ذرائع ابلاغ سے فائدہ اٹھانا اور ان کو مثبت استعمال کرنا نہ صرف وقت کا تقاضا ہے؛ بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اور رسالت مآب ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی ہے۔

2۔ سماجی مسائل کا شعور:

موجودہ صورت حال یہ ہے کہ ہمارے معاشرے کے عام آدمی کو زندگی کے سماجی مسائل کا ادراک، احساس اور شعور بالکل نہیں ہے۔ وہ اپنی معاشی فکر اور نان جویں میں اتنا پریشان ہے کہ اسے اپنے پیٹ سے اوپر سوچنے کی فکر اور شعور کا وقت نہیں۔ ان مسائل کا ادراک اور ان سے نکلنے کا حل اس کے بس کا روگ نہیں؛ لیکن چوں کہ آج کل سوشل میڈیا کو تقریباً ہر انسان استعمال کر رہا ہے تو اس کے ذریعے مختلف سماجی مسائل کو اجاگر کیا جاسکتا ہے، جس سے عوام میں شعور پیدا ہو گا۔

اسلامی تعلیمات میں بھی سماجی مسائل کے ادراک، شعور اور ان کے حل پر زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ﴾[20]

(بے شک اللہ تعالیٰ عدل واحسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی، برائی اور ظلم سے منع کرتا ہے)

یہ آیت عدل وانصاف کے قیام اور سماجی برائیوں کے خلاف شعور پیدا کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾[21]

(اور تم میں سے کچھ لوگ ایسے ضرور ہونے چاہییں، جو بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں)

یہ آیت معاشرتی برائیوں کے خلاف شعور بیدار کرنے اور سماجی اصلاح احوال کی ذمہ داری کو اجاگر کرتی ہے۔

3۔ تعلیم وتربیت کا حصول:

سوشل میڈیا تعلیم وتربیت کے حوالے سے فاصلاتی نظام تعلیم کا ایک موثر پلیٹ فارم بن چکا ہے۔ خاص طور پر کرونا کے بعد اس میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہوا ہے۔ اگرچہ ہمارے وطن عزیز کے معروضی حالات کی وجہ سے آن لائن فاصلاتی تعلیمی سرگرمیوں میں کوئی خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا؛ تاہم عصر حاضر میں اس کے ذریعۂ تعلیم ہونے سے انکار ممکن نہیں۔ اس کے ذریعے استاد سے روبرو کلاس روم کی طرح استفادہ کیا جاسکتا ہے اور تعلیمی مواد کی فراہمی ہو سکتی ہے۔ مختلف ماہرین فن آن لائن کورسز متعارف کروا چکے ہیں۔ یوٹیوب پر علم وادب کی ہر صنف اور مختلف موضوعات پر ماہرین کے ریکارڈڈ لیکچرز اور ویڈیوز موجود ہیں۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ پہلے دور دراز اور پسماندہ علاقہ جات سے وابستہ شاگرد اپنی مجبوری کی وجہ سے کسب فیض سے محروم رہتے تھے؛ لیکن اب اس پلیٹ فارم کے ذریعے اپنی علمی پیاس بآسانی بجھا سکتے ہیں۔ اس پلیٹ فارم کے ذریعے ڈیجیٹل اسکلز اور پیشہ وارانہ مہارتوں کے کورسز گھر بیٹھے دنیا کے ماہر اساتذہ سے سیکھنا انتہائی آسان بن چکا ہے۔ ٹیلی گرام چینلز اور واٹس ایپ گروپس کے ذریعہ نایاب اور بیرون ممالک کی کتب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اپنے تعلیمی لیکچرز اور ویڈیوز یوٹیوب اور دیگر سوشل ایپس پر رکھ سکتے ہیں۔

---

[20] النحل: 90

[21] آل عمران: 104

اسلام کی پہلی وحی تعلیم سے متعلق تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾[22]

(پڑھ اپنے رب کے نام سے، جس نے پیدا فرمایا)

حدیث میں ہے:

"طلب العلم فريضة على كل مسلم"[23]

(علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)

4۔ حقیقت کو آشکار کرنا:

آج المیہ یہ ہے کہ میڈیا کے دجل و فریب اور مکر کی بنیاد پر نہایت مہارت، ملمع سازی اور چرب زبانی سے دنیا میں سفید کو کالا اور کالے کو سفید بنا کر، مظلوم کو ظالم اور ظالم کو مظلوم بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ جس سے حقائق کو مسخ کر کے اپنے مذموم مقاصد کے لیے رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے جھوٹ کے تمام ہتھیار پوری قوت اور شدت کے ساتھ استعمال ہو رہے ہیں؛ لیکن سوشل میڈیا اپنے اندر ایک مضبوط آواز اور بے مثال طاقت رکھتا ہے، اس کے ذریعے سچائی کو پیش کرنے اور حقیقت کو آشکار کرنے کی اہم خدمت سرانجام دی جاسکتی ہے۔

شریعت نے سچائی کو فروغ دینے اور حق کو بیان کرنے کی تعلیم دی ہے۔ چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾[24]

(اور حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو، اور نہ سچ بات کو چھپاؤ جب کہ (اصل حقیقت) تم اچھی طرح جانتے ہو)

سیرت النبی ﷺ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سچائی کو پیش کرنے اور حقیقت کو آشکار کرنے کے لیے اپنے دور کے سب سے بڑے ابلاغی ذرائع کو بروئے کار لانا وقت کی ضرورت ہے۔ رسالت مآب ﷺ نے اسلام کی سچائی پیش کرنے کے لئے "کوہِ صفا" کا انتخاب فرمایا۔[25] آج کے دور میں سوشل میڈیا "کوہِ صفا" جیسا کردار ادا کر سکتا ہے، جہاں سے حق کو آشکار اور سچائی کے پیغام کو پھیلایا جاسکتا ہے۔

5۔ رابطہ سازی اور تبادلۂ خیال:

سوشل میڈیا کے مثبت اثرات میں سے یہ بڑی اہم چیز ہے کہ اس کے ذریعے دنیا بھر کے افراد ایک دوسرے سے رابطہ قائم کر کے تبادلۂ خیال کر سکتے ہیں۔ اس کی ایک بڑی خوبی ہے کہ اس میں عوامی ذریعہ (Public Medium) جیسے انسٹاگرام، فیس بک، ٹویٹر وغیرہ اور ذاتی ذریعہ (Personal Medium) جیسے واٹس ایپ، ٹیلی گرام، میسنجر وغیرہ کی تقسیم کی وجہ سے پبلک اور پرسنل ہر دو طرح کی رابطہ سازی میں آسانی پیدا ہوگئی ہے۔ اس پلیٹ فارم سے ایک دوسرے کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنا اور معلومات کا تبادلہ کرنا آسان بن گیا ہے۔ پہلے یہ چیز اس طرح تیز ترین

---

[22] العلق: 1

[23] ابن ماجة ،ابو عبدالله ،سنن ابن ماجة ،(دار الرسالة العالمية 1430ھ/2009ع)، 1/151، حدیث نمبر :224

[24] البقرۃ: 42

[25] محمد بن اسماعيل البخاري، صحيح البخاري، (بيروت، دار طوق النجاة 1422ھ)، 6/111، حدیث نمبر : 4770

اور وسیع پیمانے پر متعارف نہیں تھی۔

افراد کے درمیان بھلائی، خیر خواہی اور علم کی بنیاد پر رابطہ، باہمی تبادلۂ خیال اور تعلقات قائم کرنا اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا﴾[26]

(اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔)

یہ آیت قومیت کے نظریہ کی بیخ کنی کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کو بھی واضح کرتی ہے کہ مختلف اقوام اور قبائل کا وجود ایک دوسرے کے ساتھ تعارف اور تعلقات قائم کرنے کے لئے ہے۔

رسالتِ مآب ﷺ نے بھی دوسرے ممالک کے بادشاہوں کو خطوط لکھے اور ان کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم فرمائے۔[27]

6۔ خرید و فروخت کا ذریعہ:

آج کل مارکیٹ اور دکانوں کی بجائے آن لائن خریداری کا تصور بھی تیزی سے فروغ پا رہا ہے، مختلف سوشل ایپس کی مدد سے گھر بیٹھے، اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سے بآسانی خرید و فروخت کی جا سکتی ہے۔ دیکھا جائے تو آج کے دور میں سوشل میڈیا بزنس کے لیے ایک بہترین پلیٹ فارم ہے، جو آمدنی کا ایک معقول ذریعہ ہے۔ اس پر ہمارے کئی نوجوان گھر بیٹھے بہترین اور مؤثر معلومات فراہم کر رہے ہیں، اپنی صلاحیت اور اسکلز سے معاشرے میں مثبت طرزِ عمل کو فروغ دے رہے ہیں، جو کہ نہ صرف معاشرے کے لیے مفید ہے؛ بلکہ ان کے لیے بہترین آمدنی کا ذریعہ بھی ہے۔

اسلام تجارت کو بابرکت ذریعۂ معاش قرار دیتا ہے[28] اور سیرتِ نبوی سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے دور کی مؤثر تجارتی مارکیٹوں میں کاروبار کیا۔ چناں چہ سیرت کی کتابوں میں یہ تذکرہ ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ کے تاجروں کے ساتھ مل کر شام کی تجارتی مارکیٹ میں کاروبار کیا۔[29]

سوشل میڈیا کے درج بالا مفید اور مثبت استعمال کے ساتھ درج ذیل غیر مناسب استعمال اور اس کے منفی اثرات بھی ہو سکتے ہیں:

1۔ اخلاقی زوال:

اس سے عام طور پر غیر اخلاقی مواد نازیبا تصاویر اور فحش (Porn) ویڈیوز کی بر سرِ عام ترسیل کی جاتی ہے، اور بے حیائی کا ایک طوفانِ بلا خیز ہے، جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا؛ بلکہ آئے دن زور افزوں ہے۔ ایسی اخلاقی خرافات ہمارے دین و ایمان اور معاشرتی اقدار کے مطابق خلوت کدہ

---

[26] الحجرات:13

[27] مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، (بيروت، دار الجيل، 1334ھ)، 5:166، حدیث نمبر: 1774

[28] بدر الدين العيني، عمدة القاري، (القاهرة، مطبع المنيرية، سن ندارد)، 5:711

[29] ابن هشام، سيرة النبي، (طنطا، دار الصحابة 1416ھ/1995ع)، 1:242

میں گوارا نہیں کی جاسکتی، چہ جائیکہ وہ سب کو دیکھنے کے لیے دعوتِ گناہ دی جائے۔ المیہ یہ ہے کہ اب اس کا گناہ ہونے کا تصور بھی نکل گیا ہے۔ اس سے معاشرے میں اخلاقی زوال فروغ پا رہا ہے اور یہ چیز کسی بھی پاکیزہ اور مہذب معاشرے کے لیے زہر ہلاہل اور اس کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کے لیے کافی ہے۔

اسلامی تعلیمات ہمیں سختی سے اس سے بچنے کی تاکید کرتی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾[30]

(بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے)

حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بے حیائی پھیلانا ایمان کے خلاف ہے اور اسے روکنا دینی فریضہ ہے۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"الحیاء شعبة من الإیمان"[31]

رسالت مآب ﷺ نے بے حیائی کے سدِ باب کے لیے سخت اقدامات کیے۔ آپ ﷺ کے زمانے میں بے حیائی پھیلانے والے بعض لوگوں کو سزائیں بھی دی گئیں۔ چناں چہ ابن ہشامؒ نے اپنی سیرت میں بنو قینقاع کی جلاوطنی کے عوامل پر گفتگو کرتے ہوئے ایک وجہ یہ بھی نقل کی ہے کہ ایک دن بنو قینقاع کے بازار میں ایک مسلمان خاتون خریداری کے لیے گئیں تو ان کے ایک شخص نے شرارت کے طور پر خاتون کے کپڑے کے کنارے کو کسی چیز سے باندھ دیا۔ جب وہ خاتون کھڑی ہوئیں تو اس کے جسم کا کچھ حصہ ظاہر ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ایک مسلمان نے اس شخص کو قتل کر دیا، جس نے یہ حرکت کی تھی۔ جواب میں انہوں نے مسلمان کو شہید کر دیا، جس سے مدینہ منورہ میں فتنہ پیدا ہو گیا۔ جب یہ معاملہ رسالت مآب ﷺ تک پہنچا تو آپ ﷺ نے بنو قینقاع کو اس بے حیائی اور معاہدہ شکنی پر ان کا محاصرہ کیا اور انہیں مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا۔[32] حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔[33]

2۔ فتنہ و فساد:

سوشل میڈیا کسی بھی انسان پر کیچڑ اچھالنے، اس کی عزتِ نفس پر حملہ کرنے، الزام تراشی اور بہتان بازی، انسانی شکلوں کو بگاڑنے اور مخالفین پر طعن و تشنیع کا سہل ترین پلیٹ فارم ہے۔ نیز معاشرے میں مار دھاڑ، تشدد اور سنسنی پھیلانے کے لیے بھی سوشل میڈیا کا بے دریغ استعمال ہو رہا ہے، اس سے جھوٹی خبریں پھیلائی جاتی ہیں اور اکثر باتیں بغیر تحقیق کے اس پر ڈال دی جاتی ہیں۔ بغیر تحقیق کے بات پھیلانا قرآن کریم کی رو سے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ

---

[30] النور:19

[31] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، (بیروت، دار الجیل، 1334ھ)، 1/46، حدیث نمبر: 35

[32] ابن ھشام، سیرة النبي، (طنطا، دار الصحابة 1416ھ/1995ع) 2 457

[33] عماد الدین، ابن کثیر، البدایة والنهایة (ھجر للطباعة والنشر، سن ندارد) 5 319

نَادِمِينَ﴾[34]

(اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ۔)

حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر تحقیق بات پھیلانا جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"کفی بالمرء کذباً أن یحدث بکل ما سمع"[35]

(آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کر دے۔)

اسلام سنسنی پھیلانے کو منافقین کا شیوہ قرار دیتا ہے۔ سنسنی پھیلانے اور خوف وہراس پیدا کرنے کے حوالے سے سورت النساء میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾[36]

(اور جب ان کو کوئی خبر پہنچتی ہے، چاہے وہ امن کی ہو یا خوف پیدا کرنے والی، تو یہ لوگ اسے (تحقیق کے بغیر) پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اگر یہ اس (خبر) کو رسول کے پاس یا اصحابِ اختیار کے پاس لے جاتے تو ان میں جو لوگ اس کی کھوج نکالنے والے ہیں وہ اس کی حقیقت معلوم کر لیتے۔)

سوشل میڈیا نیٹ ورک کو فرقہ پرست، قوم پرست اور ملک دشمن عناصر کی طرف سے نفرت اور تفرقہ بازی کے اکھاڑے کے طور پر بھی پوری شدت کے ساتھ استعمال کیا جا رہا ہے۔ مسلکی اختلافات اور لسانی وعلاقائی معاملات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا اور اپنی دکان چمکانا اس گروہ کا طریقۂ واردات ہے۔ نیز ملک دشمن عناصر اپنی شناخت کو چھپا کر ملک اور اس کے مقتدر اداروں کے خلاف زہر اچھالنے کا مذموم عمل بھی کر رہے ہیں۔ جس سے معاشرے میں فتنہ وفساد، انتشار، انارکی، نفرت اور تفرقہ کے جراثیم وسیع پیمانے پر پھیل رہے ہیں۔ ملک میں آئے روز سیاسی عدمِ استحکام بڑھ رہا ہے، مذہبی اور فرقہ وارانہ منافرت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جس سے رواداری اور حسنِ معاشرت کا خاتمہ ہو رہا ہے۔

3۔ الحاد اور مغربی ثقافت کا فروغ:

عصرِ حاضر میں نسلِ نو میں الحاد اور خدا کے وجود سے انکار پوری تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ الحاد پھیلانے کے لیے پلیٹ فارم مہیا کرنے میں سوشل میڈیا کا کردار انتہائی خطرناک اور پریشان کن ہے۔ ایک منصوبہ کے تحت ایسے سینکڑوں اکاؤنٹس بنائے گئے ہیں، جن کا مقصد اسلامی شعائر واحکام کی تضحیک کرنا، قرآن کریم وسیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر اعتراضات کرنا ہے۔ ان سے تعلیم یافتہ نوجوانوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لیے سائنس سے بالاتر موضوعات، وجودِ خدا، وحی، واقعۂ معراج وغیرہ پر پوسٹس کی جاتی ہیں۔ شریعت کے ہر حکم کو مغربی نظریات اور

---

[34] الحجرات: 6

[35] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، (بیروت، دار الجیل، 1334ھ)، 1/8، حدیث نمبر: 5

[36] النساء: 83

سائنسی بنیادوں پر پرکھنے کی مہم چلائی جاتی ہے۔ یہ ایک خطرناک کھیل بڑی خاموشی کے ساتھ ؛لیکن پوری منصوبہ بندی سے ہماری نسلوں کے ساتھ کھیلا جارہا ہے۔ اس کی وجہ سے مغربی طرز کے دل دادہ نوجوان آسانی سے دنیا بھر کے ملحدین کے ساتھ جڑ رہے ہیں۔ قرآنِ کریم کی روشنی میں ان کی بیخ کنی اور سدباب بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾[37]

(اور اس نے کتاب میں تم پر یہ حکم نازل کیا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جارہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو ایسے لوگوں کے ساتھ اس وقت تک مت بیٹھو جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں، ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔)

اسی طرح ہماری اپنی الگ اور خوب صورت ثقافت اور طرزِ معاشرت ہے، جو اسلامی اقدار کی حامل اور مشرقی روایات کی امین ہے۔ ہماری ثقافت اور طرزِ معاشرت دینی سوچ اور نظریہ اور علاقائی رسوم ورواج اور شرم وحیا کے تقاضوں کا حسین سنگم ہے۔ لیکن سوشل میڈیا کے ذریعے کچھ لوگ پاکستانی ثقافت اور اسلامی معاشرت پر حملہ آور ہیں۔ نظریہ پاکستان اور اسلامی اقدار کے برعکس مغربی ثقافت اور ہم جنس پرستی کی ترویج کے لیے پوری قوت صرف کی جارہی ہے۔ جس سے ہماری اقدار اور طرزِ معاشرت کو چیلنجز کا سامنا ہے۔

4۔ ذہنی دباؤ:

سوشل میڈیا ایک نشہ ہے، جس کو زیادہ استعمال کرنے کی وجہ سے انسان، وقت ضائع کرنے کا خوگر بن جاتا ہے۔ خاص طور پر نوجوانوں میں ہر وقت آن لائن رہنے کی عادت سرایت کرچکی ہے۔ بسا اوقات اس پر فضول چیٹ کرنے، سیاسی وگروہی بحث ومباحثہ کرنے، ویڈیوز دیکھنے، بلا مقصد پوسٹس لگانے، بے فائدہ شیئرنگ کرنے اور کمنٹس کرنے کی وجہ سے زندگی کے مقاصد اور امورِ مہمہ سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ آج کل سوشل میڈیا کے اکثر صارفین کا یہی حال ہے۔

قرآن وحدیث ہمیں وقت کی قدر کرنے اور اسے مفید کاموں میں صرف کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ سورت العصر میں وقت کی قدر نہ کرنے والوں کو نقصان اٹھانے والا قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿وَالْعَصْرِ ۔ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ﴾[38]

(زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے۔)

اس آیت کی روشنی میں وقت کے ضیاع کا نقد نقصان یہ سامنے آرہا ہے کہ اس طرح غیر ضروری موازنہ اور نیند کی کمی کی وجہ سے ذہنی صحت پر منفی اثرات پڑتے ہیں۔ ایسے لوگ شدید ذہنی دباؤ اور نفسیاتی الجھاؤ کا شکار ہو جاتے ہیں، ذہنی اور دماغی کمزوری، اعصابی دباؤ اور بلڈ پریشر وغیرہ جیسی خطرناک بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

---

[37] النساء: 140

[38] العصر: 1-2

5۔ فرائضِ منصبی سے غفلت:

اکثر لوگ اپنے فرائض منصبی اور پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کی ادائیگی کے دوران بھی سوشل میڈیا پر مشغول نظر آتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اپنی ڈیوٹی میں غفلت برتتے ہیں۔ یہ مرض ہمارے معاشرے میں اس قدر سرایت کر چکا ہے کہ دفاتر میں بیٹھے کلرک اور افسر سے لے کر چپڑاسی تک، اسپتالوں میں ڈاکٹرز، نرسز سے لے کر نیچے اسٹاف تک سب اس حمام میں ننگے ہیں، جن کی لاپرواہی اور عدم توجہ سے ان مقامات پر انسانیت مسائل اور پریشانی کا شکار ہو رہی ہے اور سسکتی اور تڑپتی نظر آرہی ہے۔ حالاں کہ فرائض منصبی کی بجا آوری اسلام کی نظر میں بہت ضروری ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے:

"إن الله عز وجل يحب إذا عمل أحدكم عملا أن يتقنه"[39]

(بے شک اللہ تعالی اس شخص کو پسند کرتا ہے جو جب بھی کوئی کام کرے تو اسے خوب محنت اور مہارت سے کرے۔)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ، ارشاد ربانی: ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ﴾[40] (بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی) کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"اسی طرح حقوق العباد میں جو شخص مقررہ حق سے کم کرتا ہے وہ بھی "تطفیف" کے حکم میں ہے۔ مزدور، ملازم نے جتنے وقت کی خدمت کا معاہدہ کیا ہے اس میں سے وقت چرانا اور کم کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ وقت کے اندر جس طرح محنت سے کام کرنے کا عرف میں معمول ہے اس میں سستی کرنا بھی "تطفیف" ہے۔"[41]

یہی کچھ معاملہ گھروں کا بھی ہے کہ والدین بچوں کو پورا وقت دینے سے قاصر ہیں۔ وہ ہر وقت سوشل میڈیا کی کسی فضول مصروفیت کی وجہ سے اولاد کی شفقت اور پیار کو بھی نظر انداز کیے بیٹھے ہیں۔ بچے بھی والدین کی لاپرواہی کے باعث کھیل کود اور مفید ذہنی وجسمانی سرگرمیوں کی بجائے سوشل میڈیا استعمال کرتے ہیں، جس سے ان کی تعلیم، ذہنی نشوونما اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بری طرح متاثر ہو رہی ہیں۔

6۔ سماجی ذمہ داریوں سے دست برداری:

انسان فطری طور پر مانوس ہونے والا ہے، اس کے نام میں انس کا عنصر شامل ہے اور وہ ہمیشہ سے دوسرے اپنے ہم جنس انسانوں سے مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے۔ جس کی بنیاد پر اس کی کچھ سماجی ذمہ داریاں ہیں، جن کو پورا کرنا اور سبکدوش ہونا اس کی فطرت کا تقاضا اور اندر کی آواز ہے۔ لیکن سوشل میڈیا نے انسان کو اپنی فطرت کے برعکس، مانوس ماحول سے نکال کر، مصنوعی انس فراہم کیا ہے؛ لیکن حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو اسے وحشت کے بیابان کا باسی بنا دیا ہے۔ لوگ تیزی سے تنہا پسندی کا شکار ہو رہے ہیں، محفلوں میں بھی سناٹا چھایا رہتا ہے، بھری بزم میں بھی ہر بندہ اپنے موبائل پر مصروف نظر آتا ہے۔ جس سے انسانی گھریلو زندگی متاثر ہو رہی ہے، آئے روز ان باتوں کی وجہ سے گھروں میں جھگڑے ہیں، قریبی رشتوں میں صلہ رحمی اور پیار و محبت کا فقدان ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے فطری طور پر سماج پر غلط اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

---

[39] أبو القاسم الطبراني. المعجم الأوسط. (القاهرة. دار الحرمين. 1415ھ/1995ع)، 1. 275 حدیث نمبر: 897

[40] المطففین:1

[41] مفتی محمد شفیع عثمانی، معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن 1436ھ / 2015ع)، 8/694

درج بالا منفی اثرات اس قدر خطرناک ہیں کہ دورِ حاضر کے مفکرین اور رہنمایانِ ملت اس کے ازالہ کے لیے سرگرداں اور پریشان ہیں۔ ان کا علاج ناممکن نہیں تو کم از کم مشکل ضرور ہے۔

تعلیم وتربیت کی اہمیت اور ریاستی ذمہ داریاں:

کسی بھی معاشرے میں تعمیری اقدار (Constructive Values) کو فروغ دینے اور اس کی ترقی کے لیے افراد سازی اور لوگوں کی ذہن سازی بہت اہمیت کی حامل ہے۔ افراد سازی کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کو تعلیم یافتہ بنایا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ منظم منصوبہ بندی کے تحت انہیں تربیت یافتہ بنایا جائے؛ لیکن افراد سازی کی بہتر صورت یہ ہے کہ انہیں بیک وقت تعلیم وتربیت کے زیور سے آراستہ کیا جائے۔ تعلیم وتربیت کی درج بالا ذمہ داری جہاں والدین، اساتذہ اور بزرگ شہریوں کی بنتی ہے، وہاں ریاست اور اس کے اداروں کی بھی بنتی ہے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو ریاست اور معاشرے کے افراد کے درمیان جو عمرانی معاہدہ (Social Contract) ہوتا ہے، اس کے پیشِ نظر ان کی تعلیم وتربیت پر توجہ دینا ریاست کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ آج کے جدید تعلیمی تصورات میں بھی اس کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اس حوالے سے دورِ جدید میں سوک ایجوکیشن (Civic Education) کے ذریعے افراد میں سماجی شعور، شہری ذمہ داریوں اور اجتماعی بہبود کے لیے عملی اقدامات جیسے نظریات سے ان کی تربیت کی جاتی ہے۔[42] اس سے ایک بہتر، خوب صورت، منظم اور پرامن معاشرے کی تشکیل قرار پاسکتی ہے۔

تعلیم وتربیت کے حوالے سے رسالت مآب ﷺ کی سیرت مبارکہ ایک کامل نمونہ اور اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں نہ صرف دینِ اسلام کی زبانی تعلیم دی؛ بلکہ عملی طور پر اخلاقی اقدار کو فروغ دیا۔ آپ ﷺ نے تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ تربیتِ معاشرہ پر بھی خصوصی توجہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رسالت مآب ﷺ کا یہ فرضِ منصبی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾[43]

(وہی ہے جس نے امی لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول کو بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتوں کی تلاوت کریں اور ان کو پاکیزہ بنائیں اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں۔)

خود نبی کریم ﷺ نے اپنی بعثت کے مقصد کو حسن اخلاق کی تکمیل قرار دیا ہے:

"بعثت لأتمم حسن الأخلاق"[44]

(میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں)

اسی بات کے پیشِ نظر آپ ﷺ نے سچائی، دیانت داری، حسن اخلاق اور عدل وانصاف کی تعلیم دی۔ ریاستِ مدینہ میں آپ نے ایک ایسا سماجی نظام قائم کیا، جس میں احترام انسانیت، مساوی حقوق، اخلاقی اقدار کا فروغ، نیکی کی ترویج اور برائی کی تطہیر جیسے قوانین شامل تھے۔ ریاست

[42] https://gem-report-2019.unesco.org/

[43] الجمعہ: 2

[44] مالك بن انس، موطأ مالك، (مؤسسة زايد بن سلطان، 1425ھ/2004ع)، 5/1329، حديث نمبر: 3356

کی اسی ذمہ داری کو قرآنِ کریم نے بھی بیان کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ﴾[45]

(یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور لوگوں کو نیکی کی تاکید کریں اور برائی سے روکیں۔)

مفتی محمد تقی عثمانی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کو مدینۂ منورہ میں حکومت قائم کرنے کا مقصد اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ زمین میں اقتدار حاصل کرنے کے بعد اپنی جان اور مال سے اللہ تعالی کی عبادت خود بھی کریں گے اور دوسروں کو بھی نیکی کی تلقین اور برائی سے روکنے کا فریضہ انجام دیں گے۔ اسی طرح یہ آیت ایک اسلامی ریاست کے بنیادی اغراض و مقاصد بیان فرما رہی ہے۔"[46]

ریاست کی اسی ذمہ داری کو بیان کرتے ہوئے رسالتِ مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"كلكم راع، وكلكم مسؤول عن رعيته، الإمام راع ومسؤول عن رعيته، والرجل راع في أهله، وهو مسؤول عن رعيته، والمرأة راعية في بيت زوجها، ومسؤولة عن رعيتها، والخادم راع في مال سيده، ومسؤول عن رعيته. قال: وحسبت أن قد قال: والرجل راع في مال أبيه، ومسؤول عن رعيته، وكلكم راع، ومسؤول عن رعيته."[47]

(تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔ امام (حکمران) اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ مرد اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ خادم اپنے مالک کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ "راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:" انسان اپنے والد کے مال کا بھی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔)

اس لیے سوشل میڈیا کے مثبت اور مفید استعمال کے لیے لوگوں کی تعلیم و تربیت کرنا ریاست کے لیے ناگزیر ہے۔ ریاستی سطح پر تعلیم و تربیت کے ذریعے اس کے دوررس اثرات نکلیں گے، جس سے صحت مند اور پاکیزہ معاشرہ تشکیل پائے گا۔

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے لیے ریاستی اقدامات:

ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا کا مقصد انسانی زندگی میں آسانی اور سہولت پیدا کرنا ہے؛ لیکن آج کل سوشل میڈیا کے غلط استعمال کی وجہ

---

[45] الحج: 41

[46] مفتی محمد تقی عثمانی، توضیح القرآن، آسان ترجمۂ قرآن، تشریحات کے ساتھ، (کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2024ء)، 665

[47] محمد بن اسماعيل البخاري، صحيح البخاري، (بيروت، دار طوق النجاة 1422هـ)، 2: 5، حديث نمبر: 893

سے معاشرے کو خصوصا نسل نو کو شدید خطرات کا سامنا ہے۔ اس لیے ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ قوم وملت اور دین اسلام کے لیے سوشل میڈیا کے مفید استعمال اور اس پر اسلامی اور اخلاقی اقدار کے فروغ کے لیے درج ذیل اقدامات کرے:

1۔ قانون سازی اور ضابطۂ اخلاق طے کرنا اور عوام میں متعارف کرانا۔

سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے مفید استعمال، نیز اس پر نفرت انگیز، اخلاق سوز، حیا باختہ اور اسلامی اقدار کے خلاف مواد پھیلانے اور جعلی خبروں کا راستہ روکنے کے لیے پہلے سے موجود قوانین پر نظر ثانی کرتے ہوئے جامع قانون سازی اور ضابطۂ اخلاق طے کرنا ضروری ہے۔ ایک مہذب معاشرے میں ہر سطح پر سوشل میڈیا کے استعمال سے متعلق اخلاقی ضابطے کا ہونا بہت ضروری ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ریاستی سطح پر ایسے قوانین اور عملی تدابیر اور مثبت اقدامات ہونے چاہئیں، جن سے ملک میں سوشل میڈیا کا مثبت استعمال رواج پذیر ہو اور اس کا منفی استعمال کرنے والے عناصر کی بیخ کنی ہو اور وہ ریاست کے سامنے جواب دہ ہوں۔ اس حوالے سے حکومت کی طرف سے کچھ قوانین اور ایکٹ پہلے سے طے اور نافذ ہیں، لیکن وفاقی تحقیقاتی اداروں کو مزید فعال، بااختیار اور انصاف کے تقاضوں کو یقینی بنانے کے لیے علما وماہرین کی مشاورت سے ایف آئی اے اور سائبر کرائم ایکٹ وغیرہ میں ترامیم کے لیے مربوط حکمت عملی کی ترتیب بنائی جائے تو اس کا فائدہ دوچند ہو سکتا ہے۔

اس سلسلے میں سیرت النبی ﷺ سے استفادہ کرتے ہوئے، رسالت مآب ﷺ نے ریاست مدینہ میں جو اخلاق اور تہذیبی آداب متعارف کرائے تھے، ان کو پیش نظر رکھا جائے۔ ان میں خبر کی تصدیق اور تحقیق کا ضابطہ موجود تھا۔ رسالت مآب ﷺ نے کسی بھی خبر کو بغیر تحقیق آگے پھیلانے سے منع فرمایا۔ ارشاد ہے:

"كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع"[48]

(آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کردے۔)

اسی طرح ریاست مدینہ میں آپ ﷺ نے تمام انسانوں کے حقوق اور احترام انسانیت کا تحفظ یقینی بناتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"إن دمائكم وأموالكم وأعراضكم عليكم حرام"[49]

(بے شک تمہارے خون، تمہارے مال، اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں۔)

ریاست مدینہ کے دستور مدینہ میں تمام شہریوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو بھی یقینی بنایا گیا تھا۔ اس میں غیر مسلموں کے تحفظ کی ضمانت بھی شامل تھی۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"ألا من ظلم معاهدا، أو انتقصه، أو كلفه فوق طاقته، أو أخذ منه شيئا بغير طيب نفس، فأنا حجيجه يوم القيامة"[50]

(سنو! جس نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری) پر ظلم کیا، یا اس کے حق کو کم کیا، یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا، یا اس کی مرضی کے بغیر کوئی چیز لی تو قیامت کے دن میں اس کا مخالف ہوں گا۔)

---

[48] مسلم بن الحجاج. صحيح مسلم. (بيروت. دار الجيل. 1334هـ). 8/1. حديث نمبر: 5

[49] محمد بن اسماعيل البخاري. صحيح البخاري. (بيروت. دار طوق النجاة 1422هـ). 24/1. حديث نمبر: 67

[50] ابو داؤد السجستاني. سنن ابي داؤد. (المكتبة العصرية. سن ندارد). 3. 171. حديث نمبر: 3052

اس میں گفتگو کے معیارات کا تعین بھی ملتا ہے۔ ایسی گفتگو کرنا، جس میں دوسروں کے لیے تحقیر کا پہلو ہو سیرتِ نبوی ﷺ اسے مسترد کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ارشاد فرمایا:

"ليس المؤمن بالطعان، ولا اللعان، ولا الفاحش، ولا البذيء"[51]

(مؤمن نہ طعنہ دینے والا ہوتا ہے، نہ لعنت بھیجنے والا، نہ فحش گو اور نہ بدکلام۔)

اس سلسلے میں آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

"من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت"[52]

(جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ بھلائی کی بات کرے یا خاموش رہے۔)

اس حوالے سے سورت الحجرات میں بڑے واضح اور خوب صورت اخلاقی آداب موجود ہیں۔ جن میں یہ شامل ہے کہ کوئی شخص کسی کو تمسخرانہ نشانہ نہ بنائے، طعنہ نہ دے، برے القاب نہ دے، بدگمانی نہ کرے، ٹوہ نہ لگائے، غیبت نہ کرے اور قومی اور قبائلی نسبتوں کے فرق کی وجہ سے ایک دوسرے کو تعصب کا نشانہ نہ بنائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ ۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾[53]

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مؤثر گفتگو کی جائے اور اس میں خیر خواہی اور راست بازی اختیار کی جائے، جس کا عملی مظاہرہ نبی کریم ﷺ نے ریاستِ مدینہ میں کیا اور یہی انبیا علیہم السلام کا طرزِ تخاطب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا﴾[54]

(ایسی بات کہتے رہو جو دل میں اتر جانے والی ہو۔)

حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[51] محمد بن عيسى الترمذي، سنن الترمذي، (بيروت، دار الغرب الاسلامي، 1996ع) 3 520، حديث نمبر: 1977

[52] محمد بن اسماعيل البخاري، صحيح البخاري، (بيروت، دار طوق النجاة 1422ھ)، 8 32، حديث نمبر: 6134

[53] الحجرات: 11-13

[54] النساء: 63

﴿أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ﴾[55]

(میں اپنے پروردگار کے پیغامات تم تک پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا ایسا خیر خواہ ہوں جس پر تم اطمینان کر سکتے ہو۔)

قرآن وسنت میں بے مقصد چیزوں کو ترک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ﴾[56]

(اور جو لوگ بے مقصد اور بے ہودہ باتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں۔)

نبی کریم ﷺ نے فضول اور بے فائدہ چیزوں کے چھوڑنے کو اسلام کے اچھائی کی علامت قرار دیا ہے:

"من حسن إسلام المرء تركه من لا يعنيه"[57]

(آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے فائدہ باتوں کو چھوڑ دے)

قرآن پاک اور سیرت النبی ﷺ کے درج بالا اصول وقواعد کی روشنی میں قانون سازی کی جائے اور ضابطہ اخلاق طے کیا جائے تو اس کے دور رس اور مثبت اثرات مرتب ہونا یقینی ہے۔

اس بات کو بھی یقینی بنانے کے لیے قانون سازی کی ضرورت ہے کہ کس عمر میں کون سے پلیٹ فارمز پر بچوں کو رسائی دی جائے اور اس دوران بچوں کی مناسب نگرانی بھی ایک لازمی معاملہ ہے۔ اس حوالے سے دنیا میں عمر کی درجہ بندی کا نظام موجود ہے، جس کے تحت تعلیمی انتظامیہ نے یہ طے کیا ہوتا ہے کہ کس Age Group کے لیے کون سے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کتنے وقت کے لیے استعمال کرنا بہتر ہیں، اس کو Age Rating کہا جاتا ہے، جو کہ ایک قانونی اور اخلاقی پابندی کا کام کرتا ہے۔

اس حوالے سے American Academy Of Child & Adolescent Psychiatry(AACAP) نے سوشل میڈیا اور مواصلاتی آلات کے، عمر کے تناسب کے لحاظ سے استعمال کرنے کی کچھ سفارشات مرتب کی ہیں۔ جس کے مطابق اٹھارہ ماہ سے کم عمر بچے والدین کے دور دراز مقام پر موجودگی کی صورت میں ان کے ساتھ صرف ویڈیو کال کے لیے کسی دیکھ بھال کرنے والے بڑے فرد کی نگرانی میں، اٹھارہ سے چوبیس ماہ کے بچے صرف تعلیمی مقاصد کے لیے والدین اور بڑے کی نگرانی میں، دو سے پانچ سال تک کے بچے، غیر تعلیمی سرگرمیوں کے لیے روزانہ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ اور ہفتہ وار چھٹی والے دن تین گھنٹے استعمال کر سکتے ہیں اور چھ سال سے بڑی عمر کے بچے کا استعمالی دورانیہ محدود ہو تو بہتر ہے۔ اس کو دیگر مفید سرگرمیوں اور صحت مند عادات کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اسی طرح اسکرینز کو بچوں کے بہلانے، چپ کرانے یا ان کے غصے کو کم کرنے کے لیے استعمال کرنے سے گریز کیا جائے۔[58]

---

[55] الاعراف:68

[56] المؤمنون:3

[57] محمد بن عيسى الترمذي، سنن الترمذي، (بيروت، دار الغرب الاسلامي، 1996ع) 4:148، حديث نمبر: 2317

[58] https://www.aacap.org/AACAP/Families_and_Youth/Facts_for_Families/FFF-Guide/Children-And-Watching-TV-054.aspx Screen Time and Children

دین اسلام نے یتیم کا مال تلف ہونے کے امکانی خطرے کے پیش نظر، اس کو سپرد کرتے وقت اس کے پاس سمجھ بوجھ ہونے کی شرط لگائی ہے۔ چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ﴾[59]

(اگر تم یہ محسوس کرو کہ ان میں سمجھ داری آچکی ہے تو ان کے مال انہی کے حوالے کر دو۔)

تو سوشل میڈیا کا خطرہ تو امکانی نہیں؛ بلکہ وقوعی ہے اور مال کے تلف ہونے سے تو کہیں زیادہ اخلاقیات کی تباہی ہے!

ہمارے ہاں کم عمر بچے اور نوجوان سوشل میڈیا کا بے دریغ اور بلا روک ٹوک غیر مناسب استعمال کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ریاستی سطح پر پاکستانی آئی ٹی ماہرین کی مدد سے ملکی اور اسلامی اقدار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، ماہرین کی مذکورہ سفارشات کی روشنی میں Age Rating اور Monitaring Apps پر کام کرنا چاہیے۔

اس پہلو پر ضروری ہے کہ ایک جامع علمی، معاشرتی، تہذیبی، ثقافتی اور سیاسی حکمت عملی ترتیب دی جائے اور ایک مخصوص لائحہ عمل طے کر کے اس کی روشنی میں قانون سازی کی جائے، تاکہ مستقبل کے پیش آمدہ نقصانات سے بروقت بچا جا سکے۔ اس کے بغیر معاشرتی اصلاح، تحفظِ اقدار اور تعمیرِ سیرت کا عمل سر انجام نہیں دیا جا سکتا۔

2۔ غیر اخلاقی اور ملک وملت کے لیے مضر مواد کو حذف کرنے کے لیے وسائل کا استعمال۔

آج کل سوشل میڈیا پر ایسے کئی گمنام اور اصل شناخت چھپائے صارفین موجود ہیں، جو منظم گروہوں کی شکل میں غیر اخلاقی اور ملک و ملت کے لیے مضر مواد کو سیاسی و مذہبی آزادی کے نام پر بظاہر خوش نما اور طنز و مزاح کی آڑ میں انتشار پھیلانے کا مذموم کام سر انجام دے رہے ہیں۔ ہمارے کئی نوجوان نادانی میں ان کے آلہ کار بن جاتے ہیں۔ یہ ملک وملت کے لیے ایک سنگین صورت حال اور مستقبل کی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ جس کی روک تھام (Restrictions) ضروری ہے اور اس سے ریاست کو نبرد آزما ہونے کے لیے دیگر امور پر غور کرنے کے ساتھ، سوشل پلیٹ فارمز سے ایسے مواد کو حذف کرنے اور ہٹانے (Blockage) کے لیے ماہرین کی مشاورت سے ملکی وسائل کو بروئے کار لایا جائے کہ غیر اخلاقی اور ملک و ملت کے لیے مضر مواد فوری طور پر ڈیلیٹ ہو جائے۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ میں ایسے جامع اصول ملتے ہیں، جن میں ریاستی سطح پر برائی کے سدباب اور اخلاقی اقدار کے تحفظ پر زور دیا گیا ہے۔ ان سے جدید دور میں ڈیجیٹل مواد کو کنٹرول کرنے کا ضابطہ نکالا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، ومن لم يستطع فبقلبه"[60]

(جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے، تو اسے چاہیے کہ ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کرے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں برا جانے۔)

---

[59] النساء:6

[60] مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، (بيروت، دار الجيل، 1334ھ)، 1/50، حديث نمبر: 49

ریاستی سطح پر منکرات کو روکنے اور اس کے لیے وسائل کو بروئے کار لانے کی مثال حرمتِ شراب کے موقع پر نبی کریم ﷺ کا لوگوں کے گھروں موجود شراب کے ضائع کرانے میں بھی ملتی ہے۔ چناں چہ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

"فجرت في سكك المدينة"[61]

(یہاں تک کہ شراب مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی۔)

3۔ ریاستی سطح پر ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کو فعال کرکے اسلامی اور مشرقی اقدار کی ترویج واشاعت کا آغاز۔

ریاستی سطح پر ضرورت ہے کہ ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر اسلامی اور مشرقی اقدار کی ترویج واشاعت کا آغاز کیا جائے۔ اس پر ریاست کی طرف سے اقدام مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔ دعوتِ اسلام اور تبلیغ دین کے لیے اپنے دور کے رائج اور مؤثر ذرائع ابلاغ کا ایسا استعمال، جس میں کوئی شرعی اور اخلاقی خرابی نہ ہو، نہایت ضروری ہے۔ دورِ حاضر میں سوشل میڈیا کو اس مقصد کے لیے استعمال کرنا وقت کا تقاضا ہے۔

آپ ﷺ نے دعوتِ اسلام کے لیے خاص طور پر صفا کی چوٹی کا انتخاب فرمایا۔[62] یہ انتخاب اس دور کے مؤثر ابلاغی ذریعہ کی بنیاد پر تھا اور اس وقت کے مطابق ایک مؤثر "سوشل پلیٹ فارم" جیسا عمل تھا۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے کوہِ صفا، حج کے موسم، میلۂ عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز،[63] خطابات اور شاعری[64] جیسے جاہلی معاشرے میں رائج اس زمانے کے طاقت ور ترین اور مؤثر سارے ذرائع ابلاغ سے استفادہ کرتے ہوئے دعوت کو عام کیا۔

4۔ تعلیمی نصاب میں سوشل میڈیا کے مفید استعمال پر مضامین شامل کرنا۔

تعلیمی نصاب قوموں کے افکار ونظریات، سوچ وعمل کی تشکیل میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ نصاب میں موجود مضامین پوری زندگی کردار وعمل کا ایک زاویہ اور رخ متعین کرتے ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے تعلیم کے ذریعے لوگوں کی ذہن سازی کی۔ آپ ﷺ نے قرآن وحدیث کے نصاب سے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا، جو عدل واحسان اور خیر خواہی کی بنیادوں پر استوار تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾[65]

(جیسے ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاکیزہ بناتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔)

تعلیم کی اہمیت اور انسانی سماج کی تشکیل میں اس کی اثر اندازی کے پیش نظر، آپ ﷺ نے اپنے تعلیمی مشن کی وضاحت کرتے ہوئے

---

[61] محمد بن اسماعيل البخاري، صحيح البخاري، (بيروت، دار طوق النجاة 1422ھ)، 3:132، حديث نمبر: 2464

[62] ايضا: 6/111 حديث نمبر: 4770

[63] احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، (دار المنهاج، 1431ھ/2010ع) 10/5493، حديث نمبر: 23621

[64] محمد بن اسماعيل البخاري، صحيح البخاري، (بيروت، دار طوق النجاة 1422ھ)، 6/111، حديث نمبر: 3213

[65] البقرہ: 151

اپنا تعارف "معلم" کے طور پر ارشاد فرمایا۔[66] اس بنیاد پر ضرورت اس امر کی ہے کہ سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے متعلق اعلیٰ اخلاقی معیارات سے مزین علوم وفنون اور معاشرتی ضابطوں کا تعین کر کے اس کے مطابق ماہرین تعلیم سے مضامین تیار کروا کر ان کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب اس سلسلے میں ریاست اور اس کے متعلقہ ذمہ دار ادارے تعلیم وتربیت کا اعلیٰ نظام وضع کریں۔ اگرچہ اس کے ثمرات ونتائج حاصل ہونے کے لیے وقت درکار ہوگا؛ لیکن یقیناً وہ اثرات دوررس اور دیرپا ثابت ہوسکتے ہیں۔

5۔عوام میں شعور اجاگر کرنے کے لیے علما اور ماہرین کے تعاون سے تعلیمی وتربیتی ورکشاپس اور سیمینارز کا انعقاد۔

المیہ یہ ہے کہ ہماری عوام میں بھی اس حوالے سے کوئی شعور نہیں پایا جاتا، لوگوں کی اکثریت سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر فضول قسم کی سرگرمیوں میں مبتلا ہے۔ سوشل میڈیا ایک بہتا ہوا سمندر ہے، جس سے ایک طرف ہیرے جواہر، صدف ولعل بھی حاصل کیے جاسکتے ہیں، تو دوسری طرف اس میں گندگی وغلاظت اور گٹر کا پانی بھی انڈیلا جاسکتا ہے، اس میں دینی، اخلاقی اور تعلیمی نقطۂ نگاہ سے مفید امور بھی سرانجام دیے جاسکتے ہیں، تو اسلامی اور انسانی اقدار کو برباد کرنے والی چیزیں بھی ڈالی جاسکتی ہیں۔ دورِ حاضر میں سوشل میڈیا کے مثبت ومنفی (Negative & Positive) ہر دو پہلوؤں سے آگہی دینا اور شعور اجاگر کرنا، تمام باشعور طبقات کے ساتھ، ریاست کی بھی ذمہ داری ہے۔ اس سلسلے میں علما وماہرین کے تعاون سے ریاست کی طرف سے تعلیمی وتربیتی ورکشاپس اور سیمینارز کا انعقاد مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ مزید برآں اسلام کے اخلاقی اصولوں سے روشناس کروانے کے لیے منظم لائحہ عمل جوڑ کر تربیت دینا بھی ضروری ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس حوالے سے بھی انہیں باشعور بنایا جائے کہ وہ سوشل میڈیا کے مواد کو سمجھنے، تجزیہ کرنے اور صحیح غلط میں امتیاز کرنے کے قابل ہوسکیں۔

رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے لوگوں میں سماجی شعور اجاگر کرنے کے لیے انہیں صحیح غلط کی تمیز سکھائی اور اسلامی تشخص بتلایا۔ جس کی سیکڑوں مثالیں سیرتِ طیبہ میں بکھری ہوئی ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے عدل واحسان اور انسانی مساوات پر جامع خطبات ارشاد فرمائے، جن میں حجۃ الوداع کا تاریخی اور لازوال خطبہ، انسانیت کے لیے سرمۂ ہدایت ہے۔ یہ سب سماجی شعور اجاگر کرنے کے روشن مظاہر ہیں۔

6۔نوجوان نسل کو سوشل میڈیا پر مثبت اور تعمیری کاموں سے متعارف کرنے کے لیے کورسز کا آغاز۔

نوجوانوں کو سوشل میڈیا پر مثبت اور تعمیری کاموں میں لگانے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں ایسے کورسز سے متعارف کرایا جائے، جس سے مالی منفعت حاصل کر کے اپنے خاندان کے کفیل اور دست وبازو بننے کے ساتھ ساتھ اپنے تعلیمی اخراجات برداشت کر کے زندگی میں ترقی اور بہتری لاسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں کچھ عرصے سے حکومتِ پاکستان اور صوبائی حکومتوں نے فری لانسنگ کے بہت سے کورسز شروع کررکھے ہیں، جو کہ ریاستی سطح پر مفید اور مثبت طرزِ عمل ہے، جس کے مستقبل قریب میں خاطر خواہ اور دوررس ثمرات نظر آئیں گے۔ اس پروگرام کو مزید وسعت دینے اور دیہی آبادی تک پھیلانے کی ضرورت ہے۔

7۔علما واسکالرز کے ساتھ مشاورت کے بعد جامع لائحہ عمل اور کامیاب پالیسی جوڑنا۔

قومی سطح پر علما اور اسکالرز کے ساتھ مشاورت کے لیے مفتیانِ کرام، دینی اسکالرز، پروفیسرز اور ماہرین ابلاغیات پر مشتمل ایک قومی

[66] ابن ماجة، ابو عبد الله، سنن ابن ماجة، (دار الرسالة العالمية 1430ھ/2009ع)، 1/155، حديث نمبر: 229

کمیٹی بنائی جائے جو سوشل میڈیا کے منفی اثرات اور غیر مناسب استعمال کی روک تھام کے لیے جامع لائحہ عمل اور کامیاب پالیسی مرتب کرے۔ اس کی روشنی میں قانون سازی و دیگر اقدامات کیے جائیں۔

اختتامیہ:

رسالت مآب ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہر دور میں رہنمائی کا سامان بہم پہنچاتا ہے اور آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ تعلیم وتربیت کے حوالے سے مکمل رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ آج کے دورِ جدید میں سوشل میڈیا پیغام رسانی کا ایک مؤثر اور طاقتور ذریعہ ہے، جس کا مفید اور مثبت استعمال کامیاب معاشرے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ ہمارے ہاں ریاستی سطح پر کوئی جامع اور مؤثر قومی سوشل میڈیا پالیسی موجود نہیں ہے۔ جس کا خمیازہ بھگت رہے ہیں کہ سوشل میڈیا پر بڑے دھڑلے اور ڈھٹائی کے ساتھ شعائرِ اسلام اور نظریۂ پاکستان کے خلاف ایک منصوبہ بندی کے تحت مہم پھیلائی جارہی ہے۔ قومیت اور صوبائیت کے نام پر ملکی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور تقسیم کرنے کا زہر اچھالا جارہا ہے۔ اس پر دہشت گردی اور ہم جنس پرستی کے نظریات کا پرچار کیا جارہا ہے، جو کہ اسلام اور نظریۂ پاکستان کے خلاف ہے۔

اس سلسلے میں ملکی باشندوں، خاص طور پر نوجوان افراد کی تعلیم وتربیت عصرِ حاضر کا ایک چیلنج ہے، جس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ریاستی ذمہ داریاں انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ اور اس کے لیے سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ریاستِ مدینہ کا اسوہ رہنما ثابت ہوسکتا ہے۔ اگر ریاست اس کو سامنے رکھتے ہوئے قانون سازی کرے اور اس پلیٹ فارم سے اسلامی اقدار کو فروغ دینے کی پالیسی بنائے تو یقیناً اس پلیٹ فارم کو مثبت اور تعمیری کاموں کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے۔

9

مقالہ نگار:

ڈاکٹر مفتی بخت شید صوابی

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمدُ لله الذي أنزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيراً. والصلاة والسلام على من بعث كافة للناس معلماً ومربياً. وعلى آله وصحبه أجمعين. أما بعد!

سرورِ کائنات، امام الانبیاء، سیّد المرسلین، خاتم النبیین، فخرِ دوعالم، سرکارِ دوجہاں، پیغمبر آخر و اعظم، رحمۃ للعالمین، سرورِ کونین، ختم الرُسل، مولائے کُل، سرکارِ دوعالم، حضرت محمد مصطفی، احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذاتِ اقدس مومنین کے لیے سرچشمہ ہدایت و رہنمائی بھی ہے اور مرکزِ عشق و محبت بھی۔ مسلمانانِ عالم کا معاشی، معاشرتی، تہذیبی اور سیاسی نظام آقائے دوجہاں ﷺ کے اسوۂ کاملہ اور سیرتِ طیبہ پر قائم ہے، اور دنیائے عمل بھی آپ ﷺ ہی کے احکام پر استوار ہے۔ خالقِ کائنات جل جلالہ نے اپنے پیارے حبیب، سید الکونین، محسنِ عالم ﷺ کو آخری پیامبر، فائنل رول ماڈل اور کامل اسوۂ حسنہ بناکر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کی مثالی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ ہر عہد اور ہر دور میں مسلمانوں کی قوت و رفعت کا سرچشمہ اور ان کی قومی، ریاستی، معاشرتی اور تہذیبی نظام کی تشکیل کا بنیادی عنصر رہا ہے کہ:

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسں، وہی طٰہٰ[1]

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ محسنِ انسانیت، پیامبرِ عالم، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت ایسے وقت میں ہوئی، جب پورے عالَم میں تعلیم وتربیت، تہذیب وشائستگی اور امن وامان کی دگرگوں صورتحال تھی، دنیا جہالت، بدامنی، بے چینی اور نااتفاقی کا گہوارہ بن چکا تھا، ہر طرف مظالم اور اندھیروں کا دور دورہ تھا، روئے زمین اور اقوامِ عالم تعلیم وتربیت کے خلا کو محسوس کر رہے تھے، اور ایک ایسے معاشرے کی ضرورت تھی جس میں علم وعرفان، تعلیم وتربیت، اور اتحاد واتفاق کی فراہمی ہو، جہاں فضا علم کے نور سے منور ہو، اور تربیت کی مہک سے معطر ہو، رسولِ خدا ﷺ کی معیاری تعلیمات، اعلیٰ اخلاقی اقدار اور بے مثال تربیت نے اس خلا کو نہایت اچھے طریقے سے پُر کیا اور بنی نوع انسان کو تہذیب وتربیت، اخلاق واقدار اور علم وعرفان کے ایسے اصول اور معیارات دیئے، جو تاقیامت عالَم انسانی کے لئے مینارۂ نور رہیں گے۔ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی نے "اقرأ" کے ذریعے انسانیت کو تعلیم وتربیت کی اہمیت سے روشناس کرایا، اور یہ حقیقت واضح کی کہ تعلیم وتربیت ہی انسانیت کی ترقی وخوشحالی کا معراج ہے۔

آپ ﷺ نے جس طرح اپنی مثالی تعلیم وتربیت کے ذریعے انسانیت کی رہنمائی فرمائی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اعلیٰ اخلاق وکردار کا عملی مظہر بنایا، اس میں بنی نوع آدم کی فلاح اور نجات کا راز پوشیدہ ہے۔ مدینہ منورہ میں ریاستی سطح پر تعلیم وتربیت کے حوالے سے جو اقدامات آپ ﷺ نے اٹھائے وہ بھی دنیا کے لئے رول ماڈل کی حیثیت رکھتے ہیں، جہاں ہر شخص ہمہ جہت تربیت کے زیور سے آراستہ ہوتا تھا، اور

---

[1] محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر، **کلیاتِ اقبال**، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1996ء، ص405۔

بنیادی تعلیم سے کوئی بھی شخص محروم نہ رہتا، علاوہ ازیں آپ ﷺ نے صدق وامانت، احتیاط وتقوی اور تحقیق وجستجو کے ایسے اصول دیے جن سے معاشرے میں الفت ومحبت، ایثار وقربانی اور امن وامان کے پھول کھلے۔ اس مقالے میں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت میں ریاستی ذمہ داریوں کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

موضوع کا تعارف:

اس مقالے کا موضوع ہے: "**سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت میں ریاستی ذمہ داریاں**"، جس کا تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

سوشل میڈیا:

یہ اصطلاح انگریزی زبان کے دو الفاظ سے مرکب ہے: سوشل (Social) اور میڈیا (Media)۔ سوشل کا معنی "سماج" ہے جب کہ میڈیا" ذرائع ابلاغ" کو کہتے ہیں، اس اعتبار سے سوشل میڈیا کو اردو میں "سماجی ذرائع ابلاغ"، جبکہ عربی میں "التواصل الاجتماعي" کہتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ کی اقسام:

ذرائع ابلاغ میں وہ تمام اسباب شامل ہیں جن کی وساطت سے کوئی خبر، بات یا پیغام دوسروں تک پہنچایا جا سکے، انگریزی میں اس کے لیے "میڈیا" کی اصطلاح رائج ہے۔ میڈیا کی تعریف نفیس الدین سعدی نے یوں کی ہے:

"میڈیا اور ابلاغ اس علم کو کہتے ہیں: جس کے ذریعے کوئی شخص اپنے خیالات اور پیغامات دوسروں تک پہنچاتا ہے۔"[2]

میڈیا کی بہت سی قسمیں ہیں، اور ان میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے، تاہم بنیادی طور پر اس کی تین قسمیں ہیں:۔

(1) پرنٹ میڈیا (2) الیکٹرانک میڈیا (3) سوشل میڈیا

پرنٹ میڈیا:

اس کو مطبوعہ ذرائع ابلاغ کہا جاتا ہے، یہ بہت ہی قدیم ہے، کیوں کہ انسان زمانہ قدیم سے ہی تحریر کے ذریعے اپنے پیغامات دوسروں تک پہنچاتا اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتا رہا ہے۔[3]

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تختیوں کے متعلق ارشاد ہے:

"وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ"[4]

(ترجمہ: اور ہم نے حضرت موسیٰ کے لیے تختیوں پر سب کچھ لکھ دیا۔)

بابل اور نینوا شہروں کی کھدائی کے دوران کچھ تحریری اجزاء دریافت ہوئے تھے جنہیں آثار قدیمہ کے ماہرین نے زمانہ قدیم کی تختیاں قرار دیا تھا۔ ابتدائی ادوار میں طباعت اور چھپائی کا تصور نہیں تھا، مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تحریر نے ترقی کرتے ہوئے طباعت کے مراحل

---

[2] BBC English Dictionary, Harper Collins publishers,1995, P:72.

[3] عبدالسلام خورشید، **صحافت پاکستان وہند میں**، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1963ء، ص:181۔

[4] الاعراف(7):145.

طے کیے، پاک وہند میں سولہویں صدی عیسوی میں اس کا آغاز ہوا، جس نے بعد میں اخبارات اور رسائل کی شکل اختیار کی، جو ابلاغ کا بہترین ذریعہ ہیں۔[5]

الیکٹرانک میڈیا:

الیکٹرانک میڈیا سے مراد وہ ذرائع ابلاغ ہیں جو برقی تاروں کی وساطت سے پیغامات اور خبریں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں۔ یہ خبریں پہنچانے کا تیز ترین ذریعہ ہے، اس کا آغاز انیسویں صدی عیسوی میں ہوا اور اب تک ترقی کی منازل طے کر رہا ہے، چناں چہ اس کا سفر ٹیلی گرام، ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے ہوتا ہوا موبائل اور آئی پیڈ کی شکل میں جاری ہے۔[6]

سوشل میڈیا:

سوشل میڈیا ذرائع ابلاغ کی بہت ترقی یافتہ شکل ہے۔ یہ ایک ڈیجیٹل ٹیکنالوجی ہے جو مجازی رابطوں (Virtual networks) اور کمیونیٹیز (Communities) کے ذریعے متن اور ملٹی میڈیا کے اشتراک اور پھیلانے کی سہولت فراہم کرتی ہے۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا آپس میں مربوط بے شمار جالوں کا ایک مجموعہ ہے جو تانبے کے تاروں، بصری ریشوں، اور لاسلکی یعنی بے تار رابطوں سے وجود پاتا ہے۔ اس وقت دنیا کے بیشتر لوگ اس سے وابستہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی ذی شعور انسان اس کی اہمیت کا انکار نہیں کر سکتا۔

سوشل میڈیا بنیادی طور پر دو مختلف میڈیم پر مشتمل پلیٹ فارم ہے:۔

(1)ذاتی(Personal)　　　(2)عوامی(Public)

ذاتی کا تعلق پیغام رسانی سے ہے، جبکہ عوامی کا تعلق رائے کی آزادی اور اظہار کی آزادی سے ہے۔ چناں چہ فیس بک پبلک یعنی عوامی پلیٹ فارم ہے جبکہ میسنجر پرسنل یعنی ذاتی پلیٹ فارم ہے۔ اسی طرح واٹس ایپ گروپ پبلک اور واٹس ایپ نمبر پرسنل پلیٹ فارم ہے۔

سوشل میڈیا کے ابلاغی ذرائع:

سوشل میڈیا کے ابلاغی ذرائع میں واٹس ایپ، فیس بک، یوٹیوب، ایکس، زوم، ٹیلی گرام، اسکائپ، انسٹاگرام، ٹک ٹاک، لنکڈ ان، میسنجر، اسنیپ چیٹ وغیرہ زیادہ معروف ہیں۔

ابلاغِ عامہ کا تاریخی جائزہ:

ابلاغِ عامہ کی تاریخ بہت قدیم ہے، یونانی کتبوں، حمورابی قوانین اور اشوک کے کتبات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم سے ابلاغ اور رابطے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے جاتے تھے۔[7] اسلام کے ابتدائی دور میں آبادی قلیل تھی، اس لیے خبریں حاصل کرنے کا کوئی مستقل ادارہ موجود نہ تھا۔ جب اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوتا گیا تو خلیفہ ثانی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں دیگر مختلف امور کی طرح اس جانب بھی توجہ دی۔ بعد میں عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے دور میں محکمہ ابلاغ کو مزید مضبوط کیا، اس دور میں تیز رفتار گھوڑوں اور کبوتروں کو ابلاغی

---

[5] لیاقت علی خان نیازی، **اسلام کا قانون صحافت**، بک ٹاک، لاہور، ص:36۔

[6] ثنا چوہدری، **جدید تعلقات عامہ**، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان، 1988ء، ص:63۔

[7] BBc English Dictionary ,Harper Collins publishers,1995, P:72.

مقاصد کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔[8] وقت گزرنے کے ساتھ اس میں نئی نئی ایجادات ہونے لگیں، یہاں تک کہ موجودہ دور میں ہم انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کی بدولت دنیا کے کسی بھی کونے میں موجود شخص کو فوری طور پر اپنے خیالات اور مختلف معلومات سے آگاہ کر سکتے ہیں۔

ریاست کا مفہوم:

موضوعِ تحقیق میں دوسرا قابلِ وضاحت لفظ ریاست ہے، جو کہ عربی زبان کے لفظ "رئیس" سے اخذ کیا گیا ہے، اور اس کا مادہ "رأس" ہے، علامہ ابن منظور افریقی فرماتے ہیں:

"رَأَسَ القومَ: صار رئيسهم ومُقَدَّمهم"[9]

(ترجمہ: رَأَسَ القومَ کا معنیٰ ہے: قوم کا رئیس اور سردار بننا۔)

ریاست سے مراد ایسی معاشرتی تنظیم ہے جس میں ایک یا ایک سے زیادہ افراد کی حاکمانہ سربراہی یا حاکمیت قائم ہو۔ انگریزی زبان میں ریاست کے لئے "اسٹیٹ" (State) کی اصطلاح رائج ہے جو لاطینی زبان کے لفظ سٹیٹس رائی پبلکئے (Status Rei Publicae) سے ماخوذ ہے، جس کے معنیٰ "عوامی معاملات کا قیام" ہے۔ اسی لاطینی اصطلاح سے انگریزی زبان میں اسٹیٹ کی اصطلاح متعارف ہوگئی۔[10]

ریاست یعنی اسٹیٹ کی اصطلاح کو مختلف معانی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ عام لوگ ریاست کو حکومت کے معنیٰ میں سمجھتے ہیں۔ یونانی فلسفی ارسطو کے مطابق ریاست شہروں اور دیہاتوں کا ایسا اتحاد ہے جس کا مقصد ایک مکمل اور خود کفیل زندگی کا حصول ہے۔ جسے ہم بہتر اور باعزت زندگی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔[11]

ماہر عمرانیات میک آئور ریاست کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"ریاست ایک انجمن ہے جو قانون کے ذریعے قائم ہوتی ہے اور اس قانون کو ایک ایسی حکومت نافذ کرتی ہے جو جابرانہ قوت کے ساتھ ایسا کرنے کی مجاز ہو۔ اور ایک مخصوص علاقے کے لوگوں میں معاشرتی نظم کے عالمگیر خارجی حالات کو برقرار رکھتی ہے۔"[12]

ماہر سیاسیات پروفیسر لاسکی کا کہنا ہے:

"ریاست ایک علاقائی معاشرہ ہے جو حکومت اور رعایا میں منقسم ہوتا ہے اور جو مقررہ طبعی علاقے میں باقی تمام اداروں پر برتری رکھتا ہے۔"[13]

سوشل میڈیا کی ضرورت واہمیت:

اکیسویں صدی میں تسخیرِ کائنات کے حوالے سے ایسے حیرت انگیز انقلابات رونما ہوئے ہیں جنھوں نے انسانیت کو ورطۂ حیرت میں ڈال

---

[8] زياد أبو غنيمة، **السيطرة الصهيونية على وسائل الإعلام العالمية**، دار عمار، عمان، ص:11.

[9] ابن منظور الأفريقي، محمد بن مكرم، **لسان العرب**، دار صادر، بيروت، ط:1، ج:6، ص:91۔

[10] محمد اعظم چوہدری، ڈاکٹر، **سیاسیات، نظریات اور اصول**، غضنفر اکیڈمی، کراچی، 2003ء، ص89۔

[11] محمد اعظم چوہدری، ڈاکٹر، **سیاسیات، نظریات اور اصول**، غضنفر اکیڈمی، کراچی، 2003ء، ص90۔

[12] حوالہ سابقہ، ص:91۔

[13] ایضاً، ص91۔

رکھا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اکیسویں صدی کو سائنس اور ٹیکنالوجی کی صدی کہا جاتا ہے۔ سائنسی تجربات کے بارے میں جتنے انکشافات پچھلے ادوار میں ہوئے تھے، اس سے کئی گنا زیادہ اس صدی میں ہو رہے ہیں۔ سائنسی ترقی سے جہاں بنی نوع انسان کو طرح طرح کے فوائد حاصل ہوئے ہیں اور انسانی زندگی میں نت نئی سہولیات میسر آئی ہیں، وہاں اس سے زندگی کا ہر شعبہ متاثر بھی ہو رہا ہے۔

سائنسی ترقی کے کرشموں میں جدید ذرائع ابلاغ کی ایجادات شامل ہیں؛ جس میں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا سرفہرست ہیں، جو آج کے دور میں باہمی رابطوں کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ موجودہ ارتقائی دور کا ہیرو اور مرکزی کردار انٹرنیٹ ہے، جس نے ایک صدی کے اندر پوری دنیا کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ انٹرنیٹ نے اتنی تیزی سے ترقی کی ہے کہ آج اس کی اپنی الگ دنیا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پوری دنیا سمٹ کر ایک چھوٹی سی ڈیوائس (موبائل) میں قید ہو چکی ہے۔

اعداد و شمار کے قابل اعتماد ویب سائٹ (http://www.statista.com) کے مطابق دنیا بھر میں انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی تعداد 5.67 بلین ہے، جو کہ عالمی آبادی کا تقریباً 71 فیصد ہے۔ سوشل میڈیا صارفین کی تعداد 5.24 بلین ہے۔ پاکستان میں سوشل میڈیا صارفین کی تعداد (71.7) ملین ہے جو کہ کل آبادی کا 29.5 فیصد بنتا ہے۔[14]

مذکورہ تفصیل سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ سوشل میڈیا ہماری زندگی کا ایک اہم حصہ بن گیا ہے، اور دنیا کی بیشتر آبادی کسی نہ کسی شکل میں اس کی زد میں آچکی ہے۔ اس کا استعمال نہ صرف دوستوں، رشتہ داروں اور مختلف طبقات کے درمیان رابطے کے لیے ہوتا ہے، بلکہ اپنے خیالات کے اشتراک، مختلف معلومات تک رسائی اور تجارتی مقاصد کے لیے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ سوشل میڈیا کی اس کثرتِ استعمال کی بنا پر کوئی بھی ذی شعور شخص اس کی اہمیت کا انکار نہیں کر سکتا۔

سوشل میڈیا کے فوائد:

آج کے دور میں جوان، بچے، بوڑھا، مرد اور عورت سبھی سوشل میڈیا کے استعمال میں مصروف ہیں، اور اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ہمارے ملک میں سوشل میڈیا کا مثبت اور مفید استعمال بہت کم ہے۔ ذیل میں سوشل میڈیا کے چند فوائد کا مختصر اً تذکرہ کیا جاتا ہے:

سماجی رابطے:

سوشل میڈیا کا سب سے اہم فائدہ اس کا سماجی رابطوں کے لئے استعمال ہے۔ عزیز و اقارب، رشتہ داروں، دوست و احباب کے درمیان رابطوں کا ذریعہ سوشل میڈیا کے مختلف ایپس ہیں۔ سوشل میڈیا نے سماجی رابطے کو پہلے سے کہیں زیادہ آسان بنا دیا ہے، یہ پلیٹ فارم صارفین کو ایک دوسرے سے جڑنے، مواد کے اشتراک اور مختلف آن لائن کمیونیٹیز میں حصہ لینے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ سوشل میڈیا معاشرتی مسائل پر بیداری پیدا کرنے، مستحقین کے لئے فنڈ ریزنگ، مختلف رجحانات اور تازہ ترین خبروں سے باخبر رہنے کا موقع دیتا ہے۔ سوشل میڈیا ہی وہ پلیٹ فارم ہے جس کی بدولت دنیا گلوبل ویلیج بن چکی ہے، فاصلے قربتوں میں بدل چکے ہیں، دوریاں نزدیکیوں میں تبدیل ہو گئی ہیں، اور فاصلے سمٹ چکے ہیں۔

[14] http://www.statista.com

تعلیم و تعلم:

سوشل میڈیا کو تعلیمی مقاصد کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ مختلف ویب سائٹس اس مقصد کے لیے بنائی گئی ہیں، یوٹیوب پر ہر نوعیت کے تعلیمی لیکچرز دنیا کی مختلف زبانوں میں دستیاب ہیں۔ مختلف کارٹون، فلمیں اور گیمز کو بھی ان مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، جن سے بہت سے لوگ مستفید ہو کر اپنی علمی تشنگی بجھاتے ہیں۔ دنیا کی ہر زبان سیکھنے کے لئے یوٹیوب پر مفید اور کارآمد لیکچرز اور دروس موجود ہیں۔ اسی طرح مختلف شعبہ جات جیسے: میڈیکل، انجینئرنگ، ریاضیات، معاشیات، سائنس اور صنعت و حرفت کے متعلق معلومات انٹرنیٹ اور یوٹیوب پر دستیاب ہیں۔ ادبی محافل، مشاعرے، سیمینارز اور مختلف معلوماتی پروگرامز بھی سوشل میڈیا کے ذریعے انجام پاتے ہیں۔

تجارتی مقاصد:

بہت سے لوگ سوشل میڈیا کو تجارتی اور کاروباری مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا بہت سی کمپنیوں، کاروباری اداروں اور تنظیموں کے لیے اپنی مصنوعات اور خدمات کو فروغ دینے، نئے گاہکوں تک رسائی اور صارفین کے تاثرات حاصل کرنے کا ایک قیمتی ذریعہ ہے: جس کے ذریعے مصنوعات اور سروسز کی بہتری اور تشہیر و فروغ ناقابلِ یقین حد تک بڑھ چکا ہے۔ دنیا بھر کی طرح پاکستان میں بھی آن لائن کاروبار کے رجحانات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، اور بہت سے لوگ اس سہولت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ای کامرس کی مارکیٹ میں روزافزوں اضافہ ہو رہا ہے، جس میں مختلف صنعتیں جیسے: خوراک، لباس اور فیشن وغیرہ شامل ہیں۔ ای کامرس کے مختلف پلیٹ فارمز جیسے: Daraz، OLX اور Shophive نے آن لائن بزنس کو مزید وسعت دی ہے، اور کم لاگت سے سرمایہ کاری کی راہ ہموار کی ہے۔[15]

سوشل میڈیا کے نقصانات:

سوشل میڈیا کے بہت سے مفاسد اور نقصانات بھی ہیں، جن میں سے چند کا یہاں مختصر اً تذکرہ کیا جاتا ہے:

غلط معلومات اور جھوٹ کی کثرت:

سوشل میڈیا کے منفی پہلوؤں میں سے ایک اہم پہلو جھوٹی باتوں، خلافِ واقعہ خبروں اور غیر مصدقہ معلومات کا پھیلاؤ ہے۔ چناں چہ بہت سے لوگ اس کے ذریعے منفی پروپیگنڈے، غلط معلومات اور غیر مصدقہ اطلاعات پھیلاتے ہیں، اور دوسروں کو طرح طرح کی غلط فہمیوں کا شکار کرتے ہیں، جبکہ قرآن وسنت نے ہمیں بلا تحقیق باتیں پھیلانے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾[16]

(ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔)

اس آیت کریمہ نے مسلمانوں کو خبر کی تحقیق کرنے کا پابند بنایا ہے، اور بغیر تحقیق کے ہر کسی کی بات پر یقین و عمل کرنے اور اس کو دوسروں تک پہنچانے سے بچنے کی تعلیم دی ہے۔ جبکہ سوشل میڈیا پر اکثر اوقات دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ بغیر تحقیق کے سنی سنائی باتیں پھیلاتے

---

[15] https://dailytehreek.pk/4595

[16] الحجرات (49):6.

ہیں، جس سے مختلف مسائل پیدا ہوتے ہیں، نیز یہ جھوٹ اور غلط بیانی کے زمرے میں بھی آتا ہے، جس کے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"إياكم والكذب، فإن الكذب يهدي إلى الفجور، وإن الفجور يهدي إلى النار، وإن الرجل ليكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذابا، وعليكم بالصدق، فإن الصدق يهدي إلى البر، وإن البر يهدي إلى الجنة، وإن الرجل ليصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقا."[17]

(ترجمہ: جھوٹ سے اجتناب کرو، کیوں کہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جانے والا ہے اور گناہ انسان کو جہنم تک لے جاتے ہیں، آدمی جھوٹ بولتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ سچ کا اہتمام کرو، کیوں کہ سچائی نیکی کی طرف لے کر جاتی ہے اور نیکی جنت کا ذریعہ ہے، آدمی سچ بولتا ہے اور سچ کی تلاش میں رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سچا لکھا جاتا ہے۔)

اس لیے سوشل میڈیا استعمال کرنے والوں پر لازم ہے کہ جھوٹ، غلط بیانی، دھوکہ دہی اور بغیر تحقیق بات پھیلانے سے اجتناب کریں، اور ہر معاملے میں سچائی سے کام لیں۔

ہتکِ عزت اور توہین:

سوشل میڈیا کا ایک منفی پہلو یہ ہے کہ اس کے ذریعے دوسروں کی توہین اور ہتکِ عزت کی جاتی ہے، مخالفین کی عزتوں کو اچھالنا اور ان کے متعلق نامناسب اور غیر اخلاقی تبصرے کرنا سوشل میڈیا پر عام ہے۔ بلکہ فیس بک اور دیگر سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر دوسروں کی توہین آمیز تصاویر اور کارٹون بنا کر پھیلائے جاتے ہیں، جس سے منافرت اور فسادات پھیلتے ہیں اور معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ قرآن وسنت میں احترام انسانیت پر بڑا زور دیا گیا ہے، اور انسان کی توہین اور بے عزتی کو گھناؤنا جرم شمار کیا گیا ہے جس کا انجام دنیا وآخرت میں تباہ کن ہے۔ قرآن کریم نے انسانیت کو تکریم اور شرافت کے اعزاز سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾[18]

(ترجمہ: یقیناً ہم نے انسانیت کو اعزاز وتکریم سے نوازا ہے، اور اس کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور پاکیزہ چیزوں سے ان کو رزق دیا اور ان کو بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی۔)

رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کی توہین، تحقیر اور تذلیل کو قبیح ترین عمل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

"الربا سبعون حوبا، أيسرها نكاح الرجل أمه، وأربى الربا استطالة الرجل في عرض أخيه."[19]

---

[17] أبو داود، سليمان بن الأشعث (ت 275 هـ)، **سنن أبي داود**، تحقيق: محمد عوامة، دار القبلة، بيروت، ط:2، 1425هـ، كتاب الأدب، باب في التشديد في الكذب، حديث: 4989، 5؛348.

[18] الإسراء(17):70.

[19] ابن أبي شيبة، عبد الله بن محمد، الحافظ، (المتوفي سنة 235 هـ)، **المصنف في الأحاديث والآثار**، دار الفكر، س ن، كتاب البيوع (أكل الربا وما جاء فيه)، حديث: 22005، 5؛234.

(ترجمہ: سود کے ستر شعبے ہیں جن میں سب سے کم درجہ اپنی ماں سے بدکاری کرنے کا ہے،
جب کہ سب سے بڑا سود یہ ہے کہ آدمی اپنے مسلمان بھائی کے بارے میں زبان درازی کرے۔)

ہتک انسانی کی اس سے بڑھ کر قباحت اور کیا ہو گی کہ حدیث میں اس کو سود کا سب سے بڑا درجہ قرار دیا گیا ہے، لہٰذا ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کی عزت واحترام کریں اور کسی کی بے عزتی اور بے حرمتی نہ کریں چاہے سیاسی معاملات ہوں یا معاشی و معاشرتی امور، جب کہ عصر حاضر میں اختلاف رائے رکھنے والوں کی توہین وتذلیل عام ہے، بالخصوص سوشل میڈیا پر مخالفین کے خاکے بنائے جاتے ہیں، اور عجیب وغریب قسم کی تصاویر پھیلائی جاتی ہیں، جو انسانی توہین بھی ہے اور شرعی، قانونی اور عقلی اعتبار سے نہایت افسوس ناک اور قابل مذمت عمل بھی ہے۔

رشتوں سے لاتعلقی:

سوشل میڈیا کے کثرتِ استعمال کا ایک منفی پہلو یہ بھی ہے کہ اس کے نتیجے میں خانگی زندگی برباد ہو گئی ہے، رشتے متاثر ہو چکے ہیں۔ والدین بچوں کو وقت نہیں دے پاتے، اور بچے والدین سے بے اعتنائی برتتے ہیں۔ ایک ہی گھر کے افراد ایک ساتھ بیٹھ کر آپس میں بات چیت کرنے کے بجائے اپنے اپنے موبائل فون میں مصروف رہتے ہیں، حالانکہ قرآن وسنت میں رشتوں کی پاسداری کی بڑی تاکیدات آئی ہیں، اور اس میں کوتاہی کو دنیاو آخرت میں خسارے اور نقصان کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ حدیث نبوی میں ہے:

"الرحم شجنة من الرحمن، فمن وصلها وصله الله، ومن قطعها قطعه الله."[20]

(ترجمہ: رحم (رشتہ داری) کا رحمٰن سے گہرا تعلق ہے، جس نے رشتے کو جوڑا اللہ تعالی اس کو اپنی رحمت سے جوڑ دے گا
اور جس نے رشتے کو توڑا اللہ تعالی اس کو اپنی رحمت سے کاٹ دے گا۔)

سائنسی ایجادات، بالخصوص سوشل میڈیا نے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں جہاں بہت سی سہولیات فراہم کی ہیں، وہاں اس نے انسانی زندگی کو بری طرح متاثر کر رکھا ہے، اور طرح طرح کے مسائل جنم دیے ہیں، جن میں رشتوں کی کمزوری اور انسانی دلوں پر مشینوں کا قبضہ شامل ہے۔ اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے:

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت　　　احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات[21]

یہ حقیقت ہے کہ مشینوں کی حکومت دلوں کی موت ہے۔ جب مشینوں کو اپنی زندگی میں جگہ دی جائے تو اس سے انسانی رشتے اور جذبات ماند پڑ جاتے ہیں۔ انٹرنیٹ کی اس وسیع وعریض مجازی دنیا نے انسانی رشتوں کی اہمیت اور ہمدردی وخیر خواہی کے جذبات کم کر دیے، چناں چہ آج کے دور میں ساز وسامان کی اہمیت بڑھ چکی ہے جبکہ رشتوں کی اہمیت کم ہو گئی ہے۔

صحت پر منفی اثرات:

سوشل میڈیا کا کثرتِ استعمال نہ صرف سماج اور معاشرے کو متاثر کر رہا ہے بلکہ انسانی صحت پر بھی اس کے منفی اثرات مرتب ہو رہے

---

[20] الترمذي، محمد بن عيسى، **جامع الترمذي**، دار الغرب الإسلامي، بيروت، أبواب البر والصلة، حديث: 2060، 3، 483.

[21] محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر، **بالِ جبریل**، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، طبع بست وکیم، مئی 1976، ص: 63۔

ہیں۔ اس کے نتیجے میں انسان جسمانی طور پر سستی اور کاہلی کا شکار ہو جاتا ہے، محققین کے مطابق ایک ہی جگہ بیٹھ کر الیکٹرانک آلات کا استعمال انسانی صحت کے لیے طرح طرح کے مسائل پیدا کر رہا ہے۔ سوشل میڈیا میں زیادہ انہماک اور سکرین کے سامنے بیٹھے رہنے کے نتیجے میں جسمانی سرگرمیوں اور ورزش میں کمی آتی ہے، جو جسمانی و دماغی نشوونما پر منفی اثرات ڈالتے ہیں، اور اس سے موٹاپا اور دیگر مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ذہنی دباؤ، ٹینشن، بلڈ پریشر، اور دل کے امراض بھی اس کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ بالخصوص جو بچے اور نوجوان سکرین زیادہ استعمال کرتے ہیں وہ مختلف بیماریوں کے شکار ہو جاتے ہیں، مسلسل اسکرین دیکھنے سے آنکھوں کی بینائی متاثر ہوتی ہے۔ چناں چہ موجودہ زمانے میں اس کا عام مشاہدہ ہے کہ کم عمر بچوں کی بینائی کمزور ہوتی جارہی ہے اور وہ نظر کی عینک استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔

انگریزی رسالے "The Good and Bad Effects of TV on Children" میں ہے کہ مسلسل سکرین دیکھنے سے بچوں کے دماغ پر منفی اثرات پڑتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ عملی میدان میں پیچھے رہ جاتے ہیں، اور ان کے اندر تجزیاتی فکر اور سمجھدارانہ قوتِ فیصلہ کی صلاحیت کم ہوتی ہے۔[22]

یادداشت پر منفی اثرات:

سوشل میڈیا کا زیادہ استعمال انسانی یادداشت کو کمزور کرتا ہے، کیوں کہ جب کوئی شخص زیادہ وقت سوشل میڈیا پر مصروف رہے تو اس کی بدولت حقیقی دنیا سے اس کا رابطہ منقطع ہو جاتا ہے، اور حقیقی دنیا کے حالات وواقعات کو بھولنے لگ جاتا ہے۔ نیز اس کی وجہ سے چیزوں کو یاد رکھنے کی صلاحیت بھی کم ہوتی ہے، اور اس طرح یہ لوگ تعلیمی و تحقیقی میدانوں میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔

مزاج کی شدت اور سختی:

سوشل میڈیا پر ایسے گیمز اور پروگرامز ہوتے ہیں جو انسانی مزاج میں شدت، برہمی، عدم برداشت اور جنگ و جدل کے جذبات ابھارتے ہیں۔ ایسے پروگرامز کے ذریعے نوجوانوں میں گولی چلانے، حملے کرنے، دوسروں پر غلط جملے کسنے اور گالم گلوچ جیسے اخلاقی امراض غیر محسوس طریقے پر سرایت کرتے ہیں۔

American Academy of Child and Adolescent Psychiatry (AACAP) نے اپنی ایک رپورٹ شائع کی ہے جس میں یہ خطرناک انکشاف کیا ہے کہ جو بچے پر تشدد ویڈیوز دیکھتے ہیں یا ایسے گیمز کھیلتے ہیں ان کے مزاج میں تشدد پیدا ہوتا ہے، اور وہ ان چیزوں کو عملی زندگی میں لاگو کرنے کی کوشش کرتے ہیں، چناں چہ عملی زندگی میں ایسے بچے پر تشدد راہ اختیار کرتے ہیں۔[23]

بعض جدید تحقیقات سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ سوشل میڈیا کا بے جا استعمال نوجوانوں میں خودکشی کے رجحان کو بڑھا رہا ہے، اس لیے پر تشدد پروگراموں، فلموں اور گیموں سے بچنا چاہیے اور سوشل میڈیا کو مفید اور مثبت طریقوں سے استعمال کرنا چاہیے۔[24]

---

[22] http://www.raisesmartkid.com/all-ages/1-articales/13-the good and bad effects of tv on your kid.

[23] American Academy of Pediatrics (2009) Policy statement-media violence. Pediatrics, 124(5), 1495.1503.

[24] ندیم ماہر، **سوشل میڈیا فوائد اور نقصانات**، ایجوکیشن بک ہاوس، علی گڑھ، سن: 2023، ص: 30۔

مال اور وقت کا ضیاع:

سوشل میڈیا استعمال کرنے والے فضول خرچی اور مال و وقت کے ضیاع کے شکار ہوتے ہیں۔ انسان کے پاس سب سے قیمتی متاع اس کا وقت ہے، جسے لوگ سوشل میڈیا پر بے تحاشا خرچ کرتے ہیں، اور اس قیمتی متاع کو گنوا دیتے ہیں، حالانکہ وقت کو ضائع کرنے کا مطلب زندگی کو ضائع کرنا ہے۔ اس سے زیادہ افسوسناک امر یہ ہے کہ سوشل میڈیا کے فضول اور منفی استعمال میں نہ صرف لوگ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں بلکہ پیسے خرچ کر کے اپنا قیمتی متاع ضائع کر کے دوہرے نقصان کا شکار ہوتے ہیں۔ سوشل میڈیا کی عادت کے نتیجے میں گھنٹوں کا وقت منٹوں میں خرچ ہوتا ہے، اور احساس تک نہیں ہوتا، اس مشغولیت کا اثر نہ صرف دنیوی امور پر پڑتا ہے بلکہ نماز جیسی اہم عبادت بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"اغتنم خمسا قبل خمس: شبابك قبل هرمك، وصحتك قبل سقمك، وغناك قبل فقرك، وفراغك قبل شغلك، وحياتك قبل موتك."[25]

(ترجمہ: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مالداری کو فقر سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔)

غور کیا جائے تو اس حدیث میں جن پانچ چیزوں کو غنیمت جاننے اور ان سے بروقت فائدہ اٹھانے کا حکم دیا گیا ہے، ان سب کا تعلق انسان کی زندگی اور اس کے وقت کے ساتھ ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ شریعتِ اسلامی انسانی زندگی کو بہت زیادہ اہمیت دیتی ہے، اور اس کو نہایت احتیاط کے ساتھ استعمال کرنے کی تاکید کرتی ہے۔

ضیاعِ وقت کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا کے عادی لوگ اپنا پیسہ بھی اس میں ضائع کر دیتے ہیں۔ نت نئے موبائل فون خریدنے، مہنگے مہنگے پیکجز لگانے اور سوشل میڈیا پر آن لائن خریداری کی وجہ سے بغیر ضرورت انسان کا مال ضائع ہونے لگتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف آن لائن پروگراموں اور گیموں میں بے تحاشا پیسہ ضائع کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ سوشل میڈیا کے ذریعے جوا بھی کھیلا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام نے مال کو ضائع کرنے اور فضول خرچی کی ممانعت فرمائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا﴾

(ترجمہ: اور اسراف مت کرو۔)

صحابیِ رسول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "قیامت کے دن انسان سے مال کے متعلق دو سوالات پوچھے جائیں گے: ایک یہ کہ مال کس طریقے سے کمایا، اور دوسرا یہ کہ مال کہاں خرچ کیا۔"[26] لہٰذا مال خرچ کرنے میں پوری احتیاط کرنی چاہیے اور کسی ایسی چیز میں خرچ کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے جو آخرت میں باعثِ وبال ہو۔

---

[25] أبو عبد الله الحاكم، **المستدرك على الصحيحين**، دار المعرفة، بيروت، كتاب الرقاق، حديث: 7941، 4/306.

[26] البزار، أبو بكر، أحمد بن عمرو، **مسند البزار**، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، مسند عبد الله بن مسعود، حديث: 1435، 4/266.

خود اعتمادی کا فقدان:

سوشل میڈیا کے نقصانات میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا کثرت استعمال انسان کی خود اعتمادی میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ ایسے لوگ جو سوشل میڈیا پر لمبی لمبی گفتگو کرتے ہیں بسا اوقات کسی مجمع کے سامنے مختصر بات نہیں کر پاتے، کی بورڈ کے پیچھے بیٹھ کر نپے تلے الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کرنے والوں میں خود اعتمادی کا فقدان ہوتا ہے۔ بالخصوص نوجوان طبقے میں آداب گفتگو کی کمی، مجلس کے آداب کا فقدان اور اپنی بات کو ڈھنگ سے پیش کرنے کا فقدان نظر آتا ہے۔[27]

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت میں ریاستی ذمہ داریاں:

اسلامی نقطہ نظر سے یہ ریاستی ذمہ داری ہے کہ وہ قوم کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرے، اور ہر قسم کے حالات میں قوم کی درست اور صحیح رہنمائی کرے۔ باری تعالیٰ نے قرآن حمید میں نبی کریم ﷺ کے فرائض منصبی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾[28]

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا، جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اور ان کا تزکیہ کرتا ہے، اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔)

اس آیت کریمہ میں رسول اکرم ﷺ کے فرائض منصبی میں سے ایک فریضہ یہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ امت کی تربیت اور تزکیہ فرمائیں گے، اور انہیں ہر قسم کے معاصی، نافرمانیوں، اور لایعنی کاموں سے بچانے کا لائحہ عمل اپنائیں گے۔ آپ ﷺ کی ایک حیثیت حاکم اور سربراہ ریاست کی ہے اور آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی پہلی اسلامی ریاست میں اس کا پورا پورا اہتمام فرمایا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ سربراہ ریاست کے فرائض منصبی میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ قوم کی تربیت اور تزکیہ کا بندوبست کرے گا۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کی اقتدار، قیادت اور حکومت کے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[29]

(ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں دسترس دیں تو نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔)

آیت مذکورہ میں صراحت ہے کہ اہل ایمان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام فرمائیں گے، اور یہ ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے جس میں ہر جملہ طاعات کی تاکید اور منکرات ومفاسد سے ممانعت داخل ہے۔ چناں چہ اسلامی ریاست طاعات کو عام کرنے اور مفاسد ومنکرات کو ختم کرنے اور ملک و ملت کو ان سے بچانے کے لئے عملی اقدامات کرے گی، تاکہ رعایا کی صحیح تربیت ہو اور ملک امن وامان، صلاح وفلاح اور ترقی وخوشحالی کی راہ پر گامزن

---

[27] ندیم ماہر، **سوشل میڈیا فوائد اور نقصانات**، ایجوکیشن بک ہاوس، علی گڑھ، سن: 2023، ص: 24۔

[28] الجمعۃ (62): 2.

[29] الحج (22): 41.

ہو۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں:

"اسلام میں قیادت نہ جاہ ومنصب کا فریب ہے، نہ عیش وعشرت کا دھوکہ اور نہ مال ودولت کی کثرت ہے، بلکہ اسلامی نقطۂ نظر سے قیادت حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجاآوری اور اس کے لئے سعی ومحنت اور جدوجہد کی ذمہ داری کا نام ہے۔"[30]

رسول اکرم ﷺ نے سربراہِ ریاست کی مسئولیت اور ذمہ داری کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

"الإمام راع ومسؤول عن رعيته"[31]

(ترجمہ: امام (سربراہِ حکومت) نگران ہے اور جن کی نگرانی اس کے سپرد ہے ان کے بارے میں اس کو جواب دہی کرنی ہوگی۔)

اس ارشاد میں آپ ﷺ نے سربراہِ ریاست کو پوری قوم کا ذمہ دار قرار دیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ قوم کی تعلیم وتربیت اور انہیں مفاسد و نقصانات سے بچانے کی تدابیر کرنا حاکم کی ذمہ داری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ اس بات کی شاہد ہے کہ آپ نے مسلمانوں کی ہمہ جہت تعلیم وتربیت کا باقاعدہ اہتمام فرمایا اور اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مکہ مکرمہ میں حالات کے جبر واستبداد اور غیروں کی شدید مخالفتوں کے باوجود آپ ﷺ نے مسلمانوں کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا پورا پورا اہتمام فرمایا، اور اس مقصد کے لیے حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان کو مختص فرمایا۔[32] آپ ﷺ کے ساتھ اس فریضے کی تکمیل میں جو دیگر حضرات شریک کار رہے ان میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کے نام زیادہ نمایاں ہیں۔[33]

ہجرتِ مدینہ سے پہلے ہی آپ ﷺ نے وہاں تعلیم وتربیت کا انتظام کر رکھا تھا، جس کے لئے وہاں پر تین مستقل تعلیم گاہیں موجود تھیں، مسجد بنو زریق جو وسطِ مدینہ میں تھی، مسجدِ قباء جو جنوب کی طرف تھی اور تیسری درس گاہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا مکان تھا، ان تین مستقل تعلیم گاہوں کے علاوہ انصار کے مختلف قبائل میں بھی لوگوں کی تربیت اور دینی احکام کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا۔[34]

ہجرت کے بعد آقائے نامدار ﷺ نے وہاں پر ایک مستقل مرکزی درس گاہ اور تربیت گاہ قائم فرمائی، جو "صفہ" کے نام سے مشہور ہوئی، اس میں لوگوں کو دینی علوم اور ضروری فنون کی تعلیم وتربیت کے زیور سے آراستہ کیا جاتا تھا۔[35]

عصر حاضر میں جہاں سوشل میڈیا نے انسانوں کو طرح طرح کی سہولیات فراہم کی ہیں اور رابطوں کو آسان سے آسان تر بنایا ہے، وہاں اس نے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر منفی اثرات بھی ڈالے ہیں، اور نت نئے مسائل جنم لیے ہیں، اس لیے ان حالات میں ریاستی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے کہ وہ اس حوالے سے قوم کی تربیت کرے اور انہیں سوشل میڈیا کے منفی استعمال کے بجائے مثبت استعمال میں لگائے۔ ذیل میں اس حوالے سے چند اہم ریاستی ذمہ داریوں کی نشاندہی کی جاتی ہے:

---

[30] سید سلیمان ندویؒ، **سیرت النبی**، ادارہ اسلامیات، لاہور، ط: اول، 1423ھ، ج:4، ص:759.

[31] البخاري، محمد بن اسماعيل، **صحيح البخاري**، كتاب الجمعة، رقم الحديث: 893.

[32] الأزرقي، أبو الوليد محمد بن عبد الله المكي (المتوفى: 250هـ)، **أخبار مكة**، دار الأندلس، بيروت، 2؛260.

[33] مبارک پوری، قاضی اطہر، **خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت**، ادارہ اسلامیات، لاہور، ص:25.

[34] مبارک پوری، قاضی اطہر **خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت**، ادارہ اسلامیات، لاہور، ص:29.

[35] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، **عہد نبوی کا نظام حکمرانی**، دار الاشاعت، کراچی، ص 291.

سوشل میڈیا کے مفاسد اور نقصانات سے آگاہی فراہم کرنا:

سوشل میڈیا کے جہاں بہت سے فوائد اور سہولیات ہیں وہاں اس کے بہت سے مفاسد اور نقصانات بھی ہیں، جن کا بعض لوگ دیدہ دانستہ ارتکاب کرتے ہیں جبکہ بعض لوگ جہالت اور لاعلمی میں اس میں مبتلا ہوتے ہیں، اس لئے ریاست کی ذمہ داریوں میں یہ امر شامل ہے کہ قوم کو سوشل میڈیا کے مفاسد اور نقصانات سے آگاہ کرے، اور انہیں سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کے طریقے سکھائے، کیوں کہ قوم کو تعلیم و آگہی فراہم کرنااور انہیں جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم و شعور کے نور سے منور کرناریاست کے فرائض میں شامل ہے، تعلیم و آگہی کے ضمن میں صرف نصاب پڑھاناہی نہیں بلکہ قوم کی تربیت کرنااور انہیں ہر قسم کے مفاسد سے خبر دار کرنا بھی اس میں شامل ہے، دیگر فرائض کے ساتھ ان تمام عناصر کی نشاندہی کرنا بھی ریاست کا فرض ہے جو ملک وملت کے لئے نقصان دہ ہوں، اور ذہنی، جسمانی یامالی نقصان کا باعث بنتے ہوں۔

رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے اس حوالے سے واضح رہنمائی ملتی ہے۔ آپ ﷺ قوم کو ہر قسم کے خطرات سے آگاہ رکھتے تھے، یہاں تک کہ ایک مرتبہ رات کے وقت کسی خطرے کی آواز سنائی دی تو آپ ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے اور قوم کو آگاہ فرمایا۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے:

"عن أنس رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم أحسن الناس، وأشجع الناس، ولقد فزع أهل المدينة ليلة، فخرجوا نحو الصوت، فأستقبلهم النبي صلى الله عليه وسلم، وقد استبرأ الخبر، وهو على فرس لأبي طلحة عري، وفي عنقه السيف، وهو يقول: لم تراعوا لم تراعوا."[36]

(ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور بہادر تھے۔ ایک رات اہل مدینہ کسی خطرے کی آواز سے گھبرا کر اس آواز کی طرف نکلے، تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار گلے میں تلوار لٹکائے خطرے کا جائزہ لے کر واپس تشریف لارہے ہیں، اور فرمارہے ہیں: گھبراؤمت، گھبراؤمت۔)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاست کی ذمہ داریوں میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ قوم کو مختلف خطرات سے آگاہ رکھے، اور اس حوالے سے منظم منصوبہ بندی کرے۔

آج کے دور میں سوشل میڈیا جہاں خبروں تک رسائی، باہمی رابطے اور مختلف تجارتی سرگرمیوں کا ذریعہ ہے وہاں اس کے بہت سے مفاسد بھی ہیں، اس لئے ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ سوشل میڈیا کے حوالے سے قوم کی تربیت کا اہتمام کرے، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کا استعمال اس حوالے سے مفید اور بارآور ہو سکتا ہے۔ مختلف ٹاک شوز میں ایسے پروگرامز کا انعقاد کیا جائے جن کے ذریعے قوم کو سوشل میڈیا کے حوالے سے مثبت رہنمائی فراہم کی جائے، اور سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے طریقے سکھائے جائیں۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر اخلاقی، تعمیری اور تربیتی پروگرامز نشر کیے جائیں، اور اسلامی شریعت وتہذیب کے خلاف پروگراموں پر پابندی عائد کی جائے۔

اس کے علاوہ تعلیمی اداروں میں اس بارے میں آگہی مہم چلائی جائے، نسل نو کی اچھی تربیت کا ذریعہ تعلیمی ادارے ہیں، جن میں اس حوالے سے آگہی دی جاسکتی ہے۔ مختلف سیمینارز اور کانفرنسز کے ذریعے قوم کو سوشل میڈیا کے مفاسد اور نقصانات سے آگاہ کیا جاسکتا ہے، اور انہیں

---

[36] البخاري صحيح البخاري، دار طوق النجاة، مصر، 4/39.

اس کے مثبت اور مفید استعمال کے طریقے سکھائے جاسکتے ہیں۔ نیز نصاب تعلیم میں تربیت و کردار سازی اور سوشل میڈیا کے فوائد و نقصانات کے حوالے سے مواد شامل کیا جائے۔

جھوٹی خبروں کی نشر و اشاعت کی ممانعت:

رسولِ اکرم ﷺ کی تعلیمات سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ جھوٹ، فریب اور وعدہ خلافی جیسے جرائم سے اجتناب کیا جائے۔ آپ ﷺ نے امتِ مسلمہ کو سنی سنائی باتوں اور غیر مصدقہ خبروں کی اشاعت سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

"كفى بالمرء إثما أن يحدث بكل ما سمع."[37]

(ترجمہ: آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کرے۔)

اس حدیث میں ایک نہایت اہم امر کی جانب توجہ دلائی گئی ہے، وہ یہ کہ ہر سنی سنائی بات پھیلانا اور بغیر تحقیق کے خبریں عام کرنا گناہ اور جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔ اس سے ایک تو سوشل میڈیا کے حوالے سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ ہر پوسٹ اور خبر کو شیئر کرنا اور دوسرے لوگوں تک پہنچانا نہ صرف نامناسب طرزِ عمل ہے بلکہ جھوٹ اور گناہ ہے۔ دوسری ہدایت یہ ملتی ہے کہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ قوم کی تربیت کرے کہ وہ غلط پروپیگنڈوں اور غیر مصدقہ خبروں کو پھیلانے سے اجتناب کریں۔ یہ اتنی اہم ہدایت ہے کہ اس پر عمل کرنے سے بہت سے مفاسد کا سدباب ہو سکتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے قول و فعل کے ذریعے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تربیت فرمائی، انہیں صدق و امانت داری کو خوگر بنایا اور جھوٹ، فریب، دغابازی اور پروپیگنڈے سے منع فرما کر انہیں دینی و دنیوی مفاسد اور خطرات سے بچایا۔ آج بھی امتِ مسلمہ کے حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی قوم اور ملت کی تربیت کا اہتمام کریں، تاکہ وہ اچھے شہری بن کر ملک و ملت کی تعمیر و ترقی میں مثبت کردار ادا کر سکیں۔ اس حوالے سے سوشل میڈیا کے متعلق تربیت کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے، کیوں کہ ہر کسی کا اس سے واسطہ پڑتا ہے اور کوئی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر قوم کی صحیح راہنمائی کی جائے اور سوشل میڈیا کے منفی استعمال سے انہیں بچایا جائے، جھوٹی خبروں، غیر مصدقہ اطلاعات، پروپیگنڈوں اور افواہوں سے قوم کو روکا جائے، تو اس سے موجودہ مفاسد کا بڑی حد تک مداوا ہو سکتا ہے اور قوم کے مستقبل کو بچایا جاسکتا ہے۔

نسل نو میں جذبہ حب الوطنی کی آبیاری:

سوشل میڈیا کے خطرات میں سے ایک سنگین خطرہ یہ ہے کہ بعض لوگ غیر شعوری طور پر ملک و ملت سے متنفر ہو رہے ہیں، اور اس طرح کی پوسٹیں اور میسجز پھیلائے جاتے ہیں جن سے لوگ ملک و ملت سے متنفر ہوں، اور وطن کی محبت ان کے دلوں سے نکل جائے۔ اس لیے ریاست کی ذمہ داریوں میں یہ شامل ہے کہ ایک تو اس طرح کی خبروں اور پوسٹوں پر نظر رکھے، اور دوسرا اس حوالے سے آگہی مہم چلائے اور نسل نو کے دلوں میں حب الوطنی کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرے، کیوں کہ ملک و ملت سے وفاداری دینی اور قومی فریضہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے، تو مکہ مکرمہ کی جانب حسرت بھری نگاہوں سے

---

[37] أبو داود، سنن أبي داود، دار الكتاب العربي، بيروت، كتاب الأدب، باب في التشديد في الكذب، رقم الحديث: 4977، 4:455.

دیکھتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ابو بکر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما بخار میں مبتلا ہوئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخار کی حالت میں یہ اشعار کہتے:

"كل امرئ مصبح في أهله ... والموت أدنى من شراك نعله"

(ترجمہ: ہر شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ صبح کرتا ہے جبکہ موت جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔)

اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب کچھ افاقہ ہو جاتا تو آپ اپنے وطن اصلی مکہ مکرمہ کی یاد میں بلند آواز سے یہ اشعار کہتے:

"ألا ليت شعري هل أبيتن ليلة ... بواد، وحولي إذخر وجليل"

"وهل أردن يوما مياه مجنة ... وهل يبدون لي شامة وطفيل"

(ترجمہ: کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کیا میں ایک رات مکہ کی وادی میں گزار لوں گا، جبکہ میرے چاروں طرف اذخر اور جلیل نامی گھاس ہوں۔
کاش ایک دن میں مجنہ کے پانی کے پاس پہنچتا، اور کاش میں شامہ اور طفیل پہاڑوں کو دیکھ سکتا۔)

جب اس طرح کے واقعات پیش آئے تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

"اللهم حبب إلينا المدينة كحبنا مكة أو أشد."[38]

(ترجمہ: اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ منورہ کی محبت اسی طرح ڈال دے جس طرح مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے وطن سے محبت اسلام میں مطلوب ہے، جبھی تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ ہمارے قلوب کو مدینہ منورہ کی محبت سے بھر دے۔ اور جب وطن کی محبت شرعاً محمود ہے اور وطن کی بقاء و سلامتی اور ترقی و خوشحالی حب الوطنی کے بغیر ممکن نہیں، تو ریاست کی ذمہ داری میں یہ شامل ہے کہ افرادِ ملت کے اندر حب الوطنی کا جذبہ اجاگر کرنے کے لئے اقدامات کرے، تاکہ قوم کے دل ملک و ملت کی محبت سے لبریز ہوں اور وہ ملکی و ملی مفادات کو اپنے ذاتی مفادات و اغراض پر مقدم رکھتے ہوئے ملک و ملت کی تعمیر و ترقی میں حصہ ڈالیں۔

عصر حاضر میں سوشل میڈیا پر مختلف لوگ ملک و ملت کے خلاف منفی پروپیگنڈے میں مصروف ہیں اور نسل نو کو ریاست سے متنفر کرنے کی مذموم کوششیں کر رہے ہیں، لہٰذا ریاست کو چاہیے کہ وہ اس حوالے سے مثبت اور موثر اقدامات اٹھائے۔

فحاشی اور عریانی پر مشتمل ویب سائٹس اور پروگراموں پر پابندی لگانا:

انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے منفی اور نقصان دہ اثرات میں سے یہ بھی ہے کہ بہت سی ویب سائٹس فحاشی و عریانی پھیلانے میں مصروف ہیں اور نوجوان نسل کو بے راہ روی کا شکار کر رہے ہیں، پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی کے ترجمان کے مطابق پاکستان میں روزانہ تقریباً دو کروڑ مرتبہ فحش ویب سائٹس تک رسائی کی کوشش کی جاتی ہے۔[39]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوشل میڈیا کو فحاشی اور عریانی کے لئے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے اور یہ ہماری نسل نو کی تعلیم وتربیت پر انتہائی گہرے منفی اور تباہ کن اثرات مرتب کر رہا ہے۔ یہ نہایت افسوسناک امر ہے اور بحیثیت مجموعی پوری قوم کے لئے لمحہ فکریہ

---

[38] البخاري، **صحيح البخاري**، دار ابن كثير، اليمامة- بيروت، ط:2، 1407ه، أبواب فضائل المدينة، حديث: 1790، 2/667.

[39] https://www.dawnnews.tv/news/1246305/

ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے حیاء مسلمان کا شیوہ ہے، قرآنِ حکیم میں بے حیائی اور فحاشی پھیلانے پر سخت وعید وارد ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾[40]

(ترجمہ: بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں بے حیائی پھیل جائے ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔)

رسول اللہ ﷺ نے بھی حیاء کو اختیار کرنے اور بے حیائی والے کاموں سے بچنے کی بار بار تاکید فرمائی ہے، حدیث نبوی میں ہے:

"إن مما أدرك الناس من كلام النبوة الأولى: إذا لم تستح فاصنع ما شئت."[41]

(ترجمہ: لوگوں کو پچھلی نبوتوں کی باتوں میں سے یہ بھی ملی ہے کہ جب تم میں حیاء نہ ہو تو جو چاہو کرتے رہو۔)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں:

"اس حدیث کا مقصد لوگوں کو حیاء اور پاکدامنی کا حکم دینا ہے، اور انہیں اس بات سے آگاہ کرنا ہے کہ اگر حیاء نہ ہو تو آدمی کو کسی کام کی اچھائی اور برائی کی کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ یہ مطلب نہیں کہ لوگوں کو یہ اجازت دی جائے کہ وہ جو چاہیں کرتے رہیں۔"[42]

لہٰذا سوشل میڈیا کے حوالے سے اسلامی ریاست کی ذمہ داریوں میں یہ شامل ہے کہ وہ افراد ملت کو غیر اخلاقی اور مہلک چیزوں سے بچائے، اور اس کے لئے عملی اقدامات کرے۔ رسول اکرم ﷺ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ فحاشی و عریانی اور بے راہ روی سے قوم کو بچانے کے لئے عملی اقدامات کرنا اسلامی ریاست کے فرائض میں شامل ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إن الله بعثني رحمة وهدى للعالمين، أمرني أن أمحق المزامير والكنارات يعني: البرابط والمعازف."[43]

(ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام لوگوں کے لئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے،
اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بانسریوں اور باجوں (آلاتِ موسیقی) کو مٹا دوں)

یہ روایت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ قوم کو بے راہ روی اور فحاشی و عریانی سے بچانا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ پچھلے زمانے میں فحش فلمیں اور دیگر پروگرام دیکھنے کے لئے باقاعدہ سینما جانا پڑتا تھا، جبکہ آج موبائل اور سوشل میڈیا نے اس کو آسان سے آسان تر بنا دیا، جس کی وجہ سے نسل نو کی بے راہ روی اور فحاشی و عریانی میں مبتلا ہونے کے خطرات بڑھ رہے ہیں۔ لہٰذا اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ وہ اس حوالے سے سنجیدہ اقدامات اٹھائے، اور قوم کو بے راہ روی، فحاشی و عریانی اور بے مقصدیت سے بچانے کی کوشش کرے، تاکہ نئی نسل ملک و ملت کے لئے مفید ثابت ہو، اور ملکی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکے۔ پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی اس حوالے سے اقدامات اٹھا رہی ہے، ترجمان کے مطابق سال 2024ء کے

---

[40] النور(24):19.

[41] البخاري، **صحيح البخاري**، دار طوق النجاة، بيروت، 1/57.

[42] الطحاوي، أبو جعفر أحمد بن محمد (المتوفى: 321هـ)، **شرح مشكل الآثار**، مؤسسة الرسالة، الطبعة: 1415هـ، 4/197.

[43] أحمد بن محمد بن حنبل، **مسند أحمد**، دار المنهاج، الطبعة الأولى، 1431هـ، مسند الأنصار، رقم الحديث: 22590، 10/5222.

دوران آٹھ لاکھ چوالیس ہزار (844000) سے زیادہ پورنوگرافی ویب سائٹس کو بلاک کیا گیا ہے،[44] جو ایک اچھی اور مثبت پیش رفت ہے، تاہم اس حوالے سے مزید اقدامات کی ضرورت ہے۔

نفرت انگیز مواد اور دین وریاست مخالف امور کی روک تھام:

دین اسلام باہمی الفت ومحبت اور اتفاق واتحاد کا درس دیتا ہے، اور مسلمانوں کو افتراق واختلاف سے بچنے کی تاکید کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾[45]

(ترجمہ: سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو، اور آپس میں تفرقہ بازی مت کرو۔)

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾[46]

(ترجمہ: باہم اختلاف نہ کرو ورنہ کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔)

آیت کریمہ نے مسلمانوں کے افتراق وانتشار کو باعث ضعف وکمزوری قرار دیا ہے، اور یہ ایسی حقیقت ہے جس کا ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں کہ عصر حاضر میں مسلمان افرادی کثرت اور وسائل کی فراوانی کے باوجود ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔ آج امت مسلمہ میں نفرت انگیزی اور افتراق وانتشار پھیلانے والے عناصر متحرک ہیں، اور دین وریاست کے خلاف منفی پروپیگنڈے زور وشور سے جاری ہیں۔ کچھ لوگ دین کے نام پر نفرتیں اور اشتعال وافتراق پھیلا رہے ہیں، جبکہ کچھ لوگ قومیت وعصبیت کے نام پر مسلمانوں کو تقسیم در تقسیم کر رہے ہیں، اور ان مذموم مقاصد کے لئے سوشل میڈیا کو بڑے پیمانے پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ہر قسم کے تعصب اور انتشار سے منع کیا ہے اور انہیں جسد واحد قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

"ترى المؤمنين في تراحمهم وتوادهم وتعاطفهم كمثل الجسد، إذا اشتكى عضوا تداعى له سائر جسده بالسهر والحمى."[47]

(ترجمہ: مسلمانوں کو باہمی ہمدردی، محبت اور باہمی شفقت میں تم اس طرح دیکھو گے کہ وہ ایک جسم کی طرح ہیں، کہ جب اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کا پورا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔)

[44] https://www.dawnnews.tv/news/1246305/

[45] آل عمران (3):103

[46] الانفال (8):46.

[47] البخاري، **صحيح البخاري**، كتاب الادب، رقم: 6011.

ایک اور ارشاد نبوی ہے:

"المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا."[48]

(ترجمہ: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔)

رسول اکرم ﷺ نے نہ صرف مسلمانوں کو اتفاق واتحاد کا درس دیا بلکہ جہاں کہیں عصبیت اور لسانی ونسلی امتیازات کی بات سنی تو اس کی سختی سے تردید فرمائی، اور مسلمانوں کو ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہو کر ایک امت بن کر رہنے کی تعلیم دی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"غزونا مع النبي صلى الله عليه وسلم وقد ثاب معه ناس من المهاجرين حتى كثروا، وكان من المهاجرين رجل لعاب، فكسع أنصاريا، فغضب الأنصاري غضبا شديدا، حتى تداعوا وقال الأنصاري: يا للأنصار، وقال المهاجري: يا للمهاجرين، فخرج النبي صلى الله عليه وسلم فقال: "ما بال دعوى أهل الجاهلية؟!.... فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "دعوها؛ فإنها خبيثة."[49]

(ترجمہ: ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، اس موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ بہت سے مہاجرین بھی نکلے تھے، مہاجرین میں ایک شخص مزاح کرنے والا تھا اس نے ایک انصاری کو پیچھے سے لات ماردی جس پر مہاجر صحابی کو غصہ آگیا، اور اس نے اپنی مدد کے لئے انصار کو بلایا، تو مہاجر صحابی نے اپنی مدد کے لئے مہاجرین کو آواز دی، کہ اس دوران رسول اکرم ﷺ تشریف لائے اور پوچھا: یہ جاہلیت کے نعرے کیسے لگ رہے ہیں؟۔۔۔ اور پھر فرمایا: ان باتوں کو چھوڑ دو، کیوں کہ یہ خبیث آوازیں ہیں۔)

رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ان تمام امور کا سد باب فرماتے جو ریاست مخالف ہوتے۔ رسول اکرم ﷺ کا نظام جاسوسی اس کا واضح ثبوت ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقع پر ریاست مخالف سرگرمیوں کا سد باب فرمایا ہے، جن میں سے ایک واقعہ بطور مثال درج ذیل ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول خدا ﷺ نے مجھے، حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما کو اس مشن پر روانہ فرمایا کہ "روضہ خاخ نامی جگہ میں ایک عورت ہے جس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے کر آؤ"۔ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے وہاں پہنچے اور اس عورت سے کہا: "خط نکالو"، وہ کہنے لگی: "میرے پاس کوئی خط نہیں ہے"، ہم نے اس کو دھمکی دی کہ: "تمہیں ہر صورت خط دینا ہوگا" تو اس نے بالوں کی چوٹی سے وہ خط نکالا۔ ہم وہ خط لے کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آئے، جس میں رسول اکرم ﷺ کے جنگی مہم کا راز فاش کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔[50]

---

[48] مصدر سابق، باب نصر المظلوم، رقم: 2446.

[49] البخاري، **صحيح البخاري**، باب ما ينهى من دعوة الجاهلية، رقم: 3519.

[50] مسلم بن الحجاج، **صحيح مسلم**، دار الجيل، بيروت، كتاب فضائل الصحابة، رقم الحديث: 2494، 7، 167.

یہ ارشادات اور نبوی اقدامات اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کے اتحاد واتفاق اور اخوت و بھائی چارے کے لئے تمام ممکنہ اقدامات کرے، اور ان ذرائع واسباب کا سدباب کرے جو امت میں افتراق وانتشار پھیلاتے ہوں یا اسلامی ریاست کو کمزور کرنے کا سبب ہوں، یا اسلامی مملکت کی سلامتی وخود مختاری کے لئے خطرہ ہوں۔

عصر حاضر میں غیر مسلم قوتیں اور بعض نادان مسلمان سوشل میڈیا کو مسلمانوں کے درمیان افتراق وانتشار اور ریاست کے خلاف نفرت انگیزی کے لئے استعمال کر رہے ہیں، اور ملک وملت اور دین وایمان کے خلاف نفرت انگیز اور تشکیکی مواد پھیلا رہے ہیں جن کا تدارک ریاست پر لازم ہے۔

سوشل میڈیا کے منفی استعمال کی روک تھام کے لئے ٹاسک فورس کا قیام:

رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور تعلیمات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ملک وملت مخالف عناصر کی روک تھام کے لئے مستقل اداروں کا قیام ضروری ہے۔ جس کا مقصد مختلف امور کا جائزہ لینا، متعلقہ محکموں اور اداروں کی نگرانی اور احتساب اور جرائم کا سدباب ہو۔ رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس مختلف امور کی نگرانی فرماتے، اور جہاں جہاں کمی کوتاہی نظر آتی اس کی اصلاح فرماتے۔ چناں چہ ایک مرتبہ آپ ﷺ بازار میں غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے تو اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال دیا۔ ہاتھ کے ساتھ کچھ نمی لگ گئی، جس سے معلوم ہوا کہ نیچے والے غلے میں نمی ہے۔ آپ ﷺ نے بیچنے والے سے اس کے بارے میں پوچھا، تو اس نے جواب دیا کہ یہ بارش کی وجہ سے بھیگ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو متنبہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"أفلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس؟ من غش فليس مني."[51]

(ترجمہ: آپ نے اس کو غلے کے اوپر کیوں نہ رکھا کہ لوگ اس کو دیکھ لیتے؟ جس نے ملاوٹ کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔)

بعد میں جب اسلامی ریاست کا دائرہ وسیع ہو گیا تو اس کام کے لئے مستقل افراد اور ادارے قائم ہوتے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بازار کی نگرانی کے لیے مستقل شعبہ قائم کیا تھا، علامہ علی بن حسام الدین ہندیؒ روایت کرتے ہیں:

"عن الزهري أن عمر بن الخطاب استعمل عبد الله بن عتبة على السوق."[52]

(ترجمہ: امام زہری سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبد اللہ بن عتبہؓ کو بازار کی نگرانی پر مقرر فرمایا۔)

بعد کے ادوار میں مختلف اداروں کی کارکردگی جانچنے اور اس میں بہتری لانے کے لئے "حسبہ" کا نظام وجود میں آیا، جس کی فعال اور غیر جانب دار کارکردگی نے رعایا کے تحفظ اور ریاست کی ترقی میں کلیدی کردار ادا کیا۔ غیر جانب دارانہ احتساب اور نگرانی کے نتیجے میں اسلامی معاشرہ مختلف برائیوں اور جرائم سے پاک تھا، اور لوگوں کی زندگی، مال، عزت وناموس محفوظ تھے۔

موجودہ دور میں سوشل میڈیا کے ذریعے ملک وملت کے خلاف بڑے پیمانے پر پروپیگنڈے کئے جا رہے ہیں، نفرتوں اور فسادات کے بیج بوئے جا رہے ہیں، نہ صرف لوگوں کی عزت وآبرو کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے، بلکہ مالی بدعنوانیاں اور لوٹ مار کی جا رہی ہے، اس لیے ان حالات میں

---

[51] مسلم بن الحجاج، **صحيح مسلم**، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم من غشنا فليس منا، رقم الحديث:102.

[52] علاء الدين علي بن حسام الدين (المتوفى: 975هـ)، **كنز العمال**، مؤسسة الرسالة، ط:1401هـ،5، 5 815.

ضروری ہے کہ ان مفاسد اور نقصانات کی روک تھام کے لئے ٹاسک فورس تشکیل دی جائے، جس کا مقصد سوشل میڈیا کے مثبت اور تعمیری استعمال کو فروغ دینا اور منفی استعمال کی روک تھام ہو، لہٰذا ریاست کو اس حوالے سے جامع، ہمہ جہت اور موثر اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے تاکہ ملک وملت کے مفادات کا تحفظ ہو سکے اور قوم کو نقصان اور بربادی سے بچایا جا سکے۔

خلاصہ بحث:

رسولِ اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور آپ ﷺ کی تعلیمات میں نوعِ انسانی کی کامیابی وکامرانی کی ضمانت ہے۔ انفرادی واجتماعی زندگی، معاشی ومعاشرتی ترقی اور فرد وریاست کی اصلاح وتعمیر کے لئے اتباعِ سنت ضروری ہے۔ سوشل میڈیا جو عصر حاضر میں زندگی کا ایک جزء بن گیا ہے اس کے حوالے سے تعلیماتِ نبوی ﷺ اور سیرتِ طیبہ پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ریاست پر لازم ہے کہ تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں سوشل میڈیا کے لئے لائحہ عمل بنائے، تاکہ ملک وملت کے مفادات کا تحفظ کیا جا سکے، قوم کی اصلاح وتربیت کی جا سکے، اور نسلِ نو کو دینی ودنیوی نقصانات سے بچایا جا سکے، ورنہ جدید ذرائع ابلاغ اتنے طاقتور ہیں کہ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ دکھا دیتے ہیں۔

سوشل میڈیا کا ایک رخ مثبت ہے جبکہ دوسرا منفی، اس لیے ریاست کو چاہیے کہ قوم کو سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کی تعلیم دے، اور اس کے ذریعے جدید سائنسی علوم، اخلاقی تربیت، اچھی معلومات اور فرد کی ذمہ داریوں کو فروغ دے، اور اس کے منفی استعمال اور مفاسد سے قوم کو بچائے۔

تجاویز وسفارشات:

1۔ قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق بچوں کی تربیت کا اہتمام کیا جائے تاکہ وہ بے راہ روی، فحاشی وعریانی کے سیلاب سے بچ سکیں۔

2۔ والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو زیادہ وقت دیں تاکہ وہ سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کی لت سے بچ سکیں، اور ان کی ذہنی وجسمانی تربیت اچھے طریقے سے ہو سکے۔

3۔ بچوں کو جسمانی ورزش اور کھیلوں کا عادی بنایا جائے تاکہ وہ فارغ اوقات سوشل میڈیا کے بجائے کھیل کے میدانوں میں جسمانی ورزش کرتے ہوئے گزاریں، جس سے انہیں ذہنی اور جسمانی نشوونما مل سکے گی۔

4۔ تعلیمی اداروں میں بچوں کو موبائل فون اور اس سے جڑی اشیاء سے بچایا جائے تاکہ وہ یکسوئی سے اپنی تعلیم جاری رکھیں۔

5۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر ایسے پروگرام نشر کیے جائیں جو قوم کو سوشل میڈیا کے مثبت اور مفید استعمال کے طریقے سکھائیں اور انہیں مفاسد اور نقصانات سے بچائیں۔

6۔ ریاست افرادِ ملت کی تعلیم وتربیت کے فریضے میں کوئی کسر نہ چھوڑے، اور انہیں ہر قسم کے خطرات سے بچانے کا اہتمام کرے۔

7۔ ایسے پروگراموں اور ویب سائٹس پر پابندی لگائی جائے جو بے حیائی، فحاشی اور عریانی پھیلانے کا ذریعہ بنیں۔

8۔ تعلیمی نصاب میں سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کے طریقوں کے حوالے سے مواد شامل کیا جائے، تاکہ قوم سوشل میڈیا کو مثبت اور مفید کاموں کے لئے استعمال کرے، اور اس کے مفاسد سے بچ سکے۔

9۔ سوشل میڈیا کے حوالے سے ٹاسک فورس تشکیل دی جائے جو قوم کو اس کے مفید استعمال کے طریقے سکھائے اور منفی استعمال سے انہیں بچائے۔

10۔ جھوٹ، فریب، دھوکہ دہی، توہین آمیز خاکوں اور بیانات، نفرت انگیز مواد اور ملک دشمن سرگرمیوں پر پابندی عائد کی جائے، اور قوم کے اندر جذبہ حب الوطنی بیدار کیا جائے، تاکہ ملک وملت ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن ہوں اور نفرتوں اور انتشار وافتراق سے بچا جا سکے۔

وصلى الله تعالى وبارك وسلم على خير خلقه وأشرف رسله وعلى آله وصحبه أجمعين.

10

مقالہ نگار:

عجب خان

فصل اول	تعارف
۱	اسلام میں صحافت اور ابلاغ کا تصور
۲	معاشرے میں سوشل میڈیا کے استعمال کا بڑھتا ہوا رجحان
۳	دورِ جدید میں سوشل میڈیا کی اہمیت
۴	سماجی ذرائع ابلاغ کے فوائد اور نقصانات
فصل دوئم	**اسلامی نقطہ نظر سے سماجی ذرائع ابلاغ کے مثبت اور منفی استعمالات**
۱	اسلامی تعلیمات کی تبلیغ اور ترویج
۲	معاشرے کی تعمیر اور ترقی میں کردار
۳	علم و فن کے فروغ میں اضافہ
۴	جھوٹی اور گمراہ کن خبروں کی تشہیر
۵	معاشرتی اور مذہبی اقدار کا زوال
۶	ریاست مخالف سرگرمیوں کا ذریعہ
۷	نفرت، تعصب اور فساد کا پھیلاؤ
فصل سوئم	**تعلیم اور تربیت میں ریاستی ذمہ داریوں کا احاطہ سیرت کی روشنی میں**
۱	اسلام میں ریاست بطورِ علمی اور تربیتی ادارہ
۲	قرآن و حدیث کی رو سے ریاست پر عائد ذمہ داریاں

۳	سیرت الرسول کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کرنا
۴	فتنہ اور فساد کی روک تھام
۵	معلم انسانیت کی نظر میں حصولِ علم کی اہمیت اور فرضیت
فصل چہارم	**سوشل میڈیا کے منفی استعمال سے ریاست اور سماج کو درپیش مسائل**
۱	قومی وحدت کو لاحق خطرات
۲	ریاست کے نظریاتی وقار پر حملے
۳	مسلکی اور لسانی منافرت کو فروغ ملنا
۴	عوام اور ریاستی اداروں کے مابین بد اعتمادی کی فضا قائم کرنا
۵	وفاق دشمن تحریکوں کا پروان چڑھنا
فصل پنجم	**سیرت کے آئینے میں ابلاغِ عام کے مثبت استعمال کو یقینی بنانے کے لیے ریاستی اقدامات**
۱	پیکا ترمیمی بل 2025ء کا نفاذ
۲	تحقیق اور تعمیری سوچ وفکر کی حوصلہ افزائی
۳	نسل نو کی تربیت اور آگاہی پر خصوصی توجہ
۴	نصابی کتب میں صداقت اور سچائی کی اہمیت کو واضح کرنا
۵	سماجی ذرائع ابلاغ کے لیے ضابطہ اخلاق کی تشکیل
فصل ششم	**خاتمہ اور تجاویز**
۱	اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سوشل میڈیا کا استعمال
۲	تعلیم اور تربیت کے حوالے سے ریاستی ذمہ داریوں کا تعین
۳	سیرت کی روشنی میں سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کو یقینی بنانا

فصل اول

تعارف

۱: موجودہ دور میں سماجی ابلاغ کی اہمیت اور معاشرے پر اس کے بڑھتے ہوئے اثرات مختلف حلقوں میں زیر بحث رہے ہیں۔ کہیں پر سماجی ابلاغ کو شعور و آگاہی، سوچ و فکر اور تعمیر و ترقی کا ذریعہ قرار دیا جارہا، تو کہیں پر لوگوں کی نظر میں اس کی وجہ سے قومی اور بین الاقوامی سطح پر نفرت، گمراہی، تعصب اور انتشار کی فضا قائم ہوئی ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ سماجی ابلاغ کی حیثیت ایک دو دھاری تلوار کی سی ہے، جہاں اس کو علم و ادب، تہذیب اور اخلاقیات اور دیگر کئی سائنسی، سماجی، سیاسی اور معاشی علوم کے حصول کے لیے مثبت طریقے سے استعمال کیا جاسکتا ہے، وہیں پر سماجی ابلاغ کے غلط اور منفی استعمال سے مذہبی منافرت، قومی وحدت، ملکی بقا اور ریاست کے نظریاتی تشخص کو سنگین خطرات لاحق ہوئے ہیں۔

سماجی ابلاغ کے غیر منظم استعمال کی وجہ سے لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں بری طرح متاثر ہو رہی ہیں۔ ایک منظم ضابطہ اخلاق نہ ہونے کی وجہ سے سماجی ابلاغ پر بغیر تحقیق و تصدیق کے من گھڑت اور جھوٹی خبروں کی تشہیر ہوتی ہے۔ سماجی ذرائع ابلاغ پر ریاستی اداروں کے خلاف زہر اگلنا معمول کا حصہ بن چکا ہے۔ معاشرتی اقدار اور مذہبی اصولوں کو پاؤں تلے روندا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے فتنہ اور فساد پھیلنے کے خدشات بڑھ گئے ہیں۔ ذیل میں سماجی ابلاغ کی افادیت و نقصانات اور اس کے درست استعمال کو یقینی بنانے کے لیے اسلامی اصولوں کے مطابق ریاستی ذمہ داریوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

اسلام میں صحافت اور ابلاغ کا تصور

۲: نوعِ انسان کی فطرت میں یہ خصوصیت رکھی گئی ہے کہ وہ اپنے آرا و خیالات، افکار و نظریات اور احساسات و جذبات کو دوسرے انسانوں تک پہنچانے کی خواہش رکھتا ہے۔ چناں چہ زمانہ قدیم سے خبر رسائی اور ابلاغ کے مختلف ذرائع انسانی معاشرے میں مروج رہے ہیں، جو اس سماج کی تعمیر و ترقی، علم و فن اور تہذیب و اخلاق کو فروغ دینے میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے بھی اپنے پیروکاروں کو ایک بہترین، جامع اور عمدہ نظریۂ ابلاغ سے نوازا ہے، جس کی ابتدا اس دور سے ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانیت کی ہدایت اور بھلائی کے لیے اپنے برگزیدہ بندوں پر احکاماتِ الٰہی کا نزول شروع کیا۔

لفظِ ''صحافت'' کا اخذ اُن مقدس اوراق سے ہوا جن پر اللہ تعالیٰ کے احکامات اور پیغامات تحریر تھے جنہیں ''صحیفہ'' کہا جاتا ہے، اور پھر انہیں احکامات کو دوسرے لوگوں تک پہنچانے کو ''ابلاغ'' یا ''تبلیغ'' کہا جاتا ہے۔ لہٰذا ابلاغ اور صحافت انبیا کرام کا پیشہ رہا ہے اور روزِ قیامت تک مسلمانوں کے ذمے یہ عائد کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کا پیغام دوسرے انسانوں تک پہنچاتے رہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾[1]

(ترجمہ: اے رسول: پہنچا دیجیے جو آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔)

[1] سورۃ المائدہ (5:67)

اس آیت مبارکہ سے ابلاغ اور صحافت کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ایک مقدس اور ذمہ داری والا کام ہے جس کو سرانجام دینے کے لیے تحقیق وتصدیق کے ساتھ دیانت اور سچائی کے اصولوں پر قائم رہنا بھی ضروری ہے۔

معاشرے میں سوشل میڈیا کے استعمال کا بڑھتا ہوا رجحان

۳: ہمارے معاشرے کے اندر سماجی ذرائع ابلاغ کے استعمال میں آئے روز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ گلوبل ڈیجیٹل انسائٹ کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں اس وقت سماجی ذرائع ابلاغ سے منسلک صارفین کی تعداد 71.7 ملین سے تجاوز کر گئی ہے۔ ابلاغِ عامہ کی مقبولیت میں اس بے تحاشا اضافے کے ملک کے سماجی، سیاسی و معاشی حالات پر گہرے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ اس کے بڑھتے ہوئے رُجحان سے انفرادی اور قومی ترجیحات میں واضح تبدیلیاں آ رہی ہیں۔

سماجی ابلاغ کے استعمال میں اضافے کی وجہ سے پاکستان کا مروجہ سیاسی معیار مکمل طور پر تبدیل ہو چکا ہے۔ سیاسی منظر نامے پر ابلاغ عامہ کے بڑھتے ہوئے استعمال نے ہلچل مچائی ہے۔ اہم سطح کے ملکی اور قومی فیصلے بشمول انتخابات سماجی ذرائع ابلاغ سے شدید متاثر ہو رہے ہیں۔ کثیر تعداد میں لوگوں کی سماجی ذرائع ابلاغ سے وابستگی نے معاشی زاویوں میں بھی تبدل وتغیر کے آثار نمایاں کیے ہیں۔ لوگوں کی معاشی سوچ وفکر ابلاغ عامہ کے رجحانات سے بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔

سماجی ذرائع ابلاغ کے بڑھتے ہوئے استعمال نے بکھرے ہوئے لوگوں کو باہمی طور پر ایک دوسرے سے مربوط کر کے رکھ دیا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے وطن عزیز پاکستان میں ابلاغ عامہ کو تعمیر کے بجائے تخریب کے لیے زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ لوگوں کا آپس میں اتحاد واتفاق بڑھنے کے بجائے ذرائع ابلاغ نفرت اور عداوت کی فضا قائم کر رہے ہیں۔ لہٰذا ریاست پاکستان مزید اس کثیر تعداد عوام کو گمراہی اور فساد پھیلانے کا متحمل نہیں ہو سکتی، اب وقت آ گیا ہے کہ اس کے بے لگام گھوڑے کو قابو میں لایا جائے۔

دورِ جدید میں سوشل میڈیا کی اہمیت

۴: جدید دور میں سماجی ذرائع ابلاغ کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ گزشتہ اور حالیہ ادوار میں امریکی صدارتی انتخابات کے نتائج سماجی ذرائع ابلاغ کی اہمیت کو کھل کر واضح کرتے ہیں کہ کس طرح جیت اور ہار کا فیصلہ ابلاغِ عامہ سے متاثر ہوتا ہے۔ سماجی ذرائع ابلاغ کو اقوام عالم ملک وقوم کی تعمیر وترقی اور علم وفن کے حصول کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ ہر دور میں ابلاغ عامہ کی اہمیت اور افادیت مسلم رہی ہے، کیوں کہ اس کے ذریعے ترقی کے منازل طے کی جا سکتی ہیں۔

ابلاغ عامہ نے علم وہنر کے حصول کو آسان اور یقینی بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس برق رفتار زمانے میں سماجی ابلاغ نے دوریوں کو سمیٹ لیا ہے اور فاصلوں کو رابطوں میں تبدیل کیا ہے۔ سماجی ابلاغ رابطے کا ایک بہترین اور تیز ترین ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعہ شعور کی سرحدوں میں وسعت آئی ہے۔ سیکھنے والوں کے لیے معاشرتی ابلاغ نے تعلیم اور تربیت کی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ اس کے ذریعے اقوام عالم لوگوں میں محبت، امن اور رواداری کے اصولوں کو فروغ دے رہی ہیں۔

سماجی ذرائع ابلاغ کے مثبت استعمال کی وجہ دین اسلام کی تبلیغ اور ترویج کو بہترین اور موثر انداز میں سرانجام دی جا سکتی ہے۔ معاشرتی ابلاغ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے ذریعے عوام اپنے منتخب نمائندوں کا احتساب کر سکتے ہیں، اور اپنی آواز کو اقتدار کے

ایوانوں تک پہنچا سکتے ہیں۔ مگر یہ سب اس وقت ممکن ہو گا جب اس کے منفی اور غیر منظم استعمال کا سدباب کیا جائے تب جا کر اس کی اہمیت اور مقبولیت میں مزید اضافہ ہو گا۔

سماجی ذرائع ابلاغ کے فوائد اور نقصانات

۵: بلاشبہ سماجی ابلاغ ایک دو دھاری تلوار ہے۔ اس کا استعمال نوع انسان کے نفع اور فائدے پر بھی تمام ہو سکتا ہے، مگر اس کا غلط استعمال انسانیت کی تباہی اور بربادی کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ سماجی ذرائع ابلاغ کے نفع اور نقصان کا احاطہ کرتے ہوئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حالیہ دور میں ابلاغ عامہ کی افادیت پر ان کے نقصانات کو فوقیت حاصل ہیں۔

ابلاغ عامہ نے پیغام رسانی کے عمل کو انتہائی آسان بنا دیا ہے۔ اس کے ذریعے پوری دنیا ایک دوسرے سے منسلک ہو چکی ہے۔ سماجی ابلاغ نے علم و ہنر کے حصول کو آسان بنایا ہے۔ سماجی ابلاغ کے بڑھتے ہوئے استعمال سے شعور و آگاہی کو فروغ ملا ہے۔ عام عوام میں خواندگی کی شرح بڑھنے لگی ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے لوگوں میں بنیادی انسانی حقوق کے متعلق آگاہی بڑھ گئی۔ ملک کی معیشت اور سیاست کے معیار میں بھی خاطر خواہ تبدیلیاں آئی ہیں۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی ابلاغ کا ایک دوسرا رخ بھی ہے جو بہت ہی بھیانک اور خطرناک ہے۔ سماجی ذرائع ابلاغ کی وجہ سے اس وقت پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کو شدید خطرات لاحق ہیں۔ سماجی ابلاغ کے ذریعے پاکستان کے وقار کو مجروح کرنے کی مذموم کوششیں کی جاتی ہیں۔ لوگوں کی آپس میں نفرت اور عداوت کی فضا قائم ہو رہی ہے۔ سماجی ذرائع ابلاغ کے ذریعے ملک دشمن عناصر کے بیانیے کو تقویت ملتی ہے۔ سماجی ذرائع ابلاغ کی وجہ سے پاکستان میں فتنہ اور فساد پھیلانے کی سر توڑ کوششیں کی جاتی ہیں، لوگوں کو آپس میں لسانی اور علاقائی اختلافات کی بنیاد پر دست و گریباں کیا جاتا ہے۔ ابلاغ عامہ کے غلط استعمال کی وجہ سے ملک میں کئی لوگوں نے توہین مذہب کے بے بنیاد الزامات لگنے کی وجہ سے جان کی بازیاں ہاری ہیں، اور سب سے بڑھ کر ریاستی اداروں اور عوام کے مابین خلیج پیدا کرنے کی ناکام کاوشیں بھی معاشرتی ابلاغ کے غلط استعمال کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

فصل دوئم

اسلامی نقطۂ نظر سے سماجی ذرائع ابلاغ کے مثبت اور منفی استعمالات

اسلامی تعلیمات کی تبلیغ اور ترویج

۶: سماجی ذرائع ابلاغ پیغام رسانی کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اس کا مثبت استعمال کرتے ہوئے اسلامی اصولوں کے عین مطابق دین اسلام کی تبلیغ اور ترویج کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم کی سورت آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾[2]

(ترجمہ: آپ بہترین امت ہو جو لوگوں کی رہنمائی کے لیے ظاہر کی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔)

[2] سورۃ آل عمران، آیت 110

اس آیت کا اطلاق حالیہ دور کے سماجی ذرائع ابلاغ پر کرتے ہوئے ہم پر یہ لازم آتا ہے کہ اس کے ذریعے لوگوں کو خیر اور بھلائی کی طرف بلائیں اور انہیں غلط راستے پر چلنے سے منع کریں۔ سوشل میڈیا پر دین متین کی تبلیغ کرتے وقت تبلیغ کے آداب اور احکامات کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔ جس بات کی طرف بلایا جاتا ہے اس پر خود بھی عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔

بد قسمتی سے اس وقت ہماری نوجوان نسل میں دین کی محبت اور رغبت کم ہوتی جارہی ہے۔ مساجد اور دینی مجالس میں ان کا آنا جانا کم ہوا ہے، کیوں کہ زیادہ تر ان کی مصروفیت سوشل میڈیا تک محدود ہوتی ہے۔ اسی سوشل میڈیا ہی کا درست استعمال کرتے ہوئے انہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر راضی کیا جاسکتا ہے۔ سماجی ذرائع ابلاغ اس وقت زمانے کا ایک اہم جز اور ضرورت بن چکا ہے، لہٰذا اس کو مکمل طور پر متروک کرنا ریاستی اور قومی مفاد میں نہیں۔ مگر اس کے استعمال کی جہت کو تبدیل کیا جاسکتا ہے، اس کے ذریعے حضور اقدس ﷺ کے پیغام کو دنیا بھر میں پھیلایا جاسکتا ہے، آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کے ہر پہلو کو مثبت اور موثر انداز میں اجاگر کیا جاسکتا ہے۔

معاشرے کی تعمیر اور ترقی میں کردار

۷: سماجی ذرائع ابلاغ کے درست استعمال سے معاشرے کی تعمیر اور ترقی میں اہم کردار ادا کیا جاسکتا ہے۔ وطن عزیز پاکستان قبائلی معاشروں کا ایک گہوارہ ہے۔ ان معاشروں میں جہاں بہت سی مثبت روایات پر عمل درآمد کیا جاتا ہے، وہیں پر کچھ ایسی فرسودہ اور ظلم پر مبنی روایات کا پرچار کیا جاتا ہے جو انسانی سماج کو زیب نہیں دیتا۔ سماجی ذرائع ابلاغ کا استعمال کرتے ہوئے اُن ظالمانہ اور فرسودہ روایات کو ہدفِ تنقید بنایا جاسکتا ہے جو انسانوں، خاص کر عورتوں سے ان کے بنیادی حقوق چھین لیتی ہیں۔ سماجی ذرائع ہی کی بدولت عورتوں کو ماضی کے مقابلے میں آج زیادہ حقوق حاصل ہیں۔ ابلاغِ عامہ پر پھیلنے والے شعور اور آگاہی کی وجہ سے پاکستان سے انتہاپسند روایات کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ لوگوں میں تعلیم کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے اور دیگر اقوام عالم کے ہم پلہ ہونے کے لیے سائنسی دنیا میں اپنا مقام پانے کی تگ ودو میں ہیں۔

سماجی ذرائع ابلاغ کے درست اور مثبت استعمال کرتے ہوئے ہمارے معاشرے کے مثبت پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے۔ مہمان نوازی، سخاوت اور امن سے محبت ہمارے سماج کے حسین رنگ ہیں، جو ابلاغِ عامہ کے ذریعے اُجاگر کیے جاسکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سماجی ابلاغ کے ذریعے مذہبی رواداری، بھائی چارہ اور آپس میں اتحاد واتفاق کو تقویت دی جاسکتی ہے۔ مختصراً معاشرے کی تعمیر وترقی میں سماجی ذرائع ابلاغ کے کردار سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

علم وفن کے فروغ میں اضافہ

۸: سماجی ذرائع ابلاغ نے بلاشبہ علم وفن کے فروغ میں مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ حصولِ علم اب ماضی کے مقابلے میں انتہائی آسان ہو گیا ہے۔ تمام طلبہ، خواہ وہ غریب ہوں یا امیر، کو معیاری تعلیم مہیا کرنے میں ابلاغِ عامہ کے ذرائع نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ ابلاغ کے مختلف ذرائع پر علم وفن کے چاہنے والوں کے لیے انتہائی مفید اور قیمتی مواد ہر وقت دستیاب ہے۔ ابلاغ کے فروغ سے طلبہ وطلبات ادارے اور جماعت کی قید سے آزاد ہو گئے ہیں۔ تشنگانِ علم کسی بھی وقت اپنی دلچسپی اور ضرورت کی چیز کو سیکھ سکتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ سے حضور ﷺ کی روایت مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

"الحکمة ضالة المؤمن، فحیث وجدها فهو أحق بها"[3]

(حکمت کی بات مؤمن کی گم شدہ چیز ہے جہاں کہیں بھی پائے اُس کو حاصل کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔)

اس حدیثِ شریف کا اطلاق اگر سماجی ذرائع پر کیا جائے تو یہاں لوگوں کے لیے علم وہنر کے بکھیرے موتی پڑے ہیں، جن سے نفع اٹھانا مسلمان کی شان ہے۔ معاشرتی ابلاغ کے ذریعے وہ خواتین جو قبائلی رسوم کی وجہ سے اپنے گھروں تک محدود ہیں اور طلب علم کے لیے باہر نہیں نکل سکتیں، آسانی سے گھر بیٹھے تعلیم کے شوق کو پورا کرسکتی ہیں۔ ساتھ ساتھ میں ابلاغ کے مختلف ذرائع لوگوں کو ہنر سکھانے کے لیے اپنی خدمات پیش کرتے ہیں، جن سے فائدہ اٹھانا بطور مسلمان اور اس ملک کے باشندے کے ہم سب پر لازمی ہے۔ لہٰذا سماجی ذرائع ابلاغ کا مثبت استعمال کرتے ہوئے لوگ اپنے آپ کو علم وہنر کے زیور سے آراستہ کرسکتے ہیں۔

جھوٹی اور گمراہ کن خبروں کی تشہیر

9: سوشل میڈیا کے جہاں بہت سے مثبت پہلو ہیں، وہیں ابلاغِ عامہ کا ایک دوسرا رخ بھی ہے جو نہایت ہی خطرناک، مضر اور تباہ کن ہے۔ سماجی ذرائع ابلاغ کی تباہ کاریوں میں سب سے زیادہ جس چیز سے ملک اور سماج کو خطرات لاحق ہیں وہ ہے: جھوٹی اور گمراہ کن خبروں کی تشہیر۔ یہ ایک ایسی وبا ہے جس نے سوشل میڈیا کی افادیت کو مدہم کررکھا ہے۔ سماجی ذرائع ابلاغ پر جھوٹی خبروں کی تشہیر ایک خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے۔ جھوٹی خبروں کی بہتات کی وجہ سے سچ اور جھوٹ میں تمیز ختم ہونے لگی ہے، کیوں کہ سماجی ابلاغ پر سچ سے زیادہ جھوٹ کو پذیرائی اور اہمیت ملتی ہے۔ سماجی ابلاغ پر اس گھناؤنے عمل کے ارتکاب کرنے والے اسلامی احکامات، قرآن کریم کی آیت اور احادیثِ رسول ﷺ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾[4]

(ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو، پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔)

اسی طرح آں حضرت ﷺ سے روایت ہے کہ:

"کفی بالمرء کذبا أن یحدث بکل ما سمع"[5]

(ترجمہ: کسی انسان کے جھوٹے ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات کو آگے پھیلائے۔)

مندرجہ بالا آیت اور حدیث کی خلاف ورزیاں معاشرتی ابلاغ پر معمول کا حصہ ہے، بطورِ مؤمن اور ملک کے ذمہ دار شہری کے ہمارے لیے ضروری ہے کہ کسی بھی خبر کو تحقیق اور تصدیق کے بغیر ہرگز آگے نہ پھیلائیں، خاص کر جب اس جھوٹی اور گمراہ کن خبر سے ہمارے مذہب نے منع کیا ہو اور ریاست کو اس خبر کی تشہیر سے نقصان پہنچنے کا خوف ہو۔

---

[3] سنن الترمذی

[4] سورۃ: الحجرات (49) آیت: 6

[5] صحیح مسلم، حدیث نمبر 5، راوی: ابوہریرہ، محدث: امام مسلم

معاشرتی اور مذہبی اقدار کا زوال

۱۰: سماجی ذرائع ابلاغ کے غیر منظم اور غلط استعمال کی وجہ سے معاشرتی اور مذہبی اقدار زوال کا شکار ہیں۔ ابلاغ عامہ پر چادر اور چار دیواری کے تقدس کو پامال کرنا معمول کا حصہ بن چکا ہے۔ معاشرے کے سفید پوش طبقے پر بے جا الزامات لگا کر ان کی عزت کو تار تار کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بہتان اور عیب جوئی جیسے خطرناک رجحانات سوشل میڈیا کی وجہ سے فروغ پا رہے ہیں۔ دوسری جانب ہمارا مذہب اسلام، جو رواداری اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے، کو لوگوں کی نظر میں دہشت اور جنگ کا مذہب ثابت کیا جارہا ہے۔ ابلاغ عامہ کے ذریعے لوگوں پر توہین مذہب اور توہین رسالت کے سنگین الزامات لگائے جاتے ہیں، جن کی وجہ سے کئی لوگ جان کی بازی ہار چکے ہیں۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"البهتان على البراء أثقل من السموات."[6]

(ترجمہ: بے گناہ لوگوں پر الزام لگانا آسمانوں سے زیادہ بوجھل ہے۔)

یعنی بہت بڑا گناہ ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

"لا ينبغي لصديق أن يكون لعانا"[7]

(مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ لعن طعن کرے۔)

ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کو یہ عادت زیب نہیں دیتی کہ وہ لوگوں پر بغیر علم کے الزام لگائے اور انہیں عار دلائے۔ مگر بدقسمتی سے آج کل کے دور میں ان روایات کو پاؤں تلے روندا جاتا ہے۔ قبائلی اور معاشرتی اقدار، جو ایک دوسرے کی عزت اور احترام کے درس دیتی ہیں، ان کو سوشل میڈیا پر پامال کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ سماجی ذرائع ابلاغ کے غلط استعمال نے اسلامی اقدار کو بری طرح سے متاثر کیا ہے۔

ریاست مخالف سرگرمیوں کا ذریعہ

۱۱: یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ جوہری ہتھیاروں اور پیشہ ورانہ عساکر پاکستان کے ہوتے ہوئے کوئی بھی دشمن پاکستان کی خود مختاری پر حملے اور اس کی سرحدات کو پامال کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ مگر بدقسمتی سے سوشل میڈیا کے ذریعے وطن عزیز پاکستان کی نظریاتی سرحدات غیر محفوظ ہو چکی ہیں۔ سماجی ذرائع ابلاغ گذشتہ چند سالوں میں ریاست مخالف سرگرمیوں کے مراکز بن چکے ہیں۔ ریاست اور ریاستی اداروں کے خلاف منفی خبروں کی تشہیر سوشل میڈیا پر معمول کا حصہ بن چکی ہے۔ ملک دشمن عناصر ان ذرائع کو ملک میں انتشار اور بدامنی کی فضا قائم کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

بیلجیم کے شہر برسلز میں کام کرنے والی ایک این جی او "ای یو ڈس انفولیب" کی رپورٹ کے مطابق بھارت کے غیر کاروباری گروپ "سری واستوا" سے منسلک 265 ویب سائٹس جعلی اور غیر فعال اخبارات کے نام سے یورپ میں پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا پھیلا رہی ہیں۔ ان ملک دشمن عناصر کی وجہ سے لوگ ریاست پاکستان اور ریاستی اداروں کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے لگتے ہیں۔ مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ سوشل میڈیا کے بڑھتے ہوئے استعمال کے بعد ریاستی اداروں اور عوام کے بیچ ایک خلیج پیدا کر دی گئی ہے جس میں دشمن قوتیں ملوث ہیں۔ اس لیے اب

---

[6] کنز العمال، حدیث: 8810 (علیؓ سے منقول)

[7] صحیح مسلم، راوی: ابو ہریرہ، محدث: امام مسلم

مزید تاخیر کے بغیر حکومتِ وقت اس مسئلے کی حساسیت کو سمجھتے ہوئے سوشل میڈیا کے اس غیر منظم استعمال کو ایک قانونی اور عملی ضابطہ اخلاق کے ذریعے قابو میں لانے کی کوشش کرے۔

نفرت، تعصب اور فساد کا پھیلاؤ

۱۲: سن 2011ء میں سوشل میڈیا پر صرف ایک تصویر کے مشہور ہونے سے کئی عرب ممالک میں دنگا اور فساد برپا ہوا تھا۔ ''عرب بہار'' کے نام سے شروع ہونے والے تشدد، عدم استحکام اور فساد نے لیبیا، شام، مصر اور کئی عرب ملکوں کو تباہ اور برباد کر کے رکھ دیا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق عرب ممالک میں سوشل میڈیا کی وجہ سے شروع ہونے والی خانہ جنگی میں تین لاکھ سے لے کر پانچ لاکھ تک بے گناہ شہریوں کو مارا گیا، اور یہ سب سماجی ذرائع ابلاغ کے غلط استعمال کی وجہ سے واقع ہوا۔ ایسی ہی ایک منظم اور سازشی سوچ و فکر کے تحت پاکستان میں سماجی ذرائع ابلاغ کے ذریعے فساد پھیلانے کی کوششیں کی گئی جو الحمدللہ ناکام رہی۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ سورت اعراف کی آیت نمبر 56 میں فرماتے ہیں کہ:

﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾[8]

(ترجمہ: زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔)

اسی طرح اور کئی مقامات پر قرآن کریم نے فساد پھیلانے پر سختی سے منع کیا ہے۔ لہٰذا موجودہ دور میں پاکستان کو سیاسی، دفاعی اور معاشی طور پر غیر مستحکم کرنے کے لیے سوشل میڈیا پر کی جانے والی سازشوں کا مقابلہ کرنا اسلامی اصولوں اور قرآنی احکامات کے عین مطابق ہے کیوں کہ سماجی ذرائع ابلاغ کے ذریعے ہمارے ملک و معاشرے میں نفرت اور تعصب کی فضا قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور کم علم اور سادہ لوح عوام کو غیر حقیقی خبروں کے ذریعے ریاست اور ریاستی اداروں کے خلاف اشتعال دلایا جاتا ہے جن کا سدباب کرنا وقت کا اہم تقاضا ہے۔

فصل سوئم

تعلیم اور تربیت میں ریاستی ذمہ داریوں کا احاطہ سیرت کی روشنی میں

اسلام میں ریاست بطورِ علمی اور تربیتی ادارہ

۱۳: یہ ایک قدیم قول ہے کہ ریاست ماں جیسی ہوتی ہے۔ لیکن یہ آج کے دور میں بھی انتہائی اہمیت رکھتا ہے، خواہ اس کو جدید جمہوری اصولوں کے مطابق لیا جائے یا پھر اسلامی احکامات کی روشنی میں ریاست کی ذمہ داریوں، اس قول کی حیثیت اور اہمیت کو دیکھا جائے تو واقعی محسوس ہوتا ہے کہ ریاست ماں جیسی ہوتی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے انسانوں کی تعلیم اور تربیت کی پہلی درس گاہ ماں کی گود ہوتی ہے، اور پھر آہستہ آہستہ ریاست پر اس انسان کی جان و مال کی حفاظت، اس کی درست رہنمائی اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے۔ اسلامی زاویہ نگاہ سے ریاست نہ صرف ایک سیاسی ادارہ ہے، بلکہ یہ اس میں بسنے والوں کے لیے علمی اور تربیتی ادارہ بھی ہے۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

[8] سورۃ اعراف، آیت نمبر 56

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[9]

(ترجمہ: اہل حق وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں حکمرانی دیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ کی ادائیگی کا انتظام کریں گے اور معاشرے میں بھلائی کا حکم کریں گے اور برائیوں سے منع کریں گے۔)

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ریاست پر جہاں دیگر کئی ساری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، وہیں پر تعلیم اور تربیت بھی ریاست کی اولین ترجیحات میں شامل ہونا ضروری ہے۔ قرآن میں بہت واضح اور صریح الفاظ کے ساتھ حکمرانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نیکی اور درست راستے کی تلقین کریں اور برائی سے منع کریں۔ لہٰذا بطور ایک علمی اور تربیتی ادارے کے ریاست پر یہ لازم آتا ہے کہ سوشل میڈیا کے متعلق لوگوں میں تعلیم اور تربیت کو فروغ دے اور اس ناسور کی وجہ سے مزید معاشرے کو تباہی اور بربادی سے بچائے، تاکہ یہ ملک اور سماج ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن ہو جائے۔ لہٰذا حکمران طبقہ اپنے فرائض منصبی کو کماحقہ ادا کرنے کے لیے آگے آئیں اور لوگوں کو تعلیم اور تربیت دینے میں اپنا کردار ادا کرے۔

قرآن وحدیث کی رو سے ریاست پر عائد ذمہ داریاں

۱۴: دین اسلام میں مذہبی حوالے سے لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تکمیل ریاست کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ریاست کے قیام سے مسلمانوں کے لیے شرعی احکامات میں واضح تبدیلیاں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حکمرانوں کے لیے صریح احکامات دیئے ہیں جن میں نظام عدل کا قیام، تعلیم وتربیت، برائیوں سے روکنا اور امر بالمعروف کی تلقین سرفہرست ہیں۔ اس طرح ایک حدیث آپ ﷺ سے روایت ہے کہ:

"السلطان العادل ظل الله في الأرض، ومن أهانه أهان الله"[10]

(ترجمہ: مسلم حکمران زمین پر اللہ تعالیٰ کا سایہ جیسے ہوتا ہے، جس نے اس مسلم حکمران کی توہین کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی۔)

اس حدیث مبارکہ سے یہ حکم ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان ریاست میں جہاں رعایا کو بے تحاشا حقوق دیے گئے ہیں، وہیں پر حکمرانوں کے لیے بھی حقوق ہیں جو عام عوام پر واجب ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں پاکستان کے لوگ حکمرانوں سے حقوق کا مطالبہ تو کرتے ہیں مگر خود عملی طور پر اس مندرجہ بالا حدیث پر عمل پیرا ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ سماجی ذرائع ابلاغ کے ذریعے برسر اقتدار طبقے کو بلاوجہ ہدف تنقید بنانا لوگوں کا پسندیدہ مشغلہ بن چکا ہے۔ کسی بھی چھوٹے سے مسئلے کے لیے ریاست، ریاستی اداروں اور حکمرانوں پر طنز وتنقید کے نشتر برسانا اب پاکستان میں ایک عام عادت بن چکی ہے۔ لہٰذا قرآنی تعلیمات کی روشنی ریاست کے حکمرانوں پر لازم آتا ہے کہ لوگوں کی جان ومال کے تحفظ کے ساتھ ان کی تعلیم اور تربیت پر بھی توجہ دیں اور لوگوں کو بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا لازمی ہے۔

سیرت الرسول کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنا

۱۵: حضور اکرم ﷺ کی زندگی نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری انسانیت کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو تعلیم اور تربیت سے آراستہ تھا۔ آپ نے انسانوں کو انسانیت کا درس دیا۔ لہٰذا ایک اسلامی ریاست ہونے کے ناطے پاکستان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ

[9] سورۃ الحج—آیت 41

[10] حوالہ: سنن الترمذی، حدیث نمبر 2224، راوی: ابو بکرۃ نفیع بن الحارث

آنحضرت ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو کو لوگوں پر اجاگر کرے۔ آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمہ، جو حضرت عائشہ کے مطابق چلتا پھرتا قرآن تھا، کو فروغ دینا ریاست کی اولین ترجیحات میں شامل ہونا ضروری ہے۔ عصر حاضر میں سوشل میڈیا کے ذریعے جھوٹ اور سچ میں تمیز ختم ہو رہی ہے۔ آپ ﷺ نے بہت سختی کے ساتھ لوگوں کو جھوٹ بولنے سے منع کیا تھا۔ حدیث شریف میں آپ ﷺ سے روایت ہے:

"الصدق ينجي والكذب يهلك"[11]

(کہ سچائی نجات دلاتی ہے جب کہ جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنا کس قدر سخت گناہ ہے۔ نبوت سے قبل بھی آپ ﷺ کی زندگی مبارکہ میں حق اور سچائی کے عنصر نمایاں تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی غلط بیانی نہیں کی۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ کو بعثت سے پہلے بھی مکہ کے لوگ "صادق" اور "امین" کہہ کر پکارتے تھے۔ حالیہ دور میں جہاں معاشرتی ابلاغ پر ہر سو جھوٹ اور بے جا الزامات کا دور دورہ ہے، اس لیے آپ ﷺ کی زندگی کے اس پہلو کو اجاگر کرنا بہت ہی اہم اور مقدس فریضہ بن چکا ہے، تاکہ من حیث القوم اور من حیث المؤمن لوگ جھوٹ اور الزام تراشی کے سرگرمیوں سے خود کو دور کریں۔

فتنہ اور فساد کی روک تھام

۱۶: کسی بھی سماج میں خوف وہراس پھیلانا، لوگوں کو ناحق قتل کرنا اور بدامنی اور انتشار کی فضا کو قائم کرنا "فساد فی الارض" کہلاتا ہے۔ اس فساد فی الارض کے متعلق قرآن میں صریح اور واضح احکامات آئے ہیں۔ سورتِ بقرہ کی آیت نمبر 12-11 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ○ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ﴾[12]

(ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ زمین میں فساد مت پھیلاؤ، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اصلاح کرنے والے ہیں، بے شک وہ فساد والے ہیں مگر ان کو شعور نہیں۔)

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو "مفسدین" کہا ہے جو خود کو اصلاح والے قرار دیتے ہیں۔ زمین میں فساد پھیلانا اسلامی تعلیمات کی رو سے یقیناً ایک بہت بڑا گناہ ہے، اور ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب کا وعدہ ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔

ان آیات کی روشنی میں وہ ادارے جو ریاست اور سماج کے اندر امن وامان کی صورت حال کو برقرار رکھتے ہیں اور فتنہ وفساد کو سر اٹھانے نہیں دیتے ہیں ان کے لیے یقیناً بشارت ہے۔ حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ ریاست میں نظم ونسق کو برقرار رکھنے والے اداروں کی حمایت ہر مؤمن پر لازم ہے۔ لہٰذا آج کل کے دور میں سماجی ذرائع ابلاغ کے ذریعے فتنہ وفساد کو پھیلانے سے روکنے کے لیے ٹھوس اور عملی اقدامات اٹھانا اسلامی

[11] یہ الفاظ اسی صورت میں مشہور ہیں، لیکن محدثین کے مطابق یہ الفاظ حدیث کے طور پر معروف وثابت نہیں ہیں، بلکہ صحیح احادیث کے مفہوم سے ماخوذ ہیں۔

[12] سورۃ: البقرۃ (2) آیتیں: 11-12

تعلیمات کے عین مطابق ہے، کیوں کہ "فساد فی الارض" اسلام میں گناہِ کبیرہ ہے اور ریاست پر اس کی روک تھام واجب ہے، تاکہ لوگ شر و فساد سے محفوظ رہ سکیں۔

معلمِ انسانیت کی نظر میں حصولِ علم کی اہمیت اور فرضیت

۱۷: سماجی ذرائع ابلاغ پر جھوٹ، نفرت اور تعصب پھیلانے کی ایک اہم وجہ لوگوں میں کم علمی ہے۔ معلومات نہ ہونے کی وجہ سے سادہ لوح اور خالی الذہن عوام آسانی کے ساتھ ملک دشمن عناصر کے بہکاوے اور دھوکے میں آجاتے ہیں۔ اس لیے ریاست پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ بنیادی اسلامی اور دنیاوی تعلیم کو عام عوام کے لیے یقینی بنائے، کیوں کہ معلم انسانیت حضرت محمد ﷺ نے علم کے حصول کو لازمی اور فرض قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"طلب العلم فریضة علی کل مسلم"[13]

(ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔)

اس حدیث شریف کی روشنی میں مسلم معاشرے کے ہر فرد پر، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، علم حاصل کرنا فرض ہے۔ جب تمام افراد کو بنیادی عصری اور دینی علم پر عبور حاصل ہوگا تو وہ کبھی بھی ایسے بیانیوں کو تقویت دینے میں کردار ادا نہیں کریں گے جن سے مذہب، ریاست اور خود عوام کو نقصان اٹھانا پڑے۔ اس لیے آج کل وطن عزیز پاکستان جن مشکل حالات سے گزر رہا ہے اس میں ایک بڑی وجہ سوشل میڈیا پر کم علمی کی وجہ سے غیر یقینی ماحول بھی ہے۔ لوگ بغیر تحقیق کے ریاستی دفاعی اداروں کے خلاف ہر وقت ہرزہ سرائی میں مصروفِ عمل ہیں۔ اس کی وجہ سے جہاں ایک طرف سیاسی اور معاشی بدحالی پیدا ہوتی ہے تو دوسری طرف ان سرگرمیوں کی وجہ سے دفاعی اداروں کے حوصلے بھی کمزور پڑتے ہیں جو ہر وقت اپنے وطن کی خاطر اپنی جان کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔

فصل چہارم

سوشل میڈیا کے منفی استعمال سے ریاست اور سماج کو درپیش مسائل

قومی وحدت کو لاحق خطرات

۱۸: سوشل میڈیا کے بڑھتے ہوئے غیر منظم استعمال نے ریاست اور سماج کو سنگین خطرات سے دوچار کیا ہے۔ ملکی منظرنامے پر معاشرتی ابلاغ کے ظہور کے بعد قومی وحدت اور ملی یگانگت کو برقرار رکھنا مشکل ہوگیا ہے۔ ریاست پاکستان کے مخالف عناصر نے ابلاغ عامہ کے مختلف ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو ثانوی درجے کے مسائل اور اختلافات میں اُلجھادیا ہے۔

سوشل میڈیا کے منفی استعمال کی وجہ سے ریاستِ پاکستان میں علاقائیت اور لسانیت کی بنیاد پر وجود میں آنے والی تحریکوں نے شدت اختیار کی ہے۔ سوشل میڈیا پر معمولی سطح کے چھوٹے چھوٹے اختلافات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔ سوشل میڈیا کے غلط استعمال کی وجہ سے

---

[13] سنن ابن ماجہ، حدیث 224

ایمان، اتحاد اور تنظیم کے اصولوں سے لوگ روگردانی کر رہے ہیں۔ سماجی ذرائع ابلاغ پر پھیلائی جانے والی نفرت اور اختلافات کی وجہ سے پاکستان میں وفاق پرست قوتوں کو ناقابلِ تلافی نقصان کا سامنا ہوا ہے۔ ملک اور ملت کو متحد رکھنے والی قوت، اسلام کو بھی نہیں بخشا گیا ہے۔ سوشل میڈیا پر اسلامی تعلیمات کی کھل کر مخالفت کی جاتی ہے، اس کی وجہ سے لوگوں میں دین سے بیزاری اور الحاد کی شرح میں اضافہ دیکھنے کو ملا ہے۔ اسلام وہ قوت ہے جو پاکستان میں رہنے والے مختلف نسلوں اور زبانوں کے لوگوں کو متحد رکھتی ہے۔ اس وجہ سے سماجی ذرائع ابلاغ کے ذریعے لوگوں کو اسلام سے دور کیا جارہا ہے، تاکہ لادینیت کی وجہ سے پاکستان کی ملی وحدت اور قومی اتفاق کو نقصان پہنچایا جاسکے۔

ریاست کے نظریاتی وقار پر حملے

۱۹: سماجی ذرائع ابلاغ کے ذریعے وطن عزیز پاکستان کے ملکی وقار، نظریاتی اساس اور اعلیٰ اداروں کے خلاف زہر اگلنا ایک منظم سازش کے تحت ہو رہا ہے، جس کو "ہائبرڈ وار" کہا جاتا ہے۔ حالیہ چند برسوں میں سوشل میڈیا کے استعمال میں بے تحاشا اضافے کی وجہ سے پاکستان کی سلامتی اہم خطرات سے دوچار ہوئی ہے۔ سماجی ذرائع ابلاغ پر جھوٹ، نفرت، تعصب اور ملک دشمن جھوٹے بیانیوں کا ہدف پاکستان کے اعلیٰ عسکری ادارے ہیں، جن کے خلاف سماجی ابلاغ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ سوشل میڈیا پر بسااوقات جھوٹی خبروں کی تشہیر کی وجہ سے ریاست کی بنیادیں ہل جاتی ہیں، اور پوری قوم میں ایک غیر یقینی ماحول اور افراتفری کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔

پاکستان کے مخالف قوتیں اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ عساکرِ پاکستان کے ہوتے ہوئے مزید اس ملک کے خلاف روایتی جنگ لڑنا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے سوشل میڈیا کو بطورِ ہتھیار استعمال کرتے ہوئے دفاعی اداروں کو ہدفِ تنقید بنایا جاتا ہے۔ ریاست کے دفاع، سلامتی اور خودمختاری کو یقینی بنانے والے دفاعی ادارے ہر وقت ان جھوٹی، بے بنیاد اور من گھڑت الزامات کی زد میں ہوتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر موجود افراد کے اذہان کو نفرت اور تعصب سے بھر دیا گیا ہے۔ اس لیے ہر وقت ان کو ریاست کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے اعلیٰ عسکری اداروں نے بارہا حقائق اور شواہد پر مبنی ایسے گروہوں کو بے نقاب کیا ہے، جن کا تعلق ملک دشمن قوتوں سے ثابت ہوا ہے، اور جو منظم طریقے سے ملکی وقار اور قومی سلامتی کو نقصان پہنچانے کے لیے سرگرم عمل تھے۔

مسلکی اور لسانی منافرت کو فروغ ملنا

۲۰: اس بات میں کوئی دورائے نہیں کہ اس وقت پاکستان معاشرتی ابلاغ کے منفی استعمال کی وجہ سے مسلکی، لسانی اور مذہبی منافرت کا گڑھ بن چکا ہے۔ یہاں لوگ محض مسلک کے مختلف ہونے پر ایک دوسرے کی جان لینے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ گزشتہ کچھ مہینوں سے کرم ایجنسی میں جاری شدت پسند کارروائیاں اسی مسلکی منافرت کے نتائج ہیں۔ ثقافتی اور لسانی اختلاف کی بنیاد پر شدت پسند کارروائیاں عمل میں لائی جاتی ہیں۔ 11 مارچ کو بلوچستان میں ہونے والے المناک سانحے کے تانے بانے لسانی منافرت سے ملتے ہیں، جب محض رنگ و نسل کی بنیاد پر معصوم لوگوں کی زندگیاں لی گئیں۔ حالانکہ قرآن کا حکم بہت واضح ہے، اللہ تعالیٰ "سورۃ الحجرات" میں فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾[14]

(ترجمہ: بلاشبہ اہل ایمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔)

---

[14] سورۃ الحجرات (49)، آیت:10

مزید ان کی قربت اور رواداری کو تقویت دینے کے لیے "سورۃ الفتح" میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾[15]

(ترجمہ: وہ آپس میں محبت اور رحمت سے پیش آتے ہیں۔)

ان قرآنی آیات کی روشنی میں سب لوگ رنگ ونسل اور زبان سے بالاتر ہوتے ہوئے ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ مگر بد قسمتی سے وطن عزیز میں سماجی ذرائع ابلاغ کی وجہ سے مسلکی بنیادوں پر لوگ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔ مسلکی منافرت اور گروہ بندی عروج پر ہے۔ لسانی اختلافات کی وجہ سے لوگ اپنے مسلمان بھائیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ اس چیز کو کم کرنے کے لیے ریاستی ادارے سر توڑ کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ اس نفرت آمیز بیانیے کو پھیلانے سے روک دیا جائے، کیونکہ سانحہ بولان کے بعد سوشل میڈیا پر اس واقعے کو غلط رنگ دیا گیا جس کی روک تھام اب ناگزیر ہو چکی ہے۔ روزنامہ پاکستان کی خبر کے مطابق وفاقی پولیس کے انتہاپسندی کی یونٹ نے سوشل میڈیا پر مذہبی، مسلکی، لسانی منافرت پھیلانے اور اداروں کے خلاف بولنے والے عناصر کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے 200 اکاؤنٹس کا سراغ لگا کر بند کر دیے ہیں۔ مزید اس طرح کی کارروائیاں عمل میں لانے سے مسلک اور زبان کے نام پر خون بہانے کو کم کیا جا سکتا ہے۔

عوام اور ریاستی اداروں کے مابین بداعتمادی کی فضا قائم کرنا

۲۱: سماجی ذرائع ابلاغ کی وجہ سے ریاستی اداروں اور عوام کے بیچ بداعتمادی کی ایک فضا قائم ہوئی ہے۔ جھوٹی خبروں اور بے بنیاد الزامات کی وجہ سے لوگوں کو اپنے دفاعی اور عسکری اداروں سے بدظن کیا گیا ہے۔ اداروں اور عوام کے مابین دوریوں کو پیدا کرنے والے ملک دشمن عناصر ہیں جو پاکستان کے وجود اور بقا کے دشمن ہیں۔ جو گمراہ کن خبروں کی تشہیر سے عوام اور ریاست میں دوریوں کو لانے کی کوشش میں لگے ہیں۔ ان عناصر کو وقتی طور پر ضرور کچھ کامیابی ملی ہے۔ مگر ان کے مذموم عزائم کو جلد ہی بے نقاب کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا اور دشمنوں پر واشگاف الفاظ میں یہ واضح کیا گیا کہ ان بے بنیاد کوششوں کی وجہ سے عوام ریاستی دفاعی اداروں کی قربانیوں کو فراموش نہیں کر سکتے۔

پاک فوج کے سپہ سالار نے بارہا ملک دشمن قوتوں پر یہ واضح کیا ہے کہ ریاستی اداروں اور عوام کے بیچ خلیج پیدا کرنے والے عناصر کو مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملے گا، اور ان کاوشوں کے بدلے وہ مزید رسوا اور ذلیل ہوں گے۔ ساری دنیا جانتی ہے۔ فوج اور عوام ایک ہیں اور ایک رہیں گے۔ ان خیالات کا اظہار پاکستانی فوج کے سربراہ نے 77 ویں یوم آزادی کے موقع پر پاک فوج کے جوانوں سے کیا۔ سپہ سالار کی اس گفتگو سے دفاعی اداروں کے عزم اور استقلال کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں ان منفی اور من گھڑت خبروں کی وجہ سے وطن عزیز کے دفاع سے پیچھے نہیں ہٹنے والے ہیں اور اس ملک کے دفاع اور عوام کی حفاظت کے لیے ہمیشہ تیار رہیں گے۔

وفاق دشمن تحریکوں کا پروان چڑھنا

۲۲: گذشتہ چند برسوں میں وطن عزیز پاکستان کے اندر وفاق پرست قوتوں کو زوال کا سامنا رہا ہے، اس لیے کہ سماجی ذرائع ابلاغ پر وفاق

---

[15] سورۃ الفتح (48)، آیت: 29

دشمن قوتوں نے غلبہ حاصل کیا ہے۔ صوبائیت، قومیت اور فرقہ واریت کے فسادات اپنے عروج پر ہیں۔ معمولی اختلافات کی بنیاد پر ملک دشمن قوتوں کی پشت پناہی سے ایسی تحریکوں نے جنم لیا ہے جو وفاق کی سراسر مخالفت کرتی ہیں۔ حالاں کہ اسلامی تعلیمات کبھی بھی تفرقہ میں پڑنے کی اجازت نہیں دیتی ہیں۔ قرآن مجید کی "سورۃ آل عمران" کی آیت نمبر 103 میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾[16]

(ترجمہ: سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔)

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ خود کو چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں تقسیم کرنے سے بچائیں۔ مگر بدقسمتی سے سماجی ذرائع ابلاغ کے ذریعے ریاستِ پاکستان میں وفاق پرستی کو بے تحاشا نقصان پہنچا ہے۔ وفاقی اکائیاں ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہو کر رہنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ اور ان سب کے پیچھے معاشرتی ابلاغ کا بڑا کردار ہے، کیوں کہ معاشرتی ابلاغ ہی کے ذریعے چھوٹے اختلافات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے، جو لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔ انہی اختلافات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ قوتیں اس ملک کو توڑنے کے لیے کوششیں کر رہی ہیں، جن سے نمٹنا اس وقت اہم ضرورت بن چکا ہے، کیوں کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو وحدت اور اتفاق کا درس دیا ہے اور ان کو ثانوی درجے کے اختلافات میں پڑنے سے منع کیا ہے۔

فصل پنجم

سیرت کے آئینے میں ابلاغِ عام کے مثبت استعمال کو یقینی بنانے کے لیے ریاستی اقدامات

پیکا ترمیمی بل 2025ء کا نفاذ

۲۳: سیرت الرسول ﷺ کی روشنی میں ابلاغِ عامہ کے مثبت استعمال کو یقینی بنانے کے لیے حال ہی میں حکومتِ پاکستان نے ایوان سے پیکا ترمیمی بل 2025ء کو منظور کروایا، جو ایک احسن اقدام ہے۔ اس بل کے مطابق حکومت وفاق سمیت چاروں صوبوں میں ایک نئی ریگولیٹری اتھارٹی کو قائم کرنے جارہی ہے، جو سماجی ذرائع ابلاغ پر نظریہ پاکستان کے مخالف مواد کی تشہیر، یا کوئی ایسی خبر جو لوگوں میں اشتعال پھیلا کر انہیں قانون ہاتھ میں لینے پر مجبور کرے یا پھر دیگر اس طرح کی خبریں جو ریاستی اداروں کے خلاف پھیلائی جائیں، ان سب پر تین سال قید یا 20 لاکھ روپے کا جرمانہ عائد کرے گی۔

اس ترمیمی بل کے مطابق ایک ایسی تحقیقاتی ایجنسی بھی تشکیل دی جائے گی جو جھوٹی خبروں کی جانچ پڑتال کرے۔ اس بل کے مطابق اس نئی تشکیل کردہ اتھارٹی کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ ایسے مواد کو پھیلانے والے افراد کو سزا دے، جو ریاست کے مفاد کے مخالف ہوں یا وہ مواد نفرت انگیز، توہین آمیز، فرقہ واریت کو ابھارنے والا اور فحاشی پھیلانے والا ہو۔ ان سب کے سدِباب کے لیے اس نئے ترمیمی بل کو منظور کروایا گیا ہے۔ اس بل کی منظوری پر اگرچہ کئی لوگوں کو اعتراض ہے، مگر اس وقت حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے حکومت کی جانب سے یہ ایک احسن اقدام ہے، جس کو پوری طور پر نافذ العمل کرنا اور اس پر عمل درآمد کرانا حکومت کی ذمہ داری ہے، اور مزید ایسے آئینی اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے

[16] سورۃ: آل عمران (3)، آیت: 103

تاکہ اس ملک کی بقا اور سالمیت پر آنچ بھی نہ آئے۔

تحقیق اور تعمیری سوچ و فکر کی حوصلہ افزائی

۲۴: جھوٹی، من گھڑت اور بے بنیاد خبروں کے سدباب کے لیے جہاں ٹھوس قانونی اور آئینی اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے، وہیں پر تحقیق اور تعمیری سوچ و فکر کی حوصلہ افزائی بھی حکومت کی اولین ترجیحات میں شامل ہونا ضروری ہے۔ اس ملک اور سماج کی تعمیر و ترقی کے لیے کوشاں افراد کو آگے لانا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنے سے جھوٹی خبروں کے پھیلاؤ کو روکنے میں اہم مدد ملے گی۔

ملکی سطح پر تعلیمی اداروں کے اندر طلبہ اور طالبات کو تحقیق کی طرف مائل کرنا اور پھر ان کی حوصلہ افزائی کرنے سے بے بنیاد الزامات کی تشہیر کو روکنے میں معاونت حاصل ہوگی۔ اس ضمن میں قرآنی احکامات کا سہارا لینا بھی درست اقدام تصور کیا جائے گا۔ حق تعالیٰ نے ہمیں کسی بھی خبر کی تحقیق کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی سنی سنائی باتوں کو آگے پھیلانے والوں کو جھوٹے قرار دیا گیا ہے۔ اس وقت سماجی ذرائع ابلاغ کے درست استعمال کو یقینی بنانے کے لیے حکومت جو آئینی اقدامات اٹھا رہی ہے ان کی مخالفت کی بجائے معاونت کرنا ہم سب پر لازم ہے۔ جھوٹی اور گمراہ کن خبروں کی تشہیر کو روکنے اور سچ اور حق بات کی تحقیق کرنے کے لیے پیکا ترمیمی بل کے تحت تشکیل پانے والی تحقیقاتی کمیٹی زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتی ہے۔ اس طرح کے قوانین کو نافذ العمل کرنے سے توہین مذہب، توہین رسالت پر مبنی خبروں کو مشتہر ہونے سے روکا جا سکتا ہے، تو ان قوانین کے نفاذ میں شرعی طور پر کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ ایک طرح سے فحش کلام اور مواد کو عام عوام تک پہنچانے سے روکنا دینی اعتبار سے ایک اچھا قدم ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی طرح تحقیق کا امر بھی قرآن سے ثابت ہے جس پر عمل کرنے سے بہتری آسکتی ہے۔

نسل نو کی تربیت اور آگاہی پر خصوصی توجہ

۲۵: سماجی ذرائع ابلاغ کے منفی استعمال کی وجہ سے ریاست کے جن اداروں کو سب سے زیادہ نقصانات کا سامنا رہا ہے، وہ ملکی دفاعی اور عسکری ادارے ہیں۔ اور جس نسل کو سب سے غلط استعمال کیا جاتا ہے وہ ہماری نوجوان نسل ہے؛ جن کے پاس علم، تربیت اور تجربے تینوں کی کمی ہوتی ہے۔ اس لیے ان کو اپنے ہی اداروں کے مخالف صف میں لا کر کھڑا کرنا قدرے آسان ہے ملک دشمن قوتوں کے لیے۔ اس لیے سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں ریاست پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس نوجوان نسل کو گمراہی کی راہ پر بھٹکنے سے روکے، اور حقیقی معنوں میں ان کی تعلیم اور تربیت پر توجہ مرکوز کرے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

> "جب ہم اہل ایمان کو زمین پر خلافت اور حکمرانی دیتے ہیں تو وہ نظام عدل کے نفاذ کے ساتھ ساتھ لوگوں کو نیکی اور بھلائی کے کاموں کی طرف بلاتے ہیں اور برائی کے کاموں سے منع کرتے ہیں۔"

اس ارشادِ مبارک پر عمل کرتے ہوئے حکومتِ وقت نوجوان نسل کی تربیت کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات اٹھائے؛ کیوں کہ لوگوں کو بنیادی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کی ذمہ داری ریاست پر عائد ہوتی ہے۔ تعلیم اور تربیت کے متعلق ریاست پر عائد ذمہ داری نہ صرف اسلامی اصولوں کے عین موافق ہے بلکہ آئین پاکستان کے شق نمبر 25 بھی ریاست کو اس بات کا پابند کرتی ہے کہ تمام شہریوں کی بنیادی تعلیم ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس ضمن میں ملکی سطح پر شعور اور آگاہی کی غرض سے تربیتی مجالس کا ایک سلسلہ شروع کیا جائے جس میں تمام تعلیمی اداروں میں سوشل میڈیا کے ذریعے پھیلنے والے نقصانات کے متعلق آگاہی دی جائے، اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مستقبل کے معماروں پر یہ واضح کیا جائے کہ

تحقیق اور تصدیق کا کیا مقام ہے اسلامی نقطۂ نظر سے، تاکہ یہ بچے کل اس ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرنے والے بہادر سپاہی بنیں۔

نصابی کتب میں صداقت اور سچائی کی اہمیت کو واضح کرنا

۲۶: دین اسلام میں صداقت اور سچائی کو بہت بڑا مقام اور رتبہ حاصل ہے۔ صداقت اور سچائی ایسے اوصاف ہیں جو نبوت سے قبل بھی ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ مبارکہ میں موجود تھے۔ انہی اوصاف کی بنیاد پر قریش مکہ آپ کو "صادق" اور "امین" کے نام سے پکارتے تھے۔[17] جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علانیہ تبلیغ کا حکم دیا تو آپ ﷺ نے اسی صداقت کو بنیاد بنا کر لوگوں کو دعوتِ اسلام دی، حالاں کہ آپ ﷺ اللہ جل شانہ کی قدرت سے لوگوں کو معجزہ دکھا کر بھی اسلام کی طرف مائل کر سکتے تھے۔ مگر آپ ﷺ نے اپنی سچائی کی بنیاد پر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ یہاں سے اندازہ لگانا بہت آسان ہو جاتا ہے کہ سچائی اور صداقت کی اہمیت کیا ہے۔

اسلام میں اسی دعوت کے واقعے کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم آج کل سماجی ابلاغ پر چلنے والی خبروں کا ایک جائزہ لیں تو خود کو مسلمان ثابت کرنے میں شاید ہمیں وقت ہو، کیوں کہ جس دین کی بنیاد ہی سچائی اور صداقت پر رکھی گئی ہو اس میں اس قدر بے تحاشا جھوٹ بولنے والے کیسے خود کو مسلمان ثابت کر سکتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کہ میں تمہیں نہ بتاؤں کہ "**العضہ**" کیا ہے؟ (پھر خود ہی فرمایا کہ) وہ چغلی کھانا ہے، لوگوں کے درمیان میں ایسی بات کرنا جس سے وہ آپس میں لڑائی جھگڑے پر اتر آئیں۔"[18]

اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنا کتنا سخت گناہ اور سچ بولنے کی کیا اہمیت ہے اسلام میں۔ اس لیے ریاست کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ نصابِ تعلیم میں سچ کی اہمیت اور افادیت پر زور دیتے ہوئے بچوں کو سچ کی تلقین کرے اور انہیں جھوٹ بولنے کے نقصانات سے آگاہ کرے، تاکہ سیرت کی روشنی میں آج کل کے دور میں سماجی ابلاغ پر پھیلنے والے جھوٹ اور غلط بیانی کا سدباب کیا جا سکے۔

سماجی ذرائع ابلاغ کے لیے ضابطۂ اخلاق کی تشکیل

۲۷: اسلامی اصولوں کے مطابق معاشرتی ابلاغ کے مؤثر استعمال کو یقینی بنانے کے لیے آئینی اور قانونی ضابطۂ اخلاق کی تشکیل وقت کی اہم ضرورت بن چکی ہے۔ پاکستان کوئی پہلا ملک نہیں ہے جو سماجی ذرائع ابلاغ سے نفرت آمیز اور ریاست مخالف بیانیے کو ختم کرنے کے لیے آئینی اقدامات اٹھا رہا ہے، بلکہ پوری دنیا میں اس طرح کے قوانین نافذ العمل ہیں جو سماجی ابلاغ کے استعمال کو مؤثر بنانے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ جرمنی میں سن 2017ء کو "نیٹ ورک انفورسمنٹ ایکٹ"[19] کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کا مقصد جھوٹی خبروں اور نفرت آمیز تقاریر پر قابو پانا تھا۔ اسی طرح روس میں صدر ولادمیر پیوٹن نے سماجی ذرائع ابلاغ کے متعلق 2019ء میں کئی اصلاحات متعارف کی تھیں جن کے تحت ڈیجیٹل بورڈ قائم کیا گیا۔ جو انٹرنیٹ کے متعلق حدود اور قیود پر مبنی تھا اور بعد میں اسی پر سختی سے عمل درآمد کروایا گیا۔

---

[17] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر، حدیث 4770 دار طوق النجاۃ 1422 ہجری

[18] امام مسلم، صحیح مسلم، باب تحریم النمیمہ 6802، المکتبہ المیہ بیروت، 1399 ہجری

[19] Network Enforcement Act (NetzDG)

یہ قانون جرمنی میں 2017 میں منظور ہوا جس کا مقصد سوشل میڈیا پر جھوٹی خبروں، نفرت انگیز مواد (hate speech) اور غیر قانونی مواد کو روکنا تھا۔

اسی طرح ہمارے ہمسایہ ملک چائنہ میں بھی سماجی ذرائع ابلاغ پر تقریباًایک حد تک مکمل پابندی ہے۔ مگر اس کے باوجود یہ ملک ترقی کی نئی منازل طے کر رہا ہے۔ لہٰذا وطن عزیز پاکستان میں بھی سماجی ذرائع ابلاغ کے درست اور مفید استعمال کو یقینی بنانے کے لیے سخت آئینی اور قانونی اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے، تاکہ آئے روز ریاست اور ریاستی اداروں کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈوں کا خاتمہ کیا جاسکے۔ معاشرتی ابلاغ کے اس طرح بے لگام استعمال نہ اس ملک کے مفاد میں ہے اور نہ ہی عام عوام کو اس کا کوئی فائدہ پہنچنے والا ہے۔ اگر کوئی ہے اس کا فائدہ اٹھانے والا تو وہ ہے وطن عزیز کے دشمن، جو ہر وقت اس تاک میں رہتے ہیں کہ کسی طرح جھوٹی خبر چلا کر عوام کو اداروں کے خلاف اکسایا جائے۔

فصل ششم

خاتمہ اور تجاویز

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سوشل میڈیا کا استعمال

۲۸: اوپر بیان کیے گئے تاریخی حقائق، حالات وواقعات اور اسلامی تعلیمات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ سوشل میڈیا کا استعمال جدید عصری تقاضوں میں سے ایک ہے۔ اسی جدید سائنسی ایجاد کے ذریعے ترقی اور خوشحالی کی منازل طے کی جاسکتی ہیں۔ معاشرے کی تعمیر اور ترقی میں سوشل میڈیا کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ اس کے ذریعے علم وآگاہی کو فروغ ملا ہے۔ معیشت کی نئی راہیں کھل گئی ہیں۔ معیاری علم کا حصول آسان ہوا ہے۔ دنیا میں رابطے کا ایک مؤثر ذریعہ بن چکا ہے۔ لوگ اس کی وجہ سے ایک دوسرے کے قریب آگئے ہیں، اور سیاسی افق پر سماجی ذرائع ابلاغ کی وجہ سے ایک مثبت تبدیلی آئی ہے۔

لیکن دوسری طرف اسی ابلاغ عامہ کی وجہ سے ملک میں نفرت اور انتشار کی فضا قائم ہوئی ہے۔ جھوٹ، نفرت اور تعصب کا دور دورہ ہے۔ یہ ریاست مخالف سرگرمیوں کا مرکز بن چکا ہے۔ سماجی، مذہبی اور قومی اقدار کو سماجی ذرائع ابلاغ کی وجہ سے زوال کا سامنا ہے، اور ملک کے نظریاتی وقار اور اسلامی تشخص کو معاشرتی ابلاغ کی وجہ سے بے تحاشا نقصان پہنچایا گیا ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ سماجی ذرائع ابلاغ کے استعمال کو اسلامی تعلیمات اور سیرتِ رسول کی روشنی میں مثبت بنانے کے لیے ریاست ٹھوس اور عملی اقدامات اٹھائے۔ آزادی اظہار رائے پر قدغن لگائے بغیر ایک مؤثر ضابطہ اخلاق کو تشکیل دیا جائے تاکہ اس جدید سائنسی ایجاد کو تخریب کے بجائے ملک اور سماج کی تعمیر اور ترقی کے لیے استعمال کیا جائے۔

تعلیم اور تربیت کے حوالے سے ریاستی ذمہ داریوں کا تعین

۲۹: آئین پاکستان کی شق نمبر 25-A ریاست پر یہ ذمہ داری عائد کرتی ہے کہ بنیادی تعلیم سے پاکستان کے ہر شہری کو آراستہ کرنا اس ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح اسلامی احکامات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رعایا کو تعلیم وتربیت کی فراہمی ایک اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری بنتی ہے۔

سوشل میڈیا پر چلنے والی غلط اور گمراہ کن خبروں پر یقین کرنا اور ریاستی اداروں سے بدظن ہونے کی ایک بڑی وجہ یہاں کے لوگوں میں

تعلیم کا فقدان ہے۔ بنیادی اسلامی تعلیم اور تربیت نہ ہونے کی وجہ سے لوگ جھوٹ اور سچ میں تمیز نہیں کر پا رہے ہیں۔ اس لیے سماجی ذرائع ابلاغ کے مثبت استعمال کو یقینی بنانے کے لیے ریاست پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے لوگوں کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ جدید عصری علوم سے بھی آراستہ کرے۔ ان کی درست اور اسلامی تربیت کرنے کے لیے تعلیمی نصاب میں تحقیق اور تصدیق کی اہمیت کو اجاگر کرے، اور آپ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو کو عوام الناس پر واضح کرے، تاکہ لوگ آپ ﷺ کے بتائے گئے راستے پر چلنے کو ترجیح دیں، اور خود کو کم علمی کی وجہ سے اس راہ پر نہ ڈالیں جو دشمن کے ناپاک عزائم کی تکمیل کی طرف جاتی ہے؛ بلکہ خود کو اسلامی اصولوں کا پابند بناتے ہوئے ریاست اور سماج کے حق میں بہترین اور کارآمد شہری کے طور پر ثابت کر سکیں اور سماجی ابلاغ پر کسی بھی ایسی مہم کا حصہ نہ بنیں جس سے اس ملک اور قوم کو نقصان پہنچے۔

سیرت کی روشنی میں سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کو یقینی بنانا

۳۰: سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کو یقینی بنانے کے لیے ریاست پاکستان اور متعلقہ اداروں کے سامنے چند سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔ سماجی ذرائع ابلاغ کے درست استعمال کو یقینی بنانے کے لیے ریاست سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں لوگوں کی تعلیم اور تربیت پر خصوصی توجہ مرکوز رکھے۔

اس کے ساتھ ساتھ جھوٹ اور نفرت پھیلانے والے افراد کے خلاف پیکا ترمیمی بل 2025ء کے مطابق سخت قانونی قدامات اٹھائے جائیں، اور اس بل کو مکمل طور پر نافذ العمل بنائے، تاکہ لوگ سوشل میڈیا پر پھیلنے والے فتنہ اور فساد سے محفوظ رہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی ابلاغ کے درست استعمال کو یقینی بنانے کے لیے اسلامی اصولوں کے مطابق ایک جامع اور منظم ضابطہ اخلاق کے قیام کو عمل میں لایا جائے تاکہ سوشل میڈیا پر چلنے والی خبروں کی تحقیق کو یقینی بنایا جاسکے، اور ملک اور سماج کو اس کے تباہ کن اثرات سے محفوظ کیا جاسکے۔

اس ضمن میں ریاست پاکستان جناب حضرت محمد ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے ہر پہلو کو عوام الناس پر اُجاگر کرے، تاکہ لوگ آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے خود کو جھوٹ اور نفرت کی باتوں سے محفوظ رکھ سکیں، اور حتی الامکان سچائی اور صداقت کے اصولوں پر چلنے کی کوشش کریں۔ اسی ضمن میں طلبہ اور طالبات کو خصوصی طور پر آگاہ کیا جائے تاکہ پاکستان کو مستقبل میں معاشرتی ابلاغ کی وجہ سے کسی غیر یقینی اور افراتفری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

11

مقالہ نگار:

محمد یوسف

موضوع کا تعارف

سوشل میڈیا نے جہاں معاشرہ میں عالمی گاؤں (Global Village) کی حیثیت حاصل کی ہے، وہیں سوشل میڈیا نے انسانی جسم کے عضو، معاشرہ کے ایک فرد، اور انسانیت میں بسنے والے ایک عضو کی طرح اپنا مقام بنایا ہے۔ اس کے استعمال میں اسی طرح احتیاط کرنے کی ضرورت ہے جس طرح انسان خود کو محفوظ رکھ کر معاشرہ میں موجود رہتا ہے۔ سوشل میڈیا نے جدید دور میں ابلاغ کے طریقوں کو یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ یہ نہ صرف معلومات تک فوری رسائی کا ذریعہ ہے؛ بلکہ تعلیم، تربیت اور سماجی روابط کو فروغ دینے کا ایک طاقت ور میدانِ عمل بھی ہے۔ تاہم، اس کے منفی اثرات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کے استعمال میں حد درجہ احتیاط برتیں۔ خاص طور پر نوجوان نسل کو اس کے مفید استعمال کی تعلیم دینا اور انہیں معاشرتی ذمہ داری کا احساس دلانا انتہائی اہم ہے۔ جس کے لیے نظام تعلیم میں اصلاحات، ان میں والدین کی شمولیت، تنقیدی سوچ کی ترقی، مثبت مواد کی تفہیم و تشہیر اور سماجی ذمہ داری جیسے اقدامات ضروری ہیں۔ سوشل میڈیا کے استعمال میں بعینہٖ اسی طرح احتیاط کی ضرورت ہے جیسے انسان اپنے جسم اور معاشرے میں اپنی حیثیت کو محفوظ رکھنے کے لیے احتیاط برتتا ہے۔ یہ میدانِ عمل جہاں ہمیں معاشرے میں جوڑتا ہے، وہیں اس کے غلط استعمال سے معاشرتی اور اخلاقی مسائل بھی جنم لے سکتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس کے استعمال میں توازن برقرار رکھا جائے اور اپنی نوجوان نسل کو اس کے صحیح استعمال کی تربیت دی جائے۔

سوشل میڈیا کے فوائد سے انکار تو نہیں کیا جا سکتا، لیکن اس کے نقصانات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں اپنی اقدار اور اخلاقیات کو مقدم رکھنا ہوگا۔ اس سلسلے میں ہمیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ سوشل میڈیا صرف تفریح کا ذریعہ نہیں، بلکہ ایک طاقت ور ابلاغی ہتھیار ہے، جس کا استعمال معاشرتی اصلاح اور بہتری کے لیے کیا جانا چاہیے، اور یہ بات یاد رہے کہ سوشل میڈیا ایک دو دھاری تلوار ہے، جس کا صحیح استعمال فائدہ پہنچا سکتا ہے تو غلط استعمال نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس کے استعمال میں احتیاط برتیں اور اپنی نوجوان نسل کو اس کے صحیح استعمال کی تربیت دیں۔

سوشل میڈیا (معاشرتی ذرائع ابلاغ) کا تعارف اور اہمیت

سوشل میڈیا انگریزی کے دو الفاظ "سوشل (Social)" اور "میڈیا (Media)" کا مجموعہ ہے۔ دونوں الفاظ مستقل معنی کے حامل ہیں۔ سوشل کا لفظ گروہ بندی، معاشرہ اور معاشرتی، جب کہ میڈیا (Media) کا لفظ رابطہ کے ذریعہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے، جسے (Medium) بھی کہا جاتا ہے، اس کی جمع (Medias) آتی ہے۔

یہ اصطلاح ایک محتاط اندازے کے مطابق 70 سال پہلے متعارف ہوئی تھی۔ جس کا مفہوم خبر رسانی کے آلہ کے طور پر لیا جاتا ہے۔ سوشل

میڈیا کے لیے عربی زبان میں "**وسائل الإعلام الاجتماعية**" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ عربی لغت میں ابلاغ کا مادہ (ب-ل-غ) ہے، اس سے "**البلاغ، الإبلاغ، التبليغ**"، پہنچانا اور پہنچانے کے معانی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اس طرح تبلیغ کا مفہوم پہنچانا اور اصطلاح میں اس کا معنیٰ یہ ہیں کہ کسی اچھائی اور خوبی اور بالخصوص دینی امور کو دوسرے افراد اور اقوام تک پہنچایا جائے اور اس اچھائی اور خوبی کو قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔ اس میں ابلاغ کا ہر وہ ذریعہ شامل ہے جو آج ہمارے معاشرہ میں سوشل میڈیا کے آلات میں شامل ہے۔

سوشل میڈیا کا باقاعدہ آغاز 2000ء کی پہلی دہائی میں ہوا۔ پہلی بار MySpace ایک سوشل میڈیا پلیٹ فارم کے طور پر متعارف کروایا گیا۔ اس پر باقاعدہ دوست بنانے اور ان سے رابطہ کی صورت متعارف کروائی گئی تھی۔ MySpace نے یہ سنگ میل 2004ء کے جوار میں طے کیا۔ سوشل میڈیا کا ایک اہم نیٹ ورک جو کہ TikTok کے نام سے جانا جاتا ہے، یہ باقاعدہ طور پر ستمبر 2016ء میں متعارف ہوا۔ TikTok کی تشہیر اور استعمال کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے ہر ماہ میں 20 ملین تک نئے صارفین حاصل کیے اور 2018ء کے وسط تک یہ نصف بلین صارفین کی حد پار کر چکا تھا۔

عصر حاضر میں سوشل میڈیا ابلاغ عامہ کا ایک اہم ذریعہ بن چکا ہے۔ اس کے مثبت استعمال سے معلومات تک رسائی، تعلیم وتربیت اور سماجی روابط کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔ تاہم اس کے منفی اثرات سے بھی انکار ممکن نہیں۔ سوشل میڈیا پر غلط معلومات، نفرت انگیز مواد اور غیر اخلاقی سرگرمیوں سے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ اس صورت حال میں، اسلامی نظریاتی کونسل کی 1977ء سے تاحال سفارشات اہمیت رکھتی ہیں۔ انہی سفارشات کی روشنی میں سوشل میڈیا کے استعمال کے لیے رہنما اصول مرتب کرنے اور ان پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، تعلیم وتربیت اور آگاہی مہمات کے ذریعے لوگوں کو سوشل میڈیا کے مثبت اور منفی پہلوؤں سے آگاہ کرنا بھی ضروری ہے۔ جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

- ذرائع ابلاغ عامہ، بشمول سوشل میڈیا، معاشرے پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔
- ان کے مثبت استعمال سے معاشرے کو فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے، لیکن منفی استعمال سے نقصان بھی ہو سکتا ہے۔
- اسلامی اقدار اور اخلاقیات کے تحفظ کے لیے ذرائع ابلاغ عامہ کے استعمال کے لیے رہنما اصول مرتب کرنا ضروری ہے۔
- تعلیم وتربیت اور آگاہی مہمات کے ذریعے لوگوں کو ذرائع ابلاغ عامہ کے مثبت اور منفی پہلوؤں سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

ابلاغ عامہ کے یہ پلیٹ فارم مختلف شعبوں جیسے تعلیم و تعلم، موسیقی، فنون لطیفہ، خبریں اور کاروباری ترقیات میں باہمی رابطے اور دلچسپی کے تبادلے کو فروغ دینے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ان تمام میں سب سے زیادہ فیس بک نے سوشل میڈیا کو دلچسپ بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کے مقابلے میں ٹویٹر نے سوشل نیٹ ورکنگ کو ایک نئی جہت دی ہے۔ سوشل میڈیا ایک جدید ٹیکنالوجی ہے جو لوگوں کو اپنے نظریات، تصاویر، ویڈیوز اور عوامی پیغامات کے ذریعے مختلف طریقوں سے آپس میں جڑنے کی سہولت فراہم کرتی ہے۔ تکنیک کے میدان میں اس ترقی کی رفتار حیرت انگیز ہے۔ اس کی تیز رفتاری کا اندازہ ہم اس سے لگا سکتے ہیں کہ باہمی رابطہ کے لیے ٹیلیفون کی ایجاد نے ایک ارب گھروں تک رسائی حاصل کرنے میں 125 سال لگا دیے، جب کہ انٹرنیٹ نے صرف 10 سال کے عرصے میں ایک ارب سے زائد گھروں تک رسائی حاصل کر لی۔ الغرض سوشل میڈیا نے آج کے دور میں دنیا بھر کے لوگوں کے ساتھ جڑنے کے طریقوں میں انقلابی تبدیلیاں لائی ہیں۔ جو کہ مواصلات کا سب

سے آسان اور سستا ذریعہ بن چکے ہیں، جہاں ہزاروں میل دور رہنے والے افراد بھی لمحات میں ایک دوسرے سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ اس کی بدولت، لوگ نہ صرف اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے جڑے رہتے ہیں بلکہ مختلف ثقافتوں اور معلومات تک بھی رسائی حاصل کرتے ہیں۔ معاشرتی ذرائع ابلاغ کے بنیادی طور پر تین مقاصد ہوتے ہیں:

I. **اطلاعات و معلومات کی فراہمی**

II. **ذہن سازی**

III. **تفریح**

معاشرتی ذرائع ابلاغ خواہ کسی بھی زبان میں ہوں، وہ میڈیا کی کسی بھی نوعیت میں بنیادی طور پر تین مقاصد کے گرد گھومتے ہیں: معلومات کی فراہمی، ذہن سازی، اور تفریح۔

میڈیا کی اقسام میں پرنٹ میڈیا (کتب، اخبارات، رسائل)، الیکٹرانک میڈیا (ٹیلی ویژن، ریڈیو، فلمیں)، اور جدید میڈیا (انٹرنیٹ، سوشل میڈیا) شامل ہیں۔

جدید میڈیا نے عوامی ترسیل کا ایک جدید ذریعہ فراہم کیا ہے، جو باہمی روابط کو فروغ دیتا ہے اور یہ ادب کے فروغ میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ سوشل میڈیا نے دنیا بھر میں باہمی ربط اور مواصلت کے نئے طریقے متعارف کروائے ہیں، اس کو انسان کے کسی سے ملے جلے بغیر محض مشینی ملاقات کا نام بھی دے سکتے ہیں۔

لٹریچر ریویو

مارشل میک لوہان (Herbert Marshall McLuhan) نے انٹرنیٹ نہیں دیکھا تھا، لیکن انہوں نے اپنی کتاب The Gutenberg Galaxy جو کہ 1962ء میں شائع ہوئی تھی اس میں Global Village کا نظریہ پیش کیا تھا۔ ان کا یہ نظریہ تھا کہ دنیا ایک دن گلوبل ولیج بن جائے گی اور پھر کووڈ 19 کے دوران یہ نظریہ درست ثابت ہوا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ میڈیا اور سوشل میڈیا کی صورت میں پوری کائنات کا تقریباً ہر فرد دوسرے سے اس طرح جڑ گیا جیسے ایک گاؤں کے افراد باہمی رابطہ میں ہوں۔ سوشل میڈیا جیسے اہم عنوان پر ہونے والے تحقیقی کاموں کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس میدان میں مختلف جہات سے تحقیقی مقالات اور مضامین لکھے گئے ہیں۔ ان عنوانات میں سے چند ذیل میں درج ہیں:

طلبہ کے سوشل میڈیا کو تعلیم کے لیے استعمال کرنے کے رجحانات، پاکستانی نوجوانوں پر سوشل میڈیا کے ثقافتی اثرات، نوجوانوں کے ووٹنگ رویے پر سوشل میڈیا کا اثر، صحافیوں کے پیشہ ورانہ طریقوں پر سوشل میڈیا کا اثر اور سوشل میڈیا کے استعمال اور اس کے سماجی سرمایے پر اثرات جیسے موضوعات پر انگریزی میں مقالات لکھے گئے ہیں۔

اردو زبان میں بھی سوشل میڈیا پر مختلف موضوعات پر تحقیقی مقالات لکھے گئے ہیں، جن میں سوشل میڈیا پر اسلام مخالف رجحانات، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سوشل میڈیا کے مثبت و منفی اثرات، پاکستانی معاشرے میں سیاسی پولرائزیشن میں سوشل میڈیا کا کردار، سوشل میڈیا اور اس کا استعمال مغربی اور اسلامی نقطۂ نظر سے، سوشل میڈیا اور ابلاغِ اسلام، سوشل میڈیا پر اشاعتِ حدیث کے آداب، سوشل میڈیا پر خواتین

کے سماجی مسائل کا حل، سوشل میڈیا کا اشاعتِ اسلام میں کردار، سوشل میڈیا کا کردار اور پاکستانی معاشرے پر اس کے اثرات، سوشل میڈیا کے اثرات کا جائزہ اسلامی تناظر میں، مذہبی رویوں کی تشکیل و تخریب میں سوشل میڈیا کا کردار، اور مفتی محمد اسحاق فیصل آبادی کی فکر "وحدتِ اُمت" کا سوشل میڈیا کے حوالے سے تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ، سوشل میڈیا پر مختلف عنوانات کے تحت مضامین بھی لکھے گئے ہیں، جن میں سوشل میڈیا کے چیلنجز اور مواقع، سوشل میڈیا کی تعریف، سوشل میڈیا تجزیہ، سوشل میڈیا کے استعمال کے رجحانات، اور سوشل میڈیا کے اثرات کا جائزہ شامل ہیں۔ ان مضامین میں سیرت النبی ﷺ اور سوشل میڈیا فیک نیوز، بچوں کا سوشل میڈیا سے وابستگی اور والدین کی ذمہ داریاں، سوشل میڈیا کی آمدن کا شرعی حکم، سوشل میڈیا کا استعمال اور حدود و قیود، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے مثبت اور منفی اثرات، عورت کا بغیر محرم کے سفرِ حج و عمرہ کی ممانعت، نوجوانوں کے رویوں کی تربیت، سوشل میڈیا پر اسلاموفوبیا کے خلاف چیلنجز، اسلامی معاشروں پر سوشل میڈیا کے اثرات کا تجزیاتی مطالعہ اور سوشل میڈیا مینجمنٹ جیسے موضوعات شامل ہیں۔

ان تمام مقالات اور مضامین کے عنوانات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سوشل میڈیا پر مختلف جہات سے کام ہو رہا ہے اور اس کے اثرات کو مختلف زاویوں سے جانچنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ وزارتِ مذہبی امور کی جانب سے مقرر موضوع **"سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت میں ریاستی ذمہ داریاں - سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں"** عصرِ حاضر کی ضروریات کے عین مطابق ہے۔ یہ موضوع نہ صرف سوشل میڈیا کے بڑھتے ہوئے اثرات کو مدِ نظر رکھتا ہے، بلکہ سیرتِ نبوی ﷺ سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے اس کے مثبت استعمال کی راہ بھی دکھاتا ہے اور اس مضمون میں ان تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سوشل میڈیا موجودہ صدی کا سب سے بڑا انقلاب ہے جس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ لوگوں نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا کہ پوری دنیا ایک آلے پر جمع ہو جائے گی۔ سوشل میڈیا آج کی دنیا میں رابطے کا سب سے مؤثر اور تیز ترین ذریعہ بن چکا ہے، اس کی مختلف ایپلی کیشنز نے دنیا بھر کے لوگوں کو کامیابی سے اپنی چھتری تلے جمع کر لیا ہے۔

معاشرتی ذرائع ابلاغ کے لیے قرآنی تعلیمات

معاشرتی خبروں کی تشہیر کے حوالے سے قرآن مجید میں متعدد تعلیمات موجود ہیں۔ ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ایک صحت مند اور ذمہ دار معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔ اسی بارے میں حکم ہے کہ اگر کوئی فاسق کوئی سی خبر لائے تو اس کی تحقیق کیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بات کر بیٹھو اور بعد میں اپنے کیے پر پشیمان ہونے لگو۔ اس میں یہ حکم واضح ہے کہ جب کوئی خبر ملے تو اس کی تصدیق اور تحقیق کر لینی چاہیے، اور خاص طور پر کسی مخالف کی جانب سے کوئی خبر آئے تو اس کی سچائی کو جانچنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

قرآن مجید میں غیبت اور بہتان سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی طرح دوسرے مقام اللہ رب العزت کا یہ فرمانا کہ بدگمانیوں سے بچتے رہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بدگمانیاں گناہ ہیں۔ ساتھ یہ ہدایت بھی کی گئی کہ ٹوہ میں نہیں لگنا چاہیے، غیبت نہیں کرنی چاہیے، غیبت کی برائی اور اس کے اثر کو ان الفاظ میں بیان کیا کہ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے گا؟ یقیناً یہ ایک ناگوار، اور ناپسندیدہ عمل ہے، اس لیے ان گناہوں سے بچنے کی تلقین کی گئی اور ساتھ توبہ کی تلقین بھی کی گئی ہے۔

غیبت اور بہتان، قرآن کریم کی رو سے سنگین کبیرہ گناہ ہیں، جن سے ہر مسلمان کو اجتناب کرنا لازم ہے۔ آج کے دور میں، جہاں سوشل

میڈیا اور خبروں کی بھرمار ہے، یہ امر نہایت ضروری ہے کہ معاشرتی خبروں اور تبصروں کے دوران کسی کی ذاتی زندگی یا کردار پر بات کرتے ہوئے انتہائی احتیاط سے کام لیا جائے۔ کسی پر ناحق الزام تراشی کرنا یا اس کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا، معاشرے میں بغض، بد اعتمادی اور انتشار کا باعث بنتا ہے۔ لہٰذا ہمیں بحیثیتِ فرد اور بحیثیتِ معاشرہ ان قبیح افعال سے بچنا چاہیے اور ہمیشہ سچائی، انصاف اور مثبت رویوں کو فروغ دینا چاہیے۔ سورۃ النساء میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾

"اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو (اور وقت آنے پر) اللہ کی طرف گواہی دو، اگرچہ خود پر ہو یا اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں پر، اگر کوئی مالدار یا فقیر ہے تو اللہ ان کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے، سو تم انصاف کرنے میں دل کی خواہش کی پیروی نہ کرو، اور اگر تم کج بیانی کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔"

اسی طرح اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، انصاف کرو کہ یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ اس سے خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔"

اسی طرح سورۃ الحدید میں انبیا کی بعثت کا مقصد ذکر کرتے ہوئے اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾

"البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ہمراہ ہم نے کتاب اور ترازوئے (عدل) بھی بھیجی تا کہ لوگ انصاف کو قائم رکھیں، اور ہم نے لوہا بھی اتارا جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں اور تا کہ اللہ معلوم کرے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی غائبانہ مدد کرتا ہے، بے شک اللہ بڑا زور آور غالب ہے۔"

نبی ﷺ کے دور میں ذرائع ابلاغ کی صورتیں اور نبوی تعلیمات

نبی کریم ﷺ کے دور میں سوشل میڈیا کا تصور موجود نہیں تھا، لیکن اس وقت بھی ابلاغ کے مختلف طریقے رائج تھے جن کو آپ ﷺ نے اپنی دعوت اور پیغام کو پھیلانے کے لیے استعمال کیا۔ انسانی معاشرے میں ابلاغ، یعنی اپنے خیالات اور احساسات کو دوسروں تک پہنچانا، ایک بنیادی ضرورت ہے۔ انسان جو کہ ایک سماجی حیوان ہے، اپنی ضروریات اور مقاصد کو پورا کرنے کے لیے دوسروں کے ساتھ رابطے میں رہتا ہے۔ اس

رابطے کا سب سے قدیم اور موثر ذریعہ زبان ہے، جس کے ذریعے ہم اپنے قریبی لوگوں تک اپنی بات پہنچا سکتے ہیں۔ تاہم زبان کی محدودیت کو دور کرنے کے لیے قلم کا استعمال شروع ہوا، جو کہ ابلاغ کا ایک پائیدار اور محفوظ ذریعہ ہے۔ تحریر کے ذریعے ہم اپنے خیالات اور نظریات کو محفوظ کر سکتے ہیں اور انہیں وسیع پیمانے پر پھیلا سکتے ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ انبیا کرام علیہم السلام نے بھی اپنی دعوت و تبلیغ کے لیے زبانی کلام اور تحریر دونوں کا استعمال کیا۔ قرآن مجید میں ان کے واقعات بیان کیے گئے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی قوموں کو سمجھانے کے لیے زبانی گفتگو کا طریقہ اپناتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ، رسول کریم ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کا پیغام لوگوں تک پہنچانے کا حکم دیا، جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾

"اے رسول! جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اترا ہے اسے پہنچا دے۔"

اسی طرح سورۃ صف میں مذکور ہے کہ:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾

"وہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے، اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔"

اس آیت میں بھی یہی بتانا مقصود ہے کہ رسولوں کو اس لیے بھیجا کہ وہ اللہ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیں۔

الغرض نبی کریم ﷺ نے اپنی دعوت کے ابتدائی دور میں انفرادی ملاقاتوں، میلوں، تجارتی قافلوں اور حجاج کرام سے ملاقاتوں کے ذریعے پیغام حق پہنچایا۔ آپ ﷺ نے اپنے خاندان کے افراد کو کھانے کی دعوت دے کر بھی پیغام حق پیش کیا۔ اس دور کا ایک اہم طریقہ کوہ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو خطرے سے آگاہ کرنا تھا۔ آپ ﷺ نے اسی طریقے کو اپنایا اور لوگوں کے سامنے دین حق پیش کیا۔ بعد ازاں، آپ ﷺ نے معلمین و مبلغین کو مختلف علاقوں میں بھیجا اور بادشاہوں کو خطوط ارسال کیے۔ اس دور میں ابلاغ کے جو بھی طریقے موجود تھے، آپ ﷺ نے ان سب کو استعمال کیا۔

آج ٹیکنالوجی کا دور ہے، جس میں معلومات سیکنڈوں میں دور دراز علاقوں تک پہنچائی جا سکتی ہیں۔ میڈیا زندگی کے ہر شعبے پر اثر انداز ہو رہا ہے اور جمہوری ممالک میں اسے جمہوریت کا چوتھا ستون سمجھا جاتا ہے۔ میڈیا صرف خبروں اور واقعات کی ترسیل کا ذریعہ نہیں ہے، بلکہ یہ رائے عامہ کو بھی تشکیل دیتا ہے۔ تاہم، بڑے سرمایہ دار، تجارتی کمپنیاں اور سیاسی جماعتیں اس کا غلط استعمال کر رہے ہیں۔ میڈیا کے ذریعے بے حیائی، بد اخلاقی اور ہم جنس پرستی کو فروغ دیا جا رہا ہے، اور نئی نسل کو بے مقصد تفریحات میں مشغول کیا جا رہا ہے۔ مغربی تہذیب کو فروغ دیا جا رہا ہے، مادیت پرستی کو ہوا دی جا رہی ہے، اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلا جا رہا ہے۔

ایسے میں اہل ایمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس میدان میں آگے بڑھیں اور میڈیا کو اسلام کے صاف شفاف پیغام کو پھیلانے کا ذریعہ بنائیں۔ نئی نسل کی رہنمائی کے لیے میڈیا کا مثبت استعمال کیا جائے۔

اللہ جل جلالہ نے انسان کو اپنا پیغام منتقل کرنے کے دو ذرائع عطا فرمائے، زبان اور قلم۔ نبی کریم ﷺ کے دور میں عرب میں کسی اہم خبر کی تشہیر کے لیے پہلے سب کو ایک جگہ اکٹھا کیا جاتا تھا، یا کسی ایسے موقع کا انتظار کیا جاتا کہ لوگ ایک جگہ اکٹھے ہوں، اور پھر انہیں کسی بھی قسم کی خبر سے

آگاہ کیا جاتا تھا۔ اسی اسلوب کو حضور نبی کریم ﷺ نے اختیار فرمایا اور علانیہ دعوت کے لیے کوہِ صفا پر تشریف لے گئے۔ اسی طرح کسی اہم خبر کی تشہیر کے لیے کسی ایسے موقع کا انتظار کیا جاتا اور اس مقصد کے لیے اہل عرب حج، تجارتی اجتماع اور عکاظ کے میلے ہوتے تھے، ان مقامات پر چوں کہ جم غفیر ہوتا تھا، مختلف علاقوں کے لوگ آئے ہوتے تھے، اس لیے اس موقع پر کہی جانے والی خبر کو دور دراز علاقوں میں پھیلانے میں زیادہ وقت نہیں لگتا تھا۔ انہیں ذرائع سے اسلام کی روشنی نبی کریم ﷺ کی تعلیمات دور دراز کے علاقوں تک پہنچی۔ جہاں تک لکھنے کا معاملہ ہے تو اس کا تذکرہ قرآن مجید میں قصۂ سلیمان علیہ السلام میں ملتا ہے کہ جب سلمان علیہ السلام نے: ﴿وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ﴾ پرندوں کی حاضری لی اور ان میں ہدہد کو اپنی مجلس میں نہیں پایا اور پھر ہدہد نے مجلس میں حاضر ہو کر ملکہ بلقیس کے حال کو ذکر کیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی حالت کے جاننے کے بعد ملکہ بلقیس تک اپنا پیغام خط کے ذریعے پہنچایا، اس پیغام کو کم وقت میں پہنچانے کی ذمہ داری ہدہد کی تھی، اس خط کو لے جانے اور ملکہ بلقیس تک پہنچانے کا تذکرہ ان آیات میں ہے:

﴿اذْهَبْ بِكِتَابِي هَذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ (28) قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ (29) إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (30)﴾

"میرا یہ خط لے جا اور ان کی طرف ڈال دے، پھر ان کے ہاں سے واپس آجا پھر دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ کہنے لگی: اے دربار والو! میرے پاس ایک معزز خط ڈالا گیا ہے۔ وہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے، اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔"

اس آیت سے حضرت سلمان علیہ السلام کا خط لکھ کر بھیجنا اور پیغام پہنچانے کا تذکرہ ملتا ہے۔ قرآن مجید میں سابقہ امم میں پیغام رسانی کے لیے خط وکتابت کا تذکرہ اس واقعہ سے ملتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اطراف عالم میں دین کا پیغام پہنچانے کے لیے بادشاہوں اور با اثر لوگوں کو خطوط لکھے۔ اسی طرح مختلف مواقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے دین کا پیغام پہنچانے کے لیے صحابہ کرام کو بھی بھیجا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پہلوؤں کو ابلاغ عامہ کے لیے ہر دور میں استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے دور میں، دفاعی حکمتِ عملی کے تحت، جاسوسی اور اطلاعات کے حصول کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مختلف مواقع پر معلومات اکٹھی کرنے کے لیے بھیجا جاتا تھا۔ دشمن کی نقل وحرکت پر مسلسل نظر رکھی جاتی تھی تاکہ ان کی چالوں اور مکر وفریب سے بچا جا سکے۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دشمن کی خبر لانے کی درخواست کی۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے تین بار اس اہم ذمہ داری کو قبول کیا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن لكل نبي حواريا، وإن حواري الزبير بن العوام"

(ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر بن عوام ہیں۔)

جنگی حکمتِ عملی اور دفاعی مقاصد کے لیے جاسوسی کرنا شرعاً جائز ہے۔ قرآن مجید میں بھی جاسوسی کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ﴾

"اگر وہ تم میں نکلتے تو ان سے سوا نقصان کے تمہیں کچھ نہ بڑھتا اور تم میں فتنہ ڈالنے کو تمہارے بیچ میں غرابیں دوڑاتے (فساد پھیلاتے) اور تم میں ان کے جاسوس موجود ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔"

یہاں یہ معلوم ہوا کہ نقصان پہنچانے والے اور جاسوسی کرنے والوں کے شر سے بچنے کے لیے ان کی حرکات پر کڑی نظر رکھنا ضروری ہے۔

سوشل میڈیا کی اہمیت اور مسلم سماج

حضور نبی کریم ﷺ کی دعوت کا اسلوب اور مقصد سورۃ آل عمران میں یوں ذکر کیا گیا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾

"اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان میں انہیں میں سے رسول بھیجا (وہ) ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک (تزکیہ) کرتا ہے اور انہیں کتاب اور دانش (حکمت) سکھاتا ہے، اگرچہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔"

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی دعوت کا اسلوب یہ تھا کہ آپ قرآن کی آیات پڑھنے کے ساتھ، سامعین کا تزکیہ کرتے، ان کی اچھے کاموں کی توثیق اور برائیوں سے آگاہ فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ سامعین کو قرآن کے احکام سے آگاہ فرماتے اور ان پر عمل پیرا ہونے میں حکمت کا طریقہ سکھاتے تھے۔

اسی طرح سورۃ النحل میں اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کے لیے دعوت کا اسلوب واضح فرمایا ہے:

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾

"اپنے رب کے راستے کی طرف دانش مندی اور عمدہ نصیحت سے بلا، اور ان سے پسندیدہ طریقہ سے بحث کر، بے شک تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے، اور ہدایت یافتہ کو بھی خوب جانتا ہے۔"

عصر حاضر میں خصوصی طور پر مسلم سماج میں سوشل میڈیا نے ایک اہم مقام حاصل کیا ہے۔ مسلم سماج میں ہمہ قسم کے سوشل میڈیا کے ذریعے پیغام رسانی عام ہو چکا ہے۔ سوشل میڈیا اور مسلم سماج کے تعلق پر غور کرتے ہوئے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے ابلاغ عامہ کے لیے اخلاقیات کے جامع اصول فراہم کیے ہیں، جن کا مقصد معاشرتی ہم آہنگی، سچائی اور عدل وانصاف کو فروغ دینا ہے۔ تاہم موجودہ دور میں سوشل میڈیا کے بڑھتے ہوئے رجحانات نے ان اسلامی اصولوں کو کئی پہلوؤں سے چیلنج کیا ہے، جس کی وجہ سے مسلم سماج کو مختلف سطحوں پر نقصان پہنچ رہا ہے۔

مسلم سماج پر اثرات

مسلم معاشرے کو نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے انحراف اور خود ساختہ اخلاقیات پر عمل پیرا ہونے کے سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سوشل میڈیا کے منفی اثرات، جیسے کہ افواہیں، جھوٹے الزامات، غیر اخلاقی مواد اور اسلام مخالف پروپیگنڈا، معاشرے میں بداعتقادی، انتشار، اخلاقی انحطاط اور دینی تشخص کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ان مسائل سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ سوشل میڈیا کا استعمال ذمہ داری سے کیا جائے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رہنمائی حاصل کی جائے۔

اسلامی اخلاقیات اور سوشل میڈیا

اسلامی تعلیمات کے مطابق ابلاغِ عامہ، خصوصاً سوشل میڈیا کے استعمال کا مقصد نبوی تعلیمات کی روشنی میں واضح ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں درج ذیل اخلاقیات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے:

صداقت

پہلی بنیادی اخلاقی ذمہ داری اور تعلیم یہ ہے کہ اسلام نے ہمیشہ سچائی کی تعلیم دی، اور اسے ایک بنیادی اور اخلاقی قدر قرار دیا ہے۔ سچائی نہ صرف فرد کی ذاتی زندگی بلکہ معاشرتی تعلقات میں بھی کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ سچائی کی اہمیت کو قرآن وحدیث نے بار بار اجاگر کیا ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی ہے۔ سورۃ التوبہ میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو۔"

اسی طرح سورۃ البقرہ میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

"اور سچ میں جھوٹ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ حالاں کہ تم جانتے ہو۔"

ایسے ہی نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہمیشہ سچ کی تلقین کی۔ موطا امام مالک میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

"عليكم بالصدق فإن الصدق يهدي إلى البر. والبر يهدي إلى الجنة. وإياكم والكذب. فإن الكذب يهدي إلى الفجور. والفجور يهدي إلى النار. وآية ذلك أن يقال: صدق وبر. وكذب وفجر."

"سچائی کو لازم پکڑو، سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے، اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق (سچا) لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے، اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔"

ان آیات اور احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ سچ کو لازم پکڑنا ہے، جھوٹ سے بچنا ہے، سچ اور جھوٹ کو خلط ملط نہیں کرنا۔

تحقیق

دوسری بنیادی اخلاقی ذمہ داری اور تعلیم یہ ہے کہ جب بھی کوئی بات معلوم ہو، خواہ وہ کسی سے بھی ہو اس کی تحقیق کرنا ضروری ہے، معاشرتی خبروں کی تشہیر کے حوالے سے قرآن مجید میں متعدد تعلیمات موجود ہیں۔ ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ایک صحت مند اور ذمہ دار معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی سی خبر لائے تو اس کی تحقیق کیا کرو، کہیں کسی قوم پر بے خبری سے نہ جا پڑو پھر اپنے کیے پر پشیمان ہونے لگو۔"

اس آیت میں حکم ہے کہ جب کوئی خبر ملے تو اس کی تصدیق اور تحقیق کر لینی چاہیے، اور خاص طور پر کسی مخالف کی جانب سے کوئی خبر آئے تو اس کی سچائی کو جانچنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ قرآن مجید میں غیبت اور بہتان سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ سورۃ الحجرات میں دوسرے مقام پر اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾

"اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچتے رہو، کیوں کہ بعض گمان تو گناہ ہیں، اور ٹٹول بھی نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی سے غیبت کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو اس کو تو تم ناپسند کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔"

غیبت اور بہتان، قرآن کریم کی رو سے سنگین کبیرہ گناہ ہیں، جن سے ہر مسلمان کو اجتناب کرنا لازم ہے۔ آج کے دور میں، جہاں سوشل میڈیا اور خبروں کی بھرمار ہے، یہ امر نہایت ضروری ہے کہ معاشرتی خبروں اور تبصروں کے دوران کسی کی ذاتی زندگی یا کردار پر بات کرتے ہوئے انتہائی احتیاط سے کام لیا جائے۔ کسی پر ناحق الزام تراشی کرنا یا اس کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا، معاشرے میں بغض، بد اعتمادی اور انتشار کا باعث بنتا ہے۔ لہٰذا ہمیں بحیثیتِ فرد اور بحیثیتِ معاشرہ ان قبیح افعال سے بچنا چاہیے اور ہمیشہ سچائی، انصاف اور مثبت رویوں کو فروغ دینا چاہیے۔

سورۃ النساء میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾

"اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو (اور وقت آنے پر) اللہ کی طرف گواہی دو، اگرچہ خود پر ہو یا اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں پر۔ اگر کوئی مالدار یا فقیر ہے تو اللہ ان کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے، سو تم انصاف کرنے میں دل کی خواہش کی پیروی نہ کرو، اور اگر تم کج بیانی کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔"

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، انصاف کرو کہ یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ اس سے خبر دار

ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔"

انبیا کی بعثت کا مقصد سورۃ الحدید میں ذکر کرتے ہوئے اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾

"البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ہمراہ ہم نے کتاب اور ترازوئے (عدل) بھی بھیجی تاکہ لوگ انصاف کو قائم رکھیں، اور ہم نے لوہا بھی اتارا جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں اور تاکہ اللہ معلوم کرے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی غائبانہ مدد کرتا ہے، بے شک اللہ بڑا زور آور غالب ہے۔"

عزتِ نفس اور احترامِ آدمیت

سوشل میڈیا کے استعمال میں تیسری بنیادی اخلاقی ذمہ داری اور تعلیم یہ ہے کہ جب بھی کوئی بات معلوم ہو تو اس کو نقل کرنے سے پہلے اس کی تصدیق کرے اور پھر اس کو عزتِ نفس اور احترامِ آدمیت کے دائرے میں رہتے ہوئے نقل کرے۔ احترامِ آدمیت اور احترامِ انسانیت سے متعلق اللہ رب العزت قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾

"اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی ہے اور خشکی اور دریا میں اسے سوار کیا اور ہم نے انہیں ستھری چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں فضیلت عطا کی۔"

سنن ابن ماجہ میں روایت ہے کہ

«عبد الله بن عمر، قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يطوف بالكعبة، ويقول: "ما أطيبك وأطيب ريحك، ما أعظمك وأعظم حرمتك! والذي نفس محمد بيده، لحرمة المؤمن أعظم عند الله حرمة منك، ماله ودمه، وأن نظن به إلا خيرا"».

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا اور اس دوران آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے: اے کعبہ! تو کتنا عمدہ ہے، تیری خوشبو کتنی عمدہ ہے، تیرا مقام کس قدر بلند ہے، تیری حرمت کس قدر زیادہ ہے، اللہ رب العزت کی قسم! اللہ کے نزدیک مؤمن کی جان و مال کی حرمت تیری حرمت سے بھی زیادہ ہے، اور ہمیں مؤمن کے بارے میں نیک گمان رکھنا چاہیے۔"

اس حدیث میں کعبۃ اللہ کی حرمت اور اس کے مقابلے میں مؤمن کی حرمت کی فضیلت ذکر ہوئی ہے، اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ میڈیا اور سوشل میڈیا کے اس دور میں، جہاں خبریں تیزی سے پھیلتی ہیں، یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی باتوں اور تبصروں میں احتیاط برتیں۔ کسی کی عزتِ نفس کو مجروح کرنا یا جھوٹی خبریں پھیلانا سنگین نتائج کا باعث بن سکتا ہے۔ بحیثیتِ مسلمان اور بحیثیتِ انسان ہمیشہ سچائی اور انصاف کا ساتھ دینا چاہیے اور

غیبت اور بہتان سے بچنا چاہیے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ذکر کیا گیا کہ ہمیں مؤمنین کے بارے میں نیک گمان رکھنا چاہیے۔ یعنی مؤمن کی عزت نفس اور اس کے مقام کا احترام لازم ہے۔

عنوان کی تجاویز اور تھمب نیل کی تیاری میں احتیاط

سوشل میڈیا پر تھمب نیلز کا استعمال ناظرین کو متوجہ کرنے کا ایک عام طریقہ ہے۔ یہ تھمب نیلز ویڈیو کے مواد کے بارے میں ایک جھلک پیش کرتے ہیں، جس سے ناظرین کو یہ فیصلہ کرنے میں مدد ملتی ہے کہ آیا وہ ویڈیو دیکھنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ تاہم، کچھ چینل مالکان ناظرین کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے جھوٹے یا گمراہ کن تھمب نیلز کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ ایک غیر اخلاقی عمل ہے جو ناظرین کو دھوکہ دیتا ہے اور غلط معلومات پھیلاتا ہے۔

اسلام میں جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا سخت منع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع"

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کر دے۔"

جھوٹے تھمب نیلز کا استعمال اس حدیث کی صریح خلاف ورزی ہے، کیوں کہ یہ ناظرین کو غلط معلومات فراہم کرتے ہیں اور انہیں دھوکہ دیتے ہیں۔

جھوٹے تھمب نیلز نہ صرف ناظرین کو دھوکہ دیتے ہیں، بلکہ یہ معاشرے میں غلط معلومات کے پھیلاؤ کا بھی باعث بنتے ہیں۔ جب لوگ غلط معلومات پر مبنی ویڈیوز دیکھتے ہیں، تو وہ ان معلومات کو دوسروں تک پہنچاتے ہیں، جس سے غلط فہمیاں اور افواہیں پھیلتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں معاشرے میں عدم اعتماد پیدا ہوتا ہے اور لوگ سچائی سے محروم ہو جاتے ہیں۔

سوشل میڈیا استعمال کرنے والے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ جھوٹے تھمب نیلز کے استعمال سے گریز کرے۔ چینل مالکان کو چاہیے کہ وہ اپنے تھمب نیلز میں صرف درست اور متعلقہ معلومات فراہم کریں۔ ناظرین کو بھی چاہیے کہ وہ ویڈیوز دیکھتے وقت احتیاط برتیں اور صرف قابل اعتماد ذرائع سے معلومات حاصل کریں۔ اس لیے ضروری ہے کہ تھمب نیلز بناتے وقت ویڈیو کے اصل مواد کو ظاہر کریں۔ ناظرین کو متوجہ کرنے کے لیے سنسنی خیز عنوانات سے گریز کریں۔ ویڈیو میں دی گئی معلومات کی تصدیق کریں، جھوٹے تھمب نیلز والی ویڈیوز کی اطلاع حکومتی اداروں کو دیں، تاکہ ان کے خلاف قانونی کارروائی ہو سکے۔

مثبت پیغام رسانی

شریعت اسلامیہ میں پیغام رسانی میں درست اور مثبت پیغام کو ہی نقل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ایسا شخص جو سنی سنائی بات کو آگے نقل کر دے وہ معاشرے میں بگاڑ کا باعث بنتا ہے۔ سورۃ الحجرات میں اللہ رب العزت اس مضمون کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾

"اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچتے رہو، کیوں کہ بعض گمان تو گناہ ہیں، اور ٹٹول بھی نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی سے

غیبت کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو اس کو تو تم ناپسند کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔"

صحیح مسلم میں **"باب النهي عن الحديث بكل ما سمع"** کے ذیل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع"۔

کہ انسان کے جھوٹے ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات کو آگے نقل کر دے۔

اس آیت اور حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کے بارے میں بدگمانی کرنا، جاسوسی کرنا، اور کسی کی غیبت کرنا قبیح اور ناپسندیدہ امور میں سے ہیں۔ لہٰذا ان اعمال بد سے محفوظ رہنے کی ضرورت ہے۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے اس آیت کے آخر میں ان امور کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کا حکم کیا گیا ہے: **﴿اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾**

امن وسکون

دین اسلام امن، محبت اور بھائی چارہ کا درس دیتا ہے۔ لہٰذا سوشل میڈیا کے استعمال میں امن، باہمی خیر خواہی، بھائی چارہ اور مثبت رویہ ان تمام پہلوؤں کو فروغ دینے کے لیے استعمال کرنا چاہیے، اور ان تمام امور سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے جو نفرت اور انتشار کا سبب بنتے ہوں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾

"اے ایمان والو! اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، کیوں کہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں اسلام سے مراد معاشرہ کی امن وسلامتی بھی ہے۔ اور معاشرہ میں رہتے ہوئے شیطانی امور کی پیروی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس معاملہ میں مذہب اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر دشمن بھی مقابلہ میں آ جائے تو انسان کو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے، اس سلسلے میں سیرت النبی ﷺ سے ایک واقعہ ملتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

"عن عائشة رضي الله عنها: أن قريشا أهمهم شأن المرأة المخزومية التي سرقت، فقالوا: من يكلم فيها رسول الله ﷺ؟ فقالوا: من يجترئ عليه إلا أسامة بن زيد، حب رسول الله ﷺ؟! فكلمه أسامة، فقال رسول الله ﷺ: «أتشفع في حد من حدود الله؟!» ثم قام فاختطب ثم قال: «إنما أهلك الذين من قبلكم، أنهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه، وإذا سرق فيهم الضعيف أقاموا عليه الحد، وأيم الله لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها»."

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت کی چوری پکڑی گئی تو سفارش کے لیے حضرت اسامہ بن زید جو کہ آپ ﷺ کے چہیتے تھے، ان کا انتخاب ہوا۔ جب انہوں نے سفارش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: حدود اللہ کے مقابلے میں سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ: تم سے پہلے لوگ اس بنا پر بھی ہلاک ہوئے کہ جب اعلیٰ خاندان کے فرد کا معاملہ ہوتا تو قانون اور ہوتا اور جب ادنیٰ خاندان کے فرد کا معاملہ ہوتا تو قانون اور ہوتا۔ لہٰذا اس موقع پر اگر میری بیٹی بھی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔"

درج بالا بحث سے ہمیں یہ اہم اسباق ملتے ہیں کہ:

- سوشل میڈیا استعمال کرتے وقت ہمیشہ اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ جو بھی لکھ رہے ہیں یا شیئر کر رہے ہیں، اس کا اثر دوسروں پر پڑ سکتا ہے۔ لہٰذا کوشش کی جائے کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو اور نہ ہی کسی پر جھوٹا الزام لگایا جائے۔
- کسی بھی خبر یا اطلاع کو آگے بڑھانے سے پہلے اس کی تصدیق ضرور کر لیں۔ غیر مصدقہ اطلاعات پھیلانے سے گریز کریں، کیوں کہ اس سے معاشرے میں غلط فہمیاں پھیل سکتی ہیں۔
- اگر کسی معاملے پر تبصرہ کیا جا رہا ہے تو کوشش کی جائے کہ غیر جانب دار رہیں اور صرف حقائق کی بنیاد پر بات کریں۔ اپنی ذاتی پسند ناپسند یا کسی سے دشمنی کی بنیاد پر تبصرہ کرنے سے گریز کریں۔
- سوشل میڈیا پر ہمیشہ مثبت رویہ اختیار کریں۔ نفرت انگیز یا اشتعال انگیز مواد پھیلانے سے گریز کریں، کیوں کہ اس سے معاشرے میں بدامنی پھیل سکتی ہے۔
- سوشل میڈیا کو عدل وانصاف کے فروغ کے لیے استعمال کریں۔ اگر کہیں ناانصافی نظر آتی ہے تو اس کے خلاف آواز اٹھائیں اور مظلوم کی حمایت کریں۔
- سوشل میڈیا استعمال کرتے وقت ہمیشہ اپنی اخلاقی اقدار کو مقدم رکھیں۔ کوئی بھی ایسا کام نہ کریں جو آپ کی اقدار کے خلاف ہو۔
- سوشل میڈیا پر تھمب نیل بنانے میں احتیاط سے کام لیا جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی وجہ سے اللہ اور رسول اللہ کی ناراضی کا سامنا کرنا پڑے۔

ان تمام نکات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم سوشل میڈیا کو ایک مثبت اور تعمیری انداز میں استعمال کر سکتے ہیں اور معاشرے میں عدل وانصاف کے فروغ میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

سوشل میڈیا کے استعمال میں لائحہ عمل

سوشل میڈیا نے ہماری زندگیوں کو بدل کر رکھ دیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے منفی اثرات بھی سامنے آئے ہیں۔ ان منفی اثرات سے بچنے اور سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کو یقینی بنانے کے لیے ایک جامع نقطۂ نظر اپنانا ضروری ہے۔ قرآن وحدیث میں ذرائع ابلاغ کے استعمال سے متعلق بنیادی اصول اور تعلیمات موجود ہیں۔ ان اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سوشل میڈیا کے استعمال کے لیے ایک قومی لائحہ عمل مرتب کیا جانا چاہیے۔ اس لائحہ عمل میں اسلامی تعلیمات، اخلاقی ضوابط، قانونی اقدامات اور مثبت مواد کی تخلیق کو شامل کیا جانا چاہیے۔

سوشل میڈیا کے استعمال سے قبل اس کے فوائد ونقصانات اور درست استعمال کی تعلیم وتربیت ضروری ہے۔ اس سلسلے میں تعلیمی اداروں اور والدین کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ تعلیمی اداروں میں سوشل میڈیا کے ذمہ دارانہ استعمال سے متعلق ورکشاپس اور سیمینارز کا انعقاد کیا جانا چاہیے۔ والدین کو بچوں کو سوشل میڈیا کے استعمال کے بارے میں آگاہی دینی چاہیے اور ان کی آن لائن سرگرمیوں پر نظر رکھنی چاہیے۔ والدین کو بچوں کی اسمارٹ فون اور سوشل میڈیا تک رسائی کو محدود کرنا چاہیے۔ بچوں کو صرف ضروری اور مفید مواد تک رسائی فراہم کی جانی چاہیے۔ والدین کو بچوں کو غیر ضروری اور منفی مواد سے آگاہ کرنا چاہیے۔ طلبہ کو آن لائن گیمز اور دیگر غیر ضروری سرگرمیوں کی بجائے جسمانی ورزش اور کھیلوں کی

طرف متوجہ کیا جانا چاہیے۔ جسمانی ورزش اور کھیل بچوں کی جسمانی اور ذہنی نشوونما کے لیے ضروری ہیں۔ حکومت کو سوشل میڈیا پر اسلامی تعلیمات کے منافی اور غیر اخلاقی مواد کی روک تھام کے لیے موثر اقدامات کرنے چاہئیں۔ سوشل میڈیا پر مثبت مواد کی تخلیق اور فروغ کے لیے ترغیبی پالیسیاں وضع کی جانی چاہئیں۔ سوشل میڈیا کے ذمہ دارانہ استعمال کے لیے معاشرے کے تمام افراد کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ سوشل میڈیا پر مثبت مواد شیئر کیا جانا چاہیے۔ افواہوں اور جھوٹے الزامات سے بچنا چاہیے۔ غیر اخلاقی مواد کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے۔ سوشل میڈیا کے استعمال سے متعلق لائحہ عمل مرتب کرنے میں درج ذیل مباحث کو سامنے رکھنا ضروری ہے:

اسلامی تعلیمات کی ترویج

عصر حاضر میں، سوشل میڈیا معلومات کی ترسیل اور خیالات کے تبادلے کا ایک تیز ترین ذریعہ بن چکا ہے۔ اس پلیٹ فارم کو استعمال کرتے ہوئے مذہبی، سماجی اور معاشرتی تعلیمات کو فروغ دینا ایک نہایت اہم اور مثبت اقدام ہے۔ اس سے معاشرے میں امن، رواداری اور بھائی چارے کو فروغ دینے میں مدد مل سکتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مساجد، مدارس، تعلیمی ادارے اور ان کے سربراہان ایسی پالیسی مرتب کریں جس کے تحت باہمی ربط کے آلات کے استعمال سے قبل اساتذہ اور طلبہ کے لیے علیحدہ علیحدہ تربیتی نشستوں کا انعقاد کیا جائے، اساتذہ پہلے ان تمام اشیا کا جائزہ لے کر اپنے طلبہ کے لیے مناسب نصاب سازی کر سکتے ہیں۔ اس طرح سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کو یقینی بنایا جاسکتا ہے اور اس سے معاشرے میں مثبت تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے 29 جولائی 1978ء کے اجلاس میں وزارت اطلاعات کے لیے حسب ذیل سفارشات منظور کیں:

- "حرفِ حق"، "بصیرت"، "مسئلہ راہ"، "سرچشمہ ہدایت"، "صراطِ مستقیم" اور دیگر اسی طرح کے دینی پروگراموں کو زیادہ سے زیادہ وقت دیا جائے۔
- ان پروگراموں کے لیے ایسے اوقات متعین کیے جائیں جب سامعین وناظرین کی تعداد زیادہ سے زیادہ مستفید ہوسکے۔
- مقررین اور علما کا انتخاب لازمی طور پر کونسل کے مشورے سے کیا جائے۔

یہ رپورٹ ذرائع ابلاغ عامہ کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے اور معاشرے میں مثبت تبدیلی لانے کے لیے اہم سفارشات پیش کرتی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے 20 نومبر 2024ء کو سوشل میڈیا کے مثبت استعمال اور منفی اثرات سے بچنے کے لیے اہم سفارشات پیش کیں۔ ان میں سے شق نمبر 9 سے 11 تک اس امر کی سفارش کی گئی کہ والدین کی آگاہی اور تربیت کے لیے مسجد، اسکول اور کالج کی سطح پر باقاعدہ آگاہی پروگراموں کا انعقاد شامل ہے۔ ان پروگراموں میں والدین کو اسمارٹ فونز اور دیگر ڈیوائسز کے مثبت استعمال اور بچوں کی نگرانی کے حوالے سے رہنمائی فراہم کی جائے گی۔ نصابِ تعلیم میں ایسا مواد شامل کیا جائے جو سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کے حوالے سے طلبہ کی ذہن سازی میں مددگار ہو۔ اس سلسلے میں برادر اسلامی ممالک کے تجربات سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ خطباتِ جمعہ کے ذریعے عوام کو اس مسئلے کی حساسیت سے آگاہ کیا جائے اور دینی مدارس، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلبہ کو اس حوالے سے آگاہی دی جائے۔ ان سفارشات پر عمل پیرا ہو کر سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کو فروغ دیا جاسکتا ہے اور منفی اثرات سے بچا جاسکتا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد، پاکستان نے ذرائع ابلاغ عامہ سے متعلق ایک جامع رپورٹ مرتب کی ہے، جو 1964ء سے 1991ء تک کی

سفارشات پر مبنی ہے۔ اس رپورٹ میں اردو اور انگریزی میں 36 مختلف موضوعات پر تفصیلی مضامین شامل ہیں، جن میں میڈیا کی اشاعت، میڈیا سے متعلق تجاویز، میڈیا کے استعمال پر رہنما اصول اور ادبی مواد کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اسی طرح قومی و ملی پروگرام میں قومی دن، قومی کھیل، قومی ثقافت، اور قومی پرچم سے متعلق پروگرامز سے متعلق تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ رشوت، کفایت شعاری، معاشرتی اصلاح، اسلام مخالف پروپیگنڈا، اسلامی نظام معیشت، سیرت سازی، جنسی جرائم کی تشہیر، غیر ذمہ دارانہ رویہ، فحش کیسٹوں کی فروخت، رہنما کمیٹی کی تشکیل، غیر اخلاقی پروگراموں پر پابندی اور بسوں میں گانوں کی نشریات جیسے اہم موضوعات شامل ہیں۔ یہ تمام موضوعات ہمارے معاشرے کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہیں، جو روز بروز دین سے دوری اور سوشل میڈیا کے بے تحاشا استعمال کی وجہ سے متاثر ہو رہے ہیں۔ ان سفارشات پر نظر ثانی اور ان کی تعلیمات کو عام کرنا ضروری ہے تاکہ معاشرے میں امن و سکون کی فضا قائم ہو سکے اور طبقاتی جنگوں کا خاتمہ ہو۔ یہ رپورٹ ذرائع ابلاغ عامہ کے اصلاحی کردار کو اجاگر کرتے ہوئے معاشرے میں مثبت تبدیلی لانے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے سوشل میڈیا کے مضر اثرات کے خاتمے اور معاشرتی اصلاح کے لیے متعدد سفارشات پیش کی ہیں۔ ان سفارشات میں اسلام مخالف پروپیگنڈے، اسلامی نظام معیشت سے متعلق غلط معلومات، سیرت سازی کے منافی مواد، جنسی جرائم کی تشہیر، غیر ذمہ دارانہ رویوں، فحش کیسٹوں کی فروخت، غیر اخلاقی پروگراموں اور بسوں میں گانوں کی نشریات پر پابندی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ کونسل نے انتظامی اور تنظیمی امور مرتب کرنے اور رہنما کمیٹی تشکیل دینے کی بھی سفارش کی ہے، تاکہ ان تمام کمزوریوں کو کنٹرول کیا جا سکے اور نوجوان نسل کو ہر طرح کے منفی اثرات سے بچایا جا سکے۔ ان سفارشات کا مقصد سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کو فروغ دینا اور معاشرے کو اخلاقی اور اسلامی اقدار کے مطابق ڈھالنا ہے۔

نصاب میں تبدیلی:

نظام تعلیم میں سوشل میڈیا کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے نصاب میں اسے شامل کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ طلبہ کو سوشل میڈیا کے مثبت اور منفی پہلوؤں سے آگاہ کرنے کے لیے مخصوص مضامین متعارف کروانے چاہئیں، جن میں سوشل میڈیا کی اخلاقیات، معلومات کی جانچ اور آن لائن سیکیورٹی جیسے موضوعات شامل ہوں۔ سوشل میڈیا کے استعمال سے متعلق ایک مستقل مضمون نصاب میں شامل کیا جائے، جس میں سوشل میڈیا کے بنیادی اصول، فوائد، نقصانات، اور ذمہ دارانہ استعمال کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کی جائیں۔

"Digital Literacy" کے نام سے ایک مضمون متعارف کروایا جائے، جس میں طلبہ کو آن لائن معلومات کی جانچ پڑتال، ذرائع کی تصدیق، اور غلط معلومات سے بچنے کے طریقے سکھائے جائیں۔ "Online Ethics" کے عنوان سے ایک مضمون شامل کیا جائے، جس میں طلبہ کو سوشل میڈیا پر شائستہ رویہ، دوسروں کے حقوق کا احترام اور آن لائن ہراسانی سے بچنے کے طریقے سکھائے جائیں۔ اسی طرح "Cybersecurity" کے حوالے سے مضامین متعارف کروائے جائیں، اور یہ بات بھی یقینی بنائی جائے کہ اس سلسلے میں تمام مضامین میں مذہبی تعلیمات کو اجاگر کرنے کو بھی ترجیح دی جائے۔

ورکشاپس اور سیمینارز:

تعلیمی اداروں میں ایسی ورکشاپس اور سیمینارز کا انعقاد کیا جانا چاہیے جن میں طلبہ کو سوشل میڈیا کے صحیح استعمال کی تربیت دی جائے۔

ماہرین کو مدعو کر کے طلبہ کو سکھایا جائے کہ وہ کس طرح سوشل میڈیا کا استعمال کرتے ہوئے اپنی حفاظت کر سکتے ہیں۔ ان سیمینارز میں والدین کو سوشل میڈیا کے اثرات سے آگاہ کرنے کے لیے خصوصی نشستیں منعقد کی جانی چاہئیں تاکہ وہ اپنے بچوں کی نگرانی کر سکیں اور انہیں صحیح رہنمائی فراہم کر سکیں۔ ان پروگرامز میں والدین اور بچے دونوں کو ایک ساتھ سوشل میڈیا کے محفوظ استعمال کے طریقے سکھائے جائیں۔

تنقیدی سوچ کی ترقی اور مثبت مواد کی تشہیر:

طلبہ میں تنقیدی سوچ کی ترقی پر زور دینا ضروری ہے تاکہ وہ سوشل میڈیا پر موجود معلومات کا تجزیہ کر سکیں۔ اس کے ذریعے طلبہ کو یہ سکھایا جانا چاہیے کہ وہ کیسے درست معلومات کو غلط معلومات سے الگ کر سکتے ہیں اور اس طرح وہ خود کو فریب اور غلط فہمیوں سے بچا سکیں۔ تعلیمی ادارے مثبت مواد کے طور پر غیر نصابی سرگرمیوں، جیسے تعلیمی ویڈیوز، صحت مند سرگرمیوں، اور معاشرتی بہتری کے منصوبوں کی تشہیر کریں تاکہ طلبہ سوشل میڈیا پر مثبت پیغامات پھیلانے کی ترغیب حاصل کریں۔ اسی طرح طلبہ کو یہ سمجھانا بھی ضروری ہے کہ سوشل میڈیا کا استعمال صرف تفریح کا ذریعہ نہیں ہے، بلکہ یہ سماجی ذمہ داری بھی ہے۔ اور یہ کہ وہ اپنے سوشل میڈیا کے پلیٹ فارم کا استعمال معاشرتی مسائل پر آگاہی پھیلانے کے لیے کیسے کر سکتے ہیں، اس پر بھی ان کی رہنمائی ضروری ہے۔

ان تمام اقدامات کے ذریعے ہم نوجوان نسل کو سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم دے سکتے ہیں اور انہیں معاشرتی ذمہ داری کا احساس دلا سکتے ہیں۔ اس طرح ہم ایک محفوظ اور مثبت آن لائن ماحول قائم کر سکتے ہیں، جہاں نوجوان اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکیں۔

معاشرتی ذرائع ابلاغ کے استعمال سے متعلق ضروری اقدامات

سوشل میڈیا کو استعمال کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ درج ذیل نکات کو مدِ نظر رکھیں:

- مستند معلومات کے حصول کو یقینی بنائیں، اور قابلِ اعتماد ذرائع سے معلومات حاصل کریں، اس سلسلے میں قرآن وحدیث کی تعلیمات کو صحیح تناظر میں پیش کریں۔
- تمام دینی تعلیمات کی تشہیر کے لیے مختلف پلیٹ فارمز کے استعمال کی یقین دہانی کریں۔ جن میں فیس بک، ٹویٹر، انسٹاگرام، یوٹیوب شامل ہیں، تاکہ آپ کا پیغام ایک بڑے طبقے تک پہنچ جائے۔
- سوشل میڈیا کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے دلچسپ اور معلوماتی، لائیو سیشنز، انفارمیشن پوسٹس اور مختصر ویڈیوز کی اشاعت کریں۔
- مثبت اور دوستانہ رویہ اختیار کریں، اور ایسی مجالس مذاکرہ ہوں کہ ان میں کثیر تعداد میں سامعین شامل ہوں اور لوگ سوال کریں، اور احترام کے دائرے میں رہتے ہوئے ان کے سوالات کے جواب ٹھوس ثبوتوں کے ساتھ دیے جائیں، تاکہ سامعین کا شوق اور توجہ برقرار رہے۔
- تعلیمی وتدریسی پروگرامز کا اجرا کیا جائے، اسی طرح آن لائن تعلیمی پروگرامز اور کورسز ہوں، جن میں اسلامی تعلیمات کو آسان اور قابلِ فہم انداز میں پیش کیا جائے۔
- سوشل میڈیا پر کیے جانے والے پروگرامز میں گفتگو کے لیے مشہور اور بااثر شخصیات کی تعلیمات کو فروغ دینے کے لیے شامل کیا جائے، اور ایسی مقبولِ عام اور ہر دل عزیز شخصیات کو دعوت دی جائے کہ معاشرے میں جن کے سننے اور ان کی بات ماننے کا رواج ہو۔ یہاں

اس امر کو بھی شامل مطالعہ رکھا جائے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جن لوگوں کو پڑھانے کے لیے، دعوت و تبلیغ کے لیے اور امامت کے لیے منتخب کیا ان میں کس کس خصوصیت کو دیکھ کر ان کا انتخاب کیا گیا؟

اخلاقی ضابطے

آج کے دور میں سوشل میڈیا ذرائع ابلاغ عامہ کا ایک اہم حصہ بن چکا ہے۔ اس کے مثبت استعمال سے معلومات تک رسائی، تعلیم و تربیت اور سماجی روابط کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔ تاہم، اس کے منفی اثرات سے بھی انکار ممکن نہیں۔ سوشل میڈیا پر غلط معلومات، نفرت انگیز مواد اور غیر اخلاقی سرگرمیوں سے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ اس صورتِ حال میں، اسلامی نظریاتی کونسل کی 1977ء کی سفارشات آج بھی اہمیت رکھتی ہیں۔ ہمیں سوشل میڈیا کے استعمال کے لیے رہنما اصول مرتب کرنے اور ان پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، تعلیم وتربیت اور آگاہی مہمات کے ذریعے لوگوں کو سوشل میڈیا کے مثبت اور منفی پہلوؤں سے آگاہ کرنا بھی ضروری ہے۔ جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

- ذرائع ابلاغ عامہ، بشمول سوشل میڈیا، معاشرے پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔
- ان کے مثبت استعمال سے معاشرے کو فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے، لیکن منفی استعمال سے نقصان بھی ہو سکتا ہے۔
- اسلامی اقدار اور اخلاقیات کے تحفظ کے لیے ذرائع ابلاغ عامہ کے استعمال کے لیے رہنما اصول مرتب کرنا ضروری ہے۔
- تعلیم وتربیت اور آگاہی مہمات کے ذریعے لوگوں کو ذرائع ابلاغ عامہ کے مثبت اور منفی پہلوؤں سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

باہمی رابطہ کے یہ پلیٹ فارم مختلف شعبوں جیسے تعلیم و تعلم، موسیقی، فنونِ لطیفہ، خبریں اور کاروباری ترقیات میں باہمی رابطے اور دلچسپی کے تبادلے کو فروغ دینے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ان تمام میں سب سے زیادہ فیس بک نے سوشل میڈیا کو دلچسپ بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے، ٹویٹر نے سوشل نیٹ ورکنگ کو ایک نئی جہت دی ہے۔ مجموعی طور پر سوشل میڈیا ایک جدید ٹیکنالوجی ہے جو لوگوں کو اپنے نظریات، تصاویر، ویڈیوز اور عوامی پیغامات کے ذریعے مختلف طریقوں سے آپس میں جڑنے کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ ٹیکنالوجی کے میدان میں اس ترقی کی رفتار حیرت انگیز ہے۔ اس تیز رفتاری کا اندازہ ہم اس سے لگاسکتے ہیں کہ باہمی رابطہ کے لیے ٹیلیفون کی ایجاد نے ایک ارب گھروں تک رسائی حاصل کرنے میں 125 سال لگادیے، جب کہ انٹرنیٹ نے صرف 10 سال کے عرصے میں ایک ارب سے زائد گھروں تک رسائی حاصل کرلی۔

قانونی اقدامات

یہ بات واضح ہے کہ کسی بھی ریاست کے تین بنیادی ستون ہوتے ہیں: انتظامیہ، مقننہ (قانون ساز اسمبلی)، اور عدلیہ۔ انتظامیہ ریاست کے امور چلاتی ہے، جب کہ مقننہ آئین کے طے شدہ اصولوں کے مطابق قوانین بناتی ہے۔ تاہم عدلیہ انتظامیہ اور مقننہ دونوں کے صوابدیدی اختیارات پر کنٹرول رکھتی ہے۔ اس طرح ریاست کے یہ تینوں ستون اپنے آئینی دائرہ کار میں رہتے ہوئے اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ تاہم گزشتہ دس سالوں میں، میڈیا—پرنٹ اور الیکٹرانک دونوں—پاکستان اور دنیا بھر میں ریاست کے چوتھے ستون کے طور پر مضبوطی سے ابھرا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا ستونوں کی طرح، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے نہ صرف ہمارے معاشرے کے لیے قیمتی بصیرت فراہم کی ہے، بلکہ انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ کو بھی مسائل کو اجاگر کرنے اور ان کے حل کی طرف رہنمائی کرنے میں مدد کی ہے۔ میڈیا ملک کے اندر مسائل کو اجاگر کرتا ہے اور ان مسائل سے

نمٹنے کے لیے مناسب سفارشات بھی پیش کرتا ہے، جو عدلیہ، انتظامیہ اور مقننہ کے لیے مددگار ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔

عصر حاضر میں سوشل میڈیا معلومات کی ترسیل اور خیالات کے تبادلے کا ایک طاقتور ذریعہ بن چکا ہے، جو معاشرتی، سیاسی اور سماجی پہلوؤں پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ یہ چاروں ستون باہمی تعاون سے ایسے قانونی اقدامات تشکیل دے سکتے ہیں جو سوشل میڈیا کے غیر ذمہ دارانہ استعمال کو روکنے اور اس کے مثبت اثرات کو فروغ دینے میں معاون ثابت ہوں۔

حکومت سوشل میڈیا کے مفید استعمال میں کیا کردار ادا کر سکتی ہے؟

حکومت کو سوشل میڈیا کے لیے واضح قوانین اور ضوابط مرتب کرنے چاہئیں تاکہ نفرت انگیز مواد، غلط معلومات، اور غیر اخلاقی سرگرمیوں کو روکا جا سکے۔ پاکستان میں "Citizen Protection (Against Online Harm) Rules, 2020" جیسے قوانین پہلے سے موجود ہیں، جو دہشت گردی، انتہا پسندی، اور جعلی خبروں کے خلاف کارروائی کرتے ہیں۔ تاہم ان قوانین کو مزید شفاف اور عوامی مشاورت کے ذریعے بہتر بنایا جا سکتا ہے تاکہ آزادی اظہار رائے متاثر نہ ہو۔

حکومت سوشل میڈیا کے مفید استعمال کو فروغ دینے کے لیے مختلف سرگرمیوں کا اہتمام کر سکتی ہے، جیسے کانفرنسز، سیمینارز، تفریحی دورے، کھیلوں کا اہتمام اور ذہنی آزمائشیں۔ ان سرگرمیوں کی نگرانی حکومت کی ذمہ داری ہے تاکہ تعلیمی اداروں میں مثبت ماحول قائم کیا جا سکے۔ اس لیے حکومت کو چاہیے کہ وہ تعلیمی اداروں میں سوشل میڈیا کے فوائد اور اس کے مؤثر استعمال کے بارے میں کانفرنسز اور سیمینارز کا انعقاد کرے۔ اس سے طلبہ اور اساتذہ کو جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کی آگاہی ملے گی اور وہ سوشل میڈیا کو تعلیمی مقاصد کے لیے بہتر طور پر استعمال کر سکیں گے۔ اسی طرح تفریحی دورے طلبہ کی ذہنی صحت اور سماجی مہارتوں کی ترقی میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ تعلیمی اداروں کے لیے ایسے دورے ترتیب دے تاکہ طلبہ کو مختلف ثقافتوں اور تجربات سے آگاہ کیا جا سکے۔ نوجوانوں کو اسکرین سے دور رکھنے بلکہ جسمانی صحت کو فروغ دینے اور طلبہ میں ٹیم ورک اور قیادت کی مہارتیں بڑھانے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ کھیلوں کے مقابلوں کا اہتمام کرے تاکہ طلبہ اپنی صلاحیتوں کو نکھار سکیں۔

ان تمام سرگرمیوں کے لیے مناسب فنڈنگ فراہم کرنا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ تعلیمی اداروں کے لیے مالی وسائل مختص کرے تاکہ یہ سرگرمیاں کامیابی سے منعقد ہو سکیں۔ اس طرح طلبہ کو بہترین مواقع فراہم کیے جا سکیں گے جو ان کی ترقی میں مددگار ثابت ہوں گے۔

اگر حکومت ان سرگرمیوں کا اہتمام اپنی نگرانی میں کرے تو یہ نہ صرف تعلیمی اداروں میں سوشل میڈیا کے مفید استعمال کو فروغ دے گا، بلکہ طلبہ کی مجموعی ترقی میں بھی اہم کردار ادا کرے گا۔ اس طرح حکومت ایک مثبت تعلیمی ماحول قائم کر سکتی ہے جہاں طلبہ اپنی صلاحیتوں کو بھرپور طریقے سے نکھار سکیں۔

عدلیہ کا کردار:

عدلیہ کو ان قوانین پر عمل درآمد کی نگرانی کرنی چاہیے تاکہ شہریوں کے ڈیجیٹل حقوق محفوظ رہیں۔ عدلیہ کو یہ یقینی بنانا ہوگا کہ سوشل میڈیا قوانین آئین کے مطابق ہوں اور آزادی اظہار رائے یا بنیادی حقوق کی خلاف ورزی نہ کریں۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے سوشل میڈیا پر توہین

آمیز مواد کے بڑھتے ہوئے واقعات کے انسداد کے لیے جامع سفارشات پیش کی ہیں۔ ان سفارشات کا مقصد ریاست کو فعال کردار ادا کرنے، قانون نافذ کرنے والے اداروں کو مضبوط بنانے اور عوامی آگاہی کو فروغ دینا ہے۔

کونسل نے تجویز دی ہے کہ ایف آئی اے کے سائبر کرائم ونگ کو بااختیار اور فعال بنایا جائے اور توہین رسالت کے انسداد کے لیے خصوصی ونگ قائم کیا جائے۔ توہین رسالت سے متعلق مقدمات کی فوری سماعت کے لیے خصوصی عدالتیں قائم کی جائیں یا موجودہ عدالتوں میں جج مختص کیے جائیں۔ حکومت کو سی ٹی ڈی کی طرز پر کاؤنٹر بلاسفیمی ڈیپارٹمنٹ قائم کرنا چاہیے جو سوشل میڈیا پر گستاخی کے مرتکب افراد کے خلاف فوری کارروائی کرے۔

پی ٹی اے کی جانب سے جب سوشل میڈیا کی بندش کو روکنے کے لیے عملی اقدام کیا جاتا ہے تو عوام وی پی این کے ذریعے سوشل میڈیا تک رسائی حاصل کرتی ہے۔ اس سلسلے میں پی ٹی اے کو چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا ویب سائٹس کی رجسٹریشن کا عمل تیز کرے اور تمام ایسے تمام وی پی این کو بند کرنا چاہیے جو حکومتی حد بندی کی مخالفت کر رہے ہیں۔ پی ٹی اے کو آگاہی کے لیے مختصر اور مؤثر ویڈیوز اور آڈیو پیغامات تیار کرنے چاہئیں اور انہیں تمام سوشل میڈیا چینلز پر چلانا چاہیے، تاکہ اس کا پیغام جہاں تک ممکن ہو پہنچایا جاسکے۔

سوشل میڈیا پر توہین کے مرتکب افراد کے نفسیاتی تجزیے کی ضرورت ہے اور ذہنی ونفسیاتی مسائل میں مبتلا افراد کا علاج کروانا چاہیے۔ اس صورتحال کی بہتر تفہیم کے لیے ماہرین نفسیات سے رائے لی جائے۔

انتظامی اداروں کا کردار:

انتظامی ادارے، جیسے پولیس اور دیگر متعلقہ شعبے، سوشل میڈیا پر ہونے والی غیر قانونی سرگرمیوں کی نگرانی اور روک تھام میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ ان اداروں کو جدید ٹیکنالوجی سے لیس کیا جانا چاہیے تاکہ وہ سائبر کرائمز اور آن لائن ہراسانی جیسے مسائل سے مؤثر طریقے سے نمٹ سکیں۔

میڈیا کا کردار:

میڈیا ریاست کا چوتھا ستون ہونے کے ناطے، عوام میں شعور اجاگر کرنے اور سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کی ترویج میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ میڈیا کو ذمہ داری سے کام لینا ہوگا تاکہ وہ صرف مستند معلومات فراہم کرے اور نفرت انگیز مواد یا غلط معلومات کی تشہیر سے گریز کرے۔

خلاصہ بحث

سوشل میڈیا آج کے دور میں ابلاغ کا ایک اہم ذریعہ بن چکا ہے، جس کے فوائد اور نقصانات دونوں ہیں۔ اس کے مثبت استعمال سے معلومات تک رسائی، تعلیم، تربیت اور سماجی روابط کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔ تاہم، اس کے منفی اثرات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کے استعمال میں احتیاط برتیں۔ خاص طور پر نوجوان نسل کو اس کے مفید استعمال کی تعلیم دینا اور انہیں معاشرتی ذمہ داری کا احساس دلانا انتہائی اہم ہے۔ اس مقصد کے لیے نظام تعلیم میں اصلاحات، والدین کی شمولیت، تنقیدی سوچ کی ترقی، مثبت مواد کی تشہیر اور سماجی ذمہ داری جیسے اقدامات ضروری ہیں۔ سوشل میڈیا کے استعمال میں احتیاط کی ضرورت ہے، بالکل اسی طرح جیسے انسان اپنے جسم اور معاشرے میں اپنی حیثیت کو محفوظ رکھنے کے لیے احتیاط برتتا ہے۔ یہ پلیٹ فارم جہاں ہمیں جوڑتا ہے، وہیں اس کے غلط استعمال سے معاشرتی اور اخلاقی مسائل بھی جنم لے سکتے ہیں۔ اس لیے

ضروری ہے کہ ہم اس کے استعمال میں توازن برقرار رکھیں اور اپنی نوجوان نسل کو اس کے صحیح استعمال کی تربیت دیں۔ سوشل میڈیا کے فوائد سے انکار نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس کے نقصانات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی اقدار اور اخلاقیات کو مقدم رکھیں۔ ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ سوشل میڈیا صرف تفریح کا ذریعہ نہیں، بلکہ ایک طاقت ور ابلاغی ہتھیار بھی ہے، جس کا استعمال معاشرتی اصلاح اور بہتری کے لیے کیا جانا چاہیے۔

آخر میں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ سوشل میڈیا ایک دو دھاری تلوار ہے، جس کا صحیح استعمال ہمیں فائدہ پہنچا سکتا ہے، اور غلط استعمال نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس کے استعمال میں احتیاط برتیں اور اپنی نوجوان نسل کو اس کے صحیح استعمال کی تربیت دیں۔

12

مقالہ نگار:

ثناء اسلم

اگر اکیسویں صدی کو انفارمیشن ٹیکنالوجی کی صدی کہا جاتا ہے تو بلاشبہ یہ اس کا استحقاق ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کی ترقی کے مثبت اور منفی اثرات سے کرہ ارض کی آبادی کا ایک بڑا حصہ متاثر ہوا ہے۔ سیاسی، سماجی اور معاشی سطح پر اس کے اثرات اس قدر ہمہ گیر ہیں کہ اس سے کسی کو بھی مجالِ انکار نہیں ہے۔ ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ کی اس ترقی کا ایک عالم گیر پہلو سوشل میڈیا ہے۔ سوشل میڈیا مواصلات (ابلاغ) کی انٹرنیٹ پر مبنی ایک جدید شکل ہے جو صارفین کو زیادہ سے زیادہ معلومات تک رسائی فراہم کرتی ہے۔ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اربوں سوشل میڈیا صارفین معلومات شیئر کرنے اور روابط بنانے کے لیے میڈیا ٹولز کا استعمال کرتے ہیں۔ ذاتی سطح پر سوشل میڈیا افراد خانہ اور دوستوں کے ساتھ بات چیت کرنے، نئی چیزیں سیکھنے، اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا دینے اور متنوع تفریح کے گوناگوں اسالیب ایجاد کرنے اور میادین متعارف کرانے میں مدد و معاون ہے۔ پیشہ ورانہ سطح پر کسی خاص شعبے میں اپنے علم کو وسعت دینے، نظریات و پیغامات کے فروغ اور اپنی صنعت کے دیگر پیشہ ور افراد سے روابط قائم کر کے پیشہ ور نیٹ ورک کی تشکیل کے لیے اسے استعمال کیا جاتا ہے۔

سوشل میڈیا کے مثبت استعمال سے جہاں انسانیت کو کثیر فوائد حاصل ہوئے، وہاں اس کے منفی استعمالات سے انسانیت کے کرب میں اضافہ بھی ہوا ہے۔ اس تناظر میں روئے زمین پر اسلام وہ واحد دین ہے جو انسانیت کو زندگی کے ہر دور اور ہر میدان میں حیاتِ انسانی کے ہر پہلو سے متعلق کامل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام انسانیت کی فلاح کے جدید ذرائع کے استعمال کی نہ صرف حوصلہ افزائی کرتا ہے بلکہ اس کے استعمال کے مثبت و مستحسن قواعد و ضوابط سے بھی روشناس کراتا ہے۔

سوشل میڈیا کا مفہوم:

سوشل میڈیا کی اصطلاح سب سے پہلے 1994ء میں استعمال ہوئی جیسا کہ درج ذیل تعریف سے واضح ہے:

The term "Social Media" (SM) was first used in 1994 on a Tokyo online media environment, called Mastisse[1].

"سوشل میڈیا، (ایس ایم) کی اصطلاح سب سے پہلے 1944ء میں ٹوکیو کے آن لائن میڈیا ماحول میں استعمال ہوئی تھی، جسے میٹیس کہتے ہیں۔"

2019ء میں میریم ویبسٹر لغت نے سوشل میڈیا کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی:

Forms of Electronic communication (such as websites for social networking and microblogging through which users create online communities to share information, ideas, personal messages, and other content (such as videos).[2]

---

[1] https://www.liebertpub.com/doi/full/10.1089/cyber.2020.0134

[2] https://www.merriam-webster.com/dictionary/social%20media

'' الیکٹرنک مواصلات کی مختلف صورتیں (جیسے سوشل نیٹ ورکنگ اور مائکرو بلاگنگ کے لیے ویب سائٹس) ہیں جن کے ذریعے صارفین معلومات، خیالات، ذاتی پیغامات اور دوسرے مواد (جیسے ویڈیوز) کا اشتراک کرنے کے لیے آن لائن کمیونٹی تشکیل دیتے ہیں۔''

یونیسکو (UNESCO) نے ایسے بیان کیا کہ:

Social media in terms of its ability to foster human relationships through technology, allowing for a better, faster and more constant social interaction among web uses. [3]

''سوشل میڈیا ٹیکنالوجی کے ذریعے انسانی تعلقات کو فروغ دینے کی بہترین صلاحیت رکھتا ہے جس سے ویب صارفین کے درمیان بہتر، تیزتر اور زیادہ مستقل معاشرتی تعامل واتصال کے عمل کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔''

مقبول سلفی لکھتے ہیں:

''سوشل میڈیا سے مراد بلوگز، سماجی روابط کی ویب سائٹس جن میں موبائل، ایس ایم ایس، مائی سپیس، فیس بک، گوگل، یوٹیوب، واٹس ایپ اور دیگر روابط شامل ہیں۔ [4]

ارشد علی سوشل میڈیا کے بارے میں کہتے ہیں:

''سوشل میڈیا انٹرنیٹ سے جڑا ہوا ایک ایسا نیٹ ورک ہے جو افراد اور اداروں کو ایک دوسرے سے مربوط ہونے، خیالات کا تبادلہ کرنے، اپنے خیالات کی ترسیل کرنے اور انٹرنیٹ پر موجود کئی چیزوں (گرافکس، ویڈیوز، آڈیوز، پوسٹرز وغیرہ) کو ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کرنے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔'' [5]

سوشل میڈیا کے موضوع سے متعلق بحث مطلق نہیں ہے تاہم مختلف تعریفات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ: سوشل میڈیا انٹرنیٹ پر مبنی ایک ایسی ٹیکنالوجی ہے جو خیالات، تصورات اور معلومات کو Virtual network اور کمیونیٹیز (communities) کے ذریعے منتقل کرتی ہے۔ سوشل میڈیا میں بلاگ، بزنس نیٹ ورکس، باہمی تعاون کے منصوبے، انٹرپرائز سوشل نیٹ ورکس (ایس این)، فورمز، مائیکروبلاگز، فوٹو شیئرنگ، پروڈکٹ کا جائزہ، سوشل بک مارکنگ، سوشل گیمنگ سمیت متعدد آن لائن پلیٹ فارم شامل ہیں۔ جو صارفین کو فوری ابلاغ میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ ان کے ذریعے صارفین ذاتی معلومات، دستاویزات، ویڈیوز اور تصاویر کا باہم تبادلہ (share) کرتے ہیں۔ اس تناظر میں یہ کہنا یقیناً مبالغہ نہیں، قرین صداقت ہو گا کہ سوشل میڈیا نے دنیا کو حقیقی معنوں میں گلوبل ولیج میں تبدیل کر دیا ہے جس سے صارفین کمپیوٹر، ٹیبلٹ یا اسمارٹ فون کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط و منسلک رہتے ہیں۔ [6]

---

[3] UNESCO (2011). Social Media for learning by means of ICT. Policy brief published by UNESCO.

[4] مقبول سلفی، سوشل میڈیا پر اسلام کی غلط ترجمانیاں، 2013ء، اسلامی سنٹر، ص: 30

[5] ارشد علی، ایڈوانس نیوز ٹیکنیکس، 2001ء، ایونیو پیلس، لاہور، ص: 236

[6] ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، سوشل میڈیا اور ہماری زندگی، 2008ء، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ص: 38

سوشل میڈیا کی اہمیت:

عصر حاضر میں عوام کو باخبر کرنے، رائے عامہ کی تشکیل اور عوام کی زندگیوں سے جڑے ہوئے مسائل سامنے لانے کا ایک موثر ذریعہ ذرائع ابلاغ ہیں۔ ہر دور میں میڈیا کی ضرورت واہمیت اپنی جگہ مسلم رہی۔ تاہم سوشل میڈیا کے جدید ابلاغی ٹول کو جو اہمیت آج حاصل ہے کسی اور ٹول کو یہ توجہ اور اہمیت اس سے پہلے کبھی حاصل نہ تھی۔ عصر حاضر میں تمام شعبہ ہائے حیات میں سوشل میڈیا کو وہی مرکزی حیثیت حاصل ہے جو جسد انسانی میں دل کو ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں سوشل میڈیا کو شہ رگ کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔

سوشل میڈیا اس دور کا ایک بہت بڑا انقلاب ہے اور یہ انقلاب زندگی کے ہر شعبے میں داخل ہو چکا ہے۔ مسئلہ حکومت وسیاست کا ہو، چاہے دین کی نشر واشاعت کا ہو، جدید تعلیمی وسائل کی فراہمی کی بات ہو یا بزنس کے فروغ کا معاملہ ہو ہر جگہ اور موڑ پر سوشل میڈیا کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ لمحہ بھر میں ایک شخص اپنا پیغام ساری دنیا کو سناتا ہے جس کی وجہ سے مشرق و مغرب، شمال وجنوب کے مابین رابطہ کا کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ ثناء غوری سوشل میڈیا کے حوالے سے لکھتی ہیں کہ: دنیا بھر میں کروڑوں افراد روزانہ سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس استعمال کر رہے ہیں اور یہ تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ سوشل ویب سائٹس کو محض ایک ضرورت کے تحت استعمال نہیں کیا جا رہا بلکہ ہم اپنی زندگی کے ہر گوشے کی تسکین کے لیے ان سائٹس سے جڑے ہوئے ہیں اور یہ ذاتی تعلقات سے لے کر ہر شعبے تک محیط ہے۔[7] سوشل میڈیا کو معاشرے کی تشکیل میں کلیدی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ ملکی تعمیر و تخریب میں سوشل میڈیا کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ وہ قوت ہے جو کسی بھی معاشرے کو بنانے یا بگاڑنے کی سب سے زیادہ ذمہ دار ہے۔[8]

سوشل میڈیا کا اثر براہ راست انسان کے ذہن پر ہوتا ہے اسی لیے زیادہ موثر مانا جاتا ہے۔ اس کے ذریعہ بڑی آسانی سے کسی فکر کو عام کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر شعبہ میں سوشل میڈیا کا صحیح استعمال کیا جائے اور اس کو صحیح استعمال کے لائق بنانے میں ہم سب اپنی اپنی جگہ ذمہ دار ہیں۔

سوشل میڈیا کی اقسام:

انفارمیشن ٹیکنالوجی کی دنیا میں سوشل میڈیا کی کئی اقسام متعارف ہو چکی ہیں، جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد اور تعلیمی، کاروباری، مذہبی، تخلیقی اور دیگر کئی مقاصد کے حصول کے لیے سود مند ثابت ہو رہی ہیں۔ ان میں سے چند نمایاں اقسام کا تعارف اور نوعیت ذیل میں پیش کی جا رہی ہے۔

1۔ سوشل نیٹ ورکس(Social Networks)

سوشل نیٹ ورک سائٹس صارفین کو خیالات کے تبادلے، سماجی آگاہی، تعلقات کی تعمیر، تصاویر، ویڈیوز اپ لوڈ کرنے اور دلچسپی کے گروپوں میں حصہ لینے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ ان نیٹ ورکس کے ذریعے مختلف قسم کی سوشل میڈیا مہمات کو چینلائز کیا جا سکتا ہے، جو

---

[7] ثناء غوری، سوشل میڈیا کے مختلف پہلو، 2017، بک ٹائم، اردو بازار، ص:20

[8] محمد آصف، چوتھے ستون سے مکالمہ، 1990، شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور، ص:15

صارف کی رسائی کو وسیع کرنے میں اس کی مدد کرتی ہیں۔[9] سوشل میڈیا کے چند مشہور پلیٹ فارمز درج ذیل ہیں:

فلکر(Flickr):

فلکر تصاویر اور ویڈیوز شیئر کرنے کا ایک مقبول پلیٹ فارم ہے۔ اسے 2004ء میں لانچ کیا گیا۔ یہ ویب سائٹ خاص طور پر ان فوٹو گرافروں یا کاروباری اداروں کے لیے کارآمد ہے جو اپنی تصاویر کو ویب پر شیئر کرنا چاہتے ہیں۔ یہ صارفین کو پروفائل بنانے، دوستوں کو شامل کرنے، تصاویر اور ویڈیو ترتیب دینے کی سہولت فراہم کرتا ہے۔

یوٹیوب(YouTube):

یوٹیوب نہ صرف دنیا کی سب سے مشہور ویڈیو شیئرنگ ویب سائٹ ہے بلکہ یہ گوگل کے بعد دوسرا سب سے مشہور سرچ انجن بھی ہے۔ یوٹیوب ایک تعلیمی مواد کے پلیٹ فارم کے طور پر بہت اہمیت کا حامل ہے۔ کثیر تعداد میں تعلیمی لٹریچر اور ویڈیو لیکچرز یوٹیوب پر دستیاب ہیں۔

ڈیلی موشن(Daily Motion):

ڈیلی موشن ایک فرانسیسی ویڈیو شیئرنگ ٹیکنالوجی پلیٹ فارم ہے۔ جسے مارچ 2005ء میں لانچ کیا گیا۔ ڈیلی موشن دنیا بھر میں 183 زبانوں میں دستیاب ہے۔ ڈیلی موشن صارفین کو ٹیگز، چینلز یا صارف کے تخلیق کردہ گروپس کو تلاش کر کے ویڈیوز کو براؤز اور اپ لوڈ کرنے میں معاونت کرتی ہے۔

ویمو(Vimeo):

ویمو ایک امریکی ویڈیو ہوسٹنگ، شیئرنگ اور سروسز فراہم کنندہ پلیٹ فارم ہے۔ اسے 2007ء میں لانچ کیا گیا۔ ویمو ویڈیو بنانے، شیئر کرنے اور کاروباری افراد کو سبسکرپشن پلان فراہم کرتی ہے۔

لائیکی(Likee):

Likee یہ مختصر ویڈیو بنانے والی ایپ ہے۔ یہ اینڈرائنڈ آپریٹنگ سسٹمز کے لیے دستیاب ہے۔ یہ سنگاپور کی ٹیک فرم (Tech Firm) بگو(BIGO) کی ملکیت ہے۔ اسے 2017ء میں متعارف کرایا گیا۔ یہ اپنے صارفین کو ویڈیو بنانے اور شیئر کرنے میں معاونت کرتی ہے۔

ٹک ٹاک(TikTok): TikTok

ایک چینی سوشل نیٹ ورکنگ ایپلی کیشن ہے، جسے چین میں Douyin کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ ایک ویڈیو فوکسڈ سوشل نیٹ ورکنگ سروس ہے۔ جو 15 سیکنڈ سے دس منٹ تک کے دورانیے میں صارف کے لیے مختلف قسم کی مختصر ویڈیوز پیش کرتا ہے۔

واٹس ایپ(WhatsApp):

واٹس ایپ ایک مقبول موبائل میسجنگ ایپ ہے۔ اس ایپ کا آغاز 2009ء میں ہوا۔ صارف اسے انفرادی طور پر یا گروپس میں کسی دوسرے صارف کو تصاویر، دستاویزات، آڈیو اور ویڈیو مواد بھیجنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ نجی اور کاروباری دونوں اس ایپ کا استعمال کر سکتے ہیں۔

---

[9] ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، سوشل میڈیا اور ہماری زندگی، ص:92

ٹمبلر(Tumblr):

ٹمبلر ایک بلاگنگ پلیٹ فارم ہے جو کئی مختلف پوسٹ فارمیٹس کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ صارفین حوالہ جات، چیٹس، ویڈیوز، تصاویر اور یہاں تک کہ آڈیو مواد بھی شامل کر سکتے ہیں۔ اس کا آغاز 2007ء میں ہوا۔

سنیپ چیٹ(Snapchat):

سنیپ چیٹ ایک امریکی ملٹی میڈیا انسٹنٹ میسجنگ ایپ اور سروس ہے۔ سنیپ چیٹ ایک تصویری پیغام ہے جو کہ ملٹی میڈیا موبائل ایپلی کیشن ہے۔ یہ ایپ 2011ء میں متعارف ہوئی۔ اس کے ذریعے صارف دوستوں کے ساتھ مواد شیئر کر سکتا ہے یا کہانیاں پوسٹ کر سکتا ہے۔ جو صارفین کے پیروکاروں تک پہنچ جاتی ہیں۔ یہ برانڈز کو اپنے کاروباری اکاؤنٹس قائم کرنے اور ایپ پر اشتہار دینے میں معاونت کرتی ہے۔

ٹیلی گرام(Telegram):

ٹیلی گرام ایک فری ویئر، کراس پلیٹ فارم، کلاؤڈ بیسڈ انسٹنٹ میسجنگ (IM) سروس ہے۔ یہ سروس اینڈ ٹو اینڈ انکرپٹڈ ویڈیو کالنگ، VOIP، فائل شیئرنگ اور کئی دیگر خصوصیات بھی فراہم کرتی ہے۔ ٹیلی گرام کے سرورز کو دنیا بھر میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ تاکہ بار بار ڈیٹا کے بوجھ کو کم کیا جا سکے۔

کیوزون(QZone):

کیوزون چین میں قائم ایک سماجی رابطے کی ویب سائٹ ہے، جسے Tencent نے 2005ء میں بنایا تھا۔ یہ صارفین کو بلاگ لکھنے، ڈائری رکھنے، تصاویر بھیجنے اور سننے کی اجازت دیتا ہے۔ صارفین اپنا Qzone پس منظر سیٹ کر سکتے ہیں اور اپنی ترجیحات کی بنیاد پر لوازمات کا انتخاب کر سکتے ہیں تاکہ ہر Qzone کو انفرادی ممبر کے ذوق کے مطابق بنایا جائے۔

سکس ڈگری ویب سائٹ(Six Degrees Website):

ابتدائی سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس میں شمار ہونے والی سائٹ سکس ڈگری ہے جو 1997ء میں متعارف ہوئی۔ یہ سوشل نیٹ ورکنگ کے ویب آف کنیکٹس ماڈل پر مبنی تھی۔ جس نے صارفین کو ایک پروفائل اپ لوڈ کرنے اور دوسرے صارفین کے ساتھ دوستی کرنے کے قابل بنایا۔ سکس ڈگری ویب سائٹ عام شکل کی پہلی سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس میں سے ایک تھی۔ اس کے بعد "سوشل سرکلز نیٹ ورک ماڈل" جیسے فرینڈسٹر، مائی اسپیس، لنکڈان اور فیس بک پر مبنی زیادہ کامیاب سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس منظر عام پر آئیں۔

ریڈٹ(Reddit):

ریڈٹ ایک سماجی خبروں اور تفریح کی ویب سائٹ ہے، جس میں بہت سی ذیلی کمیونٹیز مخصوص مفادات کے لیے مصروف ہوتی ہیں۔ ایک رجسٹرڈ صارف دوسرے صارفین کے ساتھ بات چیت کے لیے مواد جمع کر سکتا ہے۔ یہ 2005ء میں شروع ہوئی۔

لنکڈان(LinkedIn):

لنکڈان ایک امریکی کاروبار اور روزگار پر مبنی آن لائن سروس ہے جو ویب سائٹس اور موبائل ایپس کے ذریعے کام کرتی ہے۔ یہ پیشہ ورانہ نیٹ ورکنگ کے لیے سب سے مشہور سوشل میڈیا سائٹ ہے۔ اس کی بنیاد 2003ء میں رکھی گئی تھی اور یہ کاروبار کے لیے وقف ہونے والے

پہلے مرکزی دھارے کے سوشل نیٹ ورکس میں سے ایک تھا۔ اصل میں لنکڈ ان صارفین کو پروفائل پوسٹ کرنے اور نجی پیغام رسائی کے ذریعے بات چیت کرنے، ملازمت کے متلاشیوں کو اپنے سی وی اور آجروں کو نوکریوں کے لیے پوسٹ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ لنکڈ ان صارف کو اپنے تجربے کی فہرست کو شامل کرنے اور اپنی صنعت میں دوسروں کے ساتھ روابط قائم کرنے کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ مارکیٹنگ کے لحاظ سے، لنکڈ ان اکثر کاروباری اداروں کے لیے خاص طور پر مفید ہے۔

فیس بک(Facebook):

فیس بک دنیا میں سب سے زیادہ پہچانا جانے والا سوشل میڈیا پلیٹ فارم ہے۔ یہ سائٹ 4 فروری 2004ء کو متعارف کرائی گئی۔ فیس بک اپنے صارفین کی ضروریات کو پورا کرنے اور نئے لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے سالوں سے مسلسل ترقی کر رہی ہے۔ کاروباری لوگ اس پر اپنے کاروبار کی مقبولیت کے لیے صفحات، گروپس اور ایونٹس بناتے ہیں۔ گویا یہ ان لوگوں کے لیے اشتہاری اہداف کے مواقع بھی پیش کرتی ہے جو مخصوص صارفین کے لیے مرئیت بڑھانا چاہتے ہیں۔ صارفین اپنے پیغامات کی ترسیل کے لیے فیس بک میسنجر کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ فیس بک مواصلات کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ کاروباری افراد اپنے کاروبار اور اشیائے پیداوار (Products) کی تشہیر کے لیے اس پلیٹ فارم کو استعمال کرتے ہیں۔ طلبہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گروپ سٹڈی، معلومات اور نوٹس کے تبادلے کے لیے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ الغرض فیس بک فائدہ مند معلومات حاصل کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

ٹویٹر(Twitter):

سوشل میڈیا کا سفر فیس بک، یوٹیوب پر ختم نہیں ہوا بلکہ ایک نئے انداز کے ساتھ یہ نئی ویب سائٹ یعنی چھوٹے نیلے پرندوں کی شکل میں سامنے آیا جسے ٹویٹر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ ایک انسٹنٹ میسج، مائکروبلاگنگ سسٹم ہے جس نے سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس کو مکمل کر کے غیر ارادی رکاوٹوں کو ختم کیا۔ یہ صارف کو دوسرے میڈیا جیسے تصاویر اور ویڈیوز کا اشتراک کرنے میں معاونت کرتا ہے۔ یہ بات چیت کے لیے ایک مفید سائٹ ثابت ہوتی ہے، جیسے کاروباری افراد کی صنعت میں ان کے ٹویٹر چیٹس میں شامل ہونا یا کسٹمر سروس کے سوالات رکھنے والے صارفین کو جواب دینا وغیرہ۔ آج کل ٹویٹر spaces بنائی جاتی ہیں اور لوگ مختلف موضوعات پر اظہار خیال بھی کرتے ہیں۔

انسٹاگرام(Instagram):

انسٹاگرام سوشل میڈیا کا سب سے بڑا پلیٹ فارم اور سوشل میڈیا چینل ہے۔ یہ سائٹ 2010ء میں شروع ہوئی اور بعد میں فیس بک نے خرید لی۔ اس کے ایک ارب سے زائد ماہانہ فعال صارفین ہیں اور بنیادی طور پر ایک موبائل پلیٹ فارم ہے۔ فیس بک کی طرح انسٹاگرام کاروباری صارفین کو ایک مخصوص صارف تک پہنچنے میں مدد کے لیے ٹارگٹڈ اشتہاری آپشنز پیش کرتا ہے۔ یہ انسٹاگرام پوسٹنگ کے مختلف آپشنز بشمول تصاویر، ویڈیوز، سلائیڈ شوز، کہانیاں اور لائیو اسٹریمز بھی پیش کرتا ہے۔

پنٹرسٹ(Pinterest):

Pinterest ویب سائٹ کا آغاز 2010ء میں ہوا۔ پنٹرسٹ خیالات کو محفوظ کرنے اور تخلیقی رجحان بڑھانے کے لحاظ سے ایک بہت ہی مقبول سوشل بک مارکنگ ٹول تصور کیا جاتا ہے۔ یہ ڈیجیٹل بلیٹن بورڈز پر مشتمل ہے جہاں صارف مصنوعات، پراجیکٹ، آئیڈیاز اور تصاویر

کو محفوظ کرسکتا ہے۔ کھانا پکانے کے ہوم پر اجیکٹس سے دیگر دلچسپ سرگرمیوں مثلاً چھٹیوں سے لطف اندوز ہونے کے آئیڈیاز، انٹیریئر ڈیزائن، کاروبار، تراکیب اور انوکھے انداز کو شیئر کرنے کے لیے یہ ایک بہترین جگہ ہے۔ اس سوشل میڈیا پلیٹ فارم کو اکثر مصنوعات کی دریافت کے سفر کا ایک اہم حصہ بھی کہا جاتا ہے۔[10]

2۔ میڈیا شیئرنگ نیٹ ورکس(Media Sharing Networks)

سوشل میڈیا کی میڈیا شیئرنگ اقسام ویب پر تصاویر، براہ راست ویڈیو اور دیگر قسم کے میڈیا کو تلاش کرنے اور شیئر کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ یہ اقسام برانڈ بلڈنگ، لیڈ جنریشن، ٹارگٹنگ وغیرہ میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ میڈیا شیئرنگ نیٹ ورکس کے لیے میڈیا کی شیئرنگ ان کا بنیادی کردار ہے۔ انسٹاگرام، یوٹیوب اور سنیپ چیٹ جیسی اقسام کے میڈیا شیئرنگ نیٹ ورکس پر تصویر یا ویڈیو سے شروع کرنا صارفین کے لیے زیادہ فائدہ مند ہے۔ میڈیا شیئرنگ نیٹ ورکس کے استعمال میں یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ صارف ان نیٹ ورکس کو اپنے کاروبار یا اہم مقاصد کے لیے استعمال کرسکتا ہے یا نہیں، اسے اپنے وسائل اور مطلوبہ اہداف کو ذہن نشین رکھنا ہوتا ہے۔ یہ چینلز ایک مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ ترتیب دیے گئے پروگرام کے ذریعے اپنے اہداف کو حاصل کرنے اور سامعین اور صارفین کی تعداد بڑھانے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

3۔ ڈسکشن فورم(Discussion Forums)

اس قسم کے سوشل میڈیا چینلز میں Quora, Reddit اور Digg وغیرہ شامل ہیں جو مختلف قسم کی معلومات، آرا اور خبروں کو تلاش کرنے، ان کے اشتراک اور تبادلہ خیال کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ یہ بے مثال مارکیٹ ریسرچ کرنے کے لیے ایک اعلیٰ اور مفید وسیلہ بن کر آپ کے پیغام کی اشاعت میں مدد کرتے ہیں۔ یہ فورم سوشل میڈیا مارکیٹنگ مہم چلانے کے پرانے طریقے ہیں۔ فیس بک جیسے مقبول سوشل میڈیا پلیئرز کے داخلے سے پہلے، یہ فورم وہ جگہیں تھیں جہاں پیشہ ور ماہرین اور شائقین مختلف قسم کے شعبوں سے متعلق مختلف قسم کے مباحثے کرتے تھے۔

4۔ بک مارکنگ اور مواد کیوریشن نیٹ ورکس(Book marking and content curation Networks)

اس قسم کے سوشل میڈیا نیٹ ورکس میں پن ٹرسٹ(Pinterest)اور فلپ بورڈ(Flipboard)شامل ہیں جن کا انتخاب مواد کو تلاش کرنے، شیئر کرنے، تبادلہ خیال کرنے اور مختلف قسم کے تازہ ترین مواد اور میڈیا کو تلاش کرنے اور محفوظ کرنے میں مدد دیتا ہے۔

5۔ کنزیومر ریویو نیٹ ورکس(Consumer Review Networks)

کنزیومر ریویو نیٹ ورکس میں(Yelp)،(Zomato)اور(Trip Advisor)شامل ہیں۔ ان نیٹ ورکس کا استعمال صارف کو مختلف مصنوعات، خدمات یا برانڈز کے بارے میں مختلف معلومات تلاش کرنے، ان کا اشتراک کرنے اور ان کا جائزہ لینے میں مدد دیتا ہے۔ جب کسی کاروبار کی کامیابی میں ان نیٹ ورکس کے مثبت رد عمل جنم لیتے ہیں تو ان کے دعوے زیادہ معتبر ہوجاتے ہیں، کیوں کہ ان نیٹ ورکس پر جائزے (Reviews)،رد عمل سماجی ثبوت(Social proof) کے طور پر کام کرتے ہیں۔ ایک کامیاب سوشل میڈیا مارکٹنگ مہم چلانے کے لیے،

[10] ڈاکٹر حسن محی الدین، سوشل میڈیا اور ہماری زندگی، ص:114-101

آج کے کاروبار کے لیے ان سائٹس پر مثبت جائزے(Reviews)یا ردعمل پیش کرنا بہت ضروری ہے۔

6۔بلاگنگ اور پبلشنگ نیٹ ورکس(Blogging and Publishing Networks)

اس قسم کے سوشل میڈیا نیٹ ورکس میں ورڈ پریس(WordPress)، ٹمبلر(Tumblr)اور میڈیم(Medium)شامل ہیں۔یہ آن لائن مواد کو شائع کرنے، نئی معلومات دریافت کرنے اور سوشل میڈیا بلاگز اور ویب پر شائع ہونے والے مضامین پر تبصرہ کرنے کے لیے منتخب کیے جاتے ہیں۔مواد کی مارکیٹنگ(content marketing)مطلوبہ سامعین تک رسائی، انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے، مشغول کرنے اور کسی بھی حوالے سے ان کی رائے قائم کرنے کے لیے سب سے طاقت ور طریقوں میں سے ایک ہے۔ان نیٹ ورکس کے چند نمایاں یہ پہلو ہیں۔

1. یہ نیٹ ورک ان کاروباری اداروں کے لیے ضروری ہیں جو مواد کی مارکیٹنگ کو مؤثر طریقے سے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔نیز صارفین اس مواد کو مختلف سوشل نیٹ ورکس جیسے فیس بک، ٹویٹر، لنکڈان وغیرہ پر شیئر کر سکتے ہیں۔
2. جو مواد ان نیٹ ورکس پر استعمال ہوتا ہے وہ صارف کو اپنے کاروبار اور ایسے سامعین کو(جو اس مقام سے متعلق معلومات کی تلاش میں ہیں)یقینی طور پر متعلقہ بلاگ یا سائٹ پر اپنی جگہ بنانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

7۔سوشل شاپنگ نیٹ ورکس(Social Shopping Networks)

سوشل شاپنگ نیٹ ورکس میں پولی وور(polyvore)، اینٹسی(Etsy)، فینسی(Fancy)شامل ہیں۔اس قسم کے سوشل میڈیا چینلز مارکیٹنگ کے تمام تازہ ترین رجحانات یا شاپنگ ٹپس جاننے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ مختلف برانڈز کو فالو کرنے، دلچسپ چیزوں کا اشتراک کرنے اور ان سوشل شاپنگ نیٹ ورکس پر خریداری کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔یہ نیٹ ورک چھوٹے کاروباری اداروں اور اسٹارٹ اپس کے لیے کافی حد تک نتیجہ خیز ثابت ہوتے ہیں، کیوں کہ یہ اپنی مصنوعات کو بغیر کسی زمینی دفتر یا سٹور کے آن لائن فروخت کر سکتے ہیں۔

8۔شیئرنگ اکانومی نیٹ ورکس(Sharing Economy Networks)

اشتراک معیشت کے نیٹ ورکس(Sharing Economy Networks)نے سامان رکھنے کے بجائے استعمال کرنے اور سروس فراہم کرنے والوں کو صارفین کے ساتھ براہ راست رابطے میں رکھنے کے ذریعے دنیا بھر میں موجودہ کاروباری ماڈلز میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔شیئرنگ اکانومی معاشی استعمال(consumption)کا ایک نیا ماڈل ہے جس کا تعلق انٹرنیٹ کی ترقی اور معلومات اور مواصلات کی نئی ٹیکنالوجیز سے ہے۔شیئرنگ اکانومی کا تصور مخصوص پلیٹ فارمز کے ذریعے مال، خدمات، وسائل، وقت یا علم کے افراد کے درمیان تبادلے، اشتراک اور تعاون پر مبنی ہے۔بنیادی طور پر اشتراکی معیشت(Sharing Economy Networks)فراہم کنندہ اور صارف کے درمیان کسی بھی ثالث کو محدود یا ختم کر کے، مساوی اور افقی اقتصادی تنظیم کے درمیان انسانی تعلقات کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔مزید برآں یہ اخراجات میں اعتدال کے ساتھ صارفین کے لیے رقم کی بچت، ان کے معاشی اخراجات کو قابو میں رکھنے، منظم کرنے اور فضول خرچی سے بچنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

9۔ویڈیو شیئرنگ سائٹس(Video Sharing Sites)

آن لائن ویڈیو شیئرنگ ویب سائٹس ایک بڑے پیمانے پر صارفین کو انٹرنیٹ پر اپنی ویڈیوز اپ لوڈ کرنے، شیئر کرنے یا لائیو سٹریم کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ ویڈیو پلیٹ فارمز تنظیموں کو ڈیجیٹل دنیا میں اپنے ویڈیو مواد سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے میں مدد کرتے ہیں۔ یوٹیوب اس طرح کے پلیٹ فارم کی ایک مشہور مثال ہے۔ اسکے علاوہ دیگر کئی پلیٹ فارمز مثلاً فلکر، انسٹاگرام ،پنٹیرسٹ یا سلائیڈ شیئر وغیرہ بھی ہیں۔

10۔ویب لاگ(Weblog)

ویب لاگ ایسی ویب سائٹ ہے جسے اکثر مخصوص موضوعات کے بارے میں نئی معلومات کے ساتھ اپ ڈیٹ کیا جاتا ہے۔ اس ویب سائٹ میں موجود معلومات سائٹ کے مالک، صارفین اور دیگر ذرائع سے حاصل کی جاتی ہیں۔ ویب لاگ اکثر ایک خاص نقطۂ نظر پر ایک یا متعدد مضامین یا تھیمز کے لیے وقف ہوتے اور عام طور پر حالات کی دلچسپی، مخصوص موضوعات پر انفرادی یا اجتماعی تبصرے تیار کرنے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ ایک ویب لاگ کسی فرد کے ریکارڈ شدہ خیالات پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے۔ ویب لاگز ایک ذاتی جریدے کی طرح ہوتے ہیں، جو صارف کو عوامی طور پر اپنی زندگی پر بات کرنے کا ایک طریقہ پیش کرتے ہیں۔ یہ دنیا بھر کے لوگوں، واقعات اور مقامات کے بارے میں مزید جاننے کا ایک ذاتی طریقہ فراہم کرتا ہے۔

11۔وکی(Wiki)

یہ ایک ایسی ویب سائٹ ہے جو صارفین کو تبدیلیاں، شراکت یا اصلاحات کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ یہ باہمی تعاون کے ساتھ اپنے سامعین کے ذریعہ مواد میں براہ راست ترمیم کرتی ہے۔ کسی ایک خاص موضوع پر علمی بنیاد کے طور پر کام کرتی ہے۔

عصر حاضر میں سوشل میڈیا کا کردار۔ایک جائزہ

انسانوں کے درمیان انتشار پیدا کرنا، عوام و خواص کو بغاوت اور نافرمانی پر ابھارنا، عوام و خواص میں رہنمایانِ قوم کے متعلق شکوک و شبہات کو فروغ دینا، مستحکم قیادت سے محروم کرنے کی کوشش کرنا، فرقہ واریت کے جذبات کو شہ دینا، واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے عوام کو گمراہ کرنا، دوسروں کے محاسن کو بالائے طاق رکھنا اور ان پر دبیز پردے ڈالنے کی کوشش کرنا، نااہل اور نالائق افراد اور جماعتوں کی تعریف میں آسمان و زمین کے قلابے ملادینا، معمولی خامیوں اور کمزوریوں کو نمایاں کر کے پیش کرنا، اصل اور مطلوب امور و مسائل کی بجائے جزئیات اور غیر ضروری امور پر توجہ مرکوز کرانا۔ یہ سب سوشل میڈیا کے منفی کردار کے ثبوت و مظاہر ہیں جو آئے دن عینی مشاہدات میں آتے رہتے ہیں۔ حقائق کا نظروں سے اوجھل ہو جانا، اخلاقی قدروں کی پامالی، فتنہ و فساد کا دور دورہ اور انسانیت و دشمنی کے کریہہ المناک حوادث و واقعات کی ذمہ داری بھی تعصب و جانب داری پر مبنی سوشل میڈیا کے سر آتی ہے۔ اس میں فحاشی و عریانیت کے انفرادی اور اجتماعی کاروبار کا طریقہ اختیار کرنے والے بھی آتے ہیں اور وہ لوگ بھی اس میں شامل ہیں جن کی فطرتِ ثانیہ ہی فتنہ پروری اور بدکاری بن چکی ہو اور وہ عملی طور پر برائی کو ایک دوسرے تک اور پھر پورے معاشرے تک عام کرتے ہیں۔[11]

[11] نذر الحفیظ ندوی، مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ص:7

غیر مصدقہ اطلاعات کو نشر کرنا:

سوشل میڈیا پر غیر مصدقہ خبر نشر کی جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ خبریں عوام میں بڑے پیمانے پر پریشانی پھیلانے کا سبب بنتی ہیں۔ عوام کے لیے ان خبروں پر بے جا بحث وتنقید کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ ہر چوراہے ہر گلی کی نکڑ پر لوگ بحث میں مصروف دکھائی دیتے ہیں جب کہ اکثر اوقات ایسی خبریں غیر حقیقی ثابت ہوتی ہیں۔ لیکن عوام انہی باتوں میں مصروف رہ کر نہ صرف وقت کا ضائع کرتے ہیں بلکہ لوگوں میں بے چینی اور پریشانی پھیلانے میں بھی سرگرم رول ادا کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾۔[12]

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾۔[13]

سوشل میڈیا کے بچوں پر نقصان دہ اثرات:

سوشل میڈیا عصری ذرائع ابلاغ میں اہم اور سب سے زیادہ استعمال ہونے والا ذریعہ ہے۔ فائدہ مند ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے نقصانات بھی زیادہ ہیں اور جن سے نجات حاصل کرنا بچوں کے محفوظ مستقبل کے لیے ناگزیر ہے۔ برطانوی اعداد وشمار کے مطابق ہر چار میں سے ایک برطانوی بچہ 12 برس یا اس سے بھی پہلے کسی نہ کسی طرح فحش ویب سائٹ سے متعارف ہو جاتا ہے۔ ایک ہزار نوجوانوں میں سے 17.3 فیصد نے پہلی بار 10 برس سے بھی کم عمر میں، 20 فیصد نے 14 برس یا اس سے کم عمری میں فحش مواد تک رسائی حاصل کر لی تھی۔ 26 فیصد کے مطابق غیر متوقع طور پر یا کسی کے اصرار پر ایسی ویب سائٹ دیکھی تھیں۔ 22 فیصد کا کہنا ہے کہ انہوں نے کسی سرچ انجن پر جا کر خود ان ویب سائٹ کو تلاش کیا۔

انٹرنیٹ کے اثرات کے حوالے سے اسکول اساتذہ کی یونین (اے ٹی ایل) کے ایک سروے میں شامل 40 فیصد اساتذہ نے بتایا کہ گزشتہ پانچ برسوں کے دوران طلبہ میں جنس کے حوالے سے بات چیت کرنے کے رجحان میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ مگر اتنی ہی تعداد میں نوجوانوں میں موبائل فون کے ذریعے نازیبا تصاویر اور پیغامات بھیجنے کا رجحان بھی بڑھا۔

"گلوبل سیفر" انٹرنیٹ ڈے کے موقع پر تنظیم کی طرف سے جاری کردہ سروے میں لندن کے سکولوں کے 17000 بچوں سے ان کے آن لائن مشاغل اور دلچسپیوں کے بارے میں معلومات لی گئیں، جن میں 19 فیصد بچوں نے بتایا کہ انہیں اکثر ایسی ویب سائٹس نظر آتی ہیں جن کو دیکھ کر وہ ہرگز اچھا محسوس نہیں کرتے، 10 فیصد بچوں نے بتایا کہ انہیں اجنبی افراد کی جانب سے نازیبا پیغامات اور تصاویر موصول ہوتی ہیں۔

جائزہ رپورٹ کے مصنف اور تنظیم سے وابستہ کرسٹین اسمتھ نے آن لائن سیفٹی مہم کے حوالے سے بات چیت کرتے ہوئے بتایا کہ لندن کے بیشتر سکولوں میں بچوں کو سائبر جرائم اور آن لائن فحاشی اور سمارٹ فون پر نازیبا تصاویر کے تبادلے جیسے حساس مسائل کا سامنا ہے۔[14]

---

[12] التوبہ: 119

[13] الزمر: 33

[14] غلام محی الدین: انٹرنیٹ پر چائلڈ پورنوگرافی، انسانیت کے ماتھے پر ایک دھبا، سنڈے ایکسپریس میگزین، 29، 2013، ص: 14

بچوں میں تشدد کے رجحان میں اضافہ:

جیر ہارڈ کلوسٹر مان زور دے کر کہتے ہیں کہ سوشل میڈیا ایک کج رو اور شریر بچے کے مزاج پر بہت خطرناک اثرات مرتب کرتا ہے۔ یہ بچہ فرسٹریشن کا شکار ہو کر تشدد پر مبنی فلموں سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ فرسٹریشن کا شکار یہ بچہ جب ان امنگوں کی تکمیل سے قاصر رہتا ہے جو موبائل اس کے اندر ابھار دیتا تو وہ اور اضطراب اور بے چینی کا شکار ہو جاتا ہے جو اسے مزید انحراف کے طرف لے جاتی ہے۔ فرانسیسی سائنسدان جان حیرو کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیرس میں بے راہ رو لوگوں کے انحراف کا ایک بڑا اسبب پر تشدد فلمیں دیکھنا ہے۔[15]

عوام کو بے حس کرنے میں میڈیا کا کردار:

امریکی مفکر مارشل میکلوہن نے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ ہر قسم کی ٹیکنالوجی بالخصوص میڈیا میں بے حس کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور اس کے اثرات منشیات کی طرح ہوتے ہیں۔ کنساس سٹیٹ یونیورسٹی کے ماہر نفسیات ڈاکٹر جان مرے نے دماغ کی تصویر لینے والے آلات (MRI) کے ذریعے یہ ثابت کیا کہ جب 9 سے 12 سال کے بچے پر تشدد اور جرائم والی فلمیں دیکھتے ہیں تو ان کے دماغ کے وہ حصے متحرک ہوتے ہیں جن کا تعلق لڑنے جھگڑنے سے ہوتا ہے۔ مزید بر آں ان کے دماغوں کے یادداشت اور سیکھنے کے حصے بھی متحرک ہوتے ہیں جس کا مطلب کہ ایسے مناظر ان کی شخصیت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ گیمز میں انسانوں کو گولی کا نشانہ بنایا جاتا ہے جس سے عام زندگی میں بھی انسان پر ہتھیار اٹھانا معمولی معاملہ لگتا ہے۔ دراصل یہ معاملہ معاشرے کو رفتہ رفتہ بے حس بنانے کا ہے۔[16]

فحاشی اور عریانی کا فروغ:

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾[17] اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں: ''کسی پر لگائے ہوئے الزام کی بلا تحقیق تشہیر کرنا اور برائیوں اور فواحش کے خلاف نفرت کی جو دیوار اسلام نے قائم کر دی ہے، اس میں رخنہ اندازی کی قولاً فعلاً کوشش کرنا، ایسی کتابیں لکھنا جن سے شہوانی جذبات میں تحریک ہو، ایسے گانے، ایسی تصاویر، ایسے ڈرامے، ایسی فلمیں اینڈ Vlogs جن سے نوجوانوں میں شرم و حیا کا جذبہ کمزور ہوتا جائے، سب اس میں شامل ہیں۔[18]

گمراہ کن عادات و نظریات کی نقالی:

حیا و عفت جیسی اخلاقی اقدار کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ اور رقص اور ناچ گانا ہر چیز پر غالب آ گیا ہے۔ تلخ لیکن سچی بات یہ ہے کہ اسلامی اقدار کی تباہی میں اور معاشرے میں اخلاقی بحران بڑھانے میں جتنا شرمناک کردار ہمارے سوشل میڈیا نے پچھلے دس سال میں کیا ہے، کسی اور ادارے نے اتنا نہیں کیا۔[19]

---

[15] مفتی قطب الدین انجار، مسلم گھرانے پر ذرائع ابلاغ کے اثرات: ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 1992ء، ص:83

[16] ڈاکٹر گوہر مشتاق: میڈیا کا معاشرتی زہر، ماہنامہ البرہان، لاہور، جون 2012ء، ص:25

[17] النور: 24

[18] پیر کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۳، ۳۔۳

[19] اسلامی اقدار کا دشمن، ماہنامہ البرہان، لاہور، اکتوبر 2013ء، ص:38

اپنے پیاروں سے دوری:

سماجی رابطوں کی ویب سائٹس کے ذریعے ہر موقع کی تصاویر پوری دنیا کے حوالے کی جاتی ہیں۔ اس سے معاشرے میں شدید مایوسی پھیل رہی ہے۔ اگر کسی کے معاشی حالات اسے مہنگی گاڑی یا شاہانہ شادی یا منگنی کی اجازت نہیں دیتے تو ایسی تصاویر اس کو پہلے کمپلیکس اور حسد اور پھر انتقام اور نفرت میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ ایسے میں معاشرے میں بے راہ روی، ڈکیتیاں، چوریاں، ریپ، قتل جیسے جرائم عام ہوتے جا رہے ہیں۔ انھی ویب سائٹس کے ذریعے آج کے والدین اپنی اولاد کو قابو کرنے کے لیے بے بس نظر آتے ہیں۔ کئی گھر اجڑ رہے ہیں۔ سماج اور سماج میں بڑھتے ان رابطوں نے جہاں کئی سالوں سے بچھڑوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے وہاں کئی قریبی رشتوں کو بہت دور کر دیا ہے۔ اب صورتِ حال یہ ہے ایک گھر میں رہنے والے بہن بھائی، باپ، بیٹا کئی کئی مہینوں ایک دوسرے سے مل نہیں پاتے، مگر لاکھوں میل دور بیٹھے انجان دوستوں کے لیے وہ ہر وقت online میسر ہیں۔[20]

اسلامی تناظر میں سوشل میڈیا کے استعمالات کے حوالے سے چند اصول و ضوابط پیش کیے جا رہے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر اس جدید سہولت سے کما حقہ استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر:

دورِ جدید میں سوشل میڈیا الحاد و دہریت اور بے حیائی کے فروغ میں اپنی تمام اخلاقی حدود پار کر چکا ہے۔ اسلامی ممالک کے سوشل میڈیا کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ الحاد و دہریت کے برعکس دین اسلام کے اصولوں اور اس کی حقانیت کو انٹرنیٹ کے ذریعے پوری دنیا میں پھیلائیں۔ آج جب کہ پوری دنیا میں " ظهر الفساد في البر والبحر " کی صورتِ حال پیدا ہو گئی ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری سوشل میڈیا کا اولین فریضہ بن گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾[21]

خبر کی تصدیق:

کسی بھی خبر کو آگے منتقل کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس کی مکمل تحقیق، جانچ پڑتال اور چھان بین کی جائے۔ خبر کی تشہیر سے قبل اس کی تحقیق کی ناگزیریت کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾۔[22]

اس ضمن میں نبی اکرم ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ:

---

[20] ڈاکٹر عفان قیصر، سماج اور سماجی رابطے، روزنامہ ایکسپریس، لاہور، 20 اپریل 2014ء، ص:17

[21] آل عمران:110

[22] الحجرات:6

"کفی بالمرء کذبا أن یحدث بکل ما سمع"[23]

(کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کر دے۔)

تمسخر اور استہزاء سے اجتناب:

سوشل میڈیا پر دوسروں کا تمسخر اور استہزاء، انہیں تضحیک کا نشانہ بنانا اور مذاق اڑانا انتہائی نازیبا اور سراسر اخلاقیات کے منافی عمل ہے۔ قرآن حکیم میں اس قبیح عمل کی مذمت پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾۔[24]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"کسی مسلمان کے لیے اتنی برائی ہی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ایک مسلمان پر دوسرے خون، اس کا مال اور اس کی عزت (وآبرو پامال کرنا) حرام ہے۔"[25]

تعلیماتِ اسلامی کا یہ سنہری اصول آج سوشل میڈیا کے صارفین کے لیے انتہائی توجہ طلب ہے۔ بعض اوقات سوشل میڈیا کے صارفین بات چیت اور گفتگو میں اخلاقیات کی تمام حدود کو پار اور پامال کرتے نظر آتے ہیں اور مخالفین کی تضحیک و تذلیل کو ایک پر لطف سرگرمی، تفریحِ طبع اور سامانِ تفنن پر محمول اور قیاس کرتے ہیں۔ ایسے افراد کو سوشل میڈیا کے استعمال میں قرآن وحدیث کے مذکورہ بالا فرامین سے ماخوذ اصول کو مدِ نظر رکھنا چاہیے کہ کوئی فرد کسی دوسرے کی تضحیک و تذلیل اور تمسخر و مذاق نہ اڑائے۔

خیر و شر میں تفریق پر مبنی مواد کی تشہیر:

رسول اللہ نے فرمایا: "جو شخص اسلام میں کسی نیک کام کی بنیاد ڈالے تو اس کے لیے اس کے اپنے اعمال کا بھی ثواب ہے اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے ان کا ثواب بھی ہے، بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ اور جس نے اسلام میں کسی بری بات کی ابتدا کی تو اس پر اس عمل کا بھی گناہ ہے اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے، اس پر ان کا گناہ بھی ہے، بغیر اس کے ان کے گناہ میں کچھ کمی ہو۔"[26]

لہٰذا یہ امر ہر لمحہ سوشل میڈیا صارفین کے پیش نظر اور ملحوظِ خاطر رہنا چاہیے کہ سوشل میڈیا کے ذریعے وہ اچھا مواد دیکھ اور شیئر کر رہے ہیں یا برا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ دیکھنے یا شیئر کرنے سے اس برے مواد کی Rating اور Likes بڑھ رہے ہیں۔ نتیجتاً وہ مواد Search میں بھی اوپر آئے گا اور صارفین سوشل میڈیا اس میں برابر کے شریک ہوں گے۔ اس لیے سوچ سمجھ کر سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کا استعمال کیا جانا

---

23 صحیح مسلم، المقدمہ، باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع

24 الحجرات: 11

25 صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب

26 صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنۃ حسنۃ أو سیئۃ

چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں اپنے گناہوں کا بوجھ بڑھاتے رہیں۔

اچھائی کے فروغ کی ترغیب:

سوشل میڈیا کو بے حیائی اور شر کی ہر ممکن تشہیر سے کلی اجتناب روا رکھتے ہوئے اچھائی کے فروغ اور ترویج کے لیے استعمال کیا جائے، کیوں کہ دین اسلام اچھی بات کرنے اور اس کے فروغ کو نہ صرف پسند کرتا ہے بلکہ اسے اختیار کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے، جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا﴾[27]

جھوٹ کی تشہیر سے کلیتاً اجتناب:

سوشل میڈیا ویب سائٹس کے استعمال میں ہمیشہ سچ بات کہی جائے۔ بے بنیاد اور جھوٹ پر مبنی کسی بھی قسم کے مواد کی تشہیر سے کلیتاً اجتناب برتا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹ سے اجتناب کرو، بلاشبہ جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا (مائل کرتا) ہے اور گناہ جہنم میں لے جاتے ہیں۔ آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے، اور جھوٹ میں تگ و دو کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب (بہت بڑا جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔''[28]

برے القابات سے پکارنے سے گریز

آج سوشل میڈیا کے اکثر صارفین میں یہ روش دیکھنے کو ملتی ہے کہ وہ بغیر سوچے سمجھے ایسی پوسٹ شیئر کر دیتے ہیں جس میں بلا تردد مخالف کو برے نام اور القابات سے مخاطب کر کے رسوا کیا جاتا ہے۔ اس طرح کی پوسٹ شیئر کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ﴾۔[29]

طعن و تشنیع، گالم گلوچ اور عیب جوئی کی مذمت

﴿وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ﴾۔[30]

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾۔[31]

''ہر اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو (روبرو) طعنہ زنی کرنے والا ہے (اور پس پشت) عیب جوئی کرنے والا ہے۔''

سوشل میڈیا کے استعمال کے دوران ایک دوسرے کی پوسٹ پر تبصرہ (Comment) کیا جاتا ہے۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ کمنٹ کے تبادلہ میں طعن و تشنیع، کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ اس طرزِ عمل سے باہمی تعلقات میں دراڑ پیدا ہوتی ہے اور بدگمانیاں و دیگر منفی رجحانات جنم لیتے ہیں۔ نتیجتاً افرادِ معاشرہ ایک دوسرے سے دور و متنفر ہوتے اور امن و سلامتی اور بھائی چارے جیسے بنیادی اوصاف و محاسن سے محروم ہو جاتے ہیں۔

---

[27] بنی اسرائیل:53

[28] صحیح مسلم، کتاب تحریم الغیبۃ، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ

[29] الحجرات:11

[30] الحجرات:11

[31] الھمزۃ:1

کثرتِ گمان سے بچنے کا حکم

گمان سے مراد کسی فرد یا شے کے بارے میں اندازہ لگانا یا ابتدائی رائے قائم کرنا ہے۔ جب کہ کثرتِ گمان سے مراد کسی کے قول و فعل کے بارے میں رائے قائم کرنے کی مسلسل عادت اپنانا ہے۔ اس عادت کے نتیجہ میں ایسے گمان بھی پیدا ہونے کا خدشہ در آتا ہے جو فتنہ وفساد انگیزی کا سبب بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اپنے پیروکاروں کو کثرتِ گمان سے پرہیز کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾۔[32]

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اپنے آپکو بدگمانی سے بچاؤ کہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے، ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیب مت تلاش کرو، حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔"[33]

سوشل میڈیا کا استعمال اور خود احتسابی

حضرت عمرؓ کا فرمان ہے: "اپنے نفس کا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور اپنے نفس کو تولو (یعنی تزکیہ کرو) قبل اس کے کہ تمہیں تولا (یعنی جواب دہی کے لیے طلب کیا) جائے۔"[34] سوشل میڈیا کے استعمال کے حوالے سے محاسبہ کی بہترین صورت یہ ہے کہ اس کے مثبت و منفی استعمال میں غور و فکر کیا جائے اور ہر ممکن مثبت استعمال پر کاربند رہا جائے۔

بے حیائی وفحاشی کی اشاعت سے گریز

فحش مواد دیکھنا از خود ایک بہت بڑا گناہ ہے، چہ جائیکہ اسے آگے شیئر بھی کیا جائے۔ اس پر سخت وعید بیان کی گئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾۔[35] لہٰذا ایسا تمام لٹریچر جو فحاشی اور بے حیائی کے زمرہ میں آتا ہو، خواہ وہ تصویر کی شکل میں ہو یا آواز اور ویڈیو کی، تحریر کی شکل میں ہو یا لطیفہ کی، ایسی تمام چیزیں دیکھنا، دکھانا، لکھنا اور پڑھنا، سب حرام ہے۔

اوقاتِ کار کی تقسیم

وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ایک عظیم اور بیش بہا نعمت ہے اور یہ نعمت تقاضا کرتی ہے کہ ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا جائے۔ عصر حاضر میں انسانی زندگی میں سوشل میڈیا کی بڑی اہمیت ہے اور اس کی افادیت سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جہاں اس کے صحیح استعمال سے بہت سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، وہیں اس کا غیر ضروری استعمال بہت سا قیمتی وقت ضائع کرنے کا سبب بھی بنتا ہے، اس لیے اسے بقدر ضرورت ہی استعمال کیا جائے۔ آدمی ہر ایسے قول و عمل اور فعل و حرکت سے احتراز کرے جس سے دینی یا دنیوی فائدہ حاصل نہ ہو رہا ہو۔

---

[32] الحجرات: 12

[33] صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظن والتجسس

[34] أخرجہ أحمد بن حنبل في الزھد، 177

[35] النور: 19

مبالغہ آرائی سے اجتناب

سوشل میڈیا پر دیانت داری اور بے خوفی سے واقعات کی صحیح تصویر کشی کرنی چاہیے۔ ذاتی مفادات کے زیر اثر خبروں کو توڑ مروڑ کر پیش نہ کیا جائے۔ اسلام صاف اور کھری بات کہنے اور مبالغہ آرائی سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾۔[36]

ارشادِ نبوی ہے:

"هلك المتنطعون، قالها ثلاثا"۔[37]

(مبالغہ آرائی کرنے والے ہلاک ہوگئے، یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔)

مغربی میڈیا کی نقالی سے گریز

نہ صرف پاکستانی سوشل میڈیا بلکہ دیگر اسلامی ممالک کے سوشل میڈیا پر بھی مغربی میڈیا کی چھاپ نظر آتی ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے تہوار میڈیا پر ایسے دکھائے اور منائے جاتے ہیں گویا کہ یہ مسلمانوں کے بھی تہوار ہوں۔ ویلنٹائن ڈے، بسنت، اپریل فول اور ہیپی نیو ایئر کے پروگراموں کا جس نہایت جوش وخروش کے ساتھ اظہار کیا جاتا ہے یہ سراسر اسلامی تعلیمات کے منافی اور ناجائز ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم ضرور بالضرور اپنے سے پہلی امتوں کی پیروی کروگے، بالشت در بالشت اور ہاتھ در ہاتھ۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی ایک گوہ کے سوراخ میں داخل ہوگا تو تم بھی اسی کی راہ پر چلوگے۔ ہم نے کہا: یارسول اللہ ﷺ کیا یہود ونصاریٰ کی راہ پر چلیں گے۔ فرمایا: نہیں تو اور کسی کی۔''[38]

دعوتِ اسلام بذریعہ سوشل میڈیا:

جس کارِ عظیم کے لیے اللہ نے انبیا کو مبعوث فرمایا وہ دعوت واقامتِ دین تھا۔ اگر تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ تمام انبیائے کرامؑ نے پیغامِ حق دوسروں تک پہنچانے کے لیے اپنے اپنے دور میں مروجہ ذرائع ابلاغ اور وسائل کو استعمال کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اسلام کی مؤثر دعوت وتبلیغ میں اپنے دورِ حیات کے مروجہ وممکنہ ذرائع ابلاغ اختیار فرمائے، جس کے نتیجے میں آپ ﷺ کی دعوت وتبلیغ دلوں کے قلعوں کو مسخر کرتی چلی گئی اور لوگوں کی ایک کثیر تعداد دائرہ اسلام میں داخل ہوئی۔ اہل مکہ میں رواج تھا کہ انہیں کسی بھی نہایت اہم بات کی خبر دینے کے لیے صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر آواز لگائی جاتی۔ صفا کی چوٹی پر ہونے والا اعلان اس بات کی علامت ہوتا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے جس کی خبر دینا مقصود ہے۔ تمام اہل مکہ اہتمام کے ساتھ جمع ہوتے اور ہمہ تن گوش ہو کر اعلان سنتے۔ گویا اہل مکہ کے ہاں اخبار وواقعات اور افکار وخیالات کے ابلاغ کا یہ سب سے اہم، مؤثر، تیز اور سہل ذریعہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اہل مکہ کے ہاں رائج پلیٹ فارم کو دعوتِ دین کے لیے استعمال کیا اور اہل عرب کو دعوتِ حق پیش کی۔

---

[36] الاحزاب: 70

[37] صحیح مسلم، کتاب العلم، باب: هلك المتنطعون

[38] صحیح مسلم، کتاب العلم، باب: اتباع لسنن اليهود والنصارى

دین اسلام کی اشاعت وترویج میں مساجد کا کردار اہم ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر فرمائی۔ جو مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ایک معنوی اور روحانی جگہ ہونے کے ساتھ نہ صرف ایک اہم درس گاہ کا استعارہ بنی، بلکہ یہ کفر وشرک کے خلاف آغازِ دعوت وتبلیغ کا محور ومرکز اور مصدر وماخذ بھی قرار پائی۔

نبی اکرم ﷺ نے اشاعتِ اسلام کے لیے صحابہ اکرام کو مختلف خطوں کی طرف روانہ کیا۔ جنہوں نے وقتاً فوقتاً مختلف ملکوں، بادشاہوں، قوموں اور قبیلوں میں اسلام کی دعوت پہنچائی۔ یوں اس طریقہ دعوت وتبلیغ سے بہت سے عرب قبائل نے اسلام قبول کیا اور اسلام کی روشنی وہاں تک پہنچ گئی جہاں خود حضور نبی اکرم ﷺ تشریف نہ لے گئے تھے۔ اس طریقہ دعوت وتبلیغ نے یمامہ یمن، حجاز، غرض پورے عرب کو بیدار کر دیا اور عرب سے باہر ایران، شام، مصر، حبشہ نیز ہر جگہ دین اسلام پہنچ گیا۔

المختصر حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کی رہنمائی اور فریضۂ اقامت دین کے لیے مروجہ ممکنہ ذرائع و وسائل استعمال کیے۔ آپ ﷺ کا یہ حسن عمل اس امر کا جواز فراہم کرتے ہیں کہ اپنے عہد کے ذرائع ابلاغ سے فائدہ اٹھانا اور ان تک رسائی حاصل کرنا مصلحت کا تقاضا نہیں، بلکہ اسلامی تعلیمات کی روح اور رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے عین مطابق ہے۔ لہٰذا اس تناظر میں امت مسلمہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے مقام ومنصب کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے دین اسلام کی اشاعت وفروغ میں سوشل میڈیا ٹولز کی قدر ومنزلت کا ادراک کرے اور اسلام کی آفاقی اور ابدی تعلیمات کو اقوام عالم تک پہنچانے میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنا کردار ادا کرے۔[39]

ذرائع ابلاغ کے لیے درست سمت کا تعین حاکم کی ذمہ داری ہے

قوم کی فلاح وبہبود کی ذمہ داری حاکم وقت کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے اور نگہبان اور راعی قرار دیا گیا۔ اس لیے اس کی یہ ذمہ داری قرار دی گئی ہے کہ وہ نقصان پہنچانے والے تمام امور کا تدارک کرے، خواہ یہ نقصان مالی ہو، معاشرتی ہو یا اخلاقی۔ اسے ان تمام فتنوں کے سامنے بند باندھنا چاہیے جو امت کے لیے تباہ کن ہوں اور تمام وسائل کے جائز استعمال کو یقینی بنانا چاہیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾۔[40]

ملی وحدت

پاکستان میں ملی وحدت پارہ پارہ ہو چکی ہے۔ صوبائیت اور علاقائیت کا زہر پورے ملک میں سرایت کر چکا ہے۔ ایسے حالات میں حکومت کا یہ فرض ہے کہ قومی یکجہتی اور اتحاد کو فروغ دینے کے لئے لائحہ عمل ترتیب دیں۔ جن سے ملی وحدت مستحکم ہو، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایک مضبوط عمارت کی مانند ہے جس کا بعض حصہ دوسرے بعض حصے کو مضبوط بنائے رکھتا ہے۔"**[41]

---

[39] ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، سوشل میڈیا اور ہماری زندگی، ص: 173-174

[40] الحج: 22

[41] بخاری، الجامع الصحیح، حدیث: 481

عصری فکری یلغار میں حکومت کی ذمہ داریاں

اسلام اور جاہلیت کے درمیان جو کشمکش ہے اس میں بنیادی فرق عقیدہ اور اخلاقی قدروں کا ہے۔ شیطانی اور جنسی بے راہ روی کی تبلیغ خود ہمارے سوشل میڈیا عام کر رہے ہیں۔ سوشل میڈیا کی پالیسیاں مرتب کرنے والوں میں ایسے لوگ شامل ہونے چاہیں جو اسلامی مزاج رکھتے ہیں۔ ہماری نظریاتی شناخت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ مغربی کلچر اور ہندوانہ ثقافت پاکستان معاشرے پر اپنی گرفت مضبوط کر چکی ہے۔ ہندوستان سمیت امریکہ اور یورپی ممالک کے ذرائع ابلاغ تو اپنے مفادات کی نگہبانی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، لیکن ہمارے ذرائع ابلاغ قومی اور دینی سوچ سے عاری ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تہذیبی، نظریاتی اور فکری یلغار کے پر خطر دور میں اسلام کا حقیقی تصور دنیا کے سامنے پیش کریں۔ اور اپنے فرائض قرآن وسنت کی روشنی میں سرانجام دینے چاہیں اور ان ابلاغی ذرائع سے دعوتِ دین اور اشاعت دین کے کام کو انتہائی مؤثر انداز میں انجام دیں۔

قومی بقا اور ترقی کے بارے میں پروگراموں کی تشکیل

افراد کی تربیت ریاست کا بنیادی فریضہ ہے اور وہ قوم تہی دامن رہ جاتی ہے جو اپنے افراد کی ترقی کے لیے پروگرام تشکیل نہیں دیتی اور افراد کی صلاحیتوں کو ضائع کر دیتی ہے۔ سوشل میڈیا اس میدان میں بہترین کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ترقی کے بارے میں منصوبہ جات کی تشکیل اور عوام تک اس کے بارے میں ضروری معلومات پہنچائی جائیں۔ لوگوں کی ان پروگراموں کی شرکت کے لیے ذہنی آمادگی کا سارا کام سوشل میڈیا انجام دے سکتے ہیں۔ اس طرح افراد کا وقت ضائع ہونے سے بچ سکتا ہے اور ان کی صلاحیتوں سے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

معیاری اور اسلامی ویب سائٹس کے قیام کو ممکن بنانا

اسلام دشمن اسلام کے خلاف نفرت آمیز مواد غیر اسلامی ویب سائٹس پر بے دھڑک نشر کر کے اسلام کے پرامن چہرے کو مسخ کرنے کی مذموم کاوشیں کر رہے ہیں اور اسلام کو دہشت گرد دین کے طور پر متعارف کروا رہے ہیں۔ اس صورتِ حال میں لازم ہے کہ اسلامی ریاست مسلم اسکالرز، اہل علم ودانش کے ذریعے اپنی تمام تر قوت وطاقت اور علمی استعداد اس جانب مبذول کر کے سوشل میڈیا اور جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی کے آلات کو استعمال میں لاتے ہوئے معیاری اسلامی ویب سائٹس کے قیام کو ممکن بنائیں تاکہ ٹیکنالوجی کے اس میدان میں خیر کو پھیلانے کے وسیع امکانات کے روشن ہونے کے مواقع میسر آسکیں۔

دینی شعور کی بیداری کے لیے واٹس ایپ گروپس کا اجرا

اسلامی ریاست کو دعوتی عمل میں اس پلیٹ فارم کو استعمال کر کے لوگوں کو مذہبی سرگرمیوں سے آگاہ رکھنا چاہیے۔ دعوت دین کے لیے مختلف واٹس ایپ گروپس کا منظم اجرا اور انہیں مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ عوام الناس تک پہنچانے کے اقدامات کرنا کار آمد اور ثمر بار عمل ہے۔

اسلامک چینلز کا اجرا:

دین اسلام کے مستند اور ثقہ اسکالرز کا علمی وتحقیقی مواد جو قرآن وحدیث کی درست تعبیرات وتشریحات پر مشتمل ہو، اس کے آن لائن لنکس بنا کر سوشل میڈیا کے ذریعے قائم کیے گئے چینلز پر باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ عوام الناس تک پہنچائے جائیں، تاکہ عوام الناس گھر بیٹھے دین کے درست علم اور فہم سے مستفید ہو سکیں۔ یہ اقدام نہ صرف لوگوں میں دین سیکھنے کا شوق اور رجحان پیدا کرے گا بلکہ نسل نو کے ایمان کی حفاظت کا ضامن بھی قرار پائے گا، کیوں کہ نوجوان نسل کا زیادہ تر وقت سوشل میڈیا پر گزرتا ہے۔

ای میل کے ذریعے اسلامی مواد کی ترسیل

ای میل سوشل میڈیا کے میدان میں مواد کی ترسیل اور حصول کا ایک اہم ترین واسطہ ہے۔اس کے استعمال سے دوسرے لوگ با آسانی مواد کو ایک دوسرے تک منتقل کر سکتے ہیں۔ ای میل لنکس کے ذریعے دینی عوامل میں دلچسپی رکھنے والے افراد تک اسلامی معلومات اور مواد منتقل کیا جاسکتا ہے۔ جس کے تحت دنیا کے ہر کونے میں منظم انداز کے ساتھ اسلامی تعلیمات اور پیغام کو پھیلایا اور پہنچایا جاسکتا ہے۔

سوشل میڈیا پیجز

فی زمانہ سوشل میڈیا خدمتِ دین و خدمتِ انسانیت، کردار سازی اور تعلیم و تعلم کے فروغ کا طاقت ور ترین ذریعۂ اظہار ہے۔ خدمتِ دین کا فریضہ سرانجام دینے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ جدید دعوتی و ابلاغی اسلوب اور وسائل و ذرائع کو اختیار کریں،بطورِ مسلمان ہر کان تک حق کی آواز کو پہنچانا دینی، قومی اور ملی فریضہ ہے۔ اسی جدید ٹول کو اختیار کرتے ہوئے مستند دینی معلومات پر مبنی سوشل میڈیا پیجز متعارف کرانے اور دنیا کی مختلف معروف زبانوں میں تراجم کی صورت میں لوگوں تک پہنچانے کی ضرورت ہے، تاکہ لوگ دین اسلام کی تعلیمات سے استفادہ کر سکیں۔

آن لائن اسلامی، ثقافتی اور تاریخی پروگراموں کا اہتمام

اسلام کے خلاف عالم کفر نے سوشل میڈیا کے ذریعے بھرپور عالمی جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اب جنگ کا میدان کوئی علاقہ، سرحد یا ملک نہیں بلکہ سوشل میڈیا کا میدان میدانِ جنگ ہے۔ جہاں برائی اور غیر اخلاقی اقدار بھرے سیلاب کی طرح معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہیں جن کے ذریعے ہر طرف لادینیت کی لہریں چنگھاڑتی نظر آتی ہیں۔ ایسی صورت حال میں اگر مقابلے کے لیے اصلاح معاشرہ اور اخلاقی اقدار کے تحفظ و بقا کے لیے ٹھوس اقدام نہ کیے گئے تو یہ جنگ جیتنا ناممکن ہو جائے گا۔ اس لیے جدید ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آن لائن اسلام، ثقافتی اور تاریخی پروگرامز نشر کیے جائیں جن کے ذریعے اسلام کی تاریخ اور ثقافت کو نسل نو تک منتقل کرنے میں مدد مل سکے۔[42]

سوشل میڈیا کا مفید استعمال سکھانے کے لیے تربیتی ورکشاپس کا اہتمام

اسلامی حکومت چھوٹے اور بڑے ہر دو پیمانوں پر عوام کو سوشل میڈیا کے مفید استعمال کا شعور دینے کے لیے تربیتی ورکشاپس کا اہتمام کرے۔ جہاں نوجوان نسل کو خاص طور پر ان کی ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے مثبت انداز میں اس سہولت کو خیر کی دعوت پھیلانے کی ترغیب دی جاسکے اور نسل نو کو دین کے مرکزی دھارے میں شامل کیا جاسکے۔

مشترکہ ٹی وی نیٹ ورک کے قیام کی ناگزیریت

اس وقت عالم اسلام کے لیے ناگزیر ہے کہ ایک مشترکہ ٹی وی نیٹ ورک کے قیام کو عمل میں لائیں۔ جس میں ہر زبان کے ذریعے اسلام کے پیغام اور مسلمانوں کے موقف کو دنیا بھر میں عام کیا جائے۔ اگر اسلام دشمن سوشل میڈیا کو اسلام کے خلاف اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کے لیے استعمال کر رہے ہیں تو اقوام عالم اسلام کے ذمہ داران اور اسلامی ریاستوں کا یہ فرضِ اولین بنتا ہے کہ وہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے اس میدان میں

---

[42] ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، سوشل میڈیا اور ہماری زندگی، ص: 190

کسی صورت پیچھے نہ رہیں، بلکہ اپنا فرضِ منصبی ادا کرتے ہوئے عصرِ حاضر میں امت مسلمہ کو درپیش اس نازک ترین صورتِ حال میں عملی حل پیش کریں۔ علمی، فکری، اخلاقی اور سائنسی سطح پر نوجوانانِ امت کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کریں۔ اس کے لیے جدید انفار میشن ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مشترک ٹی وی نیٹ ورک کے قیام کو عمل میں لائیں جس کے تحت مختلف چینلز پر دنیا کی معروف بین الاقوامی زبانوں میں دین کی نشر واشاعت کے اقدامات کیے جائیں۔

آن لائن دعوتِ دین پر مامور افراد کا لائسنس

سوشل میڈیا کے ذریعے خدمتِ دین کے امور سرانجام دینے والوں کی باقاعدہ تعیناتی کا نظام عمل میں لایا جانا چاہیے اور جو افراد اس پلیٹ فارم کے ذریعے دعوتِ دین کے امور کو سرانجام دے رہے ہوں ان کے پاس باقاعدہ سند اور اس امر کی انجام دہی کی قانونی اجازت ہونی چاہیے۔ اگر کوئی غیر سند یافتہ فرد یا گروہ اس پلیٹ فارم کا غلط استعمال کر کے اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کر رہا ہو یا اس کی تعلیمات کو ٹھیس پہنچانے کی مذموم کوشش کرے، تو اس کے لیے فوری تادیبی وانضباطی کارروائی عمل میں لائی جانی چاہیے تاکہ غلط اقدام کرنے والوں کا سدِباب ہو اور دین اسلام کی محبت ومودت اور امن وآشتی پر مبنی تعلیمات کا اقوامِ عالم میں پرچار ممکن ہو سکے۔

مستند دینی دھارے سے وابستگی کی ناگزیریت

دینی معلومات کی ترسیل اور اشاعت اپنی نوعیت کے اعتبار سے کہیں زیادہ نازک اور ذمہ دارانہ رویے کا مطالبہ کرتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس معاملے میں مستند دینی مرکز کے دھارے سے منسلک ہوا جائے اور دین میں اتھارٹی رکھنے والے اداروں اور شخصیات سے معاونت حاصل کی جائے، تاکہ صحیح معنوں میں سوشل میڈیا کے پلیٹ فارمز سے دعوتِ دین کے عمل کو نتیجہ خیز بنایا جا سکے۔ اس حوالے سے نوجوان افراد جو کسی بھی معاشرے کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی اہمیت رکھتے ہیں، انہیں اس میدان میں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، بلکہ انہیں اصلاحِ معاشرہ میں ان کی ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے ان میں مذہبی شعور بیدار کرنا چاہیے اور انہیں اس قابل بنانا چاہیے کہ وہ خود کو کسی مستند دینی دھارے سے وابستہ کریں اور ملک وملت اور دین کی خدمت میں اپنا فریضہ ادا کریں۔[43]

معیاری پالیسیاں اور اصول وضع کرنے کی ضرورت

آج سوشل میڈیا کے جدید ٹولز کے ذریعے اصلاحِ احوال اور اصلاحِ معاشرہ کے عظیم مشن کو آگے بڑھانا ہے اور نئی نسل کو دینِ مصطفوی کے علم، امن اور تحقیق والے پیغام سے ہم آہنگ کر کے اسے دعوتِ حق کا پیامبر بھی بنانا ہے۔ اس تناظر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ سوشل میڈیا کے استعمال کے حوالے سے پالیسیاں اور اصول وضع کیے جائیں اور فقط دینی معلومات کی اشاعت کے لیے معیاری ویب سائٹس اور لنکس متعارف کرائے جائیں، جن پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مستند، جامع اور معیاری مواد شیئر کیا جا سکے۔ ان ویب سائٹس اور لنکس پر مواد شیئر کرنے والوں کی باقاعدہ تحقیقی کمیٹی تشکیل دی جائے، جنہیں باضابطہ اجازت (approval) حاصل ہو۔

[43] سوشل میڈیا اور ہماری زندگی، ص:194

جید علما پر مشتمل مشترکہ باڈیز کا قیام

اس تلخ حقیقت سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی کہ اسلام دشمن طاقتیں ہر دور میں اسلام کو نقصان پہنچانے کے درپے رہی ہیں۔ عصر حاضر میں بھی ان کے مذموم اور ناپاک عزائم کا سلسلہ رکا نہیں بلکہ وہ اسلام دشمنی میں کثیر الانواع سازشوں کے جال بننے میں مصروف ہیں۔ اس صورتِ حال میں دین اسلام کی سرحدوں کی حفاظت کسی ایک اسلامی ملک و مسلک کی ذمہ داری نہیں ہے اور نہ ہی فردِ واحد تنہا دین اسلام کے پیغام کو تمام انسانیت تک پہنچا سکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ امتِ مسلمہ کے تمام مسالک میں اتحاد و یگانگت کی فضا قائم ہو۔ ہر مسلک کے جید علما پر مشتمل مشترکہ باڈیز تشکیل دی جائیں جن کے پیشِ نظر کسی مخصوص مسلک یا عقیدے کا پرچار کرنا نہ ہو، بلکہ کلی طور پر دین اسلام کے دفاع اور اس کی تعلیمات کے پرچار کا عظیم مقصد کار فرما ہو تا کہ مشترکہ اتحاد کے ذریعے اسلام کے آفاقی اور ابد کے پیغام کو شرق تا غرب اقوام عالم تک پہنچایا جا سکے۔[44]

سوشل میڈیا کے مفید استعمال کے تین اہم بنیادی اصول

سوشل میڈیا ہو یا کوئی بھی ٹیکنالوجی اس کے استعمال کے لیے درج ذیل تین چیزیں اہم ہیں:

1. تربیت و تکنیکی مہارت
2. ٹھوس معلومات
3. اور اخلاقیات۔

اگر کوئی شخص ٹیکنالوجی کے استعمال کی تربیت سے ناواقف ہے تو اس کا نقصان یقینی ہے۔ مثال کے طور پر جدید ہتھیار جو فوج ملکوں اور قوموں کے دفاع کے لیے استعمال کرتی ہے، اسے استعمال کرنے والے اس کی مناسب تربیت حاصل کرتے ہیں۔ انہیں سکھایا جاتا ہے کہ یہ ہتھیار دشمن پر کیسے استعمال کرنا ہے۔ اگر تربیت اور مہارت کے بغیر انہیں استعمال کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ ان کی اپنی جان کے لیے یا قرب وجوار میں موجود لوگوں کے لیے جان لیوا ثابت ہو سکتے ہیں۔ اکثر مشاہدہ میں آتا ہے کہ اسلحہ کو بغیر تربیت استعمال کرنے والے بسا اوقات اپنے ہی لوگوں کی جان لے بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح تکنیکی مہارت اور ٹھوس معلومات کے بغیر ٹیکنالوجی کا استعمال مضر رساں ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارمز کے ذریعے افراد کی اخلاقی اور تکنیکی تربیت کرے اور عوام الناس کو تمام فائدہ مند معلومات مہیا کرے۔[45]

اصلاحِ معاشرہ میں سوشل میڈیا کے حوالے سے انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریاں

اصلاحِ معاشرہ کے ضمن میں افراد معاشرہ پر درج ذیل سطحوں پر انفرادی و اجتماعی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں:

1۔ انفرادی سطح پر ذمہ داری

ہر فرد پر انفرادی سطح پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ سوشل میڈیا کے استعمال میں محتاط رویہ اختیار کرے۔ بلاشبہ یہ سہولت بیک

---

[44] سوشل میڈیا اور ہماری زندگی، ص:195

[45] سوشل میڈیا اور ہماری زندگی، ص:194

وقت مثبت و منفی دونوں پہلو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ انتہائی ذمہ داری کے ساتھ اس کی ویب سائٹس اور ایپس کو استعمال کرتے ہوئے خود کو بارگاہِ الٰہی میں جواب دہ متصور کیا جائے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ نیکی کو فروغ دینے والے کے لیے اس کے نیک اعمال بعد از موت صدقہ جاریہ قرار پاتے ہیں اور برائی کی تشہیر اور گناہ کو عام کرنے والے کے اعمال بعد از موت بھی اس کے نامہ اعمال میں عذاب کے اضافے اور آغاز کنندہ کے لیے ذلت کا سبب بنے رہتے ہیں۔ لہٰذا اپنے اعمال کی جوابدہی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سوچ سمجھ کر اخلاقی حدود میں رہتے ہوئے ایسے امور سرانجام دینے چاہیں جو بعد از موت باعثِ خیر وبرکت اور موجبِ نجات ثابت ہو سکیں۔ اس اقدام سے ممکنہ حد تک نیکی کو فروغ دینے میں اپنا کردار ادا کیا جاسکتا ہے۔

2۔ اجتماعی سطح پر ذمہ داری

سوشل میڈیا کے استعمال میں امتِ مسلمہ پر اجتماعی حیثیت سے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نیکی کے فروغ، دعوتِ دین اور اصلاح معاشرہ کے لیے جدید ٹولز کو استعمال کرے، کیوں کہ قرآن مجید میں امت مسلمہ کو "امتِ خیر" کا لقب دیا گیا ہے اور اس کی ذمہ داری بتائی گئی کہ یہ لوگوں کو نیکی کا حکمت دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے۔ لہٰذا من حیث المجموع یہ کوشش کرنی چاہیے کہ کسی قسم کے فضول، لغو لٹریچر اور برائی کی تشہیر نہ ہو، بلکہ جہاں تک ممکن ہو سچائی، نیکی اور اخلاقی اقدار کو فروغ ملے۔

3۔ مقتدر طبقہ پر ذمہ داری

معاشرہ کے مقتدر طبقہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسے ضابطۂ اخلاق کو نافذ العمل بنائیں جس کے تحت سوشل میڈیا صارفین سوشل میڈیا کو حدود میں استعمال کرنے کے پابند ہوں۔ ان کی تمام سرگرمیوں کو باقاعدہ چیک اینڈ بیلنس کے خودکار نظام کے تحت مانیٹر کیا جائے۔ قائم کردہ اخلاقی حدود سے تجاوز کرنے والے کے لیے سزا مقرر ہو۔ خلاف ورزی کرنے والے صارفین کی پوسٹیں اور شائع کیے گئے مواد پر حسبِ قواعد وضوابط قانونی کارروائی کی جائے اور قوانین کی خلاف ورزی کا سدباب کرنے کے لیے اس اقدام کو عوامی سطح پر نشر کیا جائے۔

۴۔ قانون ساز اداروں پر ذمہ داری

قانون ساز اداروں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس امر کو ملحوظ رکھیں کہ بنائے گئے قوانین اور پالیسیوں کے نفاذ میں کسی سطح پر خلاف ورزی تو نہیں ہو رہی۔ اگر کسی جگہ ایسا دیکھنے کو ملے تو اس کے خلاف فوراً قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے اور خلاف ورزی کرنے والے کو از روئے قوانین وضوابط سزا سنائی جائے تاکہ آئندہ کسی کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہو۔ متعلقہ ادارے اس حوالے سے تساہل یا غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کر رہے ہیں تو ان کا محاسبہ بھی ہونا چاہیے۔

سائبر کرائم

سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کی سہولت سے جہاں انسان ان گنت آسائشوں سے مستفیض ہو رہے ہیں، وہیں اس کے مضمرات بھی سامنے آ رہے ہیں، مثلاً جرائم پیشہ عناصر کا انٹرنیٹ کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا، روزانہ کی بنیاد پر نت نئے تخریبی فارمولے تیار کرنا وغیرہ۔ یہ مضمرات اور نقصانات سائبر کرائم کی اصطلاح کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ عام طور پر سائبر کرائم کی تعریف **"کسی بھی غیر قانونی کام کے ارتکاب یا اس میں**

سہولت فراہم کرنے کے لیے کسی بھی مواصلاتی آلے مثلاً انٹرنیٹ اور الیکٹرانک آلات کی مدد سے کیے جانے والے غیر قانونی مالی واخلاقی جرائم" کے طور پر کی جاسکتی ہے، جس میں کمپیوٹر نیٹ ورک کا استعمال کرتے ہوئے سائبر جرائم کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

تاہم سوشل میڈیا کی دنیا میں سائبر کرائم کی اصطلاح انٹرنیٹ، کمپیوٹر یا کسی بھی ڈیجیٹل ڈیوائس کے ذریعے غیر قانونی مقاصد اور سرگرمیوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ یہ ایک وسیع المعنیٰ اصطلاح ہے جو بیک وقت کئی مجرمانہ سرگرمیوں مثلاً غیر قانونی مقاصد کے لیے کمپیوٹر، لیپ ٹاپ کو ایک آلہ کے طور پر استعمال کرنا، معلومات یا حساس نوعیت کے کاغذات چرانا، دھوکہ دہی، چائلڈ پورنوگرافی اور دانش ورانہ املاک کی اسمگلنگ، شناخت چوری کرنا، یا رازداری کی خلاف ورزی کرنا، سسٹم ہیک کرنا، دوسرے صارفین کو دھمکی آمیز پیغامات ارسال کرنا، ای میل کے ساتھ کوئی خطرناک وائرس بھیجنا، کسی فرد کی معلومات، پاس ورڈ چوری کرنا یا کسی فرد کی شناخت چوری کر کے استعمال کرنا شامل ہیں۔

سائبر کرائم اس وقت دنیا میں تیزی سے بڑھتے ہوئے جرائم میں شامل ہو کر انٹرنیٹ کی دنیا کے لیے مشکلات کا سبب بن رہا ہے۔ سائبر مجرم افراد، کاروباری گروپوں، معروف عالمی برانڈز، کمپنیوں یا حکومتوں کو نشانہ بناتے ہیں۔ ان کی ویب سائٹس کو ہیک کر کے ان کے ڈیٹا بیس میں محفوظ عموماً کریڈٹ کارڈ سے متعلقہ صارفین کی معلومات چوری کر لی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ چھوٹے کاروبار اور تمام صنعتوں میں جدید سٹارٹ اپس کو اکثر نشانہ بنایا جاتا ہے، کیوں کہ ان میں سے بیشتر کے پاس مناسب ڈیجیٹل سیکورٹی سسٹم موجود نہیں ہوتا۔[46]

سائبر کرائم کی درجہ بندی:

سائبر کرائم کو عموماً تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ انفرادی سائبر کرائمز

یہ قسم افراد کو نشانہ بنا رہی ہے۔ اس میں فشنگ، جعل سازی، اسپام، سائبر اسٹاکنگ، شناخت کی چوری اور چائلڈ پورنوگرافی سمیت کسی ایک فرد کے خلاف کیے جانے والے سائبر کرائمز وغیرہ شامل ہیں۔[47]

2۔ پراپرٹی سائبر کرائمز

یہ قسم پراپرٹی کو نشانہ بناتی ہے، جیسے کریڈٹ کارڈ یا دانش ورانہ املاک کے حقوق۔ چوں کہ مزید کاروباری سرگرمیاں آن لائن منتقل ہوتی رہتی ہیں، ڈیٹا اور دانش ورانہ املاک کی چوری سائبر کرائم کی سب سے زیادہ منافع بخش اور عام اقسام میں سے ایک ہے۔ اس میں فریب دہی کے حملے شامل ہو سکتے ہیں جو کریڈٹ کارڈ نمبرز اور ذاتی معلومات کو استعمال کرتے ہیں۔ جدید ترین پیئر فشنگ جو فنڈز کی درخواست کرنے کے لیے نقالی کا استعمال کرتے ہیں، یا ransomware کے حملے جو کسی تنظیم کی فائلوں کو چرانا چاہتے ہیں اور انہیں واپس کرنے کے بدلے میں رقم وصول کرتے ہیں۔[48]

---

[46] سوشل میڈیا اور ہماری زندگی، ص:121

[47] سوشل میڈیا اور ہماری زندگی، ص:123

[48] سوشل میڈیا اور ہماری زندگی، ص:123

3۔ تنظیمی اور حکومتی سائبر کرائمز

یہ سائبر کرائم کی سب سے خطرناک شکل ہے جس میں سائبر دہشت گردی بھی شامل ہے۔ اس میں ہدف کوئی تنظیم، ریاست یا حکومت ہوتی ہے۔ اس میں اکثر ریاست کے زیر اہتمام حملہ آور اور سائبر دہشت گرد کسی دوسرے ملک کے رازوں اور اہم انفراسٹرکچر کو نشانہ بنانے میں شامل ہوتے ہیں۔ حملوں میں غلط معلومات پھیلانا اور پروپیگنڈا شامل ہے، نیز بنیادی ڈھانچے کے اہم نظاموں کو متاثر کرنے والی سراسر ڈیجیٹل تخریب کاری شامل ہے۔[49]

سائبر سیکیورٹی(Cyber security)

ڈیجیٹل سیکیورٹی بلاشبہ ایک وسیع موضوع ہے۔ مگر سادہ الفاظ میں سائبریا ڈیجیٹل سیکیورٹی سے مراد اپنے موبائل فون، لیپ ٹاپ، بینک اکاؤنٹس کی تفصیلات، کمپیوٹر میں موجود ڈیٹا، اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹس اور ای میل کے پاس ورڈ کی حفاظت کے مختلف طریقے ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر انٹرنیٹ پر اپنی موجودگی کو کافی حد تک محفوظ بنایا جاسکتا ہے۔ سائبر حملوں سے بچنے اور انٹرنیٹ پر اپنی موجودگی کو محفوظ بنانے کے لیے سائبر سیکیورٹی کے بارے میں علم انتہائی ضروری ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ اس کے بارے میں آگاہی عوام الناس تک پہنچانے کے لیے پروگرامز اور ورکشاپس مرتب کروائے۔

پاکستان میں سائبر کرائم سے نمٹنے کے قوانین

پاکستان میں سائبر کرائم سے نمٹنے کے قوانین موجود ہیں۔ جن میں بھاری جرمانے کے ساتھ سزائیں بھی متعین کی گئی ہیں۔ اس وقت پاکستان میں سائبر کرائم کے تین قوانین ہیں۔ یہ قوانین پاکستان میں انٹرنیٹ جرائم کے مختلف زمروں میں آتے ہیں۔

الیکٹرانک ٹرانزیکشن آرڈیننس 2002ء

الیکٹرانک ٹرانزیکشنز آرڈیننس (ای ٹی او) قانون سازوں نے مرتب کیا اور 2002ء میں متعارف کرایا گیا۔ یہ قانون آئی ٹی سے متعلق پہلی قانون سازی کے طور پر سامنے آیا ہے۔ یہ پہلا قدم تھا جس نے قانونی اور مقامی ای کامرس انڈسٹری کے تحفظ کے لیے ایک مضبوط بنیاد کے طور پر کام کیا۔ پاکستان میں اس سائبر کرائم قانون کا ایک بڑا حصہ سائبر کرائم سے متعلق غیر ملکی قانون سے متاثر تھا۔ اس کے 43 سیکشنز ہیں جو پاکستان میں مختلف قسم کے انٹرنیٹ جرائم سے متعلق ہیں۔[50]

الیکٹرانک / سائبر کرائم بل آرڈیننس 2007ء

الیکٹرانک جرائم کی روک تھام یا سائبر کرائمز آرڈیننس (پیکو) 2007ء میں منظور کیا گیا تھا۔ پاکستان میں یہ سائبر کرائم قانون درج ذیل الیکٹرانک جرائم سے نمٹتا ہے: سائبر دہشت گردی، ڈیٹا کا نقصان، الیکٹرانک فراڈ، الیکٹرانک جعل سازی، غیر مجاز رسائی، سائبر سٹاکنگ اور سائبر اسپیمنگ / اسپوفنگ وغیرہ۔

---

[49] سوشل میڈیا اور ہماری زندگی، ص:124

[50] سوشل میڈیا اور ہماری زندگی، ص:131

الیکٹرانک کرائمز کی روک تھام یا سائبر کرائمز آرڈیننس (پیکو) کے مطابق پاکستان میں سائبر جرائم پیشہ افراد کو مختلف سزاؤں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ ان میں مختلف قسم کے سائبر کرائمز کے لیے چھ ماہ قید سے لے کر بعض اوقات موت کی سزا بھی شامل ہو سکتی ہے۔ قوانین کا اطلاق قومیت یا شہریت سے قطع نظر ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو پاکستان میں سائبر کرائمز کا ارتکاب کرتا ہے۔[51]

الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کا ایکٹ 2016ء

الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کا ایکٹ (پیکا) 2016ء میں متعارف کرایا گیا تھا جو پاکستان میں سائبر کرائم کی مختلف اقسام کے لیے ایک جامع فریم ورک فراہم کرتا ہے۔ یہ پاکستان کے سائبر کرائم قوانین میں سے ایک ہے جو سائبر کرائم بل 2007ء کے مطابق ہے۔ پاکستان میں سائبر کرائم سے نمٹنے کا قانون الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کا ایکٹ 2016ء ہے جو پاکستان کے ہر شہری پر لاگو ہوتا ہے، وہ جہاں بھی ہو اور ہر دوسرے شخص پر جو اس وقت پاکستان میں موجود ہو۔ یہ پاکستان میں درج ذیل انٹرنیٹ جرائم سے متعلق ہے: ڈیٹا تک غیر قانونی رسائی (ہیکنگ)، سروس اٹیک سے انکار، ڈی او ایس اٹیک، الیکٹرانک جعل سازی اور الیکٹرانک فراڈ اور سائبر دہشت گردی۔[52]

تجاویز

- اسلامی ممالک کو اپنی روایات، ثقافت، تاریخی اور نظریاتی اساس کے مطابق اپنی سوشل میڈیا پالیسی ترتیب دینی چاہیے۔
- اسلامی ممالک سوشل میڈیا کے ذریعے قومی مقاصد کو نمایاں کریں، ان کو فروغ دیں، معاشرے کے نصب العین اور اس کی اسلامی اقدار کو اجاگر کریں اور ان کا تحفظ کریں۔
- قومی یکجہتی کو نقصان پہنچانے والے عوامل کا سراغ لگا کر ان کا تدارک کیا جائے اور قومی یکجہتی کو فروغ دینے والے عوامل کو نمایاں کیا جائے۔
- مسلم معاشرے میں جو خرافات، توہم پرستی اور باطل نظریات موجود ہیں ان کے ازالے کے لیے کوششیں کی جائیں۔
- اسلامی ممالک کی مسلم تنظیموں، اداروں اور تحریکوں کے میڈیا سے وابستہ افراد کے نیٹ ورک کو منظم اور مربوط کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ نیز ان افراد کی ٹریننگ کی جائے اور معیاری میڈیا انسٹی ٹیوٹ قائم کرنے کی ضرورت ہے۔
- مسلمان حکومتوں کو اپنی میڈیا پالیسی اسلامی اصولوں کے مطابق تشکیل دینی چاہئیں۔ اپنی تہذیب وتمدن کو ابھارنا چاہیے اور اس میدان میں مغرب کی نقالی ترک کر دینی چاہیے۔
- سوشل میڈیا کے ذریعے عوام کی تربیت کی جائے۔ ابلاغیات اسکول کے نصاب میں شامل کر کے عوام کو اس کے مفید اور مضر پہلوؤں سے آگاہ کیا جائے۔
- سوشل میڈیا کے ذریعے اشاعت دین، اشاعت تعلیم اور دعوت واصلاح کا کام لینا چاہیے۔
- غیر اسلامی تصورات اور نظریات کو روکنے اور خاتمے کے لیے سرکاری ذرائع ابلاغ اور الیکٹرانک میڈیا میں ایسے رجال کار لائے جائیں جو اخلاقی، فکری، علمی اور عملی لحاظ سے اسلامی تعلیمات سے مخلص اور وفادار ہوں اور ان سے متصف ہوں۔

---

[51] سوشل میڈیا اور ہماری زندگی، ص: 132

[52] سوشل میڈیا اور ہماری زندگی، ص: 133

- حکومت ایسا قانونی اہتمام کرے جس کی رو سے جھوٹی خبر اطلاع دینا یا شائع کرنا قابل تعزیر عمل ہو۔
- سوشل میڈیا پر ناشائستہ اور غیر اخلاقی اشتہارات و مواد کے نشر و اشاعت پر پابندی لگائی جائے۔
- ایسا بورڈ تشکیل دیا جائے جو ذرائع ابلاغ عامہ کو ایوارڈ دینے کی سفارش کرے جنہوں نے دین کی خدمت کی ہو، تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور خلافِ اسلام کام کرنے والوں کی حوصلہ شکنی ہو۔
- سوشل میڈیا پر نوجوانوں کے لیے تدبر اور غور و فکر کی تحریک پیدا کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

13

مقالہ نگار:

پروفیسر ڈاکٹر سلمیٰ قاضی

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خاتم الأنبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحبہ وسلم

ابتدائیہ:

اسلامی حکومت کے امرا، عمال اور عوام الناس کے لیے ضروری ہے کہ ان کے اندر اس بات کی گہری خواہش موجود ہو کہ لوگ ان کی غلطیوں اور کمزوریوں پر ان کو ٹوکتے رہیں۔ اس چیز کو روکنے کے لیے لوگوں کو مختلف طریقوں اور قوانین کے ذریعے دہشت زدہ کرنے کے بجائے ان پر لازم ہے کہ وہ اس کے لیے پبلک کو اکساتے رہنے کا سامان کریں۔ اسلامی نظام کو تنقید و احتساب سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس کو اگر خطرہ ہے تو عوام کے اندر احتساب اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی روح مردہ ہو جانے سے ہے۔ اگر لوگوں کے اندر تنقید کی روح بیدار ہے اور وہ ہر چھوٹے بڑے کی غلطیوں پر ٹوکنے اور ان کا محاسبہ کرنے کی جرأت رکھتے ہیں، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس نظام کے اندر زندگی کی روح موجود ہے اور یہ باقی رہے گا۔ ہاں، اگر لوگوں کے اندر اس فرض کا احساس کمزور ہو رہا ہو تو ارباب حل و عقد کا فرض ہے کہ فوراً چونکنے ہوں اور اس بیماری کو دور کرنے کی کوشش کریں، کیوں کہ یہ اسلامی ریاست کے لیے ایک خطرہ ہے، اور اگر اس نے جڑ پکڑ لی تو پھر ریاست کی اسلامی خصوصیات کا باقی رہنا ناممکن ہو جائے گا۔

اسلامی نظام کے لیے اس کی اس اہمیت ہی کی وجہ سے اسلام نے غلطیوں پر ٹوکتے رہنا اور ان سے متنبہ کرتے رہنا افراد پر ان کے درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے فرض قرار دیا ہے، اور ان لوگوں کو سخت وعیدیں سنائی ہیں جو علم رکھتے ہوئے اس فرض کے ادا کرنے میں کوتاہی کریں، کیوں کہ یہ درحقیقت اسلامی ریاست کے ساتھ سب سے بڑی دشمنی اور غداری ہے۔ حد یہ ہے کہ جو لوگ مسلمان سوسائٹی اور ان کے عمال و امرا کو فاسقانہ اعمال کے مرتکب ہوتے اور غیر اسلامی راستوں پر جاتے دیکھیں اور علم رکھنے کے باوجود ان کو اس پر نہ ٹوکیں، انہیں "گونگے شیطان" قرار دیا گیا ہے۔

ذرائع ابلاغ:

اقسام:

1۔ طباعتی ذرائع ابلاغ　　　2۔ الیکٹرونک ذرائع ابلاغ　　　3۔ نئے ذرائع ابلاغ

ذرائع ابلاغ کی تاریخ

ذرائع ابلاغ کی اقسام میں اخبار ایک اہم اور اولین طباعتی ذریعہ ہے۔ اخبارات کی طباعت کے لیے چھاپہ خانوں کو شروع کیا گیا۔ برصغیر پاک وہند میں چھاپہ خانے کا آغاز انگریزوں کی آمد کے بعد ہوا۔ اخبارات کی وجہ سے شائع شدہ خبریں ہر طرف پہنچنے میں مدد ملنے لگی۔ اخبارات،

معلومات اور علم کا اہم ذریعہ بن گئے۔

تعریف:

خبریں، اداریے، رائے عامہ، اشتہارات، تفریحی و دلچسپ معلومات پر مشتمل، مقررہ وقت پر، متواتر شائع ہو کر تقسیم کی جانے والی نشریات کو "اخبار" کہتے ہیں۔

اخبارات مقامی، قومی اور عالمی نوعیت کی مختلف خبریں مہیا کرنے کا کام کرتے ہیں۔ اخبار کو دنیا کی تاریخ کا ایک دن کا دستاویز بھی کہتے ہیں۔

اخبارات کی ابتدا اور آغاز

مصر: عیسوی صدی قبل مصر میں سرکاری حکم ناموں کی کندہ تحریر عوامی جگہوں پر لگائی جاتی۔

قدیم رومن حکومت سرکاری حکم کو کاغذ پر لکھ کر مختلف صوبوں میں تقسیم کیا جاتا۔

روم: جولیس سیزر کی نگرانی میں ایکٹ ڈائرنا نامی اخبار عوامی جگہوں پر چسپاں کیا جاتا۔

چین: سرکاری احکامات عوامی جگہوں پر تقسیم کیے جاتے۔

انگلینڈ: لڑائی یا اہم واقعات کے ورق وقتاً فوقتاً تقسیم کیے جاتے۔

ویب صحافت

ویب نیوز پورٹلز، سوشل میڈیا، ویب چینلز، یوٹیوب وغیرہ پر انگریزی، اردو، سندھی اور دیگر زبانوں میں قارئین اور ناظرین کے لیے مواد مہیا کیا جاتا ہے۔

نوجوان نسل پر سوشل میڈیا کے اثرات (Impact of Social Media on Youth)

سوشل میڈیا کے نوجوان نسل پر بہت منفی اثرات ہیں تو مثبت بھی۔ سوشل میڈیا ہماری نوجوان نسل کے لیے بہت بڑا مسئلہ بن گیا ہے، کیوں کہ اس کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے۔ سوشل میڈیا کی مقبولیت میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ سوشل ویب سائٹس میں زیادہ تر لوگ فیس بک، ٹویٹر، یوٹیوب، گوگل پلس اور انسٹاگرام وغیرہ کا استعمال کر رہے ہیں۔

سوشل میڈیا نے دور دراز کے لوگوں کے ساتھ جڑے رہنا ممکن بنا دیا ہے۔ یہ ایک مفید ایجاد ہے اس کے ذریعے رابطہ، تعلیم، تحقیق اور تشہیر با آسانی ممکن ہے۔ اس کے ذریعے ہم دنیا کے کسی بھی کونے کی سیر و سیاحت کر سکتے ہیں۔ گھر بیٹھے اپنے دوستوں سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر ہمیں معلومات کی وسیع رسائی حاصل ہوتی ہے۔ یہ ایک بہترین مذاکرات کا میدان ہے جہاں افراد اپنے خیالات اور تجربات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اس کے ذریعے افراد اپنے مفاد کے موضوعات پر آگاہی حاصل کر سکتے ہیں اور جدید اور تازہ خبروں سے باخبر رہ سکتے ہیں۔ سوشل میڈیا کاروباری اداروں اور تنظیموں کے لیے اپنے صارفین سے رابطہ قائم کرنے اور اپنی مصنوعات اور خدمات کو فروغ دینے کا بھی اہم ذریعہ بن گیا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے لوگ گھر بیٹھے آن لائن کام کر کے لاکھوں کما سکتے ہیں۔

تاہم سوشل میڈیا کے کچھ منفی پہلو بھی ہیں۔ اس کی وجہ سے طالب علموں کا بہت سا وقت ضائع ہوتا ہے جس کے باعث وہ امتحان میں اچھے نمبر نہیں لے پاتے۔ سوشل میڈیا پر تحقیق سے پہلے ہی خبر پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ جعلی اکاؤنٹس کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ سوشل میڈیا کے زیادہ استعمال کی وجہ سے لوگ اپنے والدین اور بہن، بھائیوں کو وقت نہیں دے پاتے۔ سوشل میڈیا کا بے جا استعمال ذہنی صحت پر بہت برا اثر ڈالتا ہے، بے چینی، اضطراب اور افسردگی کے جذبات کا باعث بن سکتا ہے۔ سوشل میڈیا کا زیادہ استعمال کرنے والے تنہائی پسند ہو جاتے ہیں۔ نوجوان براہِ راست بات چیت کرنے کے بجائے آن لائن بات چیت کرنے میں زیادہ آسانی محسوس کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر ذاتی معلومات شیئر کرنے سے اکثر لوگوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جہاں سوشل میڈیا کمائی کا ذریعہ بن گیا ہے وہاں لوٹ مار کا بازار بھی گرم ہے، آن لائن ہونے والے افراد کی وجہ سے جرائم میں اضافہ ہو گیا ہے۔

سوشل میڈیا کا استعمال سیرتِ طیبہ کی روشنی میں

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾[1]

(ترجمہ: فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا۔ ان شاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہو گے، اپنے سر منڈواؤ گے اور بال ترشواؤ گے اور تمہیں کوئی خوف نہ ہو گا۔ وہ اس بات کو جانتا تھا جسے تم نہ جانتے تھے اس لیے وہ خواب پورا ہونے سے پہلے اس نے یہ قریبی فتح تم کو عطا فرما دی۔)

رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کے اندر یہ خواب دکھلایا گیا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام مسجد حرام میں داخل ہوئے، آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کی کنجی لی اور صحابہ سمیت بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کیا۔ پھر کچھ لوگوں نے سر کے بال منڈوائے اور کچھ نے کٹوانے پر اکتفا کیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اس خواب کی اطلاع دی تو انہیں بڑی مسرت ہوئی۔ اور انہوں نے یہ سمجھا کہ اس سال مکہ میں داخلہ نصیب ہو گا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو یہ بھی بتلایا کہ آپ ﷺ عمرہ ادا فرمائیں گے۔ لہٰذا صحابہ کرامؓ بھی سفر کے لیے تیار ہو گئے۔

یکم ذی قعدہ سنہ 6 ہجری بروز دوشنبہ کو مدینہ میں ابن ام مکتومؓ کو اپنا جانشین مقرر کر کے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ پندرہ سو صحابہ کرامؓ ہم رکاب تھے۔ آپ ﷺ نے مسافرانہ ہتھیار یعنی میان کے اندر بند تلواروں کے سوا اور کسی قسم کا ہتھیار نہیں لیا تھا۔ آپ ﷺ کا رخ مکہ کی جانب تھا۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ ﷺ نے ہدی کو قلاوے پہنائے۔ کوہان چیر کر نشان بنایا اور عمرہ کا احرام باندھا، تاکہ لوگوں کو اطمینان رہے کہ آپ جنگ نہیں کریں گے۔ آگے آگے قبیلہ بنو خزاعہ کا جاسوس بھیج دیا تاکہ وہ قریش کے عزائم کی خبر لائے۔ ادھر قریش کو رسول اللہ ﷺ کی روانگی کا علم ہوا تو انہوں نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کی اور طے کیا کہ جیسے بھی ممکن ہو مسلمانوں کو بیت اللہ سے دور رکھا جائے۔

حدیبیہ کے مقام پر عمرہ کرنے والوں نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ سے تیرہ میل کے فاصلے پر تھی۔ آپ ﷺ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور یہ پیغام دے کر مکہ روانہ کیا کہ ان کو بتاؤ ہم لڑنے نہیں آئے، ہماری آمد کا مقصد عمرہ ادا کرنا ہے۔ حضرت عثمانؓ رسول اللہ ﷺ کے

---

[1] القرآن [سورۃ الفتح:27]

سفیر بن کر مکہ پہنچے اور قریش کے سرداروں کو آپ کا پیغام دیا۔ انہوں نے پیغام سننے کے بعد کہا کہ: ان کو چھوڑو، البتہ تم جاؤ اور عمرہ ادا کر لو، اس پیش کش کو حضرت عثمانؓ نے یہ کہ کر ٹھکرا دیا کہ میں اس وقت تک عمرہ نہیں کروں گا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ عمرہ نہ کر لیں۔"[2]

عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ پھیل گئی تو رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ سے اس بات پر بیعت لی کہ کوئی میدان چھوڑ کر نہیں جائے گا جب تک کہ ہم عثمان کا بدلہ نہ لے لیں۔ اللہ تبارک وتعالی نے اس بیعت کا قرآن کریم میں ذکر فرمایا اور یہ خوشخبری سنادی کہ جس جس نے یہ بیعت کی ہے اللہ اس سے راضی ہو گیا۔ سورۃ الفتح میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾[3]

(ترجمہ: اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا، اس لیے اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی، ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی۔)

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے اور حکم کے مطابق یہ شرائط طے کر رہے تھے جن میں بظاہر مسلمانوں کی کمزوری نظر آ رہی تھی، لیکن اللہ کے رسول اللہ کی طرف سے علم رکھتے ہیں۔

حکمرانوں کے لیے دروس و اسباق

1۔ جن لوگوں نے سچے دل اور نیک نیتی سے موت پر بیعت کی اللہ تعالی نے ان کی مغفرت کا اعلان کر دیا، اور اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جو لوگ اپنے قول و قرار میں سچے اور اپنے نبی سے پکی محبت رکھتے ہیں اللہ تعالی ان کو سربلند کرتا ہے۔ جن لوگوں کا ظاہر اور باطن ایک تھا انہوں نے بڑھ چڑھ کر نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، اللہ تعالی نے ان کی فضیلت میں قرآن کریم میں آیات نازل فرمائیں جو قیامت تک اس بات کی سند ہیں کہ یہ لوگ کس قدر کھرے اور سچے ہیں۔

2۔ اس طرح کی بیعت کا کفار پر اس قدر رعب پڑ گیا کہ وہ صلح کی میز پر آ گئے۔ انہیں علم ہو گیا کہ جو لوگ نہتے ہو کر اس قدر بڑی بیعت کر رہے ہیں ان سے مقابلہ کرنا ممکن نہیں۔

3۔ صلح کی شرائط لکھتے ہوئے صحابہ کرامؓ یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم کمزور پڑ رہے ہیں، ہماری توہین ہو رہی ہے۔ لیکن وقت نے ثابت کیا کہ صلح حدیبیہ اصل میں فتح مبین تھی۔ اس صلح کے اس قدر دور رس اثرات تھے کہ فتح مکہ کا راستہ اسی سے کھلتا ہے، اگرچہ مسلمانوں کو اس وقت اس کی اہمیت کا اندازہ نہ ہو سکا۔

4۔ اس صلح کی وجہ سے مسلمان اپنے بدترین دشمن کی طرف سے امن میں آ گئے اور ایک بدترین خطرے سے محفوظ ہو گئے، تاکہ مکمل کر دین کی نشر و تبلیغ کا کام کر سکیں۔ اس لیے زہری نے کہا ہے کہ: فتح مکہ سے بڑی فتح تو صلح حدیبیہ تھی، لوگوں کو پر امن ماحول میں ملنے جلنے کا موقع مل گیا۔ اس پر ابن ہشام نے لکھا ہے کہ: اس امن کی صورت حال کی وجہ سے یہ نمایاں فرق پڑا کہ حدیبیہ کے موقع پر جو مسلمان نکلے، وہ چودہ سو کی

[2] زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: 358/02

[3] القرآن [سورۃ الفتح: 18]

تعداد میں تھے، لیکن ٹھیک دو سال بعد فتح مکہ کے لیے نکلنے والے مسلمانوں کی تعداد دس ہزار ہو چکی تھی۔[4]

سوشل میڈیا کے منفی استعمال کے خلاف ریاستی ذمہ داریاں:

معاشرے میں امن وامان برقرار رکھنے اور شہریوں کی جان ومال کے تحفظ کے لئے سزاؤں کا نفاذ اسلامی ریاست کی اہم ذمہ داریوں میں سے ہے۔ آج بعض نام نہاد اسکالر اسلامی تعزیرات کے نظام کو دقیانوسی اور چودہ سو سال پرانا قرار دے کے ناقابلِ عمل قرار دیتے ہیں۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ معاشرے میں امن وامان برقرار رکھنے کے لیے حدود وتعزیرات کا یہ نظام از حد ناگزیر ہے اور مجرمانہ کارروائیوں میں ملوث افراد کو کھلی چھوٹ دے کر کبھی بھی عدل وانصاف قائم نہیں کیا جاسکتا۔ قرآنِ کریم نے قصاص کو حیات قرار دیا ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾[5]

(ترجمہ: اے عقل والے! تمہارے لیے قصاص لینے میں زندگی ہے تاکہ تم (اس قانون کی خلاف ورزی کرنے سے) پرہیز کرو۔)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إقامة حد [بأرض] من حدود الله خير [لأهلها] من مطر أربعين ليلة في بلاد الله."[6]

(ترجمہ: اسلامی مملکت میں ایک حد قائم کرنا چالیس راتوں کی بارانِ رحمت سے (برکت ومنفعت میں) بہتر ہے۔)

لہٰذا جرم کی سنگینی کے لحاظ سے شریعت نے مختلف سزائیں مقرر کی ہیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں سزا کا خوف پیدا ہو اور وہ پھر جرم کے ارتکاب کی ہمت نہ کریں۔ اور عبرت کا مفہوم یہ ہے کہ سزا برسرِعام دی جائے، تاکہ عوام الناس اس سے عبرت حاصل کریں اور آئندہ ان جرائم سے پرہیز کریں۔ حدود نافذ ہونے سے معاشرہ مستحکم ہوتا ہے۔ امن وامان قائم ہوتا ہے۔ ہر ایک کی جان، مال، عزت وآبرو محفوظ ہوتی ہے۔ آپس میں محبت، ہمدردی، اخوت بڑھتی ہے۔ جس کے نتیجے میں مالی خوشحالی اور فراخی رزق ہوتی ہے۔ زمین اپنے خزانے اگلتی ہے۔ تو آسمان سے بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ کا ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ﴾[7]

(ترجمہ: کاش انہوں نے تورات اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو ان پر رب کی طرف سے نازل کی گئیں تھیں۔
اگر وہ ایسا کرتے تو ان کے لیے اوپر سے رزق برستا اور پاؤں کے نیچے سے ابلتا۔)

دورِ نبوی ﷺ میں اظہارِ رائے کی آزادی:

اظہارِ خیال کی آزادی انسان کا فطری حق ہے کہ اسے اپنے خیالات کے اظہار کی اجازت ہو اور وہ حسبِ موقع دوسروں کے سامنے انہیں پیش کرسکے، اس سے خود بھی اسے فائدہ حاصل ہوگا اور ریاستی امور کے لیے بھی مفید ثابت ہوگا۔ حاکم سے اختلاف، اس پر تنقید یا اس کے کسی فعل

---

[4] الدکتور مہدی رزق اللہ احمد، السیرۃ النبویۃ فی المصادر الاصلیۃ، ص:495، مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیۃ الریاض، 1992ء، وسیرۃ ابن ہشام: 4/447

[5] القرآن [البقرۃ:179]

[6] سنن نسائی، ابو عبدالرحمن، احمد بن شعیب، باب قطع السارق، 7/ 8، حدیث نمبر: 4905

[7] القرآن [المائدہ:66]

پر مؤاخذہ کرنے میں ہر فرد اخلاقی حدود کا پابند ہے۔ یعنی وہ حاکم سے کذب بیانی، افتراپردازی، طنزو تعریض، دشنام طرازی، بدزبانی اور بدگوئی جیسی اخلاقی خرابیوں سے اجتناب کرے۔

دورِ نبوی ﷺ میں ہر فرد کو تنقید کی مکمل آزادی حاصل تھی۔ عوام الناس اپنے اس حق کو بلاخوف وخطر استعمال میں لا سکتے تھے۔ جس پر انہوں نے کبھی برا نہ منایا، بلکہ معقول طریقہ سے جواب دینا اپنی ذمہ داری سمجھی تا کہ ملکی معاملات میں عوامی شعور بیدار رہے اور افراد جزو خاص کی حیثیت سے ریاست کے امور میں سرگرم رہیں۔

اسلامی مملکت میں یہ ساری روح نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے نتیجہ میں رونما ہوئی: " قل الحق وإن كان مرا "، حق بات کہو چاہے وہ کسی کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔

مؤاخذہ کا یہ حق اظہارِ رائے کی آزادی علی الاعلان ہر کسی کو حاصل تھی۔ وہ اسے رعایا کا حق تسلیم کرتے تھے کہ وہ اپنے جذبات و احساسات کا کھلے انداز میں اظہار کریں اور ناجائز امور پر کڑی نگاہ رکھیں۔ اس عمل میں بے پناہ حکمتیں پوشیدہ ہیں، یعنی عوام کے حکومتی معاملات میں شرکت کی صورت پیدا ہو، معاملات کی اصلاح و بہتری کا سلسلہ جاری رہے، حکومت کو اپنے اقدامات کا شرعی جواز ڈھونڈنے اور عوام کے سامنے اس کی وضاحت کا موقع مل جائے۔

دورِ نبوی ﷺ میں مذہبی رواداری اور اعتدال:

رسول اللہ ﷺ نے عوام الناس کو نہ صرف مذہبی وسیاسی آزادی کا حق دیا بلکہ اجتماعی معاملات میں شوریٰ کا طریقہ وضع کیا گیا ہے۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں اور مدینہ کے دیگر قبائل کے مابین جو معاہدہ (میثاق مدینہ) کیا اس میں تمام قبائل کو نہ صرف مذہبی اور سیاسی آزادی دی، بلکہ آخر وقت تک اس معاہدے کا پاس بھی رکھا۔

آپ ﷺ نے ایسا منظم معاشرہ قائم کیا جس سے بلا تخصیص مذہب وجنس سب فیض یاب ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے بحیثیت حکمران دیگر قبائل اور اقوام سے جو معاہدات کیے وہ آپ ﷺ کی سیاسی بصیرت اور معاملہ فہمی کی ایسی تاریخی دستاویز ہیں، جن سے مذہبی رواداری، احترام آدمیت اور تحمل وبرداشت کا پتہ چلتا ہے۔ انسانی رواداری کی ایسی ہی تاریخی دستاویزات میں سے ایک وہ معاہدہ بھی ہے جو آپ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ آپ ﷺ نے تحریر فرمایا کہ:

"نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، مذہب، زمینیں، اموال، غائب وحاضر، قافلے، قاصد اور مورتیں سب اللہ کی امان اور اس کے رسول کی ضمانت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا۔ نہ ان کے حقوق میں دخل اندازی کی جائے گی اور نہ مورتیں بگاڑی جائیں گی۔ کوئی پادری اپنی پادریت سے، کوئی اسقف اپنے اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے اور کلیسا کا کوئی منتظم اپنے عہدے سے نہیں ہٹایا جائے گا۔ جب تک وہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے ان کے ساتھ جو شرائط طے کی گئی ہیں ہم ان کی پابندی کریں گے۔"[8]

مذکورہ شرائط اس سندنامے کی ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے عیسائیوں کو عطا کی تھی۔ سیاسی ومذہبی سطح پر حریت اور آزادی، ضمیر سے

---

[8] محمد مسعد یاقوت، نبی الرحمۃ، الزہرہ، للإعلام العربی، طبع اول، 2007، القاہرۃ، ص: 112

متعلق یہ ایک ایسی وقیع اور عظیم الشان یادگار ہے جو قرونِ اولیٰ میں معاشرتی نظم وضبط کے قیام وبقا کا سبب بنی۔ رسول اللہ ﷺ نے منظم ومربوط معاشرے کی مثال سمندر میں رواں ایسی کشتی سے دی ہے جس میں سوار ہر شخص اس کی سلامتی کا ذمہ دار ہے اور کسی کو انفرادی آزادی کے نام پر اپنی جگہ پر سوراخ کر دینے کا حق نہیں ہے۔[9]

دورِ نبوی ﷺ میں ذرائع ابلاغ:

غزوہ احزاب میں مشرکین کا محاصرہ ناکام ہوا۔ اور عرب قبائل کا متحدہ لشکر مدینہ منورہ کو تاخت وتاراج کرنے کی حسرت دل میں لیے واپس پلٹنے پر مجبور ہو گیا۔ اس پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو بشارت دی کہ: یہ مکہ والوں کی آخری یلغار تھی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے دریافت کیا کہ: ہتھیاروں کی جنگ میں تو تم نے میرا ساتھ دیا، اب زبان وادب اور شعر وخطابت کی جنگ میں تم میرا کتنا ساتھ دو گے؟

یہ سن کر اصحابِ مدینہ میں سے تین بزرگ اٹھے اور عرض کیا: "یارسول اللہ! یہ جنگ ہم لڑیں گے اور مشرکین کا مقابلہ کریں گے"۔ یہ حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت کعب بن مالکؓ، اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ تھے جن کا شمار ممتاز شعرا میں ہوتا تھا۔ انہوں نے زبان وادب اور شعر وخطابت کے محاذ پر مورچہ سنبھالا اور مشرکین کو اس میدان میں بھی شکست سے دوچار کیا۔ ان کے چوتھے ساتھی حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ تھے، غضب کے مقرر اور بلا کے خطیب تھے، انہیں "خطیب الانصار" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، "خطیب رسول اللہ" کہا جاتا تھا، اور ملتِ اسلامیہ کی تاریخ میں "خطیبِ اسلام" کے لقب سے بھی سب سے پہلے انہیں مخاطب کیا گیا۔

یہ اس دور کا میڈیا تھا کہ شعرا اور خطبا اپنے قبائل کی مدح اور دشمن قبائل کی مذمت میں شعر کہتے، یہ مقابلے مشترک اجتماعات میں ہوتے تھے اور بسا اوقات ان مقابلوں کے لیے خاص محفلوں کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا، جو خطبا اور شعرا مقابلہ جیت جاتے ان کے قبائل کی برتری کا اعتراف کیا جاتا تھا۔[10]

عہدِ حاضر میں وطنِ عزیز پاکستان اور امتِ مسلمہ کو جن مسائل اور چیلنجز کا سامنا ہے، ان میں سے اہم چیلنج ہمارا فرسودہ مروجہ سیاسی وجمہوری نظام، ذرائع ابلاغ خصوصاً سوشل میڈیا کا غیر سنجیدہ رویہ اور سرکاری مناصب وذرائع اور وسائل کا غیر ذمہ دارانہ اور غیر منصفانہ استعمال ہے۔ جب کہ سائنس وٹیکنالوجی، جدید علوم وفنون اور تحقیق کے میدان میں ہم ترقی یافتہ اقوام سے پیچھے ہونے کے ساتھ ساتھ اتحاد ویکجہتی اور موثر قیادت کے فقدان سے بھی دوچار ہیں۔ اس کی بنیادی اور اہم ترین وجہ جہاں ہماری زندگی میں قرآن وسنت کی تعلیمات سے دوری اور ان کے احکامات سے روگردانی ہے، وہیں زندگی کے ہر شعبے میں من حیث القوم نظم وضبط کا فقدان بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اغیار وعالم کفر متحد ہو کر ہمیں مٹانے اور ہمارے وسائل پر قبضہ کرنے کے درپے ہیں، جس کے حصول کے لیے وہ اپنے وسائل اور سوشل میڈیا کے ہتھیار کو مؤثر طریقے سے استعمال کر رہے ہیں اور ہماری تہذیب وثقافت پر حملہ آور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقبالؒ مسلمانوں سے کہتے ہیں:

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں

[9] البخاری، محمد بن اسماعیل ابو عبد اللہ، صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب ہل یقرع فی القسمۃ، رقم الحدیث: 2493

[10] اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عالمی میڈیا کی یلغار، زاہد الراشدی، روزنامہ اسلام، 28 جون 2000ع

کچھ بھی پیغام محمد ﷺ کا تمھیں پاس نہیں [11]

صاحب فکر و نظر اور اہل دانش خوب جانتے اور سمجھتے ہیں کہ پاکستان کو ایک اسلامی، فلاحی ریاست بننے سے روکنے اور امت مسلمہ میں اتحاد و یکجہتی و صراطِ مستقیم سے دور کر دینے کے لئے طاغوتی طاقتیں کس شد و مد کے ساتھ بر سر عمل رہی ہیں، اور آج بھی پوری شد و مد و طاقت کے ساتھ بر سرپیکار ہیں۔ ہم اگر آج سیاسی، معاشی، معاشرتی، تہذیبی و تمدنی مسائل اور زندگی کے ہر گوشۂ حیات میں بے ترتیبی، بد نظمی، فتنہ و فساد، انتہا پسندی اور انتشار کا شکار ہیں، تو اس کی بنیادی اور حقیقی وجہ تعلیمات نبوی ﷺ اور توحید سے روگردانی ہے، بلاشبہ ہم خدائے واحد کی ذات پر یقین رکھتے ہیں، مگر توحید کے تقاضوں سے بے خبر ہیں، بقول اقبالؒ،

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی

آج کیا ہے؟ فقط اک مسئلہ علم کلام [12]

بلاشبہ ہم اس وقت نازک دور سے گزر رہے ہیں، آنکھیں بند کر لینے سے مسائل حل نہیں ہوں گے اور نہ ہی ہمیں مایوس ہونے کی ضرورت ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہترین افرادی قوت کے ساتھ، اعلیٰ صلاحیتوں اور بے پناہ وسائل سے نوازا ہے، بس ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان اپنا بھولا ہوا سبق یاد کر لیں اور اپنے مرکز کی طرف لوٹ آئیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ [13]

(ترجمہ: (مسلمانو!) تم نہ تو کمزور پڑو، اور نہ غمگین رہو، اگر تم واقعی مومن رہو تو تم ہی سربلند ہو گے۔)

بقولِ اقبالؒ:

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا

آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا [14]

لہٰذا موجودہ چیلنجز اور ان کے اثرات سے نمٹنے، اسلام کی نشاۃ ثانیہ، اسلامی اقدار کے تحفظ و دین مبین کی سربلندی، ترویج و اشاعت اور پاکستان اور عالم اسلام کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن و سنت کو تھام لیں، اعلیٰ اوصاف اپنالیں اور مذموم مشاغل کو ترک کر دیں اور قرآنِ کریم کی تعلیمات، سیرتِ طیبہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے طرزِ حیات کو مشعل راہ بنالیں۔

آج ہم اگر ایک منظم اور پاکیزہ معاشرے کی تشکیل کے خواہش مند اور اصلاح معاشرہ کے داعی اور ریاست و حکومت اور اس کے اداروں میں حسن نظم اور سربراہِ حکومت سے لے کر عوام الناس تک زندگی کے ہر شعبے میں ہمیں سیرتِ رسول ﷺ کا وہی منہاج اپنانا ہو گا۔ جس کے اولین اصول توحیدِ ذات، عشقِ رسول، تزکیۂ نفس، حکومت اور اخلاق و کردار ہیں، کیوں کہ عشقِ رسول ﷺ کا ہم سے تقاضا ہے کہ:

---

[11] غلام رسول مہر، مطالب کلام اقبال، اردو شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1997ء، ص:334

[12] غلام رسول مہر، ص:34

[13] القرآن [آل عمران:139]

[14] غلام رسول مہر، ص:224

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾[15]

(ترجمہ:(اے نبی!لوگوں سے) کہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔)

سوشل میڈیا کے منفی اثرات سے بچانے میں مساجد کا کردار:

پاکستان مسلمان اکثریت والا ملک ہے۔ مسلمان معاشرے میں مساجد لازمی حصہ ہیں۔ اور مساجد وہ پلیٹ فارم ہیں جہاں سے منبر و محراب کا مثبت ومؤثر استعمال عوام الناس میں کسی بھی چیز کو قبول کرنے یا ترک کرنے کا بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔

عہدِ نبوی میں مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے مابین رونما ہونے والے اختلافات کی صورت میں آپ ﷺ انہیں اجتماعی طور پر جمع کر کے خطاب فرماتے تھے اور جو بھی مسئلہ درپیش ہوا کرتا تھا اس کے سیاق وسباق پر بات کرتے ہوئے اس کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ فرماتے تھے۔ انصار کے درمیان یوم بعاث کے سلسلے میں جب دوبارہ جھگڑا ہوا تو آپ ﷺ نے ان سب کو جمع کر کے خطبہ ارشاد فرمایا:

ترجمہ:"اے گروہ مسلمانان! اللہ سے ڈرو، کیا میرے موجود ہوتے ہوئے تم جاہلیت کی باتیں کرنے لگ گئے ہو؟ جب کہ اللہ نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی اور تمہیں عزت عطا کی اور تم سے جاہلیت کے امور دور کر دیے اور تمہیں کفر سے نجات عطا کی اور تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دی۔ لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ شیطان کی کارستانی تھی اور ان کے دشمن کا فریب تھا۔ پس وہ رونے لگے اور اوس و خزرج کے مرد ایک دوسرے کے گلے ملنے لگے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی باتیں سنتے ہوئے اور سر اطاعت خم کیے ہوئے آپ ﷺ کے ہمراہ لوٹ آئے، اور اللہ نے دشمن شاس بن قیس کے فریب اور دھوکے کی آگ بجھادی۔"[16]

سوشل میڈیا کی اصلاح اور مثبت استعمال کی سرکاری ذمہ داریاں:

اسلامی معاشرے میں جہاں عوام کے کردار کی وضاحت کی گئی ہے وہیں اسلامی حکومت میں حاکم کے کردار پر بھی تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، تاکہ متوازن معاشرہ قائم ہو اور ریاست کے باشندوں کو زیادہ سے زیادہ سہولیات کی فراہمی ممکن ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے مسائل میں کمی واقع ہو۔ ایک غیر اسلامی حکومت کی ذمہ داریاں محض یہ ہیں کہ پولیس کے ذریعے امن بحال رکھا جائے، انتظامیہ کے ذریعے حکومت کا کاروبار چلایا جائے اور فوج کے ذریعے سرحدوں کی حفاظت کی جائے۔ جب کہ اسلامی ریاست یہ ذمہ داریاں بھی پوری کرتی ہے مگر اس کا فریضہ یہ بھی ہے کہ پوری حکومت میں نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کیا جائے، مکروہ کاموں کی روک تھام کی جائے اور اچھے کاموں کو فروغ دیا جائے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾[17]

(ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں، اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کے اختیار میں ہے۔)

ان اغراض کے لیے محکمے قائم کیے جائیں اور یوں ملک سے افراتفری اور ظلم کو ختم کر کے عدل وانصاف قائم کیا جائے اور اس راہ میں

---

[15] القرآن [آل عمران:31]

[16] ابن ھشام (م 218)، السیرۃ النبویۃ، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، 1936، ج:2، ص:205

[17] القرآن [الحج:41]

مزاحم باطل قوتوں کو دور کیا جائے۔ایک اسلامی حکومت کی بنیاد اللہ اور رسول کی اطاعت پر استوار ہوتی ہے اور اسی نظریہ پر چلتے ہوئے کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے،اور یہی چیز اسلامی حکومت کو دوسری تمام اقسام کی حکومتوں سے ممتاز کرتی ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾[18]

(ترجمہ: مومنو!خدا اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں ان کی بھی،اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔)

سوشل میڈیا کی اصلاح اور مثبت استعمال کی عوامی ذمہ داریاں:

اسلامی اصطلاح میں عوام اور شہریوں کا پہلا فرض ریاست کی طرف سے سمع وطاعت کا عائد ہونا ہے۔یعنی حدودِ شرع میں جو حکم بھی دیا جائے اسے سننا اور اس کی اطاعت کرنا ہے،شریعت نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان کی اطاعت کرنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔جب تک کہ خلافِ شرع حکم نہ ملے اسے خندہ پیشانی سے قبول کرنا اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا فرض ہے۔اس سلسلے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾[19]

(ترجمہ:اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی،پس اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔)

اور حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

"السمع والطاعة في [منشطنا ومكرهنا، وعسرنا ويسرنا] العسر واليسر والمنشط والمنكره"[20]

(ترجمہ: تنگی وآسانی،خوشی وناخوشی ہر حال میں بات کا سننا اور ماننا ضروری ہے۔)

عوام کا فرض ہے کہ اسلامی حکومت سے دلی خیر خواہی رکھیں،اس کے وفادار رہیں،اس کی کامیابی میں ہر وقت کوشش کرتے رہیں اور اس کے نقصان کو بالکل گوارہ نہ کریں،اس کی فلاح وبہبود میں کوشاں رہیں،ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔ایک اسلامی حکومت کا نظام حکومت قانون کی بجائے اخلاقی قدروں کا متقاضی ہوتا ہے۔اور مقاصد کے حصول کے لیے حکومت آئین وقانون اور نظام کے ساتھ جب تک اخلاقی اقدار کو اجاگر نہیں کرتی تو کبھی بھی مثبت نتائج برآمد نہیں ہو سکتے۔

سوشل میڈیا کے ہماری نوجوان نسل پر مثبت اور منفی اثرات سے متعلق ایک سروے کے نتائج درج ذیل میں دیے جاتے ہیں،جو باقاعدہ فیلڈ میں جا کر کیا گیا:

---

[18] القرآن[النساء:59]

[19] القرآن[النساء:59]

[20] البخاری،کتاب الاحکام،باب:کیف یبایع الامام الناس

Daily Time Spent On Social Media					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Less than 1 hour	9	18.0	18.0	18.0
	1-3 Hours	23	46.0	46.0	64.0
	2-5 Hours	9	18.0	18.0	82.0
	More Than 5 hours	9	18.0	18.0	100.0
	Total	50	100.0	100.0	

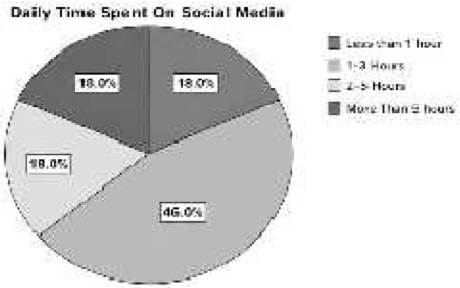

سب سے عام استعمال کا دورانیہ

زیادہ تر شرکا (46٪) روزانہ 1 سے 3 گھنٹے سوشل میڈیا پر گزارتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معتدل استعمال شرکا میں سب سے عام رجحان ہے۔

زیادہ استعمال کرنے والا گروپ

36٪ شرکا روزانہ 3 گھنٹے سے زیادہ سوشل میڈیا استعمال کرتے ہیں (18 روزانہ 3-5 گھنٹے اور مزید 18 روزانہ 5 گھنٹے سے زیادہ)۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک قابل ذکر تعداد میں صارفین سوشل میڈیا کا زیادہ استعمال کرتے ہیں، جو ذہنی صحت، تعلیمی کارکردگی اور غلط معلومات کے اثرات جیسے پہلوؤں کو متاثر کر سکتا ہے۔

کم سے کم استعمال کرنے والے

صرف 18٪ شرکا نے بتایا کہ وہ روزانہ 1 گھنٹے سے کم سوشل میڈیا استعمال کرتے ہیں۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ بہت کم افراد سوشل میڈیا کے استعمال کو کم سے کم سطح تک محدود رکھتے ہیں۔

مجموعی اثر

64٪ شرکا کم از کم 1-3 گھنٹے سوشل میڈیا پر گزارتے ہیں، جس کا مطلب ہے کہ دو تہائی شرکا اکثر سوشل میڈیا کا استعمال کرتے ہیں۔

82 ٪ شرکا کم از کم 3 گھنٹے یا اس سے کم سوشل میڈیا استعمال کرتے ہیں، جو ظاہر کرتا ہے کہ طویل استعمال عام ہے لیکن مکمل طور پر عام نہیں۔

Effect of social media on mental health					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Positively	8	16.0	16.0	16.0
	Negatively	8	16.0	16.0	32.0
	Neutral	5	10.0	10.0	42.0
	Both	29	58.0	58.0	100.0
	Total	50	100.0	100.0	

Effect of social media on mental health

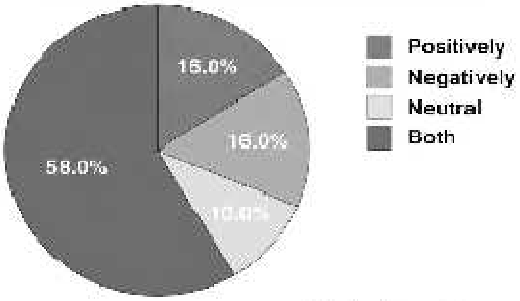

1۔ اکثریت مثبت اور منفی دونوں اثرات کا تجربہ کرتی ہے

سب سے بڑے گروپ (58٪) نے بتایا کہ سوشل میڈیا ان کی ذہنی صحت پر مثبت اور منفی دونوں طرح کے اثرات مرتب کرتا ہے۔ جیسے فوائد پیش کرتا ہے، وہیں اس میں تناؤ، اضطراب یا موازنہ کے دباؤ جیسی خامیاں اس سے پتہ چلتا ہے کہ سوشل میڈیا جہاں کنیکٹیویٹی اور تفریح بھی ہیں۔

2- پولرائزڈ اثر (مثبت بمقابلہ منفی)

16٪ جواب دہندگان محسوس کرتے ہیں کہ سوشل میڈیا ان پر مثبت اثر ڈالتا ہے (مثال کے طور پر: موڈ کو بہتر بناتا، سماجی روابط، یا علم)۔ تاہم مساوی 16٪ کا خیال ہے کہ یہ ان پر منفی اثر ڈالتا ہے (مثال کے طور پر: پریشانی، ڈپریشن، یا تنہائی کا سبب بنتا)۔ اس تقسیم سے پتہ چلتا ہے کہ سوشل میڈیا کے ساتھ انفرادی تجربات اس کے استعمال کی بنیاد پر نمایاں طور پر مختلف ہوتے ہیں۔

3- غیر جانبدار اثر

صرف 10٪ جواب دہندگان نے غیر جانب دار اثر کی اطلاع دی، یعنی سوشل میڈیا کا ان کی ذہنی صحت پر کوئی مضبوط اثر نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر افراد کسی نہ کسی سطح کے اثرات کو سمجھتے ہیں، یا تو فائدہ مند یا نقصان دہ۔

4- مجموعی اثر

جوابات تک، 42٪ لوگ یا تو غیر جانب دار محسوس کرتے ہیں یا ایک طرفہ اثر کی اطلاع دیتے ہیں (مثبت یا منفی)۔ باقی 58٪ دونوں اثرات کو تسلیم کرتے ہیں، جو سوشل میڈیا اور دماغی صحت کے درمیان زیادہ پیچیدہ تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔

Frequency of encountering misinformation					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Very Often	8	16.0	16.0	16.0
	Sometimes	36	72.0	72.0	88.0
	Rarely	4	8.0	8.0	96.0
	Never	2	4.0	4.0	100.0
	Total	50	100.0	100.0	

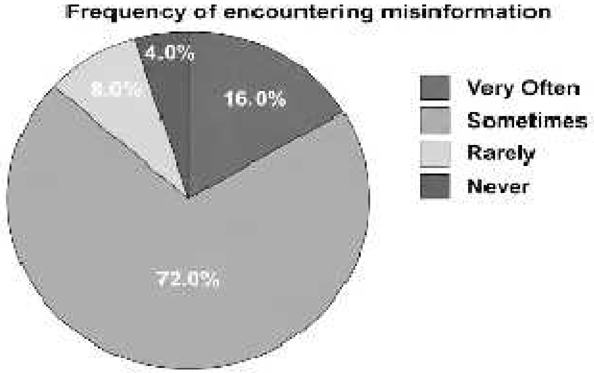

1-غلط معلومات عام ہیں

اکثریت (72٪) نے بعض اوقات غلط معلومات کا سامنا کرنے کی اطلاع دی۔ یہ تجویز کرتا ہے کہ غلط یا گمراہ کن مواد ایک بار بار ہونے والا مسئلہ ہے لیکن ضروری نہیں کہ یہ روزانہ کا واقعہ ہو۔

مزید 16٪ نے بتایا کہ اکثر غلط معلومات کا سامنا کرتے ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صارفین کا ایک اہم حصہ باقاعدگی سے گمراہ کن یا جعلی خبروں سے نمٹتا ہے۔

2-کچھ جواب دہندگان کو شاذ و نادر ہی یا کبھی غلط معلومات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا

صرف 8٪ نے کہا کہ وہ شاذ و نادر ہی غلط معلومات کے سامنے آتے ہیں، جبکہ صرف 4٪ نے دعویٰ کیا کہ وہ کبھی بھی اس کا سامنا نہیں کرتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ زیادہ تر سوشل میڈیا صارفین کے لیے غلط معلومات تقریباً ناگزیر ہیں۔

3-مجموعی اثر

جوابات تک، 88٪ جواب دہندگان نے پہلے ہی کم از کم کبھی کبھار یا اکثر غلط معلومات دیکھنے کی اطلاع دی ہے۔ صرف 12٪ (شاذ و نادر ہی + کبھی نہیں) غلط معلومات کے کم سے کم نمائش کا تجربہ کرتے ہیں۔

Influence of social media on relationships					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Yes, Positively	7	14.0	14.0	14.0
	Yes, Negatively	6	12.0	12.0	26.0
	No	6	12.0	12.0	38.0
	Mixed	31	62.0	62.0	100.0
	Total	50	100.0	100.0	

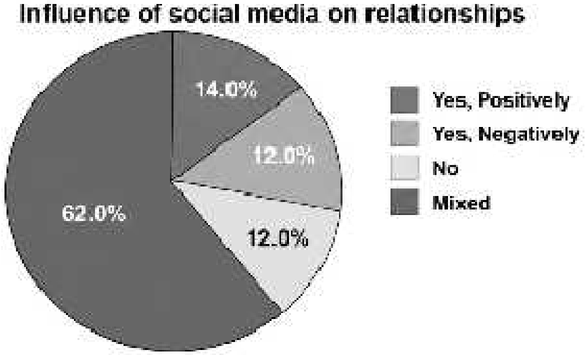

1- اکثریت مثبت اور منفی دونوں اثرات کا تجربہ کرتی ہے

سب سے بڑے گروپ (62٪) نے رپورٹ کیا کہ سوشل میڈیا کا تعلقات پر ملا جلا اثر ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سوشل میڈیا جہاں رابطوں کو برقرار رکھنے میں مدد کرتا ہے، وہیں یہ غلط فہمیوں، تنازعات یا جذباتی دوری کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

2- پولرائزڈ اکثر

14٪ کا خیال ہے کہ سوشل میڈیا تعلقات کو مثبت طور پر متاثر کرتا ہے، ممکنہ طور پر بہتر رابطے، رابطے میں رہنے اور نئے روابط قائم کرنے کی وجہ سے۔ اس کے برعکس 12٪ نے منفی اثر کی اطلاع دی، ممکنہ طور پر آمنے سامنے بات چیت کی کمی، آن لائن دلائل، یا حسد جیسے مسائل کی وجہ سے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعلقات میں سوشل میڈیا کا کردار سیاق و سباق ہے اور انفرادی استعمال کے نمونوں پر منحصر ہے۔

3- کچھ نے کوئی اثر نہیں دیکھا

12٪ جواب دہندگان کا خیال ہے کہ سوشل میڈیا ان کے تعلقات کو بالکل متاثر نہیں کرتا ہے۔ یہ گروپ سوشل میڈیا کو اس طرح استعمال کر سکتا ہے جس سے ان کے ذاتی تعاملات پر کوئی خاص اثر نہ پڑے۔

4- مجموعی اثر

جوابات کے ذریعے، 38٪ لوگوں نے یا تو کوئی اثر یا یک طرفہ اثر (مثبت یا منفی) کا تجربہ نہیں کیا ہے۔ بقیہ 62٪ دونوں اثرات کو تسلیم کرتے ہیں، تعلقات پر سوشل میڈیا کے اثر و رسوخ کی پیچیدگی کو تقویت دیتے ہیں۔

Effect of social media on academics/career					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Positively	24	48.0	48.0	48.0
	Negatively	7	14.0	14.0	62.0
	No Impact	1	2.0	2.0	64.0
	Both	18	36.0	36.0	100.0
	Total	50	100.0	100.0	

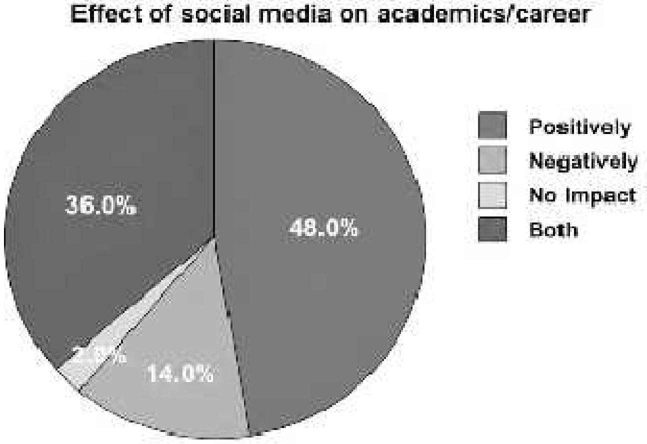

1- مخلوط اثر بھی اہم ہے

36٪ جواب دہندگان کا خیال ہے کہ سوشل میڈیا کے تعلیم اور کیریئر پر مثبت اور منفی دونوں اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سوشل میڈیا جہاں تعلیمی وسائل اور ملازمت کے مواقع فراہم کرتا ہے، وہیں یہ خلفشار اور پیداواری صلاحیت میں کمی کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

2- منفی اثر موجود ہے لیکن محدود ہے

14٪ جواب دہندگان نے منفی اثر کی اطلاع دی، جس کی وجہ سوشل میڈیا کا زیادہ استعمال ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے تاخیر، توجہ میں کمی، یا غلط معلومات پڑھائی کو متاثر کرتی ہیں۔

صرف 2٪ نے محسوس کیا کہ سوشل میڈیا کا ان کے تعلیم یا کیریئر پر کوئی اثر نہیں پڑا، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تقریباً تمام جواب دہندگان کسی نہ کسی سطح کے اثر کو تسلیم کرتے ہیں۔

3-مجموعی اثر

جوابات کے ذریعے، 64٪ لوگوں نے یا تو صرف مثبت، منفی، یا کوئی اثر نہیں دیکھا ہے۔بقیہ 36٪ فوائد اور خامیوں دونوں کو تسلیم کرتے ہیں،یہ ظاہر کرتے ہیں کہ تعلیم اور کیریئر میں سوشل میڈیا کا کردار پیچیدہ ہے۔

Confidence in avoiding cyber threats					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Very Confident	8	16.0	16.0	16.0
	Somewhat Confident	18	36.0	36.0	52.0
	Not Very Confident	13	26.0	26.0	78.0
	Not Confident at all	11	22.0	22.0	100.0
	Total	50	100.0	100.0	

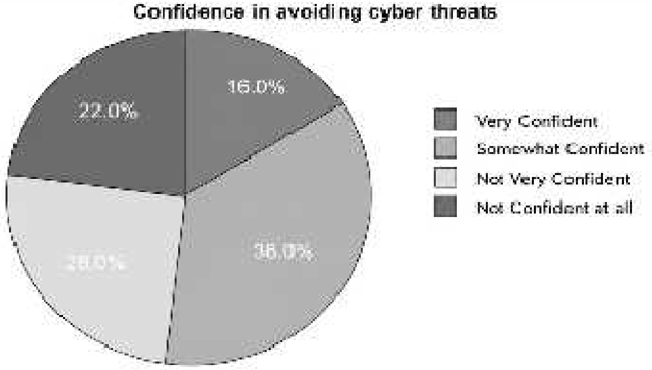

1-اعتدال پسند اعتماد کی سطحیں غالب

سب سے بڑا گروپ (36٪) کسی حد تک پر اعتماد ہے،یعنی انہیں سائبر سیکیورٹی کے بارے میں کچھ آگاہی ہے لیکن پھر بھی وہ خود کو کمزور محسوس کر سکتے ہیں۔یہ سائبر خطرات کی جزوی تفہیم اور آن لائن حفاظت پر مزید تعلیم کی ضرورت کی تجویز کرتا ہے۔

2-اعلیٰ اعتماد محدود ہے

صرف 16٪ جواب دہندگان سائبر خطرات سے بچنے میں بہت پر اعتماد محسوس کرتے ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک چھوٹی اقلیت کے پاس سائبر سیکیورٹی سے متعلق آگاہی اور مہارت ہے۔

3-صارفین کے درمیان اہم عدم تحفظ

26٪ دہندگان زیادہ پر اعتماد نہیں ہیں، جبکہ دیگر 22٪ بالکل پر اعتماد نہیں ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ جواب دہندگان میں سے تقریباً نصف (48٪) سائبر خطرات کا شکار ہیں۔ سائبر کرائم قوانین کے بارے میں معلومات کی کمی ہو سکتی ہے۔

4-مجموعی اثر

جوابات تک، 52٪ جواب دہندگان کم از کم اعتماد کی کچھ سطح کی اطلاع دیتے ہیں۔ تاہم نمایاں طور پر 48٪ میں اعتماد کا فقدان ہے، جو آگاہی مہم اور سائبر سیکیورٹی کی تربیت کی ضرورت کو اجاگر کرتا ہے۔

Biggest challenge on social media

		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Cyber Bullying or Online Harassment	6	12.0	12.0	12.0
	Wasting Time or Addiction	27	54.0	54.0	66.0
	Exposure to harmful content or misinformation	5	10.0	10.0	76.0
	Privacy Concerns or data security	12	24.0	24.0	100.0
	Total	50	100.0	100.0	

Biggest challenge on social media

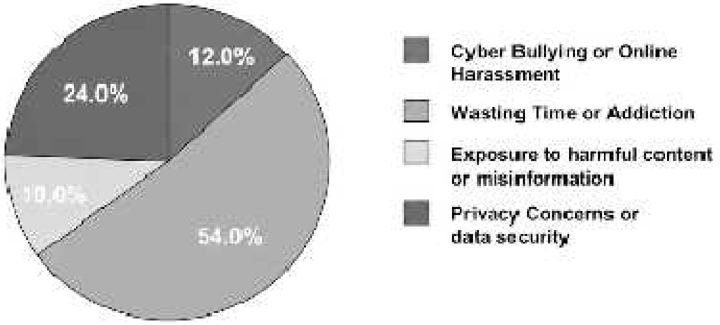

1-وقت کا ضیاع اور لت سب سے عام چیلنج ہے

اکثریت (54٪) نے وقت ضائع کرنے یا نشے کو اپنا سب سے بڑا چیلنج قرار دیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سوشل میڈیا کا ضرورت سے زیادہ استعمال ایک وسیع مسئلہ ہے، جو ممکنہ طور پر پیداواری صلاحیت، ذہنی تندرستی، اور تعلیمی یا کیریئر کی کارکردگی کو متاثر کرتا ہے۔

2-رازداری اور ڈیٹا کی حفاظت ایک اہم تشویش ہے

24٪ جواب دہندگان رازداری اور ڈیٹا کی حفاظت کے بارے میں سب سے زیادہ فکر مند ہیں۔ یہ سائبر خطرات جیسے ہیکنگ، ڈیٹا کی خلاف ورزیوں اور ذاتی معلومات کے لیک ہونے کے بارے میں بڑھتی ہوئی بیداری کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس کا تعلق سائبر خطرات سے بچنے میں کم اعتماد سے بھی ہو سکتا ہے، جیسا کہ پچھلے ڈیٹا میں دیکھا گیا ہے۔

3-سائبر غنڈہ گردی اور غلط معلومات زیادہ تر صارفین کے لیے بنیادی تشویش نہیں ہیں

صرف 12٪ نے سائبر بدمعاشی یا آن لائن ہراساں کرنے کو اپنا سب سے بڑا مسئلہ قرار دیا۔ تجویز کیا کہ جب تک یہ موجود ہے، یہ اس نمونے میں اتنا وسیع نہیں ہو سکتا ہے۔10٪ نے نقصان دہ مواد یا غلط معلومات کی نمائش کو ان کی سب سے بڑی تشویش کے طور پر شناخت کیا، اس کے باوجود کہ 72٪ جواب دہندگان نے پہلے یہ اطلاع دی تھی کہ انہیں بعض اوقات غلط معلومات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ اگرچہ غلط معلومات عام ہیں، بہت سے لوگ اسے اپنے بنیادی چیلنج کے طور پر نہیں سمجھتے ہیں۔

4-مجموعی اثر

جوابات تک، 66٪ جواب دہندگان نے وقت کا ضیاع، لت، یا سائبر دھونس کو اپنا سب سے بڑا مسئلہ بتایا۔ بقیہ 34٪ فیصد نے غلط معلومات یا رازداری کے خدشات پر توجہ مرکوز کی، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ یہ چیلنجز ہیں، لیکن یہ زیادہ تر صارفین کے لیے ثانوی خدشات ہیں۔

Feeling pressured to compare with others					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Yes, Always	5	10.0	10.0	10.0
	Sometimes	20	40.0	40.0	50.0
	Rarely	9	18.0	18.0	68.0
	Never	16	32.0	32.0	100.0
	Total	50	100.0	100.0	

Feeling pressured to compare with others

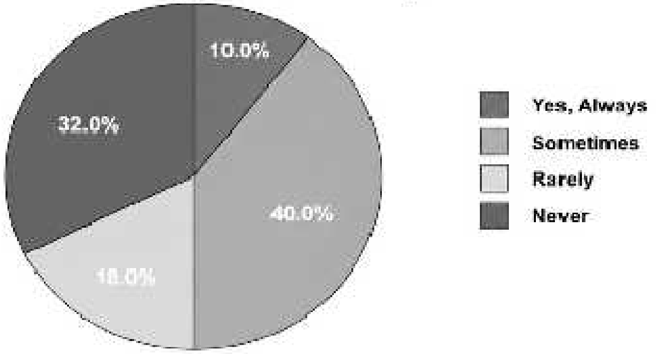

1-موازنہ کا دباؤ عام ہے لیکن زبردست نہیں

40٪ جواب دہندگان نے بتایا کہ وہ بعض اوقات دوسروں کے ساتھ موازنہ کرنے کے لیے دباؤ محسوس کرتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ سوشل میڈیا خود کو متاثر کرتا ہے، لیکن یہ زیادہ تر لوگوں کے لیے دباؤ کا مستقل ذریعہ نہیں ہے۔

2-ایک اقلیت کو مسلسل دباؤ کا سامنا ہے

صرف 10٪ جواب دہندگان نے کہا کہ وہ ہمیشہ دباؤ محسوس کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک چھوٹا لیکن اہم گروپ سوشل میڈیا کے موازنے سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے، جو ذہنی صحت کے خدشات جیسے کہ بے چینی یا کم خود اعتمادی میں حصہ ڈال سکتا ہے۔

3-بہت سے صارفین موازنہ کے دباؤ سے متاثر نہیں ہوتے ہیں

جواب دہندگان میں سے 18٪ فیصد شاذ و نادر ہی دباؤ کا شکار ہوتے ہیں، جبکہ 32٪ اس مسئلے کا تجربہ نہیں کرتے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آدھے صارفین (50٪) کو سوشل میڈیا پر سماجی موازنہ کے بارے میں کوئی تشویش نہیں ہے۔ ان افراد میں مضبوط خود اعتمادی، منتخب مواد کی کھپت، یا ظاہری توجہ مرکوز سوشل میڈیا مواد کے ساتھ کم مشغولیت ہو سکتی ہے۔

4-مجموعی اثر

نصف جواب دہندگان (50٪) کسی نہ کسی سطح کے دباؤ کا تجربہ کرتے ہیں (ہمیشہ یا کبھی کبھی)۔ باقی 50٪ شاذ و نادر ہی یا کبھی دباؤ محسوس نہیں کرتے۔ یہ اعداد و شمار اس بات کی متوازن تقسیم کی نشاندہی کرتے ہیں کہ سوشل میڈیا صارفین کی ذہنی حالت اور خود کے موازنہ کو کس طرح متاثر کرتا ہے۔

Influence of social media on culture

		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Yes, Positively	15	30.0	30.0	30.0
	Yes, Negatively	15	30.0	30.0	60.0
	No Impact	7	14.0	14.0	74.0
	Not sure	13	26.0	26.0	100.0
	Total	50	100.0	100.0	

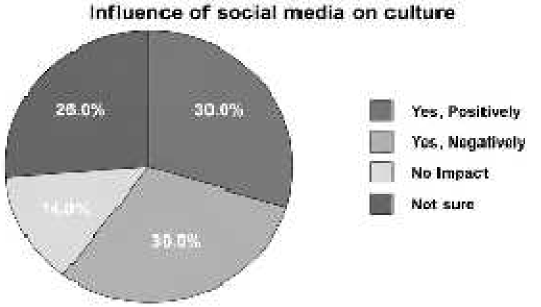

1-سوشل میڈیا کے ثقافتی اثرات پر منقسم آرا

30٪ کا خیال ہے کہ سوشل میڈیا ثقافت پر مثبت اثر ڈالتا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پلیٹ فارمز آگاہی، تنوع اور ثقافتی تبادلے کو فروغ دینے میں مدد کرتے ہیں۔ مزید 30٪ کا خیال ہے کہ اس کا منفی اثر ہے، جو ثقافتی کٹاؤ، غلط معلومات، یا غیر روایتی اقدار کو اپنانے کے بارے میں خدشات کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ مساوی تقسیم سوشل میڈیا کے ثقافتی اثرات کی پیچیدگی کو نمایاں کرتی ہے۔

2-غیر یقینی صورتحال اور ملے جلے تاثرات

26٪ جواب دہندگان ثقافت پر سوشل میڈیا کے اثر ورسوخ کے بارے میں غیر یقینی ہیں، یعنی انہوں نے یا تو اہم تبدیلیاں نہیں دیکھی ہیں یا اس کے اثرات سے آگاہی نہیں ہے۔ 14٪ کا خیال ہے کہ سوشل میڈیا کا ثقافت پر کوئی اثر نہیں ہے، یہ تجویز کرتے ہیں کہ کچھ لوگ آن لائن ثقافتی طور پر بااثر مواد کے ساتھ گہرائی سے مشغول نہیں ہوسکتے ہیں۔

3-مجموعی اثر

جوابات سے، 60٪ لوگ مثبت یا منفی ثقافتی اثر کو تسلیم کرتے ہیں۔ دریں اثنا، بقیہ 40٪ (کوئی اثر نہیں + یقینی نہیں) ثقافتی تبدیلیوں میں سوشل میڈیا کے کردار کی طرف غیر یقینی یا غیر جانبداری کی عکاسی کرتے ہیں۔

Awareness of PECA law					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Yes	16	32.0	32.0	32.0
	No	22	44.0	44.0	76.0
	3	11	22.0	22.0	98.0
	4	1	2.0	2.0	100.0
	Total	50	100.0	100.0	

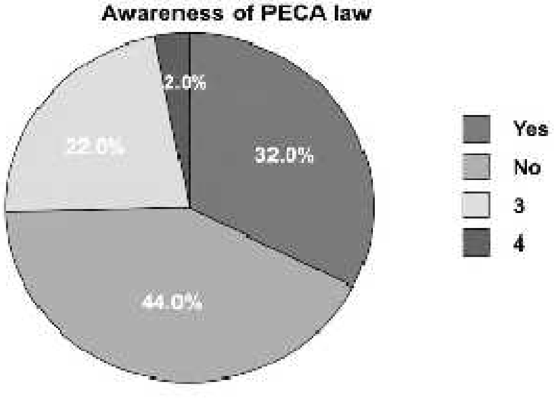

1-پی ای سی اے قانون کے بارے میں محدود آگاہی

صرف 32٪ جواب دہندگان PECA سے واقف ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سروے کیے گئے افراد میں سے ایک تہائی سے بھی کم لوگوں کو قانون کا علم ہے، جو سائبر ضوابط کے بارے میں عوامی بیداری کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔

2-اکثریت میں بیداری کا فقدان

44٪ جواب دہندگان نے اطلاع دی کہ وہ PECA سے واقف نہیں ہیں۔ یہ ایک اہم تشویش ہے، کیوں کہ اس کا مطلب ہے کہ تقریباً نصف جواب دہندگان ان قوانین سے ناواقف ہیں جو آن لائن رویے، سائبر کرائم کی سزاؤں اور ڈیجیٹل حقوق کو کنٹرول کرتے ہیں۔

3-مجموعی اثر

76٪ جواب دہندگان یا تو PECA کے بارے میں نہیں جانتے یا غیر واضح جوابات فراہم کرتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سائبر قوانین کے بارے میں آگاہی بڑھانے کے لیے تعلیمی مہمات کی فوری ضرورت ہے، خاص طور پر سوشل میڈیا صارفین میں۔

Awareness of PECA penalties for fake news

		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Yes	20	40.0	40.0	40.0
	No	28	56.0	56.0	96.0
	4	2	4.0	4.0	100.0
	Total	50	100.0	100.0	

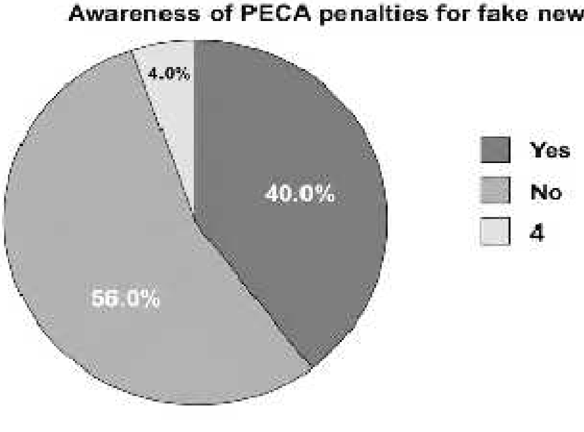

1-پی ای سی اے کی سزاؤں کے بارے میں کم آگاہی

صرف40٪ جواب دہندگان PECA قانون کے تحت جعلی خبریں پھیلانے کے قانونی نتائج سے واقف ہیں۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ افراد کی ایک اقلیت غلط معلومات سے وابستہ خطرات کو سمجھتی ہے، جو سوشل میڈیا پر جعلی خبروں کے غیر چیک شدہ پھیلاؤ میں حصہ ڈال سکتی ہے۔

2-پی ای سی اے کی سزاؤں سے اکثریت لاعلم ہے

56٪ جواب دہندگان نے کہا کہ وہ جعلی خبروں کے لیےPECAجرمانے سے لاعلم ہیں۔اس سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ آدھے سے زیادہ شرکاء نادانستہ طور پر قابل سزا آن لائن رویوں میں ملوث ہو سکتے ہیں یا انہیں پہچاننے میں ناکام ہو سکتے ہیں۔

3-مجموعی اثر

یہ سوشل میڈیا صارفین کو آن لائن غلط معلومات پھیلانے کے نتائج سے آگاہ کرنے کے لیے عوامی آگاہی مہم کی فوری ضرورت کو اجاگر کرتا ہے۔

Interest in learning about PECA

		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Yes	44	88.0	88.0	88.0
	No	4	8.0	8.0	96.0
	4	2	4.0	4.0	100.0
	Total	50	100.0	100.0	

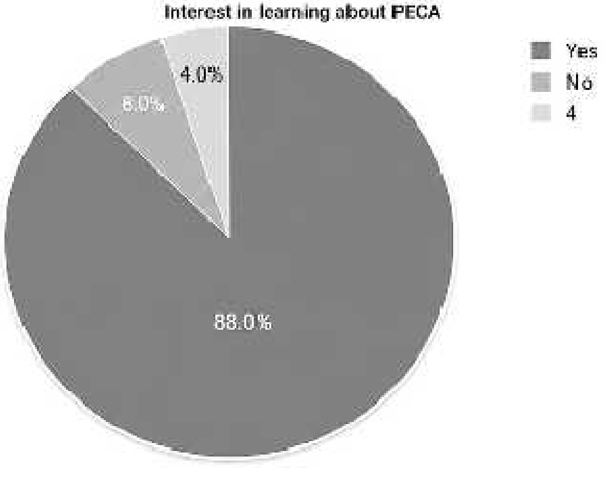

PECA-1 کے بارے میں سیکھنے میں زیادہ دلچسپی:

88٪ جواب دہندگان نے PECA کے بارے میں جاننے میں دلچسپی ظاہر کی۔ یہ بھاری اکثریت سائبر قوانین، ڈیجیٹل حقوق، اور آن لائن جرائم کے لیے سزاؤں کے بارے میں تعلیم کے مضبوط مطالبے کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ پچھلے جوابات میں کم بیداری کی سطح کے باوجود لوگ PECA کے بارے میں اپنے علم کو بہتر بنانے کے لیے تیار ہیں۔

PECA-2 سیکھنے میں کم عدم دلچسپی

صرف 8٪ نے کہا کہ وہ دلچسپی نہیں رکھتے ہیں۔ یہ چھوٹا تناسب اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ دلچسپی کی کمی کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ زیادہ تر لوگ سیکھنے کے لیے تیار ہیں اگر وسائل اور آگاہی کے پروگرام دستیاب ہوں۔

3- مجموعی اثر

96٪ جواب دہندگان (ہاں + غیر واضح جوابات) PECA کی تعلیم کے ساتھ کسی نہ کسی سطح کی مصروفیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ پی ای سی اے کے قوانین اور ان کے مضمرات سے متعلق منظم آگاہی پروگرام، تربیتی ورکشاپس، یا آن لائن وسائل متعارف کرانے کا بہترین موقع فراہم کرتے ہیں۔

Support for stricter social media regulations

		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Yes, to Control fake news and cybercrimes	33	66.0	66.0	66.0
	No, It would limit freedom of speech	1	2.0	2.0	68.0
	Maybe. But Only in Extreme cases	11	22.0	22.0	90.0
	Not Sure	5	10.0	10.0	100.0
	Total	50	100.0	100.0	

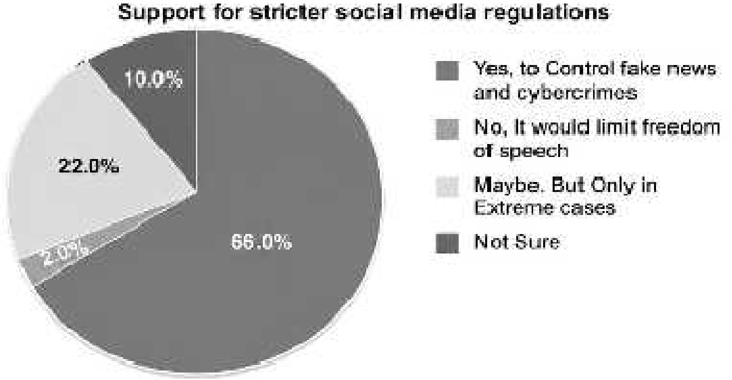

1-(66٪) ریگولیشن کے لیے اکثریت کی حمایت

66٪ جواب دہندگان جعلی خبروں اور سائبر کرائمز کو کنٹرول کرنے کے لیے سخت ضابطوں کی حمایت کرتے ہیں۔ یہ مضبوط اکثریت غلط معلومات، آن لائن ہراساں کرنے، اور ڈیجیٹل سیکورٹی کے خطرات کے بارے میں وسیع تشویش کی نشاندہی کرتی ہے۔ سپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سے سوشل میڈیا صارفین غیر منظم پلیٹ فارمز سے منسلک خطرات کو تسلیم کرتے ہیں اور قانونی کنٹرول کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔

2-(2٪) آزادی اظہار کے لیے محدود تشویش

صرف 2٪ جواب دہندگان نے ضوابط کی مخالفت کی، یہ مانتے ہوئے کہ وہ آزادی اظہار کو محدود کر دیں گے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نمونے میں، ڈیجیٹل آزادی کے بارے میں خدشات اتنے اہم نہیں ہیں جتنے سائبر کرائم اور غلط معلومات کے بارے میں خدشات ہیں۔ یہ اس تاثر کی بھی عکاسی کرتا ہے کہ ضابطے جابرانہ کے بجائے ضروری ہیں۔

3-(22٪) مشروط حمایت

22٪ کا خیال ہے کہ ضوابط صرف انتہائی صورتوں میں لاگو ہونے چاہئیں (جیسے سنگین سائبر کرائمز یا جان بوجھ کر غلط معلومات کی مہمات)۔ یہ گروپ کچھ حد تک مداخلت کی حمایت کر سکتا ہے لیکن ایک متوازن انداز کو ترجیح دیتا ہے جو ضرورت سے زیادہ پابندیاں عائد نہ کرے۔

4-(10٪) غیر یقینی صورتحال

جواب دہندگان میں سے 10٪ غیر یقینی تھے، جو اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ کچھ افراد مضبوط رائے کا فقدان رکھتے ہیں یا وہ سوشل میڈیا کے سخت قوانین کے مضمرات کو پوری طرح نہیں سمجھتے ہیں۔ یہ گروپ بیداری کی مہموں سے متاثر ہو سکتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ سوشل میڈیا ریگولیشن کیسے کام کرتا ہے۔

تجاویز وسفارشات:

مقالہ ہذا کے اندراجات وتفصیلات کی روشنی میں طلبہ واساتذہ، منتظمین، حکام بالا، مذہبی وسیاسی زعما کی سہولت اور رہنمائی کے لیے درج ذیل تجاویز وسفارشات پیش خدمت ہیں:۔

1۔ نوجوانوں کے لیے مختلف النوع صحت مند سرگرمیوں کا آغاز کیا جائے۔

2۔ نوجوانوں کے لیے روزگار کے مواقع فراہم کرنے کے لیے حکومت زراعت، صنعت اور فارمنگ کے تمام شعبوں میں سرمایہ کاری کرے۔

3۔ تعلیمی نظام میں ٹیکنالوجی، سائنسی علوم اور عمرانی علوم کے ساتھ اخلاقیات کو مربوط کیا جائے۔

4۔ ریاست کی طرف سے خواہ مخواہ کی خفیہ کارروائیاں عوام میں اضطراب، نظم وضبط میں خلل پیدا کرتی ہیں اور اس سے انتقامی جذبات جنم لیتے ہیں، لہٰذا اس پر نظر ثانی کی جائے۔

5۔ ذرائع ابلاغ رائے عامہ کی تشکیل اور افکار واذہان کو مخصوص تہذیبی سانچے میں ڈھالنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر بے مقصدیت، لغو اور لہو لعب کی طرف مائل کرنے والے پروگراموں کی بجائے مثبت اور مقصد سے بھرپور پروگراموں کے ذریعے عوام

الناس کے اجتماعی مزاج، فکر اور ذہنیت کی آبیاری کرتے ہوئے، انہیں عملی زندگی میں سلیقہ مندی کی ایسی تربیت دی جائے کہ وہ گھر میں ہوں یا دفتر میں، مسجد میں ہوں یا بازار میں، شادی بیاہ کی تقریبات میں ہوں یا کسی اجتماع وغیرہ میں، ہر موقع پر منظم رہیں۔

6۔ عوام الناس میں ہر طرح کی نسلی، لسانی، قومی تعصبات کا خاتمہ کر کے ایک مساوی اور منصفانہ نظام عدل کو فروغ دیا جائے۔

7۔ اگر حکمرانوں میں عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ خلفائے راشدین جیسی طرزِ حکمرانی پیدا ہو جائے تو ریاست کے وسیع ذرائع اور طاقت کو استعمال کر کے افراد و معاشرہ میں ذہنی اور اخلاقی انقلاب برپا کرنا بہت زیادہ آسان ہو جائے گا۔

8۔ مسلمان ایک بین الاقوامی جماعت ہیں، لہٰذا انہیں انتشار پسند، مفسد اور مفاد پرست نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ دینِ اسلام انہیں وسط امت، بہترین امت، اور خیر امت کے نام سے پکارتا ہے جو امن کی داعی، ملکی قانون کی پابندی کرنے والی اور دوسروں کے حقوق کی امین ہوتی ہے۔ لہٰذا اس امانت کی حفاظت کرنی چاہیے۔

9۔ نیکیوں کو پھیلائے، برائیوں کو رفع کرنے میں حکومتِ وقت کی مدد کرے۔ انتشار، بدامنی اور اخلاقی بے راہ روی سے باز رہے اور حق و صداقت کی حمایت کے لیے سینہ سپر ہو جائے۔

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی[21]

ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام خود غرضیوں اور مصلحتوں سے اوپر اٹھ کر ملتِ اسلامیہ کے اتحاد میں حائل تمام رکاوٹوں کو دور کیا جائے اور ایک ایسی طاقت بنائی جائے جس کو قرآن پاک نے "بنیان مرصوص" (سیسہ پلائی ہوئی دیوار) سے تعبیر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اختلاف و افتراق سے بچنے، نظم و ضبط، اتحاد و اجتماعیت کی زندگی گزارنے کی توفیق بخشے۔ آمین

ہم اس مُصلحِ علیم کا نقشِ پا بھولے ہوئے ہیں
خداوند! یہ کیا بھولے ہوئے ہیں
اللہ! ہماری آنکھ شرمندہ ہے اس مُصلحِ علیم سے
کہ آئینِ وفا بھولے ہوئے ہیں

[21] اقبال، بالِ جبریل، لاہور، اقبال اکادمی، پاکستان، ص: 351

14

مقالہ نگار:

ثمینہ بی بی

ابتدائیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ جل جلالہ کے نام سے جو ربِ کائنات اور مالک کُل ہے جو علم و دانش کا منبع ہے جو تخت و تاج کو تقسیم کرنے والا ہے جو ریاضی دانوں اور سائنس دانوں کو حیرت میں ڈالنے والا ہے، جو لاشریک عبادت کا لائق ہے، اس نے رحمۃ للعالمین محمد ﷺ کو اخلاق کی اعلیٰ بلندیوں پہ فائز کیا۔ یہ ہمارے لیے خدائی اعزاز ہے کہ اللہ جل جلالہ نے محمد ﷺ کی وجہ سے ان کی امت کو "امتِ معتدل" کا لقب عطا فرمایا۔ جبکہ اس اعزاز و اکرام اور امتیاز سے دوسری اُمتیں محروم رہیں۔

آپ کی سیرت طیبہ اور ارشادات نے انسانی زندگی، اس کی عزت ناموس اور مال و اسباب کو تحفظ فراہم کیا ہے، سیرتِ طیبہؐ سے مراد نبی ﷺ کی حیاتِ مبارکہ، ان کے طور طریقے، رہن سہن، عادات، میل جول، تعلقات، اخلاق وغیرہ۔ جو حکم آپ ﷺ پر اتارا گیا آپ ﷺ نے بحیثیتِ پیغمبر نصیحت سے پہلے اپنے پیروکاروں کو خود عمل کر کے دکھایا۔ ایثار، قربانی، عزم، صبر، شکر، استقلال، حسن عمل، حسن خلق، ایفائے عہد اور صلہ رحمی، غرض جو باتیں جس قدر آپؐ نے فرمائیں ان کے لئے سب سے پہلے خود کو ہی نمونہ پیش کیا۔

محمدِ مصطفیٰ، احمدِ مجتبیٰ ﷺ کو اللہ جل جلالہ نے کسی زماں و مکاں کے لیے مختص نہیں کیا، بلکہ آپ کی سیرت پاک ابد الآباد تک انسانیت کے اعلیٰ مقاصد کے حصول میں نمونۂ عمل بن گئی ہے۔ صحرا کے اِس فرزندِ عظیم نے انسانیت کو سکون وراحت کی بیش بہا دولت عطا کی اور اپنے اعلیٰ اخلاق کردار سے دنیا کو گل زار بنا دیا۔ آپؐ عظیم معلم انسانیت ہیں اور آپؐ کی بعثت پورے عالم انسانیت کے لیے ہوئی ہے، آپؐ نے اسے اپنے عمل سے ثابت کیا۔ آپ جو شریعت لے کر آئے تھے وہ ملکی قوانین سے لے کر خلوت نشینی تک کے احکام اپنے اندر رکھتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور ہم نے تمہیں (تمام) جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"[1]

آپ ﷺ محسن انسانیت اتنے کہ یتیموں، بیواؤں، مزدوروں حتیٰ کہ جانوروں کے حقوق محفوظ فرمائے۔

منصف المزاج، عادل اور ثالث اتنے مشہور کہ کعبہ کی تعمیر نو میں حصہ اور کلیدی کردار کی ادائیگی تک سونپی گئی۔[2]

شجاع اور بہادر اتنے کہ معمولی سی نفری کے ساتھ ایک عظیم الشان مسلح فوج کا مقابلہ کیا۔[3]

---

[1] (الانبیاء، 107:21)

[2] (حرب الفجار)

[3] (بدر)

آبرومند اتنے کہ شہر حرم کی حرمت کی خاطر جنگ کی بجائے صلح کو ترجیح دی۔[4]

عروج سراپا عجز وانکساری اتنی کہ فتح کے دن بھی سر انور اس قدر جھکا کہ ریش مبارک کے بال کجاوے کو چھونے کے قریب ہو گئے۔[5]

عفو درگزر کی انتہا کہ اپنے اوپر کیے گئے مظالم کے جواب میں عذاب کی پیشکش کو رد کیا، بدلے میں ہدایت کی دعا فرمائی۔[6]

ثابت قدم اتنے کہ حوصلہ شکن اور صبر آزما حالات میں بھی استقامت دکھائی۔[7]

یہ محمد ﷺ کی سیرت و کردار کا بہت اہم اور بلند پہلو ہے کہ آپ نے ان تمام لسانی، مذہبی اور قبائلی اختلافات میں بٹے ہوئے لوگوں کو ایک منظم معاشرے کی شکل دی۔ آپؐ نے ایمان اور یقین کی دولت سے چیدہ افراد پر محنت کی۔ بہادر، دلیر، (ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علی مرتضیٰؓ) قابل، مرعوب نہ ہونے والے، اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل افراد تیار کیے۔

وزارتِ مذہبی امور پاکستان، سیرتِ نبویؐ کے مختلف پہلوؤں پر مبنی تحقیقی مقالہ جات اور کتب کے مقابلہ کے ذریعے جن کا ایک نمایاں پہلو مقالات وکتب سیرت کا علمی مقابلہ ہے، جو علمی شراکتوں کو فروغ دینے کا بھی ایک پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے۔ سال 2025ء میں سیرت نبویؐ موضوع **"سوشل میڈیا کے مفید استعمال کی تعلیم وتربیت میں ریاستی ذمہ داریاں۔ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں "** رکھا گیا ہے، تاکہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی کی روشنی میں موجودہ مسائل کا جائزہ لیا جائے۔ اخلاقی ابتری کو ٹھیک کرنے کے لیے سب لوگوں کو سیرت النبیؐ سے روشناس کروایا جائے۔ ادارے کے ذوق وشوق اور جذبے کے پیش نظر میرا ذاتی خیال ہے کہ وہ ان شاء اللہ اس کوشش میں سو فیصد کامیاب ہوں گے۔ جس میں پاکستان بھر کے محققین اور لکھاریوں کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت پر اپنے مقالے اور کتابیں جمع کرائیں۔ مختلف علمی ماہرین بڑی باریک بینی سے ان تحریروں کا جائزہ لیتے، تاکہ صرف بہترین اور سب سے زیادہ تحقیق شدہ مقالوں کو انعامات سے نوازا جائے۔ اس جذبے سے لبریز ہو کر ایک جدید موضوع پر "راقمہ" نے قلم اٹھایا۔

سوشل میڈیا:

سوشل میڈیا موجودہ دور کی ضرورت ہے، بدلتے زمانے کے ساتھ رجحانات، مصروفیات، خیالات اور ضروریات بدلتی ہیں۔

فرمان رسول اکرمؐ ہے کہ:

"تم میں سے بہترین وہ ہے جو زمانے کی بصیرت رکھتا ہو۔"[8]

سوشل میڈیا ریاست کا پانچواں ستون بن چکا ہے۔ سوشل میڈیا انگریزی زبان کا لفظ ہے۔ سوشل کے معانی "معاشرہ" یا "سماج" کے ہیں، اور "میڈیا" میڈیم کی جمع ہے جس کا مطلب ہے: واسطہ یا ذریعہ۔ لہٰذا سوشل میڈیا وہ واسطہ / ذریعہ ہے جو منزل کے درمیان رابطے کا کام دیتا

---

[4] (حدیبیہ)

[5] (فتح مکہ)

[6] (سفر طائف)

[7] (غزوۂ تبوک)

[8] (صحیح مسلم جلد 1، حدیث نمبر 46)

ہے، جس سے معاشرے میں موجود انسان ایک دوسرے سے جذباتی، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے جوڑتے ہوں۔ اس "جوڑ" نے رفتہ رفتہ انسانی تعلقات کو نت نئی شکل دی ہے اور اس کے دائرے کو عالمی معاشرے تک وسیع تر کر دیا ہے۔

اب سوشل میڈیا کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:۔

(1)۔ سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس (فیس بک، انسٹا گرام) قابلِ ذکر ہیں۔

(2)۔ مائیکرو بلاگنگ سائٹس (ٹویٹر، لنکڈ ان، اسنیپ چیٹ، پنٹرسٹ) وغیرہ۔

(3)۔ ویڈیو شیئرنگ سائٹس (یوٹیوب، آئی جی ٹی وی، ٹک ٹاک اور اسنیک ویڈیو) خاصی مقبول ہیں۔

(4)۔ میسیجنگ / کالنگ ایپس (واٹس ایپ، وائبر، اسکائپ، لائن، میسینجر، وی چیٹ، ٹیلی گرام، سگنل) شامل ہیں۔

یہ تمام ایپلی کیشنز ہر لمحہ دنیا بھر کے لوگوں کو آپس میں جوڑنے اور حالات سے واقفیت حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

سوشل میڈیا کی خدمات

سوشل میڈیا کی خدمات مندرجہ ذیل ہیں:

مثبت طرزِ زندگی کی ترغیب

سوشل میڈیا "انسانوں کا سمندر" ہے۔ جس کو اسلامی اقدار اور تہذیبِ افکار کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے استعمال کرنے سے ہی دنیاوی واخروی کامیابی کا حصول ممکن ہے۔ سوشل میڈیا سے مثبت طرزِ زندگی کی ترغیب ملتی ہے۔ مثبت طرزِ عمل، مزید مثبت طرزِ زندگی کو اپناتا ہے۔ جو صحت مند طرزِ زندگی، گھریلو سرگرمیوں، تعلیمی منصوبوں اور دیگر مفید مشاغل کو فروغ دیتے ہیں۔

اس کے ذریعے مختلف ثقافتوں اور روایات کو فروغ ملتا ہے، معاشرتی اقدار کو نئے زاویے سے پیش کرنے کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ جس سے مختلف طبقات کے درمیان ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ اس پلیٹ فارم سے بہت سی اچھی باتیں، بہت سی نصیحتیں، تجربات، نئے خیالات اور شعور حاصل ہوتا ہے۔ بہت سے علمی شخصیات ملیں گی جن سے سیکھنے کا سلسلہ جاری وساری رہ سکتا ہے۔ بعض اوقات اُن کے حالات و واقعات کا اپنی زندگی سے موازنہ کر کے اپنی سوچ اور افکار کو ترتیب دیتے ہیں۔

سیکھنا اور علم کی ترسیل

اب طلبہ سوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارمز پر جغرافیائی سرحدوں اور زمینی فاصلوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے، تعلقات کی ایک نئی دنیا کا تجربہ کر رہے ہیں جو ان کے لیے درس و تدریس کے آلہ (ٹولز) بن رہے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق 60 فیصد طلبہ پڑھائی سے متعلق بات چیت کے لیے سماجی رابطے کے ذرائع استعمال کرتے ہیں۔ فیس بک، ٹویٹر، انسٹا گرام اور دیگر سماجی ویب سائٹس اور ایپلی کیشنز تعلیم کو آسان بنانے میں کلیدی کردار ادا کر رہی ہیں۔ آگے مزید جدید ترین تکنیکی صلاحیتیں پیدا کرنے میں مدد ملے گی۔

کچھ والدین، اساتذہ اور تعلیمی اداروں کے اکثر منتظمین سوشل ویب سائٹس کو نوجوان نسل اور تعلیم کے لیے تباہ کن سمجھتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی ٹیکنالوجی کا غلط اور بے جا استعمال ضرر رساں ثابت ہوتا ہے، لیکن اس کا صحیح طور پر برتنا ہمیں فوائد اور کامیابیوں سے ہم کنار

کرتا ہے۔ ایک چھری سبزی و پھل کاٹتی ہے اور کسی کا گلا کاٹ سکتی ہے۔ اب یہ ہم پر ہے کہ ہم ان سائٹس کو کس طرح درس و تدریس کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

سیاسی بیداری

عالمی واقعات سے باخبر رہنا عصر حاضر کی ضرورت ہے۔ سوشل میڈیا نے جمہوریت سازی، سیاسی شرکت، اور عوامی بیداری میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ سوشل میڈیا نے پاکستانی نوجوانوں کو قومی پالیسیوں کو سمجھنے اور بدعنوانی سے لڑنے، سیاست کی منتقلی کو فروغ دینے اور جمہوری ماحول کو فروغ دیا ہے، جس کے نتیجے میں زیادہ باہمی ربط، سماجی بیداری اور سیاسی سرگرمی پیدا ہوئی ہیں۔

زرعی معلومات کی فراہمی

جدید پیداواری ٹیکنالوجی کے متعلق معلومات پہنچانے کے لیے محکمہ زراعت نے فیس بک، ٹویٹر، انسٹاگرام اور ٹک ٹاک کا اکاؤنٹ بنایا ہے جس سے کسانوں کو زرعی معلومات مہیا کی جاتی ہیں جس پر عمل پیرا ہو کر وہ اپنی فصلوں کی فی ایکڑ پیداوار میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

محکمہ زراعت نے مختلف واٹس ایپ گروپس بھی بنائے ہیں جس کے لیے کاشت کاروں کا ڈیٹا زراعت (توسیع) سے لیا جاتا ہے۔ ان گروپس کے ذریعے کسانوں کو فصلوں کی بڑھوتری کی مختلف حالتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مختصر پیغامات اور جدید پیداواری ٹیکنالوجی کے مطابق تیار کردہ ویڈیو بھیجی جاتی ہیں۔ یوٹیوب چینل بھی لانچ کیا ہے جس پر دفتر ہذا کے تیار کردہ مختصر ویڈیو پیغامات، ڈاکومینٹریز، ٹی وی پروگرامز اپ لوڈ کیے جاتے ہیں۔

بغیر کرائے کی دکانداری

گھر بیٹھے آن لائن شاپنگ کا رجحان بھی بڑھ گیا ہے۔ کاروبار کے لیے فیس بک پر پیج بنا کر اس کی مارکیٹنگ اور پروموشن کی جا سکتی ہے۔ یہ مارکیٹنگ کی بہترین جگہ ہے جہاں کوئی بھی بزنس مین اپنی پروڈکٹس کی تفصیلات اور قیمتیں وغیرہ دے کر آن لائن فروخت کر سکتا ہے۔ اس میں آن لائن دکان بغیر کسی کرایہ کے بن جاتی ہے، جہاں خرچہ نہیں ہوتا اور نفع زیادہ ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص بے روزگار ہے تو وہ کسی کاروبار کی مارکیٹنگ کر کے کمیشن پر کام کر سکتا ہے۔ بہت سے لوگ فیس بک پر پروڈکٹ کی تشہیر اور خرید و فروخت آسانی سے کرتے ہیں۔ اسی طرح یوٹیوب کا پلیٹ فارم ایک منافع بخش صنعت بن چکا ہے۔ اشتہارات، برانڈ اسپانسرشپ اور دیگر مالی مواقع کی بدولت بہت سے خاندان اس سے معقول آمدنی حاصل کر رہے ہیں۔ یوٹیوب نے کروڑوں لوگوں کو اپنے ہنر اور تخلیقی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کا موقع دیا ہے۔ استاد، ڈاکٹر، انجینئر اور ہنر مند خواتین و حضرات وغیرہ، غرض کہ مختلف پیشوں سے وابستہ افراد نے چینل بنائے ہوئے ہیں۔

سوشل میڈیا کے منفی اثرات

حقیقی رشتوں سے دوری

سوشل میڈیا نے جہاں دوریاں سمیٹی ہیں، وہاں قریبی لوگوں کو دور کرنے کا کام بھی کیا ہے۔ ہر رشتہ توجہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اگر سوشل میڈیا کی وجہ سے وہ اپنی ترجیحات میں ان رشتوں کو نظر انداز کریں تو نتیجہ سرد مہری اور جذباتی دوری کی صورت میں نکلتا ہے۔ رشتوں کی صحیح قدر و

قیمت کا اندازہ اکثر دیر سے ہوتا ہے جب وہ نہیں رہتے۔ سوشل میڈیا کے پیدا کردہ دباؤ کو والدین سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں جو ان کے اپنے لیے ایک سنگین غلطی بن سکتی ہے۔

دیر خاص سے تعلق رکھنے والے ضیاء الدین نیاز کی خودکشی اس کی ایک مثال ہے۔ اس نے لکھا: "اس دنیا سے دل بھر گیا ہے۔ میں کسی سے محبت کرتا ہوں اور نہ ہی ایسی کوئی بات ہے۔ بس میں یہ زندگی جینا نہیں چاہتا۔" ہزاروں فالورز اور دوستوں کے درمیان ہر انسان اپنے اندر تنہائی کی جنگ لڑ رہا ہے۔

ڈیجیٹل محبتیں

آج کل کی نوجوان نسل سوشل میڈیا پر رومانوی تعلق میں پڑ جاتی ہے۔ پہلے میسج، کال، ویڈیو کال، ملنے کا جنون، پھر اپنے جذبات اور احساسات کا ضیاع۔ واٹس ایپ، انسٹاگرام، فیس بک اور دیگر پلیٹ فارمز پر آنے والے محبت بھرے پیغامات، ساری دنیا کی نظروں سے اوجھل جب ان تک پہنچتے ہیں تو وہ اپنا شعور، اپنی معاملہ فہمی کی صلاحیت، یہاں تک کہ اپنا وقار کسی میسنجر کے مالک کے ہاتھوں میں تھما دیتے ہیں۔ وہ بھول جاتے کہ والدین کا وقار، نیک نامی ان کے اچھے کردار کے محتاج ہیں۔ یوں "ڈیجیٹل جذباتِ محبت" اکثر ڈیجیٹل ڈیوائسز میں ہی گم ہو جاتی ہیں، پیچھے دل دہلا دینے والے پچھتاوے یا پھر ڈیجیٹل گناہ رہ جاتے ہیں۔

غیر اخلاقی مواد کی ترسیل

سوشل میڈیا پر لیک ویڈیو کو، خواہ مذمت کے نام پر اچھالا جائے، کروڑوں تک پہنچانے کا باعث بنا جاتا ہے، جس سے گند مزید عام ہوتا ہے۔ افسوس ناک پہلو یہ کہ یہ عمل اپنے جیسے مزید اخلاقی برائیوں کو مسلسل جنم دیتا، بڑھتا اور پھلتا پھولتا ہے۔

یہ بات بھی باقاعدہ تحقیق سے ثابت ہے کہ سوشل میڈیا پر منفی سماجی رویوں (خودکشی، جنسی زیادتیاں، قتل وغیرہ) کو جتنا زیادہ قابل بحث لایا جائے، ویڈیو کو اچھالا جائے، ان کی شرح میں اضافہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ بلکہ یہ سماج کے لیے مجموعی طور پر انتشار و ہیجان میں اضافے کا باعث بھی بنتا ہے۔

نفسیاتی مسائل

سونے سے پہلے سوشل میڈیا پر وقت گزارنا معمول کی نیند میں خلل پیدا کر دیتا ہے جس سے مجموعی صحت متاثر ہوتی ہے۔ اس پر نظر آنے والے دوسروں کی بظاہر کامل زندگی سے موازنہ کرنے کی وجہ سے صارف میں بے چینی، ڈپریشن یا کم خود اعتمادی پیدا ہو سکتی ہے، جو خطرناک صورت بھی اختیار کر سکتی ہے، اور انسان نفسیاتی اور جسمانی اعتبار سے نقصان سے دوچار ہوتا ہے۔ اب تو ہاسپٹل میں لوگوں کے لیے "social media addicted"، "sychiatric clinic for cyber addicts" کھولے جا رہے ہیں، جہاں کافی تعداد میں ہر دن مریض بھرتی کیے جاتے ہیں۔ جن کو سوشل میڈیا کی لت پڑ چکی ہے۔

جرمنی میں "ہمبولٹ یونی ورسٹی" اور "ڈارم اسٹاڈیس ٹیکنیکل یونی ورسٹی" کے مشترکہ تعاون سے فیس بک استعمال کرنے والوں میں منفی رویہ کی وجوہات جاننے کے لیے ایک تحقیق کی گئی: "دوسروں کی کامیاب پروفائل پڑھنے سے لوگوں میں اپنی زندگی سے شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔

ان کے نزدیک فیس بک پر نظر آنے والی زندگی ہی ان کے دوست کی اصل زندگی کا چہرہ ہے، جہاں وہ ایک مطمئن اور خوشحال زندگی گزار رہا ہے، حالانکہ ہر انسان اپنی زندگی کے صرف انہی پہلوؤں کو دکھاتا ہے جو وہ دکھانا چاہتا ہے۔

دین سے دوری

فیس بک کے چوراہے میں آدمی روزانہ اپنے قیمتی لمحات کے کئی گھنٹے لگا دیتا ہے جو تعلیم اور عبادت میں حائل ہوتے ہیں۔ اس کی وسعتوں میں خود کو کھو کر زیادہ وقت دینے کے سبب ہم روزمرہ کاموں اور عبادت کو بہتر انداز میں نہیں کر رہے۔ ہاتھوں میں ہر وقت تسبیح کی جگہ موبائل ہے اور کوئی پتا نہیں کب اذان ہوئی اور کب نماز کا وقت نکل گیا۔ بغیر نماز پڑھے، بغیر حقوق العباد ادا کیے اور بغیر اپنے دیگر فرائض ادا کیے، صرف پوسٹیں فارورڈ کرنے سے کروڑوں ثواب نہیں کمایا جاسکتا۔ اسلام کو ایک کلک جتنا آسان سمجھنے والے اکثر نامعقول پوسٹ کرتے ہیں، مثلاً:

"پردہ تو صرف آنکھ کا ہونا چاہیے۔"

"ایک بھوکے کو کھانا کھلانا مسجد بنانے سے بہتر ہے۔"

ایسی پوسٹوں کو کسی صورت پھیلانا درست نہیں، جو ایک نیکی کو دوسری نیکی کے مقابل لا کھڑا کرتی ہیں۔

راتوں رات وائرل ہونے کا جنون

ایک زمانہ تھا جب بدنامی اور شہرت میں فرق ہوا کرتا تھا۔ کسی علاقے میں بدنام پیشہ ور کتنے بھی مالدار ہوتے، لوگ کبھی ان جیسا بننے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ اب یہ فرق مٹ چکا ہے۔ آج لوگ شہرت و پیسے کے لیے گرتے جا رہے ہیں۔ ہر بندہ پہچان چاہتا ہے، چاہے وہ نیک نامی کی صورت ہو یا بدنامی کی، جس سے وہ اخلاقی اقدار کو بھی کھو بیٹھتا ہے۔ ساتھ اپنے اس طرز طریق سے ایک غلط روایت کی بنیاد رکھتا ہے، مثلاً نئی نسل جان بوجھ کر دن رات ایسا کانٹینٹ بنانے میں مصروف ہیں تاکہ لوگ ان کے کانٹینٹ کی نفرت، حقارت اور گالیوں کا سامنا کرنا پڑے اور وہ وائرل ہو جائیں۔ لوگ کانٹینٹ کو رپورٹ کرنے کی بجائے گالیوں دیتے ہیں۔ اس ردِ عمل کو یوٹیوب اس کی پاپولیرٹی سمجھتا ہے اور ایسے کانٹینٹ کو راتوں رات وائرل کر دیتا ہے۔

غیر مصدقہ خبروں کا پھیلاؤ

اگرچہ سوشل میڈیا خبروں کی اطلاع کا بہت بڑا ذریعہ ہے، لیکن ان کی صداقت تصدیق شدہ نہیں ہوتی ہے، جو جھوٹی افواہیں، نفرت پھیلانے اور فساد کی آگ بھڑکانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ گمان و قیاس کی بنیاد پر اور بغیر تحقیق کے مختلف پوسٹس کی ترسیل سے اجتناب کیا جائے۔

ارشادِ ربانی ہے کہ:

"اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (شخص) کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔"[9]

---

[9] (الحجرات:6)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اُسے آگے بیان کر دے۔"[10]

عالمی تقسیم اور نسلی تشدد کو فروغ دینا

بدقسمتی سے ہم ایسے دور سے گزر رہے ہیں جس میں انسانی اقدار کو بری طرح پامال کیا جارہا ہے۔ انسانی شکلوں کا بگاڑ، مخالفین پر طعن و تشنیع، عزت نفس کی پامالی ایسی نفسیاتی جنگ ہے جو انسانوں کو ذہنی اذیت سے دوچار کرتی ہے۔ اسلام تو امن و آشتی کا پیامبر ہے، انسانیت نواز مذہب ہے، جس میں ڈر پیدا کرنے کی بھی گنجائش نہیں ہے، حتیٰ کہ جنگ میں بھی مذہبی رہنماؤں کو قتل کرنے سے ممانعت فرمائی۔ اس کے پیروکاروں کو امتیاز کا نشانہ بنانا، انتہا پسند اور دہشت گرد جیسے الفاظ سے داغ دار کرنا باعث تباہی ہے۔ سوشل میڈیا کو مسلمان کے خلاف بطورِ خطرناک مؤثر ہتھیار کے وہ کام لیا جارہا، جو بڑی سے بڑی فوجی قوت کے استعمال سے بھی ممکن نہیں تھا۔

ظالم کی پشت پناہی کا ذریعہ

جہاں بھی ظلم ہوتا تھا سوشل میڈیا کا چوراہا مظلوموں کا ایک واحد سہارا بن جاتا تھا۔ جب فلسطینیوں اور کشمیریوں پر انسان دشمن پیلٹ گن کا استعمال کرنی کی بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کی گئی، تو مسلم امہ نے اس ظلم پر آواز اٹھائی، موبائل سے ویڈیوز اور تصاویر بنا کے سوشل میڈیا پر شیئر کر کے ظالموں کی بربریت کو دنیا کو دکھایا گیا۔

لیکن اب انتظامیہ ان سائٹس کو بہتر بنانے کے چکر میں غلط پالیسی تجویز کر رہی ہے مثلاً: اسرائیل اور فلسطین کے درمیان 7 اکتوبر کے بعد انسٹاگرام اور فیس بک پر فلسطین کے حق میں اٹھنے والی آوازوں کو دبا رہی ہے، ٹویٹر نے بھی اسرائیل کے خلاف مواد کو سنسر کر دیا۔ ایسی تمام تصاویر پر پابندی عائد کر دی جس میں اسرائیل کی جارحیت اور سفاکی کو بے نقاب کیا جارہا تھا۔

"ہیومن رائٹس واچ میں ایسوسی ایٹ ٹیکنالوجی اور انسانی حقوق کی ڈائریکٹر ڈیبرا براؤن نے کہا: فلسطین کی حمایت والے مواد پر میٹا کی سنسر شپ ناقابل بیان مظالم اور جبر کے وقت زخموں پر نمک چھڑکتی ہے، جو پہلے سے ہی فلسطینیوں کے اظہار کو دبا رہی ہے۔ انہوں نے کہا: سوشل میڈیا لوگوں کے لیے گواہی دینے اور بدسلوکی کے خلاف بات کرنے کے لیے ایک ضروری پلیٹ فارم ہے، جبکہ میٹا کی سنسر شپ فلسطینیوں پر ہونے والے مصائب کو مٹانے میں مدد کر رہی ہے۔"[11]

"فلسطینی صارفین یہ سوال اٹھا رہے ہیں کہ پیغام رسانی کے ذریعے واٹس ایپ کی مالک کمپنی، فیس بک کی جانب سے انہیں نشانہ کیوں بنایا جارہا ہے۔ جب کہ کچھ صارفین فیس بک کی جانب سے فلسطینیوں کی آوازوں کے خلاف سینسر شپ کا الزام بھی لگا رہے ہیں۔"[12]

"انسٹاگرام پر، جو فیس بک کی ہی ملکیت ہے، 'براؤن ہسٹری' نامی پیج پر پابندی عائد کر دی گئی۔ جب اس پیج کے ایڈمن نے فلسطین کے

---

[10] (صحیح مسلم، حدیث نمبر 5)

[11] ڈی ڈبلیو اردو 23 دسمبر 2023ء

[12] وائس آف امریکہ اردو 01 جون 2021ء

حق میں ایک میم شیئر کی۔"[13]

راز اور معلومات کی چوری

ہم بالکل اس سے بے خبر ہیں کہ سوشل میڈیا کس طرح ہماری معلومات کو اپنے ذاتی مفاد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ بھلے ہم سوشل میڈیا کو کچھ نہیں دیتے لیکن اپنی سب سے قیمتی شے "راز اور معلومات" دیتے ہیں۔ دنیا بھر کی خفیہ ایجنسیاں سوشل میڈیا کے لیے استعمال ہونے والی ویب سائٹس پر نہ صرف نگاہ رکھتی ہیں، بلکہ اس کے ڈیٹا کو حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہیں۔ صارف کا ڈیٹا اُس وقت تک اس کا ہے جب تک وہ کسی سوشل سائٹ پر نہیں ہے۔ لیکن جیسے ہی اس نے اپنا ڈیٹا نشر کیا وہ اس کی پہنچ سے باہر ہو گیا۔ چاہے وہ اس کو حذف کر دے، وہ کمپنیوں کی ملکیت میں ہی رہے گا۔ اب وہ جہاں چاہیں اور جیسے چاہیں استعمال کر سکتی ہیں۔ تکنیکی اعتبار سے یہ ڈیٹا سینٹرلائزڈ ہو چکا ہے جو اچھی علامت نہیں ہے۔

ویب کے موجد، سر "ٹم برنرزلی" کو بھی اس حوالے سے تشویش ہے جن کا خیال ہے کہ ویب کو پھر سے ڈی سینٹرلائز کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا سوشل میڈیا کو بہتر طریقے اور کافی احتیاط سے استعمال کیا جائے۔

فیملی ولاگنگ

فیملی ولاگنگ، یہ مرض نسل نو کا بدترین دشمن بنتا جا رہا ہے۔ جس میں نہ تو کوئی بہتر پیغام نہ کوئی سبق ملتا، نہ کوئی معاشرتی اقدار میں بہتری لانے کی بات ہوتی، نہ تہذیب نام کی کوئی چیز کی ملتی۔ ہمارا مذہب اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم اپنے گھر کی خواتین اور بچیوں کو فیملی ولاگنگ کے نام پر اسکرین پر تماش بینوں، اجنبیوں کے سامنے لا کر، اللہ کی قائم کردہ حدود کو پامال کریں، جس میں ہر لمحہ بزم ریاکاری کا طوفان برپا ہوتا ہے۔ شادی بیاہ کی غیر ضروری اور ان گنت رسم ورواج ان میں دکھائی جاتی ہیں۔ ان سے لوگوں میں مادّی سوچ پروان چڑھتی ہے جو سماجی اور ذاتی اقدار پر منفی اثر ڈالتی ہے۔ نمود و نمائش دیکھنے والوں کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے، یوں لیتا کہ لامتناہی خواہشات کا سلسلہ ہر روز بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ یوں ظاہری و دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کی دوڑ اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ وہ لوگ پھر حلال و حرام کا فرق تک بھول جاتے۔ آخرت کو بہتر کرنے کے بجائے وہ دُنیوی چیزوں میں دلی سکون اور خوشی تلاش کرتے ہیں۔ بعض ان کی وجہ سے اپنی ذاتی زندگی میں کرب سے گزرتے ہیں، کیوں کہ ایک غیر حقیقی معیار جو عام لوگوں کے لیے قابل حصول نہیں ہوتا، ان میں مایوسی اور عدم اطمینان پیدا کرتا ہے۔

طلاق کی شرح میں اضافے

بعض ماہرین سوشل میڈیا کے سماج پر اثر انداز ہونے کے حوالے سے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ خاندانوں اور معاشروں کا شیرازہ بکھیرنے اور ان کے درمیان اختلافات کی خلیج بڑھانے میں اس کا بھی نمایاں کردار ہے۔

مرد یا خواتین کی یکساں "فرینڈشپ" طلاق کے بھی کئی کیسز سامنے آتے ہیں۔ امریکی وکلاء کے ایک فورم نے اعداد و شمار کے ذریعے اس بات کا اعلان کیا ہے کہ اس وقت امریکہ میں طلاق کی شرح میں اضافے میں فیس بک کا بھی باقاعدہ حصہ ہے۔ ان کے مطابق عدالت میں رجسٹر

---

[13] وائس آف امریکہ اردو 01 جون 2021ء

طلاقوں میں بیس فیصد طلاقیں فیس بک کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ فیس بک استعمال کرنے والے میاں بیوی ایک دوسرے کو وقت دینے کے بجائے بیشتر وقت ان سائٹس پر صرف کرتے ہیں، اور دونوں کو ایک دوسرے سے خیانت کرنے کے لیے بھی فیس بک شیریں اور آسان ذرائع فراہم کرتا ہے۔

بے پردگی

امت مسلمہ کی خواتین کے ٹک ٹاک، اسنیک ویڈیوز اور انسٹاگرام تصویروں سے پیسا کمانے کی دوڑ میں اور مغربی طرز معاشرت کی پیروی کے نتیجے میں شرعی پردہ کا اہتمام تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ اسلام میں پردے کا حکم عورتوں کی عزت و وقار کو اور ان کی جذباتی وجسمانی حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے دیا گیا ہے۔

قرآن میں "سورۃ النور"[14] اور "سورۃ الأحزاب"[15] میں خواتین کو اپنی زیب و زینت چھپانے اور غیر محرموں سے پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح پردے کا حکم اہل ایمان مرد کے لیے خاص: "مسلمان مردوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔"[16]

عورت کے ساتھ ساتھ مرد کے لیے بھی پردے کے احکامات لاگو ہیں، اسے کسی صورت بھی بری نیت کے ساتھ عورت پر دوسری نگاہ ڈالنا جائز نہیں، اس حوالے سے احادیث مبارکہ واضح دلیل ہیں۔

جو پردہ نہیں کرتیں اور سوچتی ہیں کہ:

"پردہ دل کا ہوتا ہے۔"

"ہمارا ذہن صاف ہے۔"

تو ذہن جتنا مرضی صاف ہو فاطمہ بنت محمد ﷺ اور ازواج مطہرات سے زیادہ صاف نہیں ہو سکتا، پردہ کا حکم انہیں بھی تھا۔

فیس بک اور طلبہ

آج دنیا بھر میں facebook سوشل میڈیا کا سب سے بڑا پلیٹ فارم ہے۔ یہ یونی ورسٹی اور اعلیٰ تعلیمی سطحوں پر طلباء کے درمیان مقبول ترین سوشل میڈیا میں سے ایک بن گیا ہے۔

ہارورڈ یونی ورسٹی کے طلبہ کو ایک دوسرے سے واقف کرانے کے لیے 4 فروری 2004ء کو مارک زکربرگ نے ساتھیوں اور ہم نشینوں کے ساتھ مل کر فیس بک کو لانچ کیا۔ آج وہی فیس بک کو آن لائن بات چیت اور مواصلات کی سہولت فراہم کرنے کے لیے پوری دنیا کے کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں زیر تعلیم نوجوان طلبہ میں مقبول سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس میں سے ایک کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔

طالب علم کے لیے فیس بک پر تعلیمی یا مفید پروگرامز اور فورم میں شرکت کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔ حدیث نبویؐ ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

مومن کا گم شدہ خزانہ حکمت عملی ہے، جہاں سے بھی اسے ملے اسے حاصل کرلے۔

---

[14] سورہ نور، (24:31)

[15] سورہ احزاب، (33:59)

[16] (سورہ نور، 30)

طلبہ کے فیس بک کے استعمال کے بارے میں جو مثبت اثرات پائے جاتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1. فیس بک اکیسویں صدی میں طلبہ کے سماجی تعلقات، تعاون اور معلومات کے تبادلے میں اضافہ، مواصلات اور تعلیم میں ان کی الیکٹرانک شرکت کو یقینی بنا کر ان کی روزمرہ کی زندگیوں اور تعلیمی کیریئر میں ایک اہم ٹول بن گیا ہے۔
2. فیس بک نے ایک آن لائن ایپلی کیشن کے طور پر آج کی نوجوان نسل کی نمائندگی کرنے والے طلبہ کی تفریحی مقاصد، ورچوئل کمیونیکیشن اور ان کے روزمرہ کی زندگی میں وسیع استعمال میں اضافہ کیا ہے۔
3. فیس بک تعلیمی مسائل اور سیکھنے کے متعدد مواقع پیدا کرتا ہے، طلبہ کو اپنے دوستوں کے ساتھ مطالعاتی مواد کو تلاش کرنے اور شیئر کرنے کے مواقع ملتے ہیں۔
4. طلبہ کو مفت لائبریری اور دیگر مواد تک آسان رسائی حاصل ہے، کتابوں، رسالوں اور اخبارات ڈیجیٹلائزڈ ہونے کی وجہ سے ان کو طلبہ فیس بک پر مفت میں پڑھ رہے ہیں۔
5. فیس بک کو طلبہ آن لائن تبصرے کرنے، سوالات پوچھنے اور بحث مباحثہ کرنے کے لیے ویڈیو کالنگ اور چیٹنگ کے ذریعے بیرونی دنیا کے ساتھیوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہیں۔ جو ان کو باہر کی دنیا سے جڑنے اور ایک دوسرے سے تعاون کرنے میں مدد کرتا ہے۔
6. فیس بک کے ذریعے پڑھانے سے طلبہ کی دلچسپیوں اور حوصلہ افزائی میں نمایاں بہتری آتی ہے، خود مطالعہ کی مہارت، زبان کی مہارت، مستند سیکھنے کے مواد تک رسائی کی نئی شکلیں پیدا ہوتی ہیں۔
7. ایک فیس بک تعلیمی گروپس ایک مفید مطالعاتی مواد فراہم کرتے ہیں جن کے ذریعے انہیں مطالعاتی مواد، اسائنمنٹس، پروجیکٹ ورکس، اور اساتذہ اور دوستوں کی طرف سے بھیجے گئے اہم تعلیمی نوٹس موصول ہوتے ہیں۔
8. طلبہ گفتگو کے لیے فیس بک میسنجر گروپس کا استعمال کرتے ہیں، جس میں تمام کلاس فرینڈز اور ٹیچرز شامل ہوتے ہیں، جو گروپ ممبران کے درمیان اسٹڈی سے متعلق آئیڈیاز (تعلیمی خیالات) پر بات کرنے اور اپنے ہوم ورک اور نوٹس کو دوستوں کے ساتھ شیئر کرنے میں مدد کرتا ہے۔

اگر طلبہ کی زندگی کسی اچھے نصب العین، مقصد اور خوفِ آخرت کے بغیر ہو تو جنسی بے راہ روی اور عدم توازن کا شکار ہو جاتی ہے جن سے منفی اثرات پڑتے ہیں، مثلاً:

1. فیس بک پلیٹ فارم ایک معلوماتی چینل تھا جو خاص طور پر طلبہ کے درمیان تعلیمی اور غیر تعلیمی مقاصد کے لیے آن لائن کمیونیکیشن، تعاون، مواد کے اشتراک اور مشغولیت کو فروغ دینے کے لیے استعمال کے لیے بنایا گیا۔ لیکن اکثر طلبہ فیس بک کو مختلف منفی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں جیسے کہ جعلی فیس بک اکاؤنٹس بنانا، نامعلوم افراد کے ساتھ چیٹنگ اور چھیڑ چھاڑ کرنا، جعلی تصاویر اپ لوڈ کرنا، پوسٹس پر غیر ضروری کمنٹس کرنا۔ یہاں وہ اپنی حقیقی شخصیت کی تعمیر سے غافل ہو کر یہاں خیالی شخصیت کی تخلیق میں مگن رہتے ہیں۔ اس فرضی دنیا میں وہ اپنے اخلاقی بحران کا اظہار ایک نئے انداز سے کرتے ہیں۔
2. اس ورچوئل (مجازی) دنیا میں اکثر طلبہ فیس بک کے استعمال سے غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں، وہ غلط صحبت سے غلط

سکھتے ہیں، جیسے: فرقہ پرستی، تمسخر، جھوٹ، شر، فتنہ انگیزی اور لڑائی جھگڑے۔

3. فیس بک طلبہ کے جسمانی سرگرمیوں میں خلل پیدا کرتی ہے، وہ کھیل کود کے لیے وقت نہیں بچا پاتے۔

4. صرف 5٪ طلباء نے فیس بک کو تعلیمی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں جبکہ باقی ذاتی تفریحی مقاصد کے لیے۔ اپنے دوستوں کی کہانیوں اور پوسٹس کو دیکھتے ہیں، محض یہ جاننے کے لیے کہ انھوں نے آج کیا کیا ہے۔

5. بعض طلبہ جتنا وقت فیس بک پر گزارتے ہیں، اتنے ہی ان کے گریڈ کم ہوتے ہیں۔

6. طلبہ کو اس کی بہت بری لت پڑ جاتی ہے جو جسمانی طور پر غیر فعال اور غیر صحت مند عمل ہے۔

طلبہ اور یوٹیوب

یوٹیوب (Youtube) ویڈیو پیغام رسانی اور آڈیو پیغام رسانی کے مقابلے میں زیادہ متاثر کن میڈیا ہے۔ اس پر نشر کی گئی چھوٹی چھوٹی فلموں پر 'شارٹس' نے دنیا میں کہرام برپا کیا ہوا ہے۔ 2005ء میں اسٹیفن چین، جاوید کریم اور چاڈ ہرلی کی مدد سے لانچ ہونے والی یوٹیوب، بلیوں کی ویڈیوز اور تفریحی مواد تک محدود نہیں رہی، بلکہ ایک قابل قدر تعلیمی ٹول میں تبدیل ہو گئی ہے، جسے کالج کے طلبہ کلاس روم سے باہر اپنے سیکھنے کے تجربے کو بڑھانے کے لیے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

طلبہ اب اپنے گھر میں آرام سے کئی کورسز، لیکچرز اور نصابی کتابوں تک مفت رسائی حاصل کرتے ہیں۔ یوٹیوب تعلیمی چینلز اور مواد کی ایک وسیع صف پیش کرتا ہے، علمی، فکری، دینی، تعلیمی اور سماجی موضوعات پر ویڈیوز ہیں، جو نہ صرف تعلیمی، معلوماتی، مہارتیں اور تفریحی مواد فراہم کرتے ہیں بلکہ سیکھنے کا موقع بھی فراہم کرتے ہیں۔ یوٹیوب کی افادیت کو سمجھنے والے اساتذہ نے اسے اپنا کر اپنے اسباق کو پڑھانے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

ویڈیو ایڈیٹر کی مدد سے، اساتذہ پرکشش مواد تخلیق کرتے ہیں جو طلباء کو دلچسپی اور فعال طور پر سیکھنے کو برقرار رکھتا ہے۔ کئی زبانوں کو سیکھنے کے لیے، یوٹیوب کا استعمال طالب علم کی سیکھنے کی رفتار میں بہتری اور اس کی دلچسپی میں اضافہ کرتا ہے۔ مثلاً میڈیکل تعلیم میں باڈی پارٹس کو سمجھنے اور یاد کرنے میں مدد دیتا ہے۔ ریاضی کے پیچیدہ مسائل سے لے کر ادب اور تاریخ پر گہرائی سے گفتگو تک، مختلف موضوعات پر تعلیمی ویڈیوز کی ایک وسیع رینج، طلبہ کے سیکھنے کے ترجیحی طریقے کے مطابق ہوتی ہے۔

یوٹیوب ایک قیمتی ٹول ہے، جس سے طلبہ پیچیدہ موضوعات کا جائزہ لے سکتے ہیں، لیکچرز کو بار بار دیکھ سکتے ہیں، جو اسباق کلاس میں چھوٹ گئے ہوں۔ یوٹیوب دنیا بھر کے ماہرین کو آپ کی اسکرین پر لاتا ہے۔ طلبہ، پروفیسرز، پیشہ ور افراد اور ماہرین سے سیکھ سکتے ہیں جو مختلف مضامین پر منفرد بصیرت اور نقطہ نظر پیش کرتے ہیں۔ اکثر اساتذہ اس بات پر متفق ہیں کہ یوٹیوب کے استعمال نے اسکول اور گھر کے درمیان کی حدود کو کم کر دیا ہے۔ وہ تصورات جو درسی کتابوں کے ذریعے سمجھنا مشکل ہیں بصری مظاہروں کے ذریعے بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ ویڈیوز کی صورت میں دیکھا گیا مواد بھولتا نہیں۔ طلبہ کو اپنی رفتار اور سہولت سے معلومات کو سمجھنا اور اسے یاد رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔ بہت سے تعلیمی چینلز کوئزز، مباحثوں اور سوال وجواب کے سیشنز کے ذریعے طلبہ کی مشغولیت کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

یوٹیوب روزمرہ کی سرگرمیاں، سفرنامے، کھانے پکانے کی ترکیبیں، فوٹوگرافی، کوڈنگ اور بہت کچھ جیسی عملی مہارتوں کے لیے سبق کا

خزانہ ہے۔ تعلیمی چینلز اکثر موجودہ واقعات پر گفتگو کرتے ہیں، طلبہ کو حقیقی دنیا کے مسائل اور ان کے اثرات کے بارے میں جاننے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ یوٹیوب دور دراز علاقوں میں روایتی تعلیمی وسائل تک محدود طلباء کو معیاری تعلیمی مواد تک رسائی دیتا ہے۔

تحفظات

یہ پلیٹ فارم غلط خبروں کی افزائش کا ذریعہ بن سکتا ہے، اس لیے طلبہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ قابل اعتماد اور غیر معتبر ذرائع کے درمیان فرق کر سکیں۔ یوٹیوب کی "وسیع تجویز" طلبہ کے لیے پریشان کن ہو سکتا ہے، ممکنہ طور پر ان کی توجہ اور دھیان تعلیم سے ہٹا سکتا ہے۔ یوٹیوب پر فحاشی و بے حیائی، لادینیت، نفرت، تعصب، فرقہ وارانہ عناد اور مسلکی جدل کو بھی خوب خوب فروغ حاصل ہو رہا ہے جس سے طلبہ دور رہیں۔

انسٹاگرام، ٹک ٹاک اور اسنیک ویڈیو اور طلبہ

نئی نسل کے لیے اس دور کے فتنوں میں سے ایک بہت بڑا فتنہ انسٹاگرام، ٹک ٹاک اور اسنیک ہے۔ یہ تصاویر اور ویڈیوز کا اشتراک کرنے والے یہ سائٹس طلبہ کو اس وقت روکتی ہیں جب وہ پڑھ رہے ہوتے ہیں، کیوں کہ وہ ان کو مسلسل چیک کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ ان سائٹس میں 'کامل' جسم اور 'پرفیکٹ' زندگی والے لوگوں کو دکھایا جاتا ہے جو طلبہ کو احساس کمتری کا شکار کرتی ہیں۔ ان سائٹس پر بہت زیادہ وقت گزارنا تناؤ کی سطح اور نیند کو متاثر کرتا ہے۔ جو پڑھائی میں بہت خلل ڈالتی ہے۔ یہ سائٹس اکثر طلبہ کو مایوسی کا شکار کرتی ہیں۔ دوسروں سے اپنا موازنہ کرنے سے خود سے نفرت دوسرے سے حسد ہوتی ہے۔ یہ پلیٹ فارم دماغی صحت پر منفی اثرات مرتب کر رہے ہیں۔ مثلاً:

"انسٹاگرام کی پیرنٹ کمپنی فیس بک نے اعتراف کیا ہے کہ: ان کا سوشل میڈیا پلیٹ فارم انسٹاگرام لڑکیوں میں منفی اثرات مرتب کر رہا ہے۔ حتی کہ چھوٹی عمر کی لڑکیاں اس سے نفسیاتی مریض بن رہی ہیں۔"[17]

"امریکی اخبار نے مزید کہا ہے کہ برطانیہ میں 13 فیصد اور امریکہ میں 6 فیصد لڑکیوں نے کہا کہ: انہیں انسٹاگرام دیکھنے کے بعد اپنی زندگی ختم کرنے کا خیال آیا۔ یعنی انسٹاگرام سے وابستہ ہونے کے بعد مجموعی طور پر ہر تین میں سے ایک نوعمر لڑکی اپنی جسمانی شباہت سے غیر مطمئن دکھائی دی۔"[18]

طلبہ اور واٹس ایپ

واٹس ایپ (WhatsApp) مشہور میسجنگ ایپ ہے۔ فروری 2009ء میں جان قوم اور برائن ایکٹن کی لانچ کردہ واٹس ایپ صارفین کو بنیادی طور پر میسج کرنے اور کال کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ واٹس ایپ طلبہ اور اساتذہ کے درمیان کمیونٹی کا احساس پیدا کرنے میں مدد کرتا ہے، جو سیکھنے کے تجربے کو مزید پرکشش اور معاون بناتا ہے۔ واٹس ایپ تعلیم میں کمیونیکیشن، وسائل کے اشتراک، اور مشغولیت کو فروغ دینے کے لیے ایک قابل قدر ٹول ہے۔

---

[17] اردو سیاست پی کے 16 ستمبر 2021ء، انسٹاگرام کی رپورٹ

[18] https://www.instagram.com/p/CT4nAAjqbt7/?utm_source=ig_web_copy_link

اساتذہ کو اسائنمنٹس، اپ ڈیٹس اور مواد کا اشتراک کرنے کے قابل بناتا ہے۔ اساتذہ کلاس کے نظام الاوقات، اسائنمنٹ کی آخری تاریخ، اور نصاب میں کسی بھی قسم کی تبدیلی جیسی اہم معلومات کو تیزی سے شیئر کرنے کے لیے واٹس ایپ گروپس کا استعمال کرتے ہیں۔ اس کی مدد سے طلبہ آسانی سے سوالات پوچھ سکتے ہیں اور اساتذہ سے فوری جوابات حاصل کر سکتے ہیں۔ اساتذہ آنے والے امتحانات، ہوم ورک کی مقررہ تاریخوں اور دیگر اہم واقعات کے بارے میں بروقت یاددہانی بھیجتے ہیں۔

اسکول والدین کو اسکول کے واقعات، والدین اساتذہ کی ملاقاتوں اور دیگر اہم خبروں کے بارے میں آگاہ رکھنے کے لیے واٹس ایپ گروپس کا استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، وہ فیلڈ ٹرپس، خصوصی تقریبات، اسکول کے پروجیکٹس وغیرہ کے بارے میں بات کرتے ہیں۔[19]

اساتذہ پی ڈی ایف، تصاویر، ویڈیوز اور دیگر وسائل کو براہ راست واٹس ایپ گروپس میں شیئر کرتے ہیں، جس سے طلبہ کے لیے سیکھنے کے مواد کو مزید قابل رسائی بنایا جاسکتا ہے۔ روایتی کلاس روم سیٹنگز سے ہٹ کر اساتذہ اور طلبہ کو بات چیت اور تعاون کرنے کے لیے ایک مفید پلیٹ فارم ہے۔ طلبہ کورس ورک، اسائنمنٹس اور پروجیکٹس، تعاون اور ٹیم ورک کو فروغ دینے کے لیے واٹس ایپ اسٹڈی گروپس کا استعمال کرتے ہیں۔

تحفظات

تعلیم میں اس کے استعمال کرتے وقت رازداری اور حفاظتی خدشات کا خیال رکھنا ضروری ہے، خاص طور پر ذاتی معلومات کا اشتراک کرتے وقت۔ اساتذہ کو اس کے استعمال سے متعلق اخلاقی مسائل سے آگاہ ہونا چاہیے، جیسے کہ نامناسب زبان کے استعمال سے گریز کرنا یا حساس معلومات کا اشتراک کرنا۔

اسنیپ چیٹ اور طلبہ

اسنیپ چیٹ (Snapchat) ایک ایسی ایپلی کیشن ہے جو تصاویر، ویڈیوز، ٹیکسٹ اور ڈرائنگ کا اشتراک کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ تیئس سالہ آئیون شپیگل کی 2011ء میں شروع کی گئی اسنیپ چیٹ کی مقبولیت کی بنیادی وجہ صارف پیغام پڑھ لینے کے بعد خود ڈیلیٹ نہیں کرتا، بلکہ تصویروں یا ویڈیوز کے ذریعے شیئر کیا جانے والا پیغام ایک مدت کے بعد خود بخود غائب ہو جاتا ہے۔

"تصاویر اور ویڈیوز میسجنگ کی مقبول ایپلی کیشن اسنیپ چیٹ کے ذریعے طلبہ وطالبات کو بروقت نصاب اور تعلیمی مواد پڑھنے، سمجھنے اور یاد کرنے کے عمل میں مشغول کرایا جاسکتا ہے۔ یہ تجربہ دنیا کی جامعات میں کامیابی سے جاری ہے۔ اس حوالے سے برطانیہ کی یونی ورسٹی آف کنگسٹن کی خاتون لیکچرار ڈاکٹر بیرل جونز نے تعلیمی سال کے آغاز پر اسنیپ چیٹ کا استعمال کرتے ہوئے طالب علموں کے سوالات کے جواب دینے کا سلسلہ شروع کیا۔

بیرل جونز اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ: ایسا کرنے کا مقصد یہ تھا کہ طلبہ کو مزید سرگرمی کے ساتھ مشغول کیا جائے۔ ان کا کہنا ہے کہ: ایسے میں جب میں اپنے شاگردوں کے سامنے نہیں تھی اور لیکچر ہال میں اپنی تیار کردہ سلائیڈز کے اسنیپ شاٹس کے ذریعے انھیں سمجھاتی۔

---

[19] اردو سیاست پی کے 16 ستمبر 2021ء، انسٹاگرام کی رپورٹ

https://www.instagram.com/p/CT4nAAjqbt7/?utm_source=ig_web_copy_link

وہ اسٹیپ چیٹ کو چیزوں کے سمجھنے کے لیے استعمال کرتے جنھیں سمجھنے میں انھیں مشکل پیش آتی۔ اسی طرح اس ذریعے سے انھیں اپنے سوالوں کے جواب بھی حاصل ہوتے۔"[20]

ریاستی ذمہ داریاں

صارف کی رازداری کا تحفظ

ریاست کو صارف کے ڈیٹا کی حفاظت کے لیے قوانین اور ضابطے قائم کرنے چاہئیں اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارم پرائیویسی کے معیارات کی تعمیل کریں۔ دیگر ممالک میں ریاستیں سوشل میڈیا کی کمپنیوں کے ذریعے ڈیٹا اکٹھا کرنے، ذخیرہ کرنے اور استعمال کو ریگولیٹ کرنے کے لیے قوانین بنا رہی ہیں، جس کا مقصد صارف کی رازداری کی حفاظت کرنا اور افراد کو ان کے ڈیٹا پر مزید کنٹرول دینا ہے۔

مثالیں

کیلیفورنیا کنزیومر پرائیویسی ایکٹ (CCPA): کیلیفورنیا کے رہائشیوں کو ان کی ذاتی معلومات تک رسائی، حذف کرنے اور آپٹ آؤٹ کرنے کے حقوق فراہم کرتا ہے، اس کی حفاظت کو یقینی بنائیں۔

اور جنرل ڈیٹا پروٹیکشن ریگولیشن (GDPR): یورپی یونین کا ایک قانون ہے جو یورپی یونین کے شہریوں کے ذاتی ڈیٹا پر کارروائی کرنے کے لیے سخت اصول طے کرتا ہے، یہ ایک قانون ہے جو سوشل میڈیا سروسز کے زمروں پر مواد کی ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔

نفرت انگیز تقاریر اور انتہا پسندی کا مقابلہ

ریاست کو سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر نفرت انگیز تقاریر، تشدد پر اکسانے اور انتہا پسندانہ مواد کے انسداد کے لیے فعال اقدامات کرنے چاہئیں۔ نفرت انگیز تقاریر کا مسئلہ پاکستان میں سوشل میڈیا کے لیے ایک چیلنج ہے۔ لہٰذا پاکستانی ریاست کا فرض ہے کہ تقریر، تحریر یا رویے میں کسی بھی قسم کی بات چیت، جو کسی شخص یا گروہ کے حوالے سے توہین آمیز یا امتیازی زبان ہو، دوسرے لفظوں میں ان کے مذہب، نسل، قومیت، نسل، رنگ، نسل، جنس یا دیگر شناختی عنصر کی بنیاد پر حملہ کرتی ہو، کا مکمل سدباب کیا جائے۔ دیگر ممالک کی ریاستیں آن لائن نفرت انگیز تقریر، غلط معلومات اور غیر قانونی مواد کے پھیلاؤ جیسے مسائل کو حل کرنے کے لیے تیزی سے قوانین پاس کر رہی ہیں۔ آج کے دور میں تشدد، نفرت یا امتیازی سلوک کو ہوا دینے والے مواد کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔

غلط معلومات (ڈس انفارمیشن) کے پھیلاؤ کو روکنا

سوشل میڈیا کے حوالے سے ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ شہریوں تک غلط یا گمراہ کن معلومات کے پھیلاؤ کو روکے، جو لوگوں یا اداروں کے مفادات کو نقصان پہنچانے کے لیے بنائی اور پھیلائی جاتی ہیں۔ ریاست اس بات کو یقینی بنائے کہ ہنگامی حالات یا بحرانوں کے دوران بھی شہریوں کو قابل اعتماد اور بروقت معلومات فراہم کرے۔

---

[20] ایکسپریس نیوز 29 فروری 2016

https://www.express.pk/story/460453/swshl-mydya-bne-talym-myn-mddgar-460453/

چائلڈ سیفٹی

ریاستیں کم عمر بچوں کے آن لائن تحفظ کے لیے قوانین بنائیں، بشمول بچوں کے جنسی استحصال کے مواد کی تقسیم کو روکنے اور نابالغوں کے حوالے سے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے طریقوں کو منظم کرنے کے اقدامات کرے۔ جیسے کہ "آسٹریلیا کے وزیر اعظم نے 16 سال سے کم عمر بچوں پر سوشل میڈیا کے استعمال پر پابندی لگانے کا عزم ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ: فیس بک اور ٹک ٹاک جیسے پلیٹ فارمز کا اثر بچوں کو 'حقیقی نقصان' پہنچا رہا ہے۔"

"اس بل کے تحت ٹک ٹاک، فیس بک، اسنیپ چیٹ، ریڈٹ، ایکس اور انسٹاگرام سمیت دیگر پلیٹ فارمز کے لیے ضروری ہو گا کہ وہ 16 سال سے کم عمر بچوں کو اپنے اکاؤنٹس بنانے سے روکنے کا نظام قائم کریں۔ ناکامی کی صورت میں انہیں 3 کروڑ 30 لاکھ ڈالر تک جرمانے کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

میلبرن کے ایک رہائشی وین ہولڈزورتھ نے کہا (جن کے 17 سالہ بیٹے نے گزشتہ سال آن لائن جنسی زیادتی کے ایک اسکینڈل کا شکار بننے کے بعد خودکشی کر لی تھی) کہ: یہ بل ہمارے بچوں کے تحفظ کے لیے بہت ضروری ہے۔

تشہیر اور سیاسی تقریر

مارک زکربرگ نے خود اس بات کا اعتراف کیا کہ: فیس بک سیاسی اشتہارات کے ذریعے غلط معلومات پھیلائی گئیں۔ ریاستیں سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر سیاسی اشتہارات کو کنٹرول کریں، جس میں شفافیت کو یقینی بنانے اور انتخابات میں غیر ملکی مداخلت کو روکنے کے اقدامات شامل ہیں۔

مثالیں

کچھ ریاستیں سیاسی مشتہرین سے اپنی شناخت اور اشتہارات پر خرچ کی جانے والی رقم کو ظاہر کرنے کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ ریاستیں غیر ملکی اداکاروں کو انتخابات میں مداخلت کے لیے سوشل میڈیا پلیٹ فارم استعمال کرنے سے روکنے کے لیے کام کر رہی ہیں۔

قوانین اور ضوابط کا نفاذ

ریاست کے پاس سوشل میڈیا سے متعلق قوانین اور ضوابط کو نافذ کرنے کے لیے قانونی ڈھانچہ اور وسائل ہونے چاہئیں، جن میں خلاف ورزیوں پر سزائیں بھی شامل ہیں۔ ریاستیں رازداری کے قوانین یا دیگر ضوابط کی خلاف ورزیوں پر سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے خلاف نفاذ کی کارروائیاں کر رہی ہیں۔ دیگر ریاستیں سوشل میڈیا پلیٹ فارمز سے متعلق قوانین کو نافذ کرنے کے لیے میکانزم تیار کر رہی ہیں، جس میں عدم تعمیل پر جرمانے یا دیگر سزائیں دینے کی صلاحیت بھی شامل ہے۔

مثالیں

ریاستیں سوشل میڈیا کمپنیوں سے مطالبہ کر رہی ہیں کہ وہ رہائشیوں کو ڈیٹا کی خلاف ورزیوں کے بارے میں مطلع کریں، اور مستقبل میں ہونے والی خلاف ورزیوں کو روکنے کے لیے اقدامات کریں۔

آزادی اظہار اور قومی سلامتی میں توازن

ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کو سوشل میڈیا سے پیدا ہیجان اور فتنے کے مضمرات سے دور رکھے۔ جمہوری ریاست ہمیشہ رائے عامہ تشکیل دینے کی ذمہ دار ہے۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ سوشل میڈیا کے استعمال سے قومی سلامتی کے ساتھ آزادی اظہار کا توازن بر قرار رکھے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سوشل میڈیا کے ذریعہ ریاست ایسے اقدام کی مخالفت کرے جو انسانوں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کرتے ہوں اسی طرح اظہار رائے کی آزادی کچھ قانونی، اخلاقی اور سماجی حدود سے جڑی ہے، جب کہ لا محدود، بے لگام یا پھر برائے نام پابندیوں سے انسانی وقار، اخلاق اور مذہبی اقدار کا تحفظ نہیں کیا جا سکتا۔

سائبر کرائم پر ریاستی کنٹرول

کچھ ریاستیں آن لائن ہراساں کرنے سے نمٹنے کے لیے قوانین پر غور کر رہی ہیں اور آن لائن ڈیٹا بیس اور سوفٹ ویئر بنانے کے بعد ان شکایات کے اندراج کرنا آسان ہو گیا ہے۔ ریاست کو آن لائن ہراساں کرنے اور سائبر کرائم سے نمٹنے کے لیے اقدامات کرنے چاہئیں، ایک محفوظ اور باعزت آن لائن ماحول کو یقینی بنانا چاہیے۔

پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن کی جانب سے سائبر کرائم کی روک تھام کے لیے شکایات درج کروانے کے لیے سائبر ویجیلنس ڈویژن کا شعبہ قائم کر دیا گیا ہے، تاکہ خواتین کو ہراسانی اور بلیک میلنگ کرنے والوں کے خلاف کارروائی ہو سکے۔

گستاخانہ مواد کی روک تھام

تمام مسلم ریاستوں پر لازم ہے کہ وہ ان پلیٹ فارمز سے اسلام مخالف مواد ہٹانے کے اقدامات کریں، اور ایسا اسلام فوبک مواد شائع کرنے پر پابندی عائد کریں جس سے ناموسِ رسالت ﷺ کو نشانہ بنا کر، اسلامی شعار کی تحقیر و توہین کے ذریعے اُمت مسلمہ کے جذبات مجروح کیے جاتے ہیں۔

اس وقت مواد جو پاکستان میں انٹرنیٹ پر آ رہا ہے ان کے سرور بیرون ملک ہیں، وہاں پاکستانی قواعد لاگو نہیں ہوتے۔ ایسے میں ریاست کو چاہیے کہ گوگل، فیس بک اور انسٹاگرام سمیت دیگر بین الاقوامی کمپنیوں کو اپنے قوانین بنا کر اس سے آگاہ کرے۔ یہ کمپنیاں ملک میں دفاتر بنائیں گی تو ان پر پاکستانی قوانین و قواعد لاگو ہوں گے۔ تمام سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اور کمپنیاں ایک سال میں پاکستان میں اپنے ڈیٹا سرورز بنائیں۔ جس کے تحت یوٹیوب، فیس بک، ٹوئٹر، ٹک ٹاک کے لیے اسلام آباد میں دفتر کھولنا لازمی قرار دیا جائے۔ رولز کی خلاف ورزی کی صورت میں 50 کروڑ روپے تک جرمانہ ہو۔

ڈیپ فیک کا طوفانِ بدتمیزی کو روکنا

مصنوعی ذہانت (آرٹیفیشل انٹیلیجنس) کی مدد سے ڈیپ فیک ٹیکنالوجی نے دنیا بھر میں ایک نئے سماجی اور اخلاقی مسئلے کو جنم دیا ہے۔ جس سے تصاویر، ویڈیو اور جھوٹی، جعلی خبر کا انتہائی ہولناک اور خطرناک طوفان سوشل میڈیا پر اُمڈ آیا ہے، جس کے ذریعے فحش اور عریاں مواد کے، اشتعال انگیز اور گمراہ کن بیانات پھیلائے جاتے ہیں یہ انتہائی خوفناک صورتِ حال ہے، جو کہ مستقبل میں جمہوریت اور امن و امان کے لیے خطرہ ہو سکتا ہے۔ ایسی صورتحال میں ایک طرف ریاستی ایجنسیوں کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔

15

مقالہ نگار:

پروفیسر ڈاکٹر سیدہ مسعودہ شاہ

الحمد للہ رب العالمین ونصلی وسلم جمیعا سیدنا محمد الأمین وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین۔

تمام عالم بشریت اس وقت آگ کے دہانے پر تھا مگر پیارے آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ کے آنے سے عقیدہ و عمل میں اصلاح ہوئی اور لوگوں کو ہدایت اور خیر نصیب ہوئی۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا﴾[1]

(کہ تم سب لوگ آگ کے دہانے پر تھے جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچالیا۔)

اس صورت میں کہ ایک بشارت دینے والا رسول کریم ﷺ ان کی طرف مبعوث فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام بشریت کی جہالت سے نجات رسول کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ سے ہوئی۔ رسالت مآب ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور آپ ﷺ کی تعلیمات اہل ایمان کے لیے سرچشمۂ ہدایت بھی ہیں اور مرکزِ عشق و محبت بھی ہیں۔ اہل ایمان کا تہذیبی نظام معلم کتاب و حکمت و دین مبین کے مبلغ و داعی اعظم حضرت محمد ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر قائم ہے اور عمل کی دنیا بھی آپ ﷺ کے ارشادات و احکام پر استوار ہے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰس وہی طٰہٰ[2]

اسلام کامل دین ہے اور ابدی ضابطۂ حیات ہے۔ معلم انسانیت ﷺ کی شریعت اور آپ ﷺ کی تعلیمات بنی نوع آدم کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ اس میں ہر دور کے مسائل اور ہر عہد کے چیلنجز کا حل موجود ہے، کیوں کہ خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات قیامت تک کے لیے ہیں۔ ہر زمان و مکاں کو اپنے دائرۂ عمل اور احاطۂ اختیار و نفوذ میں لیے ہوئے ہیں۔

عصرِ حاضر میں سوشل میڈیا کے حوالے سے پوری دنیا کو چیلنجز درپیش ہیں، مگر بالخصوص یہ "تحدیات" اسلامی تعلیمات کے حوالے سے بے شمار مضمرات اپنے اندر رکھتی ہیں۔ اس کے اچھے اور برے کردار اور حدود کا تعین آج وقت کا تقاضا ہے، جس کا جواب ان سطور میں دینے کی کوشش کی ہے۔

موضوع کی اہمیت:

دو صدیوں سے مسلمان اس الجھن میں مبتلا ہیں جس کا کوئی سلجھاؤ نظر نہیں آتا کہ مغرب کی پیدا کردہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی بدولت جو

[1]۔ آل عمران، 103:3

[2]۔ کشاف الالفاظ، اقبال (اردو)

نئی دنیا رونما ہوئی ہے، اس میں مسلمانانِ عالم اپنی تہذیب و اسلامی خصوصیات کو تباہ کیے بغیر ان بے شمار مسائل سے کیوں کر نمٹ سکتے ہیں۔ اسلام کی انفرادی حیثیت کے تحفظ کو یقینی بنانے کی ضرورت پر مسلمان ہمیشہ سے زور دیتے آرہے ہیں، یعنی اسلام کی تہذیب کا وہ خاص اور منفرد پہلو جو ذات مطلق سے تعلق میں جلوہ گر ہوتا ہے، پر عمل کرنے سے عملی و نظری پہلو سے خلا پیدا ہو رہا ہے۔ اور اس کا نتیجہ صرف سائنس و ٹیکنالوجی نہیں بلکہ دانستہ و غیر دانستہ طور پر مسلمانوں کی بد عملی و نظام اقدار سے روگردانی ہے۔ کیا آج سوشل میڈیا کے استعمال سے ہم ترقی کی معراج کو چھو سکیں گے؟ یا پھر اس کے قیدی بن کر رہ جائیں گے؟

سوشل میڈیا کو عوام کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے قرآن و سنت کی تعلیمات پر جانچنا اور انقلابی اثرات کا تقابلی جائزہ لینا اور مسلم معاشرے پر اس کا اطلاق کرنا ہمارے اس مضمون کا موضوع ہے۔

سوشل میڈیا کا مفہوم:

سوشل میڈیا ایک جدید اصطلاح ہے جو دو الفاظ "سوشل" اور "میڈیا" پر مبنی ہے۔ سوشل کو ہم سماجی کہتے ہیں یعنی (سماجی رابط)

سماج: کا لفظ سنسکرت سے نکلا ہے جس کے دو حصے ہیں: "سم" اور "اج": ان کو اکٹھے کرنے سے سماج بنتا ہے جس کے معنی ہیں: انجمن، سوسائٹی اور معاشرہ۔ چنانچہ "مصباح اللغات" میں اس کی تعریف یوں ہے:

"العشیر: المعاشر قریبا کان أو معارف"[3]

(یعنی العشیر مل جل کر رہنے والا، خواہ رشتہ دار ہو یا اجنبی۔)

اس لیے "القاموس المحیط" میں "المجتمع" کو معاشرہ، سوسائٹی، سماج کہا گیا ہے۔[4]

میڈیا (ذرائع) لغت میں "ذرائع وسیلہ" کو کہتے ہیں۔

(الذریعة بمعناها العام هی: (الوسیلة التی تکون طریقا إلی الشئ)[5]

(ذریعہ کا عمومی معنی ہے: ایک ایسا وسیلہ جو کسی شے کے حصول کا ذریعہ ہو۔)

انگلش لفظ "میڈیا" "میڈیم" کی جمع ہے جس کے معنی ڈکشنری میں ہیں:

"One of Means or Channels of general communication, information or entertainment in Society etc."

میڈیا کو اردو میں "آلاتِ مواصلات" بھی کہتے ہیں۔ ہم آسان الفاظ میں کہہ سکتے ہیں کہ انفرادی یا اجتماعی سطح پر کم وقت میں زیادہ موثر طریقے سے پیغام رسانی اور اطلاعات کے لیے استعمال ہونے والے مختلف ذرائع ابلاغ۔ جدید دور کی ٹیکنالوجی میں وہ ویب سائٹس جو دوسرے لوگوں کو رابطہ کرنے کے لیے اکٹھا کرنے میں نظریات، تصاویر، پیغام رسانی وغیرہ بہت سی چیزیں شامل ہیں جو پرانے ذرائع ابلاغ کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہیں اس میں مطبوعہ پرنٹ اور غیر مطبوعہ برقی (Electronic) دونوں شامل ہیں۔ اس کو "نیٹ ورکنگ" بھی کہتے ہیں۔

---

[3] المفردات فی غریب القرآن، متفق الحدیث: 1412ھ، ص: 567

[4] کیرانوی، وحید الزمان قاسمی، القاموس الوحید، ص: 28

[5] ابن قیم، اعلام الموقعین، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ص: 16

موضوع کا پھیلاؤ اور اہمیت:

اس آکٹوپس نے اس وقت پوری دنیا کو اپنے اندر جکڑ لیا ہے۔ دنیا بھر میں سوشل میڈیا کے فعال صارفین کی تعداد لگ بھگ (20.3) ارب تک جا پہنچی ہے۔ مجموعی طور پر لوگ ابلاغ عامہ کے عام ذرائع، اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے منتقل ہو کر بڑی تیزی سے ایسے پلیٹ فارم کی جانب آ رہے ہیں۔ وہ کتاب اور رسائل سے دور ہو گئے ہیں۔ یعنی اب لوگ معلومات اور اطلاعات کے صارف اور پروڈیوسر دونوں خود بن گئے ہیں، کیوں کہ یہاں وہ اپنی پسند اور رجحانات کے مطابق مواد پڑھ اور دیکھ سکتے ہیں اور اپنے نظریات کا کھل کر اظہار کر سکتے ہیں۔ آکسفورڈ انٹرنیٹ انسٹی ٹیوٹ کے ولیم ڈٹن نے سوشل میڈیا کو ریاست کا پانچواں ستون قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ:

"ہم ایسی طاقت ور آوازوں اور نیٹ ورکس کو ابھرتے دیکھ رہے ہیں جو روایتی میڈیا کے برعکس آزادانہ طور پر کام کر سکیں گے۔"[4]

اس وقت ملک کی 87 فیصد آبادی کو ٹیلی کام سروسز میسر ہے۔ جب کہ 13 فیصد آبادی انٹرنیٹ اور ٹیلی کام سہولیات سے محروم ہے۔ گزشتہ پانچ برسوں میں مجموعی براڈبینڈ سبسکرپشن میں 175 فیصد اضافہ ہوا۔ جب کہ مقامی سطح پر 4 جی ڈیوائس مینوفیکچرنگ میں 34 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اور اب پاکستان ایپ ڈاؤن لوڈ کرنے میں چوتھا بڑا ملک ہے۔ اس تیزی سے پھیلنے کے باوجود اسی سماجی رابطہ کے بارے میں معاشرہ رائے کے لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم ہے۔ یعنی کچھ اس کو نقصان دہ اور کچھ اس کو فائدہ مند سمجھتے ہیں۔

پاکستانی معاشرہ شعور و آگہی کے حوالے سے ابھی زیر تعمیر ہے۔ اس لیے ہمارے ہاں سوشل میڈیا کے مثبت اثرات کم اور منفی اثرات زیادہ مرتب ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی واقعہ سامنے آتا ہے جس میں مرد و عورت کی تخصیص کا عنصر ہو تو معاشرہ غیر محسوس طور پر دو انتہاؤں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس نئی تبدیلی کا گہرے مطالعہ کے بعد ریاست کو عوام کے لیے مفید اور معنی خیز طور پر استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔

میڈیا کا حملہ چوں کہ براہِ راست انسان کے ذہن پر ہوتا ہے۔ اس لیے وہ زیادہ موثر مانا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے آسانی سے کسی فکر کو عام کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ہزار مخالفتوں کے باوجود بھی لاشعوری طور پر سماج میں وہی تہذیب راہ پاتی ہے جو میڈیا کے ذریعے پیش کی جاتی ہے۔ آج کے برق رفتار عہد جدید میں میڈیا کو معاشرہ کی تشکیل میں کلیدی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ جس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے بلکہ آج تو نئی نسل کی زندگی کا آغاز ہی اس میڈیا سے ہوتا ہے۔

غرض کہ ہر کوئی سوشل میڈیا کا قائل یا متاثر نظر آتا ہے۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر شعبہ ہائے زندگی میں میڈیا کا صحیح استعمال کیا جائے، اور اس کو صحیح استعمال کے لائق بنانے کے جہاں ہم سب ذمہ دار ہیں وہاں ریاستی طور پر اس کا مثبت استعمال ہماری نسلوں کو بگاڑ کے بجائے نجات کی راہ دکھا سکتا ہے۔

[4] ۔ اسلام اور عصری علوم، مفتی مجیب الرحمن، البرہان، لاہور، جنوری 2025ء، ص: 13

اسلام میں سوشل میڈیا کے متعلق تعلیمات

سوشل میڈیا کا تعارف:

میڈیا دراصل فکر و نظر کی آزادی کا نام ہے۔ فکر و عمل کی آزادی اور اظہار رائے کی آزادی کا ذکر میڈیا کی آزادی کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ ایک مثالی ریاست میں عقیدے اور تہذیب کی آزادی کے ساتھ فکر و نظر کی بھی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے۔ اگر اس اہمیت کو پیش نظر کوئی خطیب اپنے انداز بیان پر نازاں اس کی فضیلت یوں بیان کرے گا: ﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾[7] اور اگر کوئی ادیب اپنے اسلوبِ علم پر نازاں ہو تو اس کی اہمیت ﴿الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾[8] سے واضح کرے گا۔

دونوں کا مقام الگ الگ، دونوں کا مکان علیحدہ علیحدہ، صاحب بیان کا اپنا نصیب اور صاحب قلم کا اپنا مقدر! ذرائع ابلاغ فی نفسہ کوئی بری چیز نہیں ہے بلکہ اس کے حسن و قبح اور جواز و عدم جواز کا دار و مدار اس کے استعمال اور نیت و مقصد پر موقوف ہے۔ اسلام کے جس آفاقی پیغام کے ابلاغ کا اُمتِ مسلمہ کو حکم دیا گیا ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[9]

(تم سب اُمتوں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لیے بھیجی گئی ہیں، اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو۔)

اس وسیع و عالمی پیمانے پر دعوت اور اشاعت، سائنس و ٹیکنالوجی کے اس دور میں ذرائع ابلاغ کے سہارے کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لیے اسلامی دعوت و فکر کے لیے وہ وسیلہ جو اس میں مدد و معاون ہو حاصل کیا جا سکتا ہے جب تک وہ حرام نہ ہو۔ آج کل ہر شخص کے پاس سمارٹ فون اور طالب علموں اور پروفیشنل افراد کے پاس لیپ ٹاپ بھی ہیں۔ وہ اس پر جدید ذرائع ابلاغ (سوشل میڈیا) کی ایپلی کیشنز ڈاؤن لوڈ کر کے اپنے رابطے اور کام کی رفتار کو بہتر بناتے ہیں۔ پیغام رسانی کے علاوہ آج کل تفریحی اور اطلاعاتی مقاصد کے لیے بھی ہر فرد ان سماجی رابطوں کو ہی استعمال میں لا رہے ہیں۔

فیس بک (Facebook): دوستوں اور خاندان وغیرہ کے ساتھ جڑنے اور گروپس بنانے اور پوسٹس شیئر کرنے کے لیے کافی بڑی ایپ ہے۔

انسٹاگرام (Instagram): تصاویر اور ویڈیوز شیئر کرنے کے لیے خاص طور پر اسٹوریز اور ریلز کا استعمال کیا جاتا ہے۔

ٹوئٹر **(Twitter/x)**: مختصر پیغامات (ٹوئیس) پوسٹ کرنے اور خبروں پر تبصرہ کرنے کے لیے بہت مقبول ایپ ہے۔

واٹس ایپ (WhatsApp): چیٹنگ، وائس اور ویڈیو کالز کے لیے یہ بہت زیادہ استعمال ہونے والی ایپ ہے۔ اس کے ذریعے وائس میسجنگ اور دیگر پیغامات محفوظ طریقے سے پہنچانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

ٹیلی گرام (Telegram): محفوظ چیٹنگ اور بڑے گروپس کے لیے اس کو بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

سنیپ چیٹ: یہ ایپ (Snapchat) کے نام سے نوجوانوں میں بہت زیادہ مقبول ہے۔ بہت رازداری سے رابطہ کی ایپ ہے۔

---

[7] ۔ الرحمن 55: 4

[8] ۔ العلق 96:4

[9] ۔ آل عمران 110:3

ٹک ٹاک(TikTok): مختصر ویڈیوز بنانے اور دیکھنے کے لیے عام عوام کی پسندیدہ ایپ ہے۔

لنکڈان(LinkedIn): پروفیشنل نیٹ ورکنگ اور جاب مارکیٹنگ کے لیے استعمال کی جارہی ہے۔

ریڈٹ(Reddit): مختلف موضوعات پر مباحثے اور کمیونٹیز کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔

پنٹرسٹ(Pinterest): تصاویر، آئیڈیاز اور تخلیقی منصوبے محفوظ کرنے کے لیے یہ بہت زیادہ مقبول ہے۔

یہ کچھ عام استعمال کی ایپس ہیں جیسے تفریح، کاروبار، خبروں اور سیکھنے کے مواقع کے لیے استعمال کیا جارہاہے۔ ان کے علاوہ کچھ اور ایپس (Basic Technologies) کے طور پر کافی کارآمد رہی، مگر آج ان سے بہتر پروگرام آچکے ہیں۔ جن میں مشہور ایپس ہیں جو آج بھی استعمال ہو رہی ہیں۔

(M.S.Word): زیادہ تر مقالہ جات اور دفتری امور کی انجام دہی کے لیے (ایکسل Excel) دفتری اور تعلیمی ریکارڈ کے لیے۔

(Zoom): میٹنگ اور تعلیمی مقاصد کے لیے مفید ہے۔

(Power Point)اور**(Google Slides):** یہ بہت زیادہ استعمال ہوتی رہی ہیں۔

(One Drive): (One Drive) وغیرہ بھی ریکارڈ اور تصاویر اور کتب کو محفوظ رکھنے کے لیے کارآمد پروگرام ہے۔

جدید ایپلی کیشنز:

موجودہ چند سالوں میں سوشل میڈیا پر انقلاب آچکا ہے۔ جس کو (AI) یا آرٹیفیشل انٹیلی جنس (مصنوعی ذہانت) کہتے ہیں۔ اس ایجاد کے بعد چند جدید ایپلی کیشنز کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

Ideate(تصور کرنا)

(XMind AI)	خیالات (Ideas) کو منظم اور مربوط کرنے کے لیے
(Map This)	معلومات کو نقشے (Diagram) کی شکل میں پیش کرتی ہے۔
(Miro)	منصوبہ ساز

Creat(تخلیق)

.I	(ChatGPT)	مصنوعی ذہانت
.II	(Perplexity)	تمام سوالات کے جواب دینے والا انجن
.III	(Gemini)	رائیٹنگ، تعلیم اور منصوبہ بندی میں مددگار ایپ
.IV	(DeepSeek)	چائنا کا (AI) پروگرام جو زبانوں اور دیگر ماڈلز پر مصنوعی ذہانت سے مدد کرتا ہے۔

Enhance

.I	(Prezi)	ہر طرح کی جدید پیش کاری (Presentation Templates) کے لیے
.II	(Gamma)	(Presenting Ideas) ڈاکومنٹ ڈیزائن

III. (Synthesia) ہر طرح کی ویڈیوز اور الفاظ کے ڈیزائن وغیرہ کے لیے۔

Engage

I. (Mentimeter) اس ایپلی کیشن سے ہم پریزنٹیشن کو تبادلہ خیالات میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ یہ طالب علموں اور میٹنگز کو بہت کارآمد بنا سکتا ہے اور عام لیکچر کو باہمی خیالات کے لیے آسان بنا دیتا ہے۔

II. (Poll Everywhere) یہ بھی لیکچرز، پریزنٹیشن کو ایک دلچسپ تبادلہ خیال اور شرکا کانفرنس کے لیے قابل تبادلہ خیالات کا سیشن بنا سکتا ہے۔

III. (Kahoot) یہ بھی مصنوعی ذہانت کی ایک ایپلی کیشن ہے جو اکثر کاروباری حضرات اور صارفین کے کام آتی ہے۔

IV. (Miro) یہ کاروباری یا باہمی الحاق سے کام کرنے والی کمپنیوں کے لیے ڈیزائن کی گئی ہے جو جلد اور نتیجہ خیز آئیڈیاز پر کام کرتی ہے۔

مندرجہ بالا سوشل میڈیا پر جدید سہولیات یا انسانی زندگی میں آنے والے انقلابی ٹیکنالوجی کا مختصر تعارف تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ آنے والا دور انسانوں کے ساتھ ساتھ ان ٹیکنالوجیز کو بھی پرکھنے کا دور ہو گا جیسا کہ اگر اس کو ایک ڈیزائن سے واضح کیا جائے۔

i۔ کون سی چیز انسانی رویہ کو زیادہ متاثر کرتی ہے؟

ii۔ کون سی چیز انسانی رویوں کو سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے؟

درج بالا ڈیزائن مستقبل کی ایک تصویر پیش کرنے کے لیے بنایا گیا ہے کہ آیا آنے والے دور میں انسان کے پیدائشی وصف اور ماحول سے سیکھے ہوئے وصف پر کوئی چیز حاوی ہو رہی ہے تو وہ مستقبل میں "الگورتھم" ہو گا۔[10]

مصنوعی ذہانت کیا ہے؟

(AI) مصنوعی ذہانت ایسی مشینوں کی تیاری کو کہتے ہیں جو کام کر سکیں جن کو عام طور پر کرنے کے لیے انسانی ذہانت کی ضرورت ہوتی

[10] Knowledge Triumphant: Concept of Knowledge in Medical Islam, P-2

ہے۔ مثلاً کسی کو دیکھ کر یا اس کی آواز کو سن کر اس کو پہچان لینے کی صلاحیت، فیصلہ سازی کی صلاحیت یا دو مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے کی صلاحیت وغیرہ۔

ان مشینوں کو مخصوص موضوع پر مواد یا ڈیٹا دیا جاتا ہے اور اس مواد یا ڈیٹا میں مماثلت یا پیٹرن ڈھونڈ کر یہ مشینیں خود کو اس قابل بناتی ہیں کہ اگر ان کو اسی قسم کا مختلف مواد ملے تو وہ اس کو پہچان سکیں۔ اب ان مشینوں کو جتنا زیادہ ڈیٹا دیا جائے گا یہ مشینیں اتنے ہی بہتر طریقے سے یہ فیصلہ کر سکیں گی اور اس مواد یا ڈیٹا کی فراہمی "مشین لرننگ" کہلاتا ہے۔

دراصل کمپیوٹر کی ایجاد نے جہاں مصنوعی ذہانت کے لیے دروازے کھولے ہیں وہیں پر انٹرنیٹ کی ترقی نے ڈیٹا ماڈلز کی تیاری کے کام کو بہت آسان کر دیا ہے۔ اب کوئی بھی فرد گھر بیٹھے ایسے ڈیٹا ماڈلز تیار کر سکتا ہے جو کوئی بھی مخصوص کام نہایت تیزی کے ساتھ کر دے تو اس کو آج کل "صنعتی انقلاب" کی توسیع کے طور پر بھی دیکھا جا رہا ہے۔ یعنی جس طرح صنعتی انقلاب نے خود کار مشینوں کو عام کیا تھا اور وہ کام جو کئی انسان مل کر کئی دنوں میں کرتے تھے۔ مشینوں نے چند گھنٹوں میں کرنا شروع کر دیے تھے۔ اسی طرح مصنوعی ذہانت سے جدید ترین مشینیں وہ کام کر سکتی ہیں جو اب تک مشینیں نہیں کر سکتیں تھیں اور ان کے لیے انسانوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ مثلاً معاشروں میں سیکورٹی فورسز اور قانون نافذ کرنے والے ادارے ہی امن وامان کے ذمہ دار تھے؛ مگر اب سی سی ٹی وی کیمرے آگئے ہیں اور مصنوعی ذہانت نے تو یہ تک بتانا شروع کر دیا ہے کہ کب حالات خراب ہونے والے ہیں یا کون، کب اور کہاں کس جرم کا ارتکاب کرنے والا ہے۔ بظاہر تو یہ ترقی صنعتی ترقی کی طرح ہے یعنی کچھ ملازمتیں ختم مگر کچھ ملازمتیں نئی پیدا ہو رہی ہیں۔[11]

مصنوعی ذہانت الگورتھمز کا کھیل:

کمپیوٹر کی زبان میں "الگورتھم" ایسی ہدایات یا طریقہ کار کو کہتے ہیں جن پر عمل کر کے کمپیوٹر کسی مسئلے کو حل کرتا ہے۔ جتنا مشکل مسئلہ ہوتا ہے اتنا ہی پیچیدہ "الگورتھم" اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ مصنوعی ذہانت ہی اب ان الگورتھمز کا ایک کھیل ہے۔ اب یہی الگورتھمز انسان بنا رہے ہیں۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز ہماری روز مرہ زندگی سے لے کر کس کو حکمران بنانا ہے، تک کے فیصلے دے رہے ہیں اور یہ بحث عام ہو رہی ہے کہ AI انسانوں کی جگہ لے رہی ہے۔

اے آئی (AI) میں الگورتھم کا تعارف:

یہ لفظ الگورتھمز کوئی جدید اصطلاح نہیں۔ اصل میں یہ 900ء میں فارس کے ریاضی داں محمد بن موسیٰ الخوارزمی کے نام سے نکلا ہے وہ ہاؤس آف وزڈم یا "بیت الحکمہ" میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ یہ 9ویں صدی کے مسلمان دانشور تھے۔ وہ علم فلکیات، جغرافیہ اور کارٹوگرافی (نقشہ نگاری) کی ترقی میں بہت نمایاں کردار رکھتے تھے۔ خلیفہ مامون الرشید کے بہت خاص دانشوروں میں سے تھے۔ ان کی فرمائش پر علم الہندسہ پر اپنی شہرہ آفاق کتاب لکھی جس کا نام تھا "علم الحساب"۔ اس کے بعد دوسری معرکۃ الآراء کتاب "الجبر والمقابلہ"، یہ علم الجبر پر پہلی مستند کتاب تھی۔ ان کو "الجبرا کا موجد" بھی کہا جاتا ہے۔

[11] ۔ اسلام اور عصری علوم، مفتی منیب الرحمن، البرہان، لاہور، جنوری 2025ء، ص:15

وہ نویں صدی عیسوی میں علم ریاضی والجبرا پر یہ کتابیں لکھ گئے۔ مگر 14 ویں صدی میں جب یورپ میں علم کی شمع جلی تو ان کتابوں کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ اس سے پہلے وہ رومن ہندسوں کے سوا کچھ نہیں جانتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے علم ریاضی میں عربی ہندسوں کو اپنایا، ان کا ترجمہ لاطینی زبانوں میں ہوا اور 1831ء میں انگلش میں ہوا۔ وہ الخوارزمی کو الگوارزمی کہتے تھے اور ان کے فن کو الگورتھم کہا جانے لگا۔ اس فن نے جدید کمپیوٹر کی بنیاد رکھی۔

یوں آج ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ علم ریاضی والجبرا کی جدید ترین شکل مسلمانوں کی ایجاد ہے جس سے کمپیوٹر نے آرٹیفیشل انٹیلی جنس کو وجود میں لانے کی بنیاد فراہم کی۔[12]

قرآن اور قلم کا استعارہ:

قرآنِ کریم کی پہلی وحی جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی وہ یہ تھی:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ○ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ○ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾[13]

(اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے (سب کو) پیدا کیا، اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، آپ پڑھیے، آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے لکھنا سکھایا، انسان کو وہ سکھایا جو وہ جانتا نہیں تھا۔)

ہم قلم کو ان تمام آلات کے لیے استعارے کے طور پر لے سکتے ہیں جو آج حصولِ علم میں معاون ہیں۔ یہ آیاتِ مبارکہ اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ علم کا سرچشمہ قرآنِ مجید ہے۔ اسلام علم کی ترغیب دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلافتِ اسلامیہ کے سنہرے دور میں مسلمان ہر شعبۂ علم کے موجد تھے۔ مسلمان سائنس دانوں نے فلکیات، طب، ریاضی، ہندسہ اور دیگر علوم میں انقلابی کام کیا تھا۔ مغرب نے ٹیکنالوجی اور سائنسی ترقی کی بنیاد مسلمانوں کی انہی تحقیقات پر رکھی ہے، اور پھر ان کو عروج تک پہنچایا ہے۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمانوں نے اپنے دین سے دوری اختیار کرلی ہے جس کی وجہ سے وہ ہر شعبے میں پیچھے رہ گئے ہیں۔

علم اور مسلمان:

ارشادِ نبویؐ ہے:

"الكلمة الحكمة ضالة المؤمن، فحيث وجدها فهو أحق بها"۔[14]

(علم مومن کا گم شدہ خزانہ ہے یا حکمت کی ہر بات مومن کی گم شدہ میراث ہے، سو وہ اسے جہاں پائے (ضرور حاصل کرے) کیوں کہ وہی اس کا حق دار ہے۔)

[12] Knowledge Triumphant: Concept of Knowledge in Medical Islam, P-6

[13] العلق 96:1تا5

[14] سنن الترمذي: أبواب العلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم (باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة)، رقم الحدیث 2687

اسلام علم، سائنس اور تحقیق کا منبع ہے۔ اسلام وہ مذہب ہے جس کی شروعات ہی وحی کے پہلے لفظ "اِقْرَأْ" سے ہوئی، اور قرآن کریم نے رسول اللہ ﷺ کی نمایاں صفات یہ بیان کی ہیں کہ آپ ﷺ آیات الٰہی کی تلاوت اور تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ کتاب وحکمت کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔"[15]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لیے طویل سفر کیا اور اس کا مقصد "علم الاسرار"، یعنی ظاہری احکام کے پیچھے جو باطنی حکمتیں پوشیدہ ہیں، انہیں جاننا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا علم عطا فرمایا جو زمین پر بود و باش اور بقائے حیات کے لیے ضروری تھیں، اس کو ہم "دنیاوی" یا "عصری علم" سے تعبیر کرتے ہیں۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"[16]

حکمت کی ہر بات مومن کی گم شدہ میراث ہے، یعنی حکمت نہایت جامع لفظ ہے، اور ہمارے علمی سرمائے میں فلسفے کو بھی حکمت قرار دیا گیا ہے۔ حکمت کے ایک معنی ہیں "کسی چیز کی حقیقت کو جاننا۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور زمینی و آسمانی مخلوق حتیٰ کہ اپنی بلوں میں چیونٹیاں
اور (پانی میں) مچھلیاں لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والے پر رحمت کی دعا کرتی ہیں۔"[17]

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اور ہر صاحب علم کے اوپر ایک اور علم والا ہے۔"[18]

یعنی علم میں ارتقا کے مدارج کبھی ختم نہیں ہوتے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا:

"سنو! طاقت پھینکنے کی صلاحیت کا نام ہے۔"[19]

یعنی طاقت اور پھینکنے سے مراد فی زمانہ ہم ٹیکنالوجی لے سکتے ہیں۔ اسی ٹیکنالوجی سے اہل مغرب چاند اور دیگر سیاروں تک پہنچے ہیں، خلا میں ان کے سیٹلائٹ (مصنوعی سیارچے) معلق ہیں۔ ان کا سارا جدید ترین اطلاعاتی و حربی کمپیوٹرائزڈ نظام انہی سیارچوں کے ذریعے کنٹرول ہوتا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی اور وہ عقائد اور اعمال میں بھی اسلامی اصولوں پر کاربند تھے تو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انہیں غلبہ عطا فرمایا۔ اسلام سائنس و ٹیکنالوجی اور علم کی ترقی میں بہت بڑا معاون ہے۔ اسلام دینی علوم کو فرضِ عین کہتا

---

[15] آل عمران 162:3

[16] ۔ سنن ابن ماجہ:224

[17] ترمذی، رقم الحدیث:2885

[18] یوسف 76:12

[19] ۔ مسلم 1917

ہے مگر عصری علوم سے بھی صرفِ نظر کی تعلیم نہیں دیتا۔ ہماری پسماندگی معاشی ہو، سائنسی ہو یا ذہنی، یہ دنیاوی کمزوری ہے۔ دنیاوی حالت کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کی مثال صحیح بخاری و مسلم کی ایک حدیث ہے جس کا ذکر ''تفہیمات'' میں مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کے باغ بانوں کو کھجور کی کاشت کے متعلق ایک مشورہ دیا۔ لوگوں نے اس پر عمل کیا مگر وہ مفید ثابت نہ ہوا۔ آپ ﷺ سے اس بارے میں عرض کیا تو جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں اپنے دنیوی معاملات کا زیادہ علم ہے۔''[20]

یہ ایک دنیاوی مسئلہ ہے جو ایک دنیاوی تجربہ چھوڑنے سے پیدا ہوا۔ دنیاوی علوم پر پانچ مزید احادیث مبارکہ اس مضمون کے اندر موجود ہیں۔ جنگِ بدر کے موقع پر خیموں کی جگہ دنیاوی تجربے سے حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے تجویز دی جس پر عمل بھی کیا گیا۔ پیوند کاری اور خیموں کے علم کو عقلی علم کہیں گے، دنیاوی کہیں یا آج سائنس و ٹیکنالوجی کا علم کہیں، یہ ایک زمرہ بندی (Categorization) ہے۔ یہ تقسیم کوئی سیکولرازم یا گمراہی قرار نہیں دی جا سکتی۔ سیکولرازم تب ہے جب یہ دنیاوی علم دین کے خلاف استعمال کیا جائے۔

سورۃ الانفال میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ﴾[21]

(اور تم لوگ، جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے اُن کے مقابلہ کے لیے مہیا رکھو۔)

دورِ حاضر میں میڈیا کا اطلاق اسلام کی روشنی میں:

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ مذہب کی تعلیمات سائنس کی تحقیقات کے خلاف ہیں۔ وہ لوگ اس عموم میں مذہب اسلام کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اسلام نے نہ صرف آفاقیت قانون کا عقیدہ دیا ہے بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر سب سے پہلے علم صحیح کی حدود انسان کو سمجھائی ہیں۔ قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾[22]

(اور جس بات کی تجھے خبر نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ، بے شک کان اور آنکھ اور دل ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔)

یہ آیت بتاتی ہے کہ علم صحیح آنکھ، ناک، کان یعنی حواس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے جس پر دل مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔ حواس اور غور وخوض علم صحیح کے لیے ضروری مراتب ہیں۔ اسلام کی غور و فکر اور حقیقت اسی کا جذبہ ہی ہے جس نے سائنس کے لیے بنیادیں فراہم کی۔ قرآن کی بیسیوں آیات جن میں مظاہرات، خطرات پر انسانوں کو غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ جیسے مصنف بیفالت لکھتا ہے:

''سائنس سے تحقیق کی نئی روح تفتیش کے لیے طریقے پیائش اور مشاہدہ کے لیے نئے اسلوب مراد ہیں۔ جن سے یونانی بے خبر تھے۔ یورپ میں اس روح اور ان اسالیب کو رواج دینے کا سہرا عربوں کے سر ہے۔''[23]

---

[20] مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ، تفہیمات، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 1991ء، ص:

[21] ۔ الانفال 60:8

[22] ۔ بنی اسرائیل 36:17

[23] تشکیل انسانیت از رابرٹ بیفالت، ترجمہ عبد المجید سالک، ص 203

بعض لوگ آج کی سائنسی ترقی و ٹیکنالوجی خاص طور پر سوشل میڈیا کے ذریعے علم تک رسائی کو اسلام کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ ان کا سرسری اندازہ ہے۔ حالاں کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دنیا میں حقائق (Facts) غیر جانب دار ہوتے ہیں۔ ہر قوم اپنے ذہنی پس منظر میں ان حقائق کو ترتیب دیتی ہے۔ یونانیوں نے اس کو مشرکانہ پس منظر سے دیکھا ہے۔ عربوں نے اسے سنت اللہ کا منظر دیا ہے۔ آج کے مسلمان دوبارہ اس کو حق پرستی کا پس منظر شمار کر سکتے ہیں۔ تعمیری مسالہ اسٹیٹ گارا ہو یا سیمنٹ لوہا، غیر جانب دار ہوتا ہے۔ ہندو اس سے مندر تعمیر کرتے ہیں۔ عیسائی ایک عمارت جس کو گرجا کہتے ہیں، تعمیر کرتے ہیں، مسلمان مخصوص طرز کی عمارت تعمیر کرتے ہیں جو ان کی مسجد ہوتی ہے۔ مسالہ ایک ہونے کے باوجود تعمیر کرنے والوں کی ذہنیت نے عمارت کو خاص شکل، خاص طرز اور مخصوص نوعیت عطا کر دی۔ اب اگر کوئی شخص بضد ہے کہ اس مسالہ سے صرف گرجا تعمیر ہو سکتا ہے تو وہ بے جا ہٹ دھرمی کا شکار ہے، اور اگر کوئی اس بات پر ایمان لے آئے تو یہ افسوس کا مقام ہو سکتا ہے۔[24]

قرونِ وسطیٰ میں سائنس کے میدان میں صرف مسلمان پیش پیش تھے۔ یہ نقطۂ نظر عام تھا کہ مذہب کی عقلی توجیہ نہ صرف سائنس کی بنیاد ہے بلکہ مذہب کے لیے قوت بھی ہے۔ لہٰذا مذہب اور سائنس ناقابلِ تفریق ہیں۔[25]

تعلیماتِ نبوی ﷺ عقلیت پسندی کا جدید دور:

جدید عقلیت پسندی دراصل اسلام کا تحفہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ قدیم اور جدید دور کے سنگم پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ جہاں تک ذریعۂ علم وحی الٰہی کا تعلق ہے وہ جدید دنیا سے متعلق نظر آتے ہیں۔ اس دعویٰ کی حقیقت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے قلم کے ذریعے سنیے۔ سیرتِ رسول ﷺ کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''صحرائے عرب کا یہ ان پڑھ بادیہ نشین جو چودہ سو برس پہلے اس ''تاریک دور'' میں پیدا ہوا تھا دراصل وہ دورِ جدید کا بانی اور تمام دنیا کا لیڈر ہے۔ وہ نہ صرف ان کا لیڈر ہے جو اسے لیڈر مانتے ہیں، بلکہ وہ ان کا بھی لیڈر ہے جو اسے نہیں مانتے۔ ان کو اس امر کا احساس تک نہیں کہ جس کے خلاف وہ زبان کھولتے ہیں۔ اس کی رہنمائی کس طرح ان کے حالات میں، ان کے اصولِ سیاست میں، قوانینِ عمل میں اور ان کے عصرِ جدید کی روح میں پیوست ہو گئی ہے۔ مسیحی مصنف چارلس عیساوی اعتراف کرتا ہے کہ: ''اگر فردِ واحد نے تاریخ کا دھارا موڑا ہے تو وہ محمد ہیں۔''[26] اس خاتم النبیینؐ نے دنیا کے تصورات کا رخ، اہمیت اور عجائب پرستی اور رہبانیت کی طرف سے ہٹا کر عقلیت اور حقیقت پسندی اور مقصدیت کی طرف پھیر دیا۔ اور آج مسلمان یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کو آثارِ فطرت (Natural Phenomenon) میں خدا کی نشانیاں نظر آتی ہیں۔ دین سے علم و عمل کا رابطہ قائم کیا۔ مذہب کی طاقت سے دنیا میں سائنٹیفک سپرٹ سے صحیح مذہبیت پیدا کی۔''[27]

---

[24] ۔ پروفیسر سید محمد سلیم، مغربی فلسفۂ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ، ص:40

[25] Introduction to History of Science by Prof.Sarton

[26] Charles Issari the Muslim World Issue April, 1950, p. 90

[27] سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، نبوت محمدی کا عقلی ثبوت، تفہیمات، ص:249، حصہ اول

جو لوگ ہر طاقت ور انسان کو اپنا خدا بناتے تھے، ان کو اس نے سمجھایا کہ وہ بجز انسان کے اور کچھ نہیں ہے۔ نہ کوئی شخص تقدس، حکمرانی اور آفاقی کا پیدائشی حق لے کر آیا اور نہ کسی پر ناپاکی اور محکومیت اور غلامی کا پیدائشی داغ لگا ہوا ہے۔ اسی کی تعلیم نے دنیا میں وحدت انسانی اور مساوات اور جمہوریت اور آزادی کے تصورات پیدا کیے ہیں۔

آج ان زروں کو بھی ناز اپنی تابانی پہ ہے
تیرے در کا نقش سجدہ جن کی پیشانی پہ ہے

(آغا حشر کاشمیری)

تعلیم وتربیت اور ریاست کی ذمہ داریاں:

اسلام میں نظام ریاست کے بنیادی اصولوں میں ایک مسلمہ اصول شعائرِ اسلام اور نظام تعلیم کا نفاذ بھی ہے۔ اسلامی ریاست کے اس اہم فرض کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾[28]

(وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں دنیا میں حکومت دے دیں تو نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور نیک کام کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں، اور ہر کام کا انجام تو اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے۔)

"امر بالمعروف" سے (Promotion of good) ہے، یعنی معاشرے میں ان تمام قوانین کی تشکیل اور ان کی پابندی کروانا جن کی مذکورہ بالا اصولوں کے قیام کے لیے ضرورت ہو۔ جب کہ "المنکر" (Promotion of Crime) سے مراد انسانی نظام حیات کے لیے ہر مضر و نقصان دہ چیز کو روکنا ہے۔ عرب حکمرانوں نے جب قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ سے اپنی خوابیدہ فکری طاقتوں کو بیدار کیا اور ان کے سامنے معنوی زندگی کی نئی راہ کھولی تو انہوں نے بڑی محنت و لگن اور خلوص سے اپنی عوام کو علمی سرمایہ فراہم کیا۔

یہ علم ہی کا شغف تھا کہ عربوں نے یونان اور ہندوستان کے فلسفہ وحکمت کو عربی زبان میں منتقل کیا اور غیر مسلم قوموں کی زبان اور حکمت کو سیکھنے میں کسی تساہل یا ذہنی تحفظ سے کام نہیں لیا۔ حکومتوں نے ہمیشہ علم کی ترویج کی، اور جیسا کہ تاریخ میں لکھا ہے کہ: "بغداد، اصفہان، شیراز میں پہلی بار سرکاری طور پر مدارس کا قیام عمل میں آیا، علما صدیوں تک بزم علم میں منقولات وغیر منقولات پڑھاتے رہے۔"[29]

اسلامی ریاست ہر شہری کی ابتدائی اور ضروری تعلیم کی ذمہ دار ہے۔ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ موجود ہے کہ آپ ﷺ نے کس طرح سے اسلامی ریاست میں تعلیم کو عام فرمایا۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ:

"صفہ کے علاوہ مدینہ منورہ میں نو مساجد میں مدارس قائم تھے۔ جہاں نشانہ بازی، پیراکی، تقسیم ترکہ کی ریاضی، مبادی طب علم ہیئت، علم الانساب اور علم تجوید القرآن کی تعلیم آنحضرت ﷺ کے حکم سے دی جاتی تھی۔"[30]

---

[28] ۔الحج 41:22

[29] ۔برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کا قدیم نصاب تعلیم، ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کراچی، ص:7

[30] ۔ڈاکٹر حمید اللہ، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، ادارہ ثقافت اسلامیہ کراچی، 1991ء، ص:36

عہدِ حاضر میں اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم و فنون پر اور جدید میڈیا کی تعلیم پر دسترس و مہارت سے کسی صورت انکار ممکن نہیں ہے۔ چناں چہ اسلامی ریاست کی قومی قیادت قرآن و حدیث کی روشنی میں تعلیم و تعلم اور ٹیکنالوجی کے حصول کے لیے عملی اقدامات کرنے کی پابند ہے تاکہ عوام کا معیارِ زندگی بلند ہو اور مملکت کے وقار اور ترقی میں اضافہ ہو۔

1۔ سوشل میڈیا کی تعلیم کو دینی و عصری علوم سے ہم آہنگ کرنا:

مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) ایک حقیقت ہے۔ خواہ مخواہ سب کو اس سے استفادہ کرنا ہوگا۔ لیکن اسے کاملیت تک پہنچنے کے لیے وقت درکار ہوگا۔ اس کو دینی ورثے اور عصری تعلیم سے ہم آہنگ کرنا ہوگا، چاہے اس میں کتنا ہی وقت یا محنت لگے، کیوں کہ اگر کسی مصنوعی ذہانت سے پروفائل نکالا جائے تو اس میں سب کچھ من و عن تازہ ترین حقائق کے مطابق نہیں ہوتا۔ اسلامی عقیدہ ہے کہ تخلیق (پیدا کرنا) احیا (حیات عطا کرنا) اور اماتت (حیات کو سلب کرنا) اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، جب کہ سائنس دان کائنات کے سربستہ رازوں کو دریافت (Discover Explore) کر رہے ہیں۔

الغرض در حقیقت سائنس دان خالق، محیی اور ممیت نہیں ہیں۔ بعض اوقات انسانوں کے لیے یہ الفاظ مجازاً بولے جاتے ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ دینی مدارس میں بھی نصاب کے ساتھ مصنوعی ذہانت سے متعلقہ علوم کو شامل کیا جائے، تاکہ تعلیم یافتہ علما سائنس اور ٹیکنالوجی کے ارتقا کے نتیجے میں دینی ٹکراؤ سے بہتر نبرد آزما ہو سکیں گے۔ اللہ کی رضا کا حصول اولین مقصد ہو تو اس ٹیکنالوجی سے دوبارہ علم و فن کے میدان کے سرخیل بن سکتے ہیں۔ فارسی کا مقولہ ہے:

"خانہ خالی را دیو می گیرد"

(یعنی گھر ویران ہو تو آسیب کا بسیرا ہو جاتا ہے۔)

اسلام اپنی جبلت کے اعتبار سے باطل کی آمیزش قبول کرنے کے حق میں نہیں ہے۔ کسی سائنسی دلیل نے آج تک اسلام کو رد نہیں کیا ہے۔ البتہ جدید دنیا کے فلاسفر و شاطر لوگ اسلام پر بات کرتے ہیں، اس لیے اس وقت جدید ٹیکنالوجی کو ان کے لیے خالی نہیں چھوڑا جا سکتا۔

"الضرورات تبیح المحظورات"[31]

(یعنی ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔)

اس مسلمہ ضابطہ پر اس اصول کا اطلاق ہی ہوتا ہے کہ اس کو ہر ایرے غیرے پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ مجتہدین و اہلِ فتویٰ کا کام ہے جو چیز اسلام کی ضد نہ ہو یا جسے اختیار کرنے سے اسلام کے کسی قطعی حکم کی نفی نہ ہوتی ہو، اسے اختیار کرنا مباح ہے۔ ہاں جو چیز اسلام کی ضد ہو اس سے اجتناب کریں،[32] کیوں کہ احادیث کے اخذ و قبول کے لیے مسلمانوں کا جو مینائے علم ہے، وہ اب اُمتِ مسلمہ کا منتظر ہے کہ وہ اسے آگے بڑھ کر اس کا پرچم ہاتھ میں تھام لے اور سربلند و سرفراز ہو جائے۔ یہاں جام سے مراد ہے جامِ علم، جیسے شاعر شاد آبادی کہتے ہیں:

یہ بزم جسے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی

---

[31]۔ مرقاۃ المفاتیح، ج:4، ص:1269

[32]۔ پروفیسر سعید اختر، ہمارا نظام تعلیم، ص:17

جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

2۔ علم کی توسیع ورسائی میں (AI) کا بہترین استعمال:

دنیا مسلسل ترقی کر رہی ہے اور نئی چیزیں سیکھنا ضروری ہے۔ آبادی میں بھی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ دنیا کی آبادی اب 9 ارب سے تجاوز کر گئی ہے۔ اسی تناسب سے کالجز اور جامعات میں داخلہ لینے والے طلبہ کی تعداد میں بھی دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے۔ آج ملک کی جامعات میں محدود نشستوں کی وجہ سے بیشتر طلبہ انتشار کا شکار ہیں۔ اکثر طلبہ کو جامعات میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ تاہم ترقی کی منازل طے کرتی ہوئی ٹیکنالوجی نے فاصلاتی تعلیم کے ذریعے علمی ترویج کے لیے حیرت انگیز مواقع فراہم کیے ہیں جو پہلے موجود نہیں تھے۔

فاصلاتی تعلیم کو فروغ دیتے ہوئے مصنوعی سیارہ (Pak Sat) خلا میں لایا گیا ہے اور ورچوئل جامعہ (Virtual University) قائم کی گئی جو کہ اس وقت پاکستان میں ڈیڑھ لاکھ طلبہ کو اعلیٰ ومعیاری تعلیم فراہم کر رہی ہے۔

اعلیٰ تعلیمی کمیشن (HEC) کے چیئرمین ڈاکٹر عطاء الرحمن نے ملک میں حکومت کی سرپرستی میں کئی ڈیجیٹل لائبریریاں قائم کی ہیں جو بین الاقوامی کمپنیوں کے شائع شدہ پچیس ہزار جریدے اور 65 ہزار درسی کتب تک جامعات کے طلبہ کو مفت رسائی دے رہے ہیں۔ اس طرح آج یونی ورسٹیوں میں یہ سہولت دی جارہی ہے کہ بہترین ویڈیو لیکچرز اور کانفرنسنگ کے ذریعے تعلیم میں اعلیٰ معیار کے حصول کو ممکن بنا رہے ہیں۔[33] مجموعی طور پر (AI) تعلیم کے مستقبل کو روشن بنا رہی ہے اور دور دراز کے علاقوں میں علم کی رسائی میں اضافہ کا موجب ہے۔

فاصلاتی تعلیم کے پروگرام:

ان ممالک میں جہاں اعلیٰ تعلیم کو قومی ترجیح نہیں دی جاتی، غربت اور وسائل کی عدم دستیابی علم کے حصول میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ وہاں پر علم اور عمل دونوں کو ہم اس لیے ٹیکنالوجی سے قابلِ حصول بنا سکتے ہیں، جیسا کہ ہمارے دین میں تعلیمی پالیسی میں تعصب کو دخل نہیں ہے۔ نبی مہربان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نزدیک غیر مسلم سے بھی اگر علم حاصل کرنا پڑے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جنگ بدر کے قیدیوں سے لکھنا پڑھنا سیکھا جو کہ مشرک تھے یا یہودیوں سے کتابت سیکھی۔[34]

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"الحق يقبل من كل من تكلم به"

(حق بات ہر اس شخص سے قبول کی جائے جو اسے کہہ رہا ہو۔)

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے:

"العلم ضالة المؤمن، حيثما وجده أخذه"[35]

(علم تو مومن کی گم شدہ چیز ہے وہ اسے جہاں بھی پائے گا حاصل کرے۔)

33۔ تعلیمی زاویے، ڈاکٹر عطاء الرحمن، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن، اسلام آباد، جولائی 2014ء، ص:18

34۔ آنحضرت ﷺ کی تعلیمی پالیسی، پروفیسر محمد گجر خان غزل کاشمیری، اردو بازار لاہور، ص:170

35۔ التراتیب الاداریہ، ج:2، ص:349

آپ ﷺ نے خود صحابہؓ کو غیر ملکی زبانیں سیکھنے کی ترغیب دی اور حضرت زیدؓ بن ثابت کو عبرانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔

ملک میں اس سلسلے میں عملاً فاصلاتی تعلیم کے پروگرام سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اس وقت (HEC) نے 2100 کورسز عالمی سطح پر متعارف کروار کھے ہیں۔(MIT OpenCourseWare)، MIT وہ ادارہ ہے جو کالجز و جامعات میں بین الاقوامی سطح کے کورسز آن لائن کرواتا ہے۔ اس طرح ایک فاصلاتی تعلیمی پروگرام "کورسیرا" ہے جو کہ اسٹینورڈ کے پروفیسرز نے مل کر بنایا ہے۔ تقریباً 20 لاکھ طلبہ اس کی کلاسز میں رجسٹرڈ ہیں۔ یاد رہے کہ ایم آئی ٹی کے اشتراک سے "EDX" کے نام سے شروع کیا ہے۔ کیلیفورنیا میں خان اکیڈمی نے اسکول کی سطح کے کورسز متعارف کروائے ہیں جن میں بیشتر کورسز کا عربی، اردو اور فرانسیسی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے۔[36]

3۔ سوشل میڈیا میں (AI) کا صحت کی تعلیم میں کردار:

(AI) انسانی زندگی میں صحت کے شعبے میں ایک نئی اُمید بن کر ابھری ہے۔ صحت ہماری زندگی کا سب سے قیمتی تحفہ ہے۔ لیکن نت نئی بیماریوں اور نئی سے نئی ادویات کی ایجاد نے صحت کے شعبے کو کافی پیچیدہ بنادیا ہے۔ اس سلسلے میں میڈیکل کالجز میں سہولیات کی عدم دستیابی کی بنا پر جدید رجحانات سے طلبہ کو واقفیت نہیں دلائی جاسکتی۔ اسی طرح بیماریوں کی تشخیص کرنا مشکل ہوتا جارہا ہے۔ مرض پیچیدہ اور علامات مشکل ہو رہی ہیں۔ اس سلسلے میں AI کی ٹیکنالوجی نے طبی آلات مثلاً ایکسرے، ایم۔ آر۔ آئی اور سی ٹی سکین کا ایک انقلابی رجحان پیدا کیا ہے جو یقیناً صحیح تجربہ کر کے بیماریوں کی تیز تر تشخیص میں مددگار ثابت ہو رہا ہے۔

اس طرح مریضوں کا طبی ریکارڈ، جینیاتی معلومات، نئی ادویات کی دریافت، سرجری اور دیگر شعبوں میں لاتعداد اقسام کی نئی مشینوں کا تعارف سب کی تعلیم صرف اس ٹیکنالوجی کی مرہونِ منت ہے۔

4۔ انجینئرنگ (Engineering) کی تعلیم میں AI کا استعمال:

جیسا کہ محدود وسائل کی وجہ سے جامعات میں دی جانے والی تعلیم کو اگر انجینئرنگ کے شعبے کے حوالے سے دیکھا جائے تو وہاں بھی اساتذہ کی کمی، تخصص کے شعبوں میں ماہرین کی کمی، لیبارٹریز میں آلات و وسائل کا محدود پیمانے پر دستیاب ہونا ملک کے اندر اعلیٰ معیار تعلیم کو برقرار رکھنے میں باعث رکاوٹ ہیں، مگر آن لائن لیکچرز تک رسائی سے اس کا ازالہ ممکن ہے۔ IT کے شعبوں نے تیز ترین ترقی اور مصنوعی ذہانت نے اس شعبہ ہائے تعلیم پر زبردست مثبت اثرات ڈالے ہیں۔ جیسا کہ "X Mind"، "Map This" اور "Miro" ایپلی کیشنز نے اس شعبہ میں طلبہ کو کافی مستفید کیا ہے۔ طالب علم دور بیٹھے بہترین اور قابل پروفیسرز سے ویڈیو کانفرنسز کر کے سوالات پوچھ کر اپنے شعبے میں ہونے والی نئی دریافتوں کے حوالے سے پوچھ سکتے ہیں۔ نیز اپنے شعبوں میں مشکلات اور رکاوٹوں کے لیے بھی جدید ٹیکنالوجی سے مدد لی جاسکتی ہے۔ جدید میڈیا سے اس طرح لاکھوں لوگوں کو گھر بیٹھے روزگار بھی فراہم ہو سکتا ہے۔[37]

5۔ دیگر شعبوں میں جدید میڈیا سے تعلیمی ترقی:

زندگی کے تمام شعبہ جات کو اگر آج جانچا جائے تو ہم کسی میدان میں بھی اس جدید ٹیکنالوجی یا میڈیا سے باہر نہیں رہ سکتے۔ معاشی

---

[36]۔ ڈاکٹر عطاء الرحمن، تعلیمی زاویے، ص:20

[37]۔ مصنوعی ذہانت، مثبت رخ، مفتی منیب الرحمن، البرہان، نومبر 2024ء، ص:28-29

سرگرمیوں اور جدید معاشیات کی تعلیم، بزنس ہو یا اسٹاک مارکیٹنگ؛ غرض ہر جگہ پر ان ایپلی کیشنز نے کاموں کو آسان اور وقت کو بچا کر خود کو منوالیا ہے۔ زوم کلاس رومز کا تصور سب سے پہلے کووڈ 19 کے دوران پیش کیا گیا، مگر آج دنیا بھر میں اس کے ذریعے جدید طریقہ ہائے تعلیم اور انسانوں کی موجودگی کے تصور کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ قانون کی تعلیم ہو یا جرائم کی روک تھام، ہر جگہ اس میڈیا نے زندگی کو آسان اور حصول علم کو عام کر دیا ہے۔[38]

ریسرچ کے شعبے میں انقلابی معلومات کا حصول:

اعلیٰ تعلیمی ڈگریوں میں ڈیٹا کا استعمال پرانے ریکارڈ کی تلاش اور نئے گراف سے معلومات کا اندراج سب کے لیے ہم کو ان ایپلی کیشنز کی ضرورت ہے۔ مقالہ جات کی جانچ پڑتال اور سرقہ یا (Plagiarism) کا ٹیسٹ آج کام کے معیار کو بہترین بنا رہا ہے۔

6۔ دینی تعلیم کے حصول میں سوشل میڈیا کا کردار:

آنحضور ﷺ نے علمی تحریک کو پروان چڑھایا اور ایک عظیم معلم ہونے کا ثبوت دیا۔ معاملہ یہاں ختم نہیں ہوتا بلکہ آپ ﷺ نے دور دراز علاقوں تک تعلیم پہنچانے کے لیے وفود ترتیب دیے اور وہاں ارسال کیے۔[39] 3 ہجری میں قبیلہ عضل اور قارہ کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے کہا کہ ہمارے درمیان اسلام پھیل چکا ہے۔ آپ ﷺ اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگ ہمارے ساتھ بھیجیں جو ہم کو دین کی سمجھ اور قرآن کی تعلیم دیں اور ساتھ ہی شرائع اسلام کی تعلیم دیں، آپ ﷺ نے ان کے ساتھ چھ اصحاب روانہ کیے۔[40]

ہجرتِ مدینہ کے بعد کچھ لوگ مدینہ آکر درس دیتے تھے جیسے رافع بن مالک الانصاری، بلکہ انصاریوں نے حضور اکرم ﷺ کو خط لکھا کہ:

"ابعث إلينا رجلا يفقهنا في الدين ويقرئنا القرآن"[41]

(ہماری طرف کوئی ایسا آدمی بھیجیں جو ہمیں دین سمجھائے اور قرآن پڑھائے۔)

چنانچہ آنحضور ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا جو اہل مدینہ کی تعلیم و تربیت خصوصاً قرآن پاک کی تعلیم دینے پر مقرر ہوئے۔[42]

لہٰذا مندرجہ بالا حدیث و سنت کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے دین کو پھیلانے اور اس کی تعلیم کے لیے خود بھی اقدامات کیے اور آنے والے ادوار میں صحابہ کرامؓ نے بھی دنیا بھر میں دین اسلام کی ہر طرح ترویج کے لیے کوششیں کیں۔ اس موضوع پر آج جدید ٹیکنالوجی وہی کام بہت بہتر اور تیز ترین انداز میں کر رہی ہے، مگر اس میں تحقیق و چھان بین بھی ضروری ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔

---

[38] ۔ اسلام اور عصری علوم، مفتی نجیب الرحمٰن، البرہان، جنوری 2025ء، ص:21

[39] ۔ پروفیسر سید محمد سلیم، ماہنامہ افکار علم، ص:33

[40] ۔ تاریخ خلیفہ، ج:1، ص:39

[41] ۔ التراتیب الاداریہ، ج:1، ص:44

[42] ۔ طبقات ابن سعد، ج:2، ص:108، الوثائق السیاسیہ، ص:34

"اسلام 360" کی ایپلی کیشن اور AI کا استعمال:

آج پوری اسلامی دنیا پاکستان کے نوجوان زاہد چھیپا کی بنائی ہوئی ایپ "اسلام 360" کی وجہ سے اسلامی معلومات سے مستفید ہو رہی ہے۔ جس میں قرآن کے مختلف "قراء" کی آوازوں میں تلاوت، درجنوں تراجم، تفاسیر اور احادیث وغیرہ ہمارے موبائل کے ایک کلک پر ہمیں حاصل ہیں۔ اسلامی کتب، دعائیں، انبیا کی معلومات، اوقاتِ نماز وغیرہ تو اس میں شامل ہیں ہی، مگر اب (AI) نے تو اس میں انقلاب برپا کر دیا ہے، کیوں کہ اب ہم مستند مفتیوں سے فتاویٰ کے لیے بھی اس ایپ کو استعمال کر سکتے ہیں۔

7۔ خواتین کی تعلیم تک رسائی میں میڈیا کا کردار:

اسلام چونکہ تعلیم کے حصول میں مردوں اور خواتین کا کوئی فرق نہیں کرتا، جیسا کہ امام بخاریؒ نے ایک حدیث پر باب باندھا ہے:

"باب عظة الإمام النساء وتعليمهن"[43]

(یعنی امام کا عورتوں کو دین سکھانا۔)

اسی طرح عظیم معلم ﷺ کا قول ماخذ ہے کہ:

"جس شخص نے تین بیٹیوں یا دو بیٹیوں یا بہنوں کی بہترین تعلیم وتربیت کی اور
ان کے مستقبل کے بارے میں خدا سے ڈرتا رہا تو اس کے لیے جنت ہے۔"[44]

اُمت کو بہت سے اسلامی مسائل اور ان کی معلومات ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حاصل ہوئیں۔ صحابہ کرامؓ مسائل معلوم کرنے کے لیے امہات المومنین کے پاس آتے تھے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ﴾[45]

(اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔)

اس ضمن میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آج کے دور میں خواتین کی علم حاصل کرنے کی ضرورت کو سوشل میڈیا، خاص طور پر انٹرنیٹ اور مصنوعی ذہانت کے پروگرامز پورا کرنے میں مددگار ہو سکتے ہیں۔ قبائلی معاشرے میں چوں کہ عورتوں کو باہر نکل کر علم و تجربہ حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہوتی، تو عورتوں میں ناخواندگی مردوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

اگر تعلیم حاصل کرنے کے ان جدید ذرائع کو مثبت طریقے سے بنایا جائے تو یہ تعلیم نسواں کے لیے ایک نعمت سے کم نہیں۔ مدارس کی عالمات ہوں یا کم تعلیم یافتہ گھرانوں کی خواتین اپنے اپنے تخصص کے شعبوں میں بھرپور فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ آج جو تحریف شدہ الہامی کتب تورات و انجیل موجود ہیں ان کے لیے بھی طے شدہ ضابطہ یہی ہے کہ ان میں بیان کردہ تعلیمات میں جو چیز قرآن کے مطابق ہے اسے قبول کر لیا جائے گا، ورنہ قرآن کے موافق اور نہ مخالف اس کے بارے میں توقف کیا جائے گا، اور جو چیز قرآن کی ضد ہے اسے رد کر دیا جائے گا۔ نوجوان علماء تحقیق کے

43۔ فتح الباری، ج:1، ص:192

44۔ ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی النفقۃ علی البنات

45۔ الاحزاب 53:33

میدان میں انٹرنیٹ اور آئی ٹی کے شعبوں سے استفادہ کررہے ہیں۔ یقیناً وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہوگا۔ یہ وقت کا تقاضا ہے جنھیں اپنے عہد کا ادراک کرکے جینا ہے۔ اُن کے لیے یہ سب کچھ ناگزیر ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾[46]

(تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ زندہ رہے۔)

سو ہر ایک کو اپنا مقام متعین کرنے کے لیے اہلیت کو ثابت کرنا ہوتا ہے۔ بشرطیکہ دلائل ثقہ اور موضوع سے متعلق ہوں۔ محض بے مقصد اور بے نتیجہ نہ ہوں۔[47]

سطورِ بالا میں ہم نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام اور سائنس کی جدید معلومات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ہر علم و فن اور ہر ایجاد اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ایک ذریعہ ہے۔ اگر ان جدید ایجادات کی کمانڈ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوگئی تو یہ دنیا کی قیادت کریں گے، ورنہ وہ ہمیشہ اغیار کے پاس ہاتھ میں کاسہ گدائی لے کر جائیں گے۔ اس لیے مسلمانوں کو اس میدان میں اپنی اہلیت کو ثابت کرنا ہوگا۔ اسی کو Survival of the Fittest یا "بقائے اصلح" کا نام دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اقبال نے کہا ہے:

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی — کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیارا

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی — ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا[48]

سوشل میڈیا اگر خیر ہے تو خیرِ کل نہیں ہے، اس لیے اس کے مفاسد سے ممکنہ حد تک بچنے کے لیے حکومت کی کچھ ذمہ داریاں ہیں جو درج ذیل ہیں:

سوشل میڈیا کے استعمال کو محفوظ بنانے میں حکومت کی ذمہ داریاں:

حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس پلیٹ فارم کو ایک محفوظ، تعمیری اور ذمہ دارانہ بنانے کے لیے عملی اقدامات اٹھائے۔

1۔ قانونی اور اخلاقی فریم ورک کی تشکیل:

ایسے قوانین اور پالیسیز بنانا جو سوشل میڈیا کے غلط استعمال کو روک سکیں، جیسا کہ نفرت انگیز مواد، جھوٹی خبریں اور سائبر کرائمز وغیرہ۔ آزادیِ اظہارِ رائے کا احترام کرتے ہوئے ایسے اصول وضع کرنا جو شہری حقوق اور ملک کی سلامتی کے درمیان توازن قائم رکھ سکیں، جیسا کہ چین سے ایک ٹیکنالوجی Firewall کے حصول کے لیے حکومت فیصلہ کررہی ہے۔

2۔ بین الاقوامی تعاون اور پالیسیز:

عالمی سوشل میڈیا پلیٹ فارمز (جیسے فیس بک، ٹوئٹر، یوٹیوب) کے ساتھ مل کر ایسے معیارات طے کرنا جو مقامی قوانین اور مفادِ عامہ سے ہم آہنگ ہوں۔ دیگر ممالک کے ساتھ مل کر آن لائن سیکیورٹی اور سوشل میڈیا قوانین کے نفاذ کے لیے تعاون بڑھانا۔

---

[46] الانفال 8:42

[47] ۔ مفتی حبیب الرحمن، اسلام اور عصری علوم، ماہنامہ البرہان، جنوری 2025ء، ص:24

[48] ۔ علامہ محمد اقبال، بانگ درا، ص:112

3۔انتہاپسندی اور غیر قانونی سرگرمیوں کی نگرانی:

سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر دہشت گردی، نفرت آمیز تقاریر اور غیر قانونی سرگرمیوں کی نگرانی کے لیے اسپیشل سیل کا قیام۔ انٹیلی جنس اداروں کو جدید ٹیکنالوجیز اور ڈیٹا اینالیسز کے ذریعے ممکنہ خطرات کی نشاندہی میں مدد فراہم کرنا۔

4۔بچوں اور نوجوانوں کا تحفظ:

سوشل میڈیا پر موجود نقصان دہ مواد (مثلاً تشدد، غیر اخلاقی مواد، ڈرگ پروموشن) کو کنٹرول کرنے کے لیے سخت پالیسیاں بنانا۔ تعلیمی اداروں کے ساتھ مل کر بچوں اور نوجوانوں کے لیے آن لائن سیفٹی گائیڈ لائنز تیار کرنا۔[49]

5۔آن لائن سیکورٹی اور پرائیویسی کا تحفظ:

شہریوں کی آن لائن پرائیویسی اور ڈیٹا کی حفاظت کو یقینی بنانا تاکہ ان کی ذاتی معلومات غیر قانونی طور پر استعمال نہ کی جا سکیں۔ سائبر کرائمز، ہیکنگ، بلیک میلنگ اور آن لائن ہراسمنٹ کے خلاف سخت قوانین نافذ کرنا اور عوام کو ان کے بارے میں آگاہ کرنا۔

6۔جعلی خبروں اور پروپیگنڈے کی روک تھام:

فیک نیوز اور غلط معلومات کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے مؤثر اقدامات کرنا، جیسے فیک چیکنگ اداروں کی معاونت اور آگاہی مہم چلانا۔ ایسے پلیٹ فارمز کے ساتھ تعاون کرنا جو جعلی خبروں کو فلٹر کرنے کے لیے جدید ٹیکنالوجی استعمال کرتے ہیں۔

7۔دینی مقدسات کی توہین کا نوٹس لینا:

دینی مقدسات کی حرمتوں کی حکومت، پارلیمنٹ، مقتدرہ اور عدلیہ کا نوٹس لینا، بلکہ پیشگی وارننگ دینا ضروری ہے۔ سوشل میڈیا پر اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسالت مآب ﷺ، قرآنِ کریم وغیرہ کی حرمت کی پامالی پر بروقت کارروائی کرنا، تاکہ ملک میں عوام خود سے کوئی قدم نہ اٹھائیں اور بدامنی پھیلنے کا موجب نہ بنے۔

8۔ذمہ دارانہ سوشل میڈیا مہمات اور آگاہی دینا:

شہریوں کو یہ سکھانا کہ وہ سوشل میڈیا کو مثبت مقاصد کے لیے کیسے استعمال کر سکتے ہیں۔ اس کی آگاہی دینا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ تحمل وبرداشت ہو، ہمت وشجاعت ہو، مستعدی اور جفاکشی ہو، ایسے مقصد کا عشق اور اس کے لیے ہر چیز قربان کر دینے کا بل بوتا ہو۔ معاملہ فہمی، انسانوں کے دل میں جگہ پیدا کر لینے کی صلاحیت ہو۔ اگر تمام یا بیشتر افراد کسی اجتماعی نصب العین پر متفق ہوں، ان کے رہنماؤں میں اخلاص، حسن تدبیر اور رہنمائی کی دوسری ضروری صفات موجود ہوں اور خود قوم یا جماعت اپنے اندر احساسِ رائے عامہ زندہ رکھتی ہو، جو کسی ایسی چیز کو اپنے اندر پنپنے نہ دے جو اس کی فلاح کے لیے نقصان دہ ہو۔[50]

[49] ۔اسلام اور عصری علوم، (سائنس وٹیکنالوجی)، ڈاکٹر محمد امین، البرہان، جنوری 2025ء، ص:32

[50] ۔عظیم تعمیرِ نو منصوبہ اور مستقبل کی دنیا، حسان احمد، جولائی 2024ء، ص:75

ان اوصاف کو اگر کوئی قوم اپنالے تو کوئی نئی ٹیکنالوجی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اہل مغرب میں اس وقت انسانی اخلاق موجود ہونے کی وجہ سے دنیا میں کامیاب اور غالب ہیں، اور مسلمان چوں کہ اپنے نظریہٗ حیات سے مخلصانہ وابستگی نہیں رکھتے اور اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ لہٰذا ان کو ہر اس چیز سے خطرہ ہے جس کو وہ غلط استعمال کر کے اس کے نقصان سے خود کو محفوظ نہیں بنا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾[51]

(مسلمانو! تم نہ تو کمزور پڑو اور نہ غمگین رہو، اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾[52]

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی فکر کرو، کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہِ راست پر ہو۔)

تدارک:

- ہمیں جدید ٹیکنالوجی میں مضمر تمام خطرات سے باخبر ہونا چاہیے، اور اس کی ہر بات کو بے چوں چرا قبول نہیں کرنا چاہیے۔
- اس ضمن میں سب سے اہم کام جو والدین اور اساتذہ کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اپنی ذات کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کو نہ صرف ان سوشل میڈیا فارمز کے استعمال کے خطرات سے آگاہی دیں، بلکہ اس کے ساتھ اپنے بچوں کی آن لائن سرگرمیوں پر بھی مختلف ایپس کے ذریعے نظر رکھیں۔
- ریاست کی ذمہ داری ہے کہ "جدید فائروالز" کو صرف اپنے خلاف ہونے والے پروپیگنڈے کو روکنے کے لیے ہی استعمال نہ کرے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا نیٹ ورک پر پھیلی فحاشی، لادینی نظریات اور اخلاق باختہ خیالات کو روکنے کے لیے بھی استعمال کریں۔
- سوشل میڈیا پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رسالت پر، قرآنِ کریم اور دیگر دینی مقدسات کی حرمت کی پامالی پر حکومت اور پارلیمنٹ از خود نوٹس لے اور اس کے لیے تجدید توازن اور سیل تشکیل دے۔ اس کے علاوہ اس ٹیکنالوجی کی کارکردگی کو ہر شعبے میں ترقی و خوشحالی کا باعث بنائیں۔ صحت و تعلیم، مصنوعات بنانے اور موسمیاتی تبدیلی جیسے مختلف شعبوں میں مصنوعی ذہانت کے انقلاب سے فائدہ اٹھائیں۔ یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس کا عقل مندی، دور اندیشی اور ذمہ داری سے استعمال کر کے ہم اپنی زندگی میں انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔

خلاصہٴ بحث

سبب کچھ اور ہے، تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

انگریزی کی ایک مثال ہے کہ:

It is not the gun which matters. it is the man behind the gun who matters,

[51] آل عمران 139:3

[52] المائدہ 105:5

کہ بندوق کی اہمیت نہیں، اصل اہمیت اس فرد کی ہے جو بندوق چلانے پر مامور ہے۔ اس لیے ساری توجہ اچھے اساتذہ تیار کرنے پر لگاؤ، یعنی اصل اہمیت ٹیکنالوجی کی نہیں، اس فرد کی ہے جس نے ٹیکنالوجی کو استعمال کرنا ہے۔ لہٰذا اس فرد کی صحیح تعلیم وتربیت ضروری ہے تاکہ وہ اس ٹیکنالوجی کا صحیح، تعمیری اور مثبت استعمال کر سکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں ترقی کی بنیادی ضرورت فرد کی تعلیم وتربیت کی ہے، اور اس فرد کی تعلیم وتربیت ایسی ہونی چاہیے جس طرح حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ و تبع تابعین کی کی تھی، جو مطلوب قرآن تھے۔ حاصل یہ ہے کہ ٹیکنالوجی اور سائنس کی اہمیت تب بڑھتی ہے جب فرد کی تعمیر ہو۔ ایمان پختہ ہو، اہلیت وصلاحیت بھی ہو اور صالحیت بھی۔ فی الحال AI وسیع تر اعداد وشمار اور ماضی کے رجحانات کا تجزیہ کر کے انسانوں کو بہتر فیصلے کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ ڈاکٹرز کو بیماریوں کی تشخیص میں مدد دے سکتی ہے۔ مگر انسانوں کی اہمیت اس سے کم نہیں ہو سکتی، نئی چیزیں ایجاد کرنا، فن پارے تخلیق کرنا اور تخیلاتی سوچ کا استعمال کرنا صرف انسانوں ہی کا کام ہے۔

AI ان صلاحیتوں کو بڑھا سکتی ہے مگر ان کی جگہ نہیں لے سکتی۔ اخلاقی اقدار پر مبنی فیصلے کرنے کی صلاحیت صرف انسانوں میں ہوتی ہے۔ AI اخلاقی پیچیدگیوں کو سمجھ سکتی ہے نہ انسانوں کے جذبات اس میں ہوتے ہیں۔ پس اگر کسی مسئلے کے متعدد حل تجویز کیے گئے ہوں تو اخلاقی پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان میں سے کسی ایک حل کو منتخب کرنے کا فیصلہ انسان ہی کرے گا۔

انسان کی زندگی میں ہمدردی، محبت اور دوسروں کے احساسات کو سمجھنے کی صلاحیت بہت اہم ہے۔ AI اس کی تقلید نہیں کر سکتی ہے۔ لہٰذا بنیادی انسانی اخلاق کی ترقی کے حصول کی اشد ضرورت ہے۔ انسان کے اندر ارادے کی طاقت، فیصلے کی قوت ہو، عزم وحوصلہ، صبر وثبات اور استقلال ہونا ضروری ہے۔

تجاویز

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کے آفاقی پیغام کے لیے موجودہ زمانے کے آلات استعمال کیے جائیں اور لوگوں سے ان کی زبان میں بات کی جائے۔ ان کے اسلوب اور مانوس طریقہ سے گفتگو کی جائے۔ انٹرنیٹ کا ایک مثبت استعمال یہ ہو سکتا ہے کہ بحیثیت داعی قوم، پوری دنیا کو دعوت کا میدان بنایا جائے اور انٹرنیٹ کے وسیع میدان کے ذریعے معمولی خرچ کے ساتھ پوری دنیا میں بسنے والوں تک دین کی دعوت پہنچائی جائے، اور اسلام کے عالمی نظام ودعوتی مشن کے لیے انٹرنیٹ کے اسی فارمیٹ کو استعمال کیا جائے۔ ایک مشہور افریقی کہاوت ہے:

"جب تک شیر اپنے مؤرخ خود پیدا نہیں کریں گے۔ شکار کی داستانیں، شکاریوں کی ثناخوانی کرتی رہیں گی۔"

ہمیں بھی شیروں کی طرح آگے بڑھ کر مغربی علوم کی فوقیت کے بیانیے کی تردید کرنا ہوگی۔

انگریزوں نے ہندوستان پر قبضے کے بعد لارڈ میکالے کا نظام تعلیم ہم پر مسلط کیا۔ جس کے ذریعے ایسا طبقہ پیدا ہوا جس نے اپنی ہی قوم کو لوٹنے میں انگریزوں کی مدد کی۔

آج دنیا میں اہل مغرب کا تسلط ختم ہو چکا ہے۔ مگر یہ انگریز پرست طبقہ ابھی تک مسلم ممالک پر قابض ہے۔ یہ مصنوعی نظام تعلیم، اس طبقے کی حکمرانی کے لیے نہایت ضروری ہے۔

جب تک یہ نظام تعلیم چاہے توجوانوں کی بھاری اکثریت کے دلوں میں مغرب کی عظمت اور وقعت قائم اور اپنی تہذیب اور دینی روایات سے بے زاری یا نفرت پیدا کرتا رہے گا، احیائے اسلام ایک خواب ہی رہے گا۔

اللہ کے عطا کردہ علوم کی فضیلت تمام انسانی علوم پر ویسی ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی برتری اپنی تمام مخلوق پر ہے اور اس بات پر بھی کہ ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ کا دور خیر القرون تھا۔ اور ان کا تشکیل کردہ معاشرہ بہترین معاشرہ تھا۔

پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاک حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی[53]

[53] ۔ڈاکٹر محمد اقبال، کلیات اقبال، ص:194

16

مقالہ نگار:

میمونہ شہزادی

موضوع کا تعارف و اصطلاحات کا مختصر اجائزہ:۔

1۔ سوشل میڈیا:(Social Media)۔

اگر ہم ماضی قریب کے دریچوں میں جھانک کر دیکھیں تو ابلاغ کے جو روایتی ذرائع تھے وہ اخبار، رسائل و جرائد، ریڈیو اور ٹیلی ویژن تک محدود تھے۔ ٹیکنالوجی اور اختراع کے میدان میں برق رفتار ترقی نے ذرائع ابلاغ کے نئے واسطوں کو جنم دیا۔ اب ہر ہاتھ میں ایک چلتا پھرتا اخبار، رسالہ اور ٹیلی ویژن ہے۔ ان جدید ابلاغی ذرائع کو ہم "سوشل میڈیا" کہتے ہیں۔[1] ابلاغ کے نئے ذرائع نے جس اخلاقی اور معاشرتی بحران کو جنم دیا ہے، وہ ہماری سماجی بنت کے تار تار میں اتر گیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس کے فوائد بھی کم نہیں لیکن اس کا معاملہ شراب اور جوئے کی طرح ہے۔ شراب اور جوئے کے بارے میں قرآن مجید نے بتایا کہ ان میں تمہارے لیے کچھ فائدہ بھی ہے لیکن ان کا گناہ، فائدے سے کہیں زیادہ ہے۔[2]

تجربہ یہ ہے کہ ابلاغ کے جدید ذرائع، منفی قوتوں کے لیے زیادہ کارمند ثابت ہوئے ہیں۔ خیر کی قوتیں، اپنی اخلاقی پابندیوں کی وجہ سے، ان ذرائع سے وہ کام نہیں لے سکیں جو شر کی طاقتوں نے لیا ہے، چناں چہ آج اس کی نوعیت ایک سماجی بحران کی ہے۔ یہ بحران نفسیاتی ہے اس میں ہیجان ہے اور اس کے نتیجے میں انتشار، سچ جھوٹ کی تمیز باقی نہیں ہے۔ روایت کا احترام ختم ہو چکا۔ قومی مفاد بے معنی قرار پایا۔ مذہب، سیاست، سب کو ہیجان کی نذر کر دیا گیا۔ چوں کہ نئی نسل ان ذرائع سے زیادہ آشنا ہے، اس لیے اس پر ان کے اثرات بھی بہت ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم مقالے کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیں، یہ بنیادی نقطہ ذہن نشین کر لیں کہ بذاتِ خود ٹیکنالوجی، سائنس اور جدید اختراعات کو موردِ الزام ٹھہرانا ہرگز درست طرزِ عمل نہیں ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی نے جو جو ایجادات دی ہیں ان کا مثبت استعمال بھی موجود ہے اور منفی استعمال بھی، اب یہ انسانی ذہنی تعلیم و تربیت پر منحصر ہے کہ وہ اس علم اور ایجادات کو انسانی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کرتا ہے یا پھر اس کی تباہی کا موجب بنتا ہے۔ ایٹمی طاقت، ایٹمی ریکٹرز سے اگر آپ چاہیں تو ایٹم بم بنا کر دنیا کے امن کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیں اور اسی ایٹمی گھر سے آپ بجلی اور توانائی پیدا کر کے دنیا کے لیے آسانی اور راحت کا بندوبست کر دیں۔ یہ سوچ کہ علم کس طرح مفید سانچے میں ڈھلے گا اور کس طرح اذیت کا موجب بنے گا اس کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اس کا ادراک کر سکیں کہ علم و ہدایت کا اصل سرچشمہ و منبع کیا ہے؟ اور کس طرح کا علم انسانی فلاح کا ضامن ہے؟ اور کون سا علم، امن عالم کا تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا؟

2۔ تعلیم و تربیت:۔

تعلیم کا مادہ (ع۔ل۔م) ہے؛ اس کے معنی ہیں کسی چیز کا ادراک کرنا۔ اس سے باب تفعیل میں (معنی) بار بار اور کثرت کے ساتھ دینے

---

[1] قومی اردو انگریزی، مقتدرہ قومی زبان۔ پاکستان

[2] القرآن، البقرہ، آیت 219۔

کے ہیں، حتی کہ متعلم کے ذہن میں اس کا اثر پیدا ہو جائے۔[3]

انگریزی زبان کا لفظ "Education" لاطینی لفظ "Edex" بہ معنی نکالنا، اور "DUCER-DUC" بہ معنی رہنمائی سے ماخذ ہے۔ لفظی طور پر اس کے معنی معلومات کا جمع کر دینا اور مخفی صلاحیتوں کو نکھارنا ہے۔ بہر نوع، اصلاً یہ لفظ معلومات فراہم کرنے اور متعلم کی مخفی صلاحیتوں کو نکھارنے کے مفہوم میں آتا ہے۔ کسی چیز کو جاننا، پہچاننا، حقیقت کی گہرائی کا ادراک حاصل کرنا، یقین حاصل کرنا، محسوس کرنا، محکم طور پر معلوم کر لینا۔

تعلیم وتربیت کے معنی ومفہوم

علم اور تعلیم کی اسی مسلمہ اہمیت کے پیش نظر یہ انتہائی ضروری ہے کہ تعلیم کی نوعیت کا صحیح فہم حاصل کیا جائے۔ یعنی یہ معلوم کر لیا جائے کہ تعلیم کا ٹھیک ٹھیک مفہوم کیا ہے۔ تعلیم مذہب انسان کی ایک دائمی ضرورت رہی ہے اس کے باوجود تعلیم کے صحیح مقام کے متعلق انسانی ذہن نے جو ٹھوکریں کھائی ہیں ان کا حال تاریخ تعلیم پر ایک نگاہ ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔

زندگی کچھ اور شے ہے، علم کچھ اور شے ہے — زندگی سوز جگر ہے، علم ہے سوز دماغ
علم میں دولت بھی ہے، قدرت بھی ہے لذت بھی ہے — ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ
اہل دانش عام ہیں، کم یاب ہیں اہل نظر! — کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا تیرا اباغ[4]
خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے — کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں[5]
سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا شجاعت کا — لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا[6]

تعلیم کے وسیع مفہوم میں وہ تمام معلومات وتجربات شامل وشمار ہوتے ہیں جو گود سے گور تک ہر فرد باضابطہ یا بے ضابطہ، رسمی یا غیر رسمی طور پر خود حاصل کرتا ہے یا اسے کرایا جاتا ہے۔[7]

تعلیم صرف ان باتوں ہی کا احاطہ نہیں کرتی جو ہم اپنی فطرت کے کمال سے قریب تر ہونے کی بنا پر عمد وقصد کی خاطر اپنے لیے کرتے ہیں یا دوسرے ہمارے لیے کرتے ہیں۔ اپنے وسیع تر مفہوم میں اس کی حدود بہت زیادہ ہیں، انسانی کردار اور صلاحیت پر پڑنے والی ان چیزوں کے بالواسطہ اثرات بھی اس دائرہ کار میں شامل ہیں، جن کے فوری مقاصد بالکل ہی دوسرے ہونے چاہییں۔

تعلیم صرف تدریس عام ہی کا نام نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے ایک قوم خود آگہی حاصل کرتی ہے اور یہ عمل کی تشکیل دینے والے افراد کے احساس وشعور کو نکھارنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ نئی نسل کی وہ تعلیم وتربیت ہے جو اسے زندگی گزارنے کے طریقوں کا

---

[3] المنجد، عربی اردو، دارالاشاعت، کراچی

[4] علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال، خزینہ علم وادب، لاہور 2006ء

[5] علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال، خزینہ علم وادب، لاہور 2006ء

[6] علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال، خزینہ علم وادب، لاہور 2006ء

[7] افضل حسین، فن تعلیم وتربیت، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور 2008ء، ص 40

شعور دیتی ہے اور اس میں زندگی کے مقاصد و فرائض کا احساس پیدا کرتی ہے۔ تعلیم ہی سے ایک قوم اپنے ثقافتی اور ذہنی ورثے کو آئندہ نسلوں تک پہنچاتی ہے اور ان میں زندگی کے ان مقاصد سے لگاؤ پیدا کرتی ہے جنہیں اس نے اختیار کیا ہے۔ تعلیم ایک ذہنی، جسمانی اور اخلاقی تربیت ہے اور اس کا مقصد اونچے درجے کے ایسے تہذیب یافتہ مرد اور عورتیں پیدا کرنا ہے جو اچھے انسانوں کی حیثیت سے اور کسی ریاست کے ذمہ دار شہریوں کی حیثیت سے اپنے فرائض کو انجام دینے کے اہل ہوں۔ ہر دور کے ممتاز ماہرین تعلیم کے نظریات کا مطالعہ اس تصور تعلیم کا پتا دیتا ہے۔

امام غزالی اور ابن خلدون کے مطابق: "تعلیم معرفت اور حقیقت کو دریافت کرنے کی کوشش کا نام ہے، اس کے لیے ایمان اور عقیدہ ضروری ہے۔" ان کے خیال میں: "علم کی شرط ایمان ہے اور ایمان کا نتیجہ عمل ہے۔"[8] علامہ اقبال تعلیم کو تعمیر خودی کا نام دیتے ہیں۔

جان ملٹن تعلیم کی تعریف یوں کرتا ہے: "میرے نزدیک مکمل اور شریفانہ تعلیم وہ ہے جو انسان کی بحالت جنگ و امن اپنی اجتماعی زندگی کے فرائض دیانت و مہارت اور عظمت کے ساتھ ادا کرنے کے لیے تیار کرتی ہے۔"[9] تعلیم کا یہ وسیع ترین تصور ہے۔

امریکی فلاسفر جان ڈیوی کے نزدیک: "تعلیم افراد اور فطرت سے متعلق بنیادی طور پر عقلی اور جذباتی رویوں کے تشکیل پانے کا عمل ہے۔"[10] ڈاکٹر یارک کا خیال ہے کہ: "تعلیم رہ نمائی یا مطالعہ سے علم حاصل کرنے اور عادات اختیار کرنے کا عمل یا فن ہے۔" ارسطو کے نزدیک: "تعلیم بچے کی یادداشت، عادات اور خیالات کے ساتھ ساتھ اس کی عقلی اور اخلاقی نشوونما کا عمل ہے۔" سقراط کی رائے میں: "تعلیم سچائی کی تلاش میں مدد دینے کا نام ہے۔ سچائی افراد کے ذہنوں میں پوشیدہ ہوتی ہے، تعلیم کے ذریعے افراد کو اس پوشیدہ سچائی سے روشناس کرایا جاتا اور غلط باتوں سے روکا جاتا ہے۔"[11]

روسو: "تعلیم فطری ماحول میں فرد کی انفرادیت کی نشوونما کا منبع ہے۔" فروبل: "تعلیم زندگی کو خوشگوار بنانے کا ذریعہ ہے اور زندگی کے صحیح اصولوں سے واقفیت کا نام ہے۔"[12] ہیگل کے مطابق: "تعلیم اس تربیت کا نام ہے جو افراد کو قومی ریاست کا بہترین خادم بنا دیتی ہے۔"[13]

پستالوزی کی رائے میں: "تعلیم انسان کی پوشیدہ قوتوں کی قدرتی، مربوط اور تدریجی نشوونما کا نام ہے اور یہ انفرادی اور سماجی اصلاح کا بہترین ذریعہ ہے۔"

تربیت: رب مادہ ہے، یعنی پالنا اور پروردگار، اسی طرح تربیت کرنے والا:۔

تربیت کے لغوی معنی: پالنا پوسنا، لیکن اصطلاح میں سیرت و شخصیت کو سنوارنا تربیت کہلاتا ہے۔ تربیت کا مقصود دراصل انسان کو بتدریج ان اوصاف کا حامل بنانے میں مدد دینا ہے جو دونوں جہاں میں ان کی فلاح و کامرانی کے لیے ضروری ہے۔ انسان کا طرز فکر، نظریہ حیات اور معیار امتیاز و انتخاب ایسا بنانا جو ان کے مقصدِ وجود اور نصب العین سے مطابقت رکھتا ہو یعنی مختلف معاملات میں سوچنے کا ڈھنگ، زندگی کے بارے

---

[8] ضیاء الدین احمد، مفکرین تعلیم، ص 89

[9] پروفیسر خورشید احمد، اسلام کا نظریہ تعلیم ص 13

[10] سید یمین الدین علوی، جان ڈیوی کا فلسفہ تعلیم ص 70

[11] ضیاء الدین احمد، تعلیم و تربیت ص 21

[12] پروفیسر خورشید احمد، اسلام کا نظریہ تعلیم

[13] پروفیسر خورشید احمد، اسلام کا نظریہ تعلیم

میں ان کا تصور اور بھلائی برائی کو پرکھنے کے لیے ان کا معیار وہ بنانا جو اللہ کے ایک صالح بندے کا ہونا چاہیے۔ ان کے تخیلات اعلی، تصورات واضح، تفکر منظم، استدلال مربوط، عقائد صحیح اور ارادے مضبوط بنانا، کیوں کہ یہی پختہ سیرت کی اساس اور پاکیزہ کردار کے محرکات ہیں۔

تربیت:۔

تربیت کے واضح معانی تہذیب، بلندی، ترقی، نفس، عقل، روح اور جسم کا تزکیہ ہے۔ تربیت اپنے معنی کے اطلاق اور شمول میں تعلیم کی عملیت سے زیادہ وسیع ہے، کیوں کہ تربیت کا ہدف انسان کے تمام پہلوؤں کی نشوونما اور نکھار ہے۔ قرآن وسنت، تربیتِ نبوی ﷺ کا منبع ہیں، جس کے تحت صحابہ کرامؓ کی تربیت ہوئی اور ہر دور کے مسلمانوں کی تربیت کا یہی منبع ہونا چاہیے۔[14]

زمانہ کفر نہیں زمانہ جاہلیت:۔

دنیا کے کسی مذہب نے یا نظام فکر نے تعلیم وتربیت کے حصول پر اتنا زور نہیں دیا جتنا اسلام نے دیا۔ لہٰذا زمانہ قبل اسلام کو زمانہ کفر نہیں بلکہ زمانہ جاہلیت کے نام سے پکارا گیا۔ اسی طرح اسلام کے سب سے بڑے دشمن کو ابوالکفر کے بجائے ابوجہل کہا گیا۔ خدا نے جب آدمؑ کو پیدا کیا تو سب سے پہلے تو انہیں اسمائے اشیا کا علم دیا گیا۔ حضور ﷺ پر جب وحی اتری تو اس کا پہلا لفظ "علم" دیا۔ اس کے مشتقات چار سو سے زیادہ مرتبہ آئے ہیں، اس کے علاوہ عقل، شعور اور تفکر بالکرار استعمال ہوئے ہیں۔[15]

تعلیم وتربیت میں ہم آہنگی کا مقصد:۔

تعلیم وتربیت میں ہم آہنگی کا بنیادی مقصد "اللہ تعالی کا صالح بندہ بنانا ہے"۔ یعنی افراد کی فطری صلاحیتوں کو اجاگر کرنا، ان کے طبعی رجحانات کو صحیح رخ پر ڈالنا اور انہیں ذہنی، جسمانی، عملی اور اخلاقی اعتبار سے بتدریج اس لائق بنانا کہ وہ اللہ تعالی کے شکر گزار بندے بن کر رہیں، کائنات میں اس کی مرضی کے مطابق تصرف کریں۔ نیز انفرادی، عائلی اور اجتماعی حیثیت سے ان پر جو ذمہ داریاں ان کے خالق ومالک کی طرف سے عائد ہوئی ہیں ان سے وہ کماحقہ، عہدہ برآ ہوسکیں۔[16]

3۔ ریاست اور اس کی ذمہ داریاں:۔

خاص اپنے موضوع سے متعلق ریاستی ذمہ داریوں پر بحث کرنے سے پہلے موضوع کے تعارف کے باب میں ہم ریاست کی عمومی ذمہ داریوں پر مختصراً روشنی ڈال لیتے ہیں تاکہ طویل مباحث میں ہمیں موضوع کی نزاکت کو سمجھنے میں آسانی رہے۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ہر شہری کے جان ومال، عزت وآبرو کی محافظ ہو۔ اس کے ہر فرد کے لیے خوراک، رہن سہن، امن عامہ، صحت اور تعلیم وتربیت کے یکساں مواقع فراہم کرے۔ جس مقصد کے لیے وہ ریاست معرضِ وجود میں آئی ہو اس کے تحفظ کے لیے ہر ممکن اقدام کرے اور جو نظریات اور اقدامات اس بنیادی تصور کے سراسر مخالف ہوں ان کی بیخ کنی کے لیے عملی اقدامات اٹھائے۔ سوشل میڈیا کا استعمال اگر ان بنیادی نظریات کے ہی منافی ہو جن پر کوئی ریاست معرضِ وجود میں آئی ہو تو ان تمام عوامل کے حربوں کو ناکام کرنے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ریاست کی بنیادی ذمہ

[14] مفتی ثناء اللہ محمود، رسول اکرمﷺ کا انداز تربیت، دارالاشاعت کراچی، ص486

[15] افضل حسین، فن تعلیم وتربیت، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ص 51

[16] ابو سلیمان شاہجہان پوری، مقدمہ مجلہ علم وآگہی، خصوصی شمارہ 1973

داریوں میں شامل ہوتا ہے۔

پس جدیدیت (Post modernism) کے پس منظر میں پیدا ہونے والی اصطلاح، ہائپر ریلٹی (Hyperreality)، اس عمل کو واضح کرتی ہے جو ابلاغ کے ان جدید ذرائع کے استعمال کا نتیجہ ہے۔ میڈیا کے استعمال سے حقائق کی ایک جدید صورت وجود میں آتی ہے جو بظاہر حقیقت دکھائی دیتے ہیں، لیکن یہ دراصل میڈیا کی مہارت کا شاخسانہ ہوتی ہے نہ کہ حقیقت۔ اس کو استعمال میں لاتے ہوئے، تصورات اور خواہشات کو حقیقت بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اسی سے "پوسٹ ٹروتھ" کی اصطلاح وجود میں آئی۔ عام آدمی کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ "ٹرتھ" اور "پوسٹ ٹرتھ" میں فرق کر سکے۔ اس طرح معاشروں کی نظر بندی کی جاتی اور عام آدمی کی ذہن سازی کی جاتی ہے، اس سے لوگ حسب خواہش سماج کو اپنے راستے پر چلا سکتے ہیں۔ پاکستان میں بھی یہی ہو رہا ہے اور سوشل میڈیا سماجی انتشار پھیلانے میں آلہ کار بن گیا ہے۔[17]

اس سے پہلے کہ ہم موضوع کو آگے بڑھائیں یہ قرین انصاف معاملہ ہوگا کہ ہم تعلیم وتربیت کے اس نبوی منہج کو سمجھنے کی کوشش کریں جو کہ اللہ کے آخری نبیؐ نے افراد کی تربیت کے لیے استعمال کیا اور یہ بات ظاہر ہے اس وقت تک بالکل بھی سمجھ نہیں آسکتی جب تک کہ مقصدِ ظہورِ نبی کریمؐ نہ سمجھا جائے۔

نبی کریم ﷺ بعثت اور نظام تعلیم کی بنیادیں:۔

مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کے الفاظ میں "چھٹی صدی عیسوی بلا اختلاف تاریخ انسانی کا تاریک ترین و پست ترین دور تھا۔ صدیوں سے انسانیت جس پستی اور نشیب کی طرف جا رہی تھی، اس کے آخری نقطے تک پہنچ گئی تھی۔ روئے زمین پر اس وقت کوئی ایسی طاقت نہ تھی جو گرتی ہوئی انسانیت کا ہاتھ تھام سکے اور ہلاکت کے غار میں اس کو گرنے سے روک سکے۔ نشیب کی طرف جاتے ہوئے روز بروز اس کی رفتار میں تیزی پیدا ہو رہی تھی۔ انسان اس صدی میں خدا فراموش ہو کر کامل طور پر خود فراموش بن چکا تھا۔ وہ اپنے انجام سے بالکل بے فکر، بے خبر اور برے بھلے کی تمیز سے قطعاً محروم ہو چکا تھا۔ پیغمبروں کی دعوت کی آواز عرصہ ہوا دب چکی تھی۔ جن چراغوں کو یہ حضرات روشن کر گئے تھے، وہ ہواؤں کے طوفان میں یا تو بجھ چکے تھے یا اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں اس طرح ٹمٹما رہے تھے، جن سے صرف چند خدا شناس دل روشن تھے۔ جو شہروں کو چھوڑ کر چند پورے پورے گھروں میں بھی اجالا نہیں کر سکتے تھے۔ دین دار اشخاص دین کی امانت کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے زندگی کے میدان سے کنارہ کش ہو کر دیر وکلیسا اور صحراؤں کی تنہائیوں میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔"

"رومی اور ایرانی اس وقت مغرب ومشرق کی حکومت اور دنیا کی قیادت کے اجارہ دار بنے ہوئے تھے۔ وہ دنیا کے لیے کوئی اچھا نمونہ ہونے کے بجائے ہر قسم کی خرابی اور فساد کے علمبردار اور ذمے دار تھے۔ مختلف اجتماعی اور اخلاقی امراض کا عرصہ سے یہ قومیں آشیانہ بنی ہوئی تھیں۔ ان کے افراد تعیش وتکلفات کی زندگی اور مصنوعی تمدن کے سمندر میں سر تا پا غرق تھے۔ بادشاہ اور حکام خواب غفلت میں مدہوش اور نشہ سلطنت میں سرشار تھے۔ دنیا کے مختلف حصوں اور ملکوں میں ایسی دینی غفلت وخود فراموشی، اجتماعی بے نظمی وانتشار اور اخلاقی تنزل وزوال رونما تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ ممالک تنزل وانحطاط اور شر وفساد میں ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتے ہیں اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ان میں

[17] خورشید احمد ندیم، روداد وفا، مرتب ڈاکٹر عطاء الرحمان، قریشی پبلیشرز لاہور ص 85

سے کون سا ملک دوسرے سے بڑھا ہوا ہے"۔[18]

روزِ اول سے ہی انسانی ہدایت کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔ انبیا کرام کے بھیجے جانے کا سلسلہ شروع ہوا جو اس کی آخری کڑی، نبی رحمت ﷺ کی بعثت کے ساتھ تکمیل کو پہنچا۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس روحانی وظاہری اعتبار سے ایک ایسے مقام پر ہے جو آپ ﷺ سے قبل کسی نبی کو یہ مقام ومرتبہ نہیں ہوا۔ آپ کی ذات میں اللہ تعالی نے وہ تمام اوصاف جمع کر دیے تھے جو آپ سے پہلے مختلف انبیا کرام کو عطا کیے گئے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے متعدد گوشے اور زریں پہلو ہیں۔ ان میں سے ہر گوشہ انتہائے کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ اسی لیے قرآنِ پاک نے آپ ﷺ کے مختلف پہلوؤں اور مناصب کو بیان کیا ہے۔ ان مناصب میں سے ایک منصب، معلم انسانیت ہونے کا بھی ہے جو اللہ رب العزت نے اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کی دعا کو شرفِ قبولیت فرماتے ہوئے آپ ﷺ کو بخشا:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾[19]

("اے ہمارے رب! ان لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے"۔)

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾[20]

("اللہ تعالی وہ ذات ہے جس نے امیوں کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے"۔)

پھر ارشادِ ربانی ہوتا ہے:

﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾[21]

("جیسا کہ ہم نے تمہارے اندر میں سے ایک رسول بھیجا جو تم کو ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے"۔)

نبی کریم ﷺ کے منصبِ رسالت کو قرآنِ مجید میں چار مختلف مقامات پر تقریباً ایک جیسے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ ایک مقام پر قرآن نے تذکرہ فرمایا:

---

[18] مولانا ابوالحسن ندوی، انسان دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، مجلس نشریات اسلام ص32

[19] القرآن، سورۃ البقرہ، آیت129

[20] القرآن، سورۃ الجمعہ، آیت2

[21] القرآن، سورۃ البقرہ، آیت151

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ﴾۔[22]

("تحقیق مومنوں پر تو اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا ہے۔ جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں۔ ان کا تزکیہ فرماتے ہیں، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور اگرچہ یہی لوگ اس سے پہلے صریحاً گمراہی میں پڑے ہوئے تھے"۔)

اسلامی تعلیم کے چار بنیادی عناصر ہیں:

1۔ تلاوتِ آیات 2۔ تزکیہ نفس

3۔ تعلیم کتاب 4۔ تعلیم حکمت

تلاوتِ آیات:۔

اس سے مراد یہ کہ قرآنی آیات لوگوں کو پڑھ کر سنانا، ان کی تبلیغ واشاعت کرنا، انفس و آفاق میں جتنی نشانیاں بکھری پڑی ہیں وہ سب آیاتِ الٰہی کے زمرے میں آئیں گی۔ مختلف بولیاں، تاریخی اور سائنسی حقائق، معاشرتی تمدنی اصول وکوائف سبھی آیات ہی کہلاتے ہیں۔ تعلیم وتربیت کا یہی اولین فریضہ ہے جو نبی ﷺ کے سپرد کیا گیا تھا۔

تعلیم کتاب:۔

قلب وذہن کی تطہیر اور تصفیہ کے بعد کتاب کی تعلیم شروع ہوتی ہے۔ یہاں نہ صرف عمل مطلوب ہے بلکہ اس عمل کی علمی بنیاد کی پردہ کشائی بھی مطلوب ہے۔ اس سے مراد کتاب کے مختلف پہلو اجاگر کرنا، زندگی کے مختلف شعبوں میں ان کا ربط وتعلق واضح کرنا، شبہات واشکالات کو رفع کرنا اور ان کے مضمرات اور اطلاقات سے اچھی طرح آشنا ہونا ہے۔

تزکیہ نفس:۔

اس سے مراد نفس کو فکری کج رویوں اور قلبی آلائشوں اور کدورتوں سے پاک کرکے فضائل کے آبِ حیات سے سیراب کرنا اور نشوونما ہے۔ درحقیقت قرآن کا تمام تر زور تزکیہ نفس پر ہے، کیوں کہ اس کی ترقی وتعمیر پر اخروی زندگی کی سرفرازیوں کا دارومدار ہے۔ الغرض تزکیہ نفس کا مطلب ہے: قلب وذہن کو منفی اور ناپاک افکار وعادات سے پاک کرنا اور تعمیری افکار وعقائد اور اعلیٰ اخلاق وفضائل راسخ کرنا۔

تعلیم حکمت:۔

ارشادِ ربانی ہے: ﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ﴾[23]

(ترجمہ: اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت دی جائے تو بے شک اسے بہت زیادہ بھلائی مل گئی اور عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔)

---

[22] القرآن، سورہ آل عمران، آیت 164

[23] القرآن، سورۃ البقرہ، آیت 269

تعلیم کتاب کے ساتھ حکمت کا باہم جز ہونا بذاتِ خود بہت معنی خیز ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ حکمت، تعلیم کتاب کے علاوہ کچھ اور شے ہے، حکمت ایک بلیغ اور جامع اصطلاح ہے۔ اس کے اندر رہز ار ہا معنی پوشیدہ ہیں۔ حکیمانہ بات اور الفاظ سے لے کر اعلیٰ رموز تک، حقائق کے پردوں سے لے کر حسن انجام کی منزلوں تک، نہایت فکر و دانش سے لے کر سنت نبوی ﷺ پر محیط ہے۔ اسی ایک نقطے پر کہ اس دنیا کے رہنے والے سنتِ نبوی کو اپنائے رہتے ہیں یا ان کے دامن اس سے خالی رہتے ہیں، اس کائنات کی قسمت کا فیصلہ ہو گا کہ یہ امن وامان اور بھائی چارے کی طرف جائے گی یا انتہا پسندی اور دہشت گردی کی طرف سفر کرے گی۔ علم کی روشنیاں اس کی مقدر ہوں گی یا جہالت کے اندھیرے اس کی قسمت کا ماتم کریں گے۔ نبی کریم ﷺ نے جس طرح نظام اسلام کو نافذ فرمایا اور اس کے لیے جو طریقہ اپنایا وہ سب حکمت سے وابستہ تھا۔ تبلیغ، صلح، امن، جنگ، معاشرت، سیاست، تمدن، غرض یہ کہ ہر میدان میں آپ ﷺ نے اپنے طریق کار کے واضح نشان چھوڑے۔

اُمّی نکلے سرچشمۂ رُشد وہدایت بن کر:۔

حضور ﷺ کی رحلت کے دس سال بعد مملکت کا رقبہ تیس لاکھ مربع کلو میٹر تک پھیل گیا۔ جناب عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے: عمر! تمھیں تمہارا چچا اس لیے مارا کرتا تھا کہ تمہیں اونٹ اور بکریاں چرانی نہیں آتی تھیں۔ آج اس دین کی بدولت تین چوتھائی دنیا تمہارے زیر نگیں ہے۔ دین و دنیا کی بیک وقت بھلائی کے طلب گار تھے۔ وہ لوگ تقویٰ، اخلاص، توکل، صبر، شکر، اپنے دشمنوں سے بھی پیار، صدق یعنی دل کی سچائی، سخاوت، عفت و پاک بازی، دیانت داری وامانت، رحم، شرم وحیا، سادگی، عدل و انصاف، احسان و درگزر، صلح وبردباری، تواضع وانکساری، خوش کلامی، ایثار، اعتدال ومیانہ روی، بہادری، شجاعت، استقامت، حق گوئی اور استغنا سے مزین نظام تعلیم وتربیت سے گزر کر یہ امی لوگوں کا گروہ، پوری دنیا کے لیے سرچشمۂ رُشد وہدایت اور علم وعرفان کا مینارۂ نور بن کر چمکتا ہے۔ جس کی روشنی میں قیامت تک آنے والے انسان اپنے لیے راستوں اور منزلوں کی ٹھیک ٹھیک نشان دہی کریں گے۔ آخر نبی کریمؐ کی ذاتِ اقدس ہی سے رہنمائی کیوں؟ ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾۔[24]

("بلاشبہ رسول اکرم ﷺ کی ذات میں تمھارے لئے بہترین نمونہ ہے۔")

آپ ﷺ عالم میں خدا کی تعلیم وہدایت کے شاہد ہیں۔ نیکوکاروں کو فلاح وسعادت، مسافروں کو خدا کی طرف پکارنے والے داعی ہیں اور خود ہمہ تن نور اور چراغ ہیں۔ یعنی آپ کی ذات اور آپ کی زندگی ہدایت کے راستے کی زندگی ہے۔ جو راہ کی تاریکیوں کو کافور کر رہی ہے۔ یوں تو ہر پیغمبر خدا کا شاہد، داعی، مبشر اور نذیر بن کر اس دنیا میں آیا ہے۔ مگر یہ کل صفتیں سب کی زندگیوں میں عملاً یکساں نمایاں ہو کر ظاہر نہیں ہوتیں۔ بہت سے انبیا تھے جو خصوصیت کے ساتھ شاہد، جیسے حضرت یعقوبؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت عیسیٰؑ۔ بہت سے جن کا خاص وصف نذیر تھا، جیسے حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہود اور حضرت شعیب۔ بہت سے تھے جو امتیازی حیثیت سے داعی حق تھے، جیسے حضرت یوسفؑ، حضرت یونسؑ، لیکن جو شاہد، مبشر، نذیر داعی سراج منیر سب کچھ بیک وقت ہیں اور جن کے مرقع حیات میں یہ سارے نقش و نگار عملاً نمایاں تھے، وہ صرف محمد ﷺ تھے۔ اور یہ اس لیے ہوا کہ آپ ﷺ دنیا کے آخری پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ جن کے بعد کوئی دوسرا آنے والا نہیں تھا۔ آپ ﷺ ایسی شریعت دے کر بھیجے گئے جو کامل تھی جس کی تکمیل کے لیے کسی دوسرے کو نہیں آنا تھا۔

[24] القرآن سورہ احزاب، آیت 21

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ایسی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالتِ انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو، وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے۔ اگر دولت مند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو۔ اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو۔ اگر بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو۔ اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو۔ اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نگاہ ڈالو۔ اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکہ اُحد سے عبرت حاصل کرو۔ اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درس گاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ۔ اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو۔ اگر تنہائی و بے کسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض عین انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے۔ اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو۔ اگر یتیم ہو تو عبد اللہ و آمنہ کے جگر گوشے کو نہ بھولو۔ اگر اپنے کاروبار اور دنیاوی جدوجہد کا نظم و نسق درست کرنا چاہتے ہو تو مدینہ کے تاجر اور منتظم کو دیکھو۔ اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے بچے کو دیکھو، اگر تم جوان ہو تو مکہ کے چرواہے کی سیرت پڑھو۔ اگر سفری کاروبار میں ہو تو بصرے کے کاروانِ سالار کی مثالیں ڈھونڈو۔ اگر عدالت کے قاضی اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نور آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجر اسود کو کعبے کے ایک گوشے میں کھڑا کر رہا ہے۔ مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظر انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے

اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے شوہر کی حیاتِ پاک کا مطالعہ کرو۔ اگر اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ حسنؓ و حسینؓ کے نانا کا حال پوچھو۔ غرض تم جو کوئی بھی ہو اور کسی بھی حال میں ہو تمہاری زندگی کے لیے نمونہ اور تمہاری سیرت کی درستی اور اصلاح کے لیے سامان، تمہارے ظلمت خانہ کے لیے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد رسول اللہ ﷺ کی جامعیت کبریٰ کے خزانہ میں ہر وقت اور ہمہ وقت مل سکتا ہے۔[25]

طامس کارلائل کو دیکھو، یہ ایک پکا عیسائی ہے اور سارے انگلستان میں تاریخ و زبان دانی کی فضیلت سے اشہر المشاہیر میں داخل ہے۔ وہ "ہیروز آف ہیروز" لکھنے بیٹھتا ہے تو گروہ انبیا میں سے صرف حضور ﷺ ہی کے نام مبارک کا انتخاب کرتا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ موسیٰؑ کے معجزات کو بھولا ہوا ہے اور ان کے کارناموں سے؟

نبی ﷺ نے جس طرح نظامِ اسلام کو نافذ فرمایا اور اس کے لیے جو طریقہ اپنایا، وہ سب پر مبنی بر حکمت تھا۔ تبلیغ، صلح، امن، جنگ، معاشرت، تمدن، غرض یہ کہ ہر میدان میں آپ ﷺ نے اپنے طریق کار کے واضح نشان چھوڑے ہیں۔ جن پر چل کر ہم اپنی زندگیوں کو اسلامی خطوط پر ڈھال سکتے ہیں۔

آج تک بحیرۂ قلزم کی امواج اور فلسطین کے ذرات کو بھی یاد ہیں، ناواقف ہے؟! کیا وہ داؤدؑ کو نہیں جانتا، جنھوں نے بنی اسرائیل کی متفرق شدہ اسباط میں جمعیت پیدا کی، جنھوں نے اسی سلطنت کو بنایا اور پائیدار کیا کہ ان سے پہلے ایسی سلطنت کا خواب بھی فرزندانِ یعقوبؑ نے کبھی نہ دیکھا تھا؟! کیا کارلائل کو معلوم نہ تھا کہ داؤدؑ نے عبادت و موسیقی کو جمع کر کے ہوا کو ترنم سے اور فضا کو مناجات سے بھر دیا تھا؟! موسیقی کی اس

[25] سید سلیمان ندوی، خطبات مدارس ص 107

قدر افزائی پر تو کارلائل کے رقاص دل کو ضرور اچھل پڑنا چاہیے تھا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ کارلائل کو یسعیاہ کی وہ نبوتیں اور پیش گوئیاں یاد نہ تھیں جو اناجیلِ متی و یوحنا کی تصانیف کا مایۂ خمیر ہیں؟!

پروفیسر طامس کارلائل ان سب باتوں کو جانتا پہچانتا ہوا، بلکہ مانتا اور ایمان رکھتا ہوا بھی مجبور ہے کہ گروہِ انبیاً میں سے صرف حضور ﷺ سرورِ کائنات ہی کا مبارک نام منتخب کرے۔ جب کارلائل نے اپنی مؤرخانہ تحقیقات کی نگاہ سے آفتابِ نبوتِ محمدیہ ﷺ کو دیکھا، تب اسے ہزاروں سال کے عہدِ وسیع کے آسمان پر اور کوئی بھی کوکبِ نبوت نظر نہ آیا، جسے اس آفتاب کے دوش بدوش وہ اپنے اوراق پر جلوہ گر کر سکتا۔[26]

3۔ریاست کے مقاصد:۔

اب مقالے کے اس حصے میں ہم سوشل میڈیا کے اٹھائے گئے ابلاغی طوفان اور اس کے تناظر میں ریاست کے اوپر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور ان کا نظامِ تعلیم وتربیت کے ساتھ کیا تعلق ہے اس پر مختصر ابحث کر لیتے ہیں۔ ہر ملک کا نظریہ ریاست الگ ہوتا ہے۔ اسپارٹا اور ایتھنز کے نظامِ تعلیم پر غور کریں تو دو نظامِ تعلیم دو مختلف ریاستوں کے تحت ابھرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جذبۂ قومیت ہمیشہ دو دھاری تلوار رہی ہے جس کی ایک دھار عوام کی طرف ہوتی ہے اور دوسری ریاست کے مخالفین کی طرف۔ اسی طرح اس ریاست میں تعلیم کی تعریف اور تشریح الگ اور جدا ہو کر رہ جاتی ہے۔ بہر حال تعلیم ہر ریاست کی تہذیب وثقافت کی منتقلی کا ذریعہ بنتی رہی ہے۔

جے۔ ایس۔ مل نے تعلیم کی تعریف یوں کی ہے: "تعلیم سے مراد وہ ثقافت ہے جو ایک نسل دانستہ طور پر بعد میں آنے والی نسل کے لیے چھوڑتی ہے تا کہ وہ اس کو محفوظ رکھیں اور اس میں اضافہ کریں اور اس میں وہ سب کچھ شامل ہے جو ہم نے اپنے لیے کیا کرتے ہیں یا جو کچھ دوسروں نے ہمارے لیے کیا تا کہ ہماری فطرت کی تکمیل ہو سکے۔[27]

تعلیم کا عمل دو طرح سے عمل پذیر ہوتا ہے: 1۔رسمی 2۔غیر رسمی

1. **رسمی تعلیم** کے لیے ریاست باقاعدہ اداروں کا قیام عمل میں لاتی ہے، تا کہ اس کے نظریات کو باقاعدہ رسمی طریقے سے عام کیا جائے۔
2. **غیر رسمی تعلیم** میں بچہ گھر، ماحول اور معاشرہ سے خود بخود سیکھتا چلا جاتا ہے۔

اگلے چند پیراگراف میں ہم ان مقاصد کی نشان دہی کریں گے جن کے کرنے کے لیے بطورِ اسلامی مملکت اور ایسی ریاست جو اسلام کے نظریات اور احکامات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے معرضِ وجود میں آتی ہے، کے لیے لازم ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

"(اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لیے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔"

اسی آیت مبارکہ کی روشنی میں نظامِ تعلیم کا بنیادی مقصد ایسے افراد کی تیاری ہونی چاہیے جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ اور شہادتِ حق ادا کر سکیں۔ ایسے افراد جن خصوصیات سے مزین ہونے چاہئیں وہ درج ذیل ہیں:

[26] رحمۃ للعالمین، قاضی محمد سلیمان منصور پوری ص189

[27] فلسفہ تعلیم، سید آل حیدر، قمر کتاب گھر، اردو بازار کراچی ص55

1۔ حقیقت کا علم:۔

اسلام کے نزدیک تعلیم کا مقصد حقیقت کا علم بہم پہنچانا ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کو پہچان نہ سکے تو یقیناً اس نے تعلیم حاصل نہیں کی، اس لیے تعلیم اس چیز کا نام ہے کہ انسان جو کچھ سیکھے اس کا اثر بھی قبول کرے اور غور و فکر بھی کرے۔ قرآنِ پاک میں آتا ہے:

﴿أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ﴾[28]

"تو کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے؟ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بلند کیا گیا؟ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی؟"

مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہمیشہ علم کا ذوق و شوق رہا اور وہ اپنے رسول ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کرتے رہے کہ:

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے"۔[29]

2۔ قرآنِ مجید سے مکمل واقفیت:۔

قرآنِ مجید مسلمانوں کا آئین اور ضابطۂ حیات ہے۔ اس کتاب پر عمل کرنے سے ہم دین و دنیا میں کامیاب اور کامران ہو سکتے ہیں۔ بحیثیتِ مسلمان ہر مسلمان کے لیے لازمی ہے کہ قرآن مجید سیکھے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے"۔[30]

3۔ حدیث:۔

دین اسلام کی اصطلاح میں حدیث اس خبر کو کہتے ہیں جس کے ذریعے ہمیں رسول اللہ ﷺ کا کوئی قول، فعل یا تقریر معلوم ہو جائے۔ قرآنِ مجید کے احکامات کو واضح اور عملی طور پر حضور ﷺ نے کر کے دکھایا، اس لیے جو عمل آپ ﷺ کے طریقے پر ہو گا وہ مقبول عمل ہو گا اور جو عمل آپ ﷺ کے راستے سے ہٹ کر ہوں گا وہ غلط ہو گا۔ اساتذہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ صحیح احادیث سے طلبہ کو واقف کروائیں تاکہ تعلیم کا مقصد حاصل ہو سکے۔[31]

4۔ تزکیۂ نفس:۔

اسلام میں تعلیم اور تربیت دونوں کو یکساں اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام کے نزدیک کتاب و حکمت اور تزکیۂ نفس تعلیم کے دو پہلو ہیں اور دونوں کو ساتھ ساتھ انجام دینا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فرائض میں یہ دونوں باتیں یکساں طور پر شامل ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

---

[28] القرآن، سورۃ الغاشیہ، آیت 20

[29] الحدیث، بخاری، ابن ماجہ

[30] الحدیث، بخاری، مسلم

[31] کتاب تعلیم، سلطان جہاں، آزاد پبلشرز کراچی ص 55

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾۔[32]

"(اللہ) وہی تو ہے جس نے امیوں کے درمیان خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا، جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

علم ایمان کی بنیاد ہے اور ایمان تربیت کی اساس، تعلیم تزکیہ نفس کرتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے مقاصد جو قرآن حکیم نے بیان فرمائے ہیں وہ چار ہیں:

1۔ تلاوت آیات　　2۔ تزکیہ نفس　　3۔ تعلیم کتاب　　4۔ تعلیم حکمت

5۔ کرداری سازی:۔

اسلام میں تبلیغ کو اہم مقام حاصل ہے۔ دینی ودنیاوی تعلیم کے حصول کے بعد اس اہم فریضہ کو سرانجام دے سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں اساتذہ پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ بچوں کو اچھی باتوں کا درس دیں اور بری باتوں سے روکیں، یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعلیم دیں۔

6۔ اسلامی اقدار سے طلبہ کو روشناس کرانا:۔

اسلامی اقدار سے طلبہ کو روشناس کرانا اور ان کی محبت پیدا کرنا دین ودنیا کی ضرورت ہے۔ آج کا دور ذہنی انتشار اور فکری بے راہ روی کا شکار ہے۔ ذرائع ابلاغ اور مغربی نظریات کی یلغار نے نوجوانوں کے ذہنوں کو شل کر کے رکھ دیا ہے۔ ان حالات میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ طلبہ کو مغرب کی ذہنی غلامی سے نکالا جائے، یہ مقصد تعلیم کے ذریعے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔[33]

عالم گیر بقا کا تصور:۔

ہر قوم کو ایک نقطہ کے اندر اپنی ثقافت کے مطابق زندگی گزارنے کا پورا پورا حق ہے۔ یہ معاشرہ ایک بڑی وحدت کا حصہ ہے۔ عالم گیر معاشرہ میں مختلف معاشروں کی خصوصیات موجود ہوتی ہیں۔ عالم گیر معاشرہ کو جنم دینے والے سب انسان ہیں۔ انسان ہر سطح پہ انسان ہے اس کی ضرورتیں یکساں ہیں۔ ضرورتوں اور خواہشوں کی تکمیل کے ذرائع اور طریقے مختلف ہو سکتے ہیں۔

سوشل میڈیا اور جدید ذرائع ابلاغ کی وجہ سے ریاست اور اس کی سلامتی کو درپیش مسائل کچھ اتنے گھمبیر اور پیچیدہ ہیں کہ کسی ایک نشست یا مقالہ میں ان کا کلی احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہم ان میں سے چیدہ چیدہ کا ذکر کرتے ہیں۔

1۔ ریاست، سیاست اور جدید ذرائع ابلاغ:۔

سوشل میڈیا نے سب سے پہلے سیاسی انتشار کا دروازہ کھولا۔ سیاست میں اختلاف رائے کا پایا جانا فطری ہے۔ تاریخ کا کوئی عہد اور دنیا کا کوئی معاشرہ بھی اختلاف سے خالی نہیں رہا۔ اظہارِ اختلاف کے دروازے بند ہو جائیں تو گھٹن پیدا ہوتی ہے جو کسی بڑے انتشار میں منتقل ہو سکتی ہے۔

---

[32] القرآن، سورۃ الجمعہ، آیت 2

[33] کتاب تعلیم، سلطان جہاں، آزاد پبلشرز کراچی ص 55

اس لیے مہذب معاشروں میں یہ دروازے کھلے رکھے جاتے ہیں۔ ان معاشروں میں سیاسی جماعتیں ہوتی ہیں، ابلاغ کے ذرائع ہیں جو نقطہ ہائے نظر کے ابلاغ کے لیے معاون بنتے ہیں۔ یہ جماعتیں اور ابلاغ کے ذرائع ایک قانون کے دائرے میں بروئے کار آتے ہیں۔ اگر کوئی اس قانون کی خلاف ورزی کرے تو عدالت اصلاح کے لیے موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح اختلافِ رائے سماجی انتشار کا باعث نہیں بنتا۔

سوشل میڈیا کسی قانون کا پابند نہیں ہے۔ یہاں سیاسی اختلاف کو دشمنی میں بدل دیا گیا اور قوم کو اپنے تئیں حزب اللہ اور حزب الشیطان میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ یہ تقسیم کسی پیغمبر کی موجودگی ہی میں ممکن ہوتی ہے جب حق کی پہچان مشکل نہیں ہوتی۔ پیغمبر کا وجود حق کی سب سے بڑی علامت ہوتا ہے۔ جو اس کے ساتھ ہے وہ گویا حق کے ساتھ اور حزب اللہ ہے۔ ہمارے ہاں سوشل میڈیا نے اس بات کو نظر انداز کیا اور ہیجان کی وہ فضا پیدا کی کہ قوم بدترین سیاسی انتشار میں مبتلا ہو گئی۔

سیاسی اختلافات کو ہوا دینا بھی معاشرتی عدم استحکام کی حکمتِ عملی کا حصہ ہے۔ دشمن ملک کے مختلف سیاسی گروہوں کے درمیان تنازعات کو ہوا دی جاتی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کے خلاف ہو جائیں۔ سیاسی اختلافات کو بڑھانے کے لیے جھوٹی خبریں، افواہیں اور پروپیگنڈے کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں سیاسی عدم استحکام پیدا ہوتا ہے اور حکومت پر عوام کا اعتماد کمزور ہوتا ہے۔ سیاسی زعما کو چاہیے کہ دوسری جماعتوں کے سربراہان کو تضحیک آمیز انداز اور رعونت سے مخاطب کرنے کے بجائے ادب اور احترام سے نام لے کر پکاریں۔ آپس میں سیاسی اختلافات رکھیں، لیکن مذہبی، معاشرتی اور اخلاقی اقدار کی پاسداری ہر صورت میں کریں۔

2۔ ریاست، مذہب اور جدید ذرائع ابلاغ:۔

مذہبی اختلافات کو بھی معاشرتی عدم استحکام پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ دشمن ملک کی مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان تنازعات کو بھڑکایا جاتا ہے اور انھیں ایک دوسرے کے خلاف کیا جاتا ہے۔ مذہبی منافرت کو بڑھاوا دینے کے لیے جھوٹی خبریں، اشتعال انگیز تقاریر اور پروپیگنڈا پر مبنی مواد پھیلایا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں مذہبی فسادات اور تشدد کے واقعات بڑھتے ہیں جو ملک کے اندرونی استحکام کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ مذہبی اکابرین کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ باہمی فروعی اختلافات پر اپنے مسلکی فکر پر کاربند رہتے ہوئے دوسرے فقہی مسالک کی سوچ کا بھی دل و جان سے احترام کریں تاکہ معاشرے کے اندر فقہی اور مذہبی رواداری جنم لے سکے۔

سوشل میڈیا اور جدید ذرائع ابلاغ کچھ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اور کچھ انجانے میں "پانچویں نسل کی جنگ" میں آلہ کار کے طور پر استعمال ہونا شروع ہو گئے ہیں، جس کا بیرون ملک دشمنانِ وطن بھرپور فائدہ اُٹھاتے ہیں اور عوام کے درمیان اور عوام اور ریاستی اداروں کے درمیان خلیج پیدا کرتے ہیں اور ہمہ وقت اس خلیج کو گہرا کرتے رہتے ہیں۔

پانچویں نسل کی جنگ (ہائبرڈ وار)، ریاست اور سوشل میڈیا:۔

3۔ جھوٹی خبریں:۔

جھوٹی خبریں (فیک نیوز) سوشل میڈیا کے ذریعے تیزی سے پھیلائی جاتی ہیں۔ ان خبروں کا مقصد عوام کو گمراہ کرنا اور ان کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا ہوتا ہے۔ جھوٹی خبریں اکثر سنسنی خیز ہوتی ہیں اور عوام کو جذباتی طور پر متاثر کرتی ہیں۔ ان خبروں کے ذریعے عوام کی رائے کو تبدیل کیا جاتا ہے اور انھیں مخصوص بیانیے کی طرف مائل کیا جاتا ہے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ یہ جھوٹی خبریں پھیلانے کا مسئلہ اس قوم کو

درپیش ہے جس کے آخری پیغمبر نے انھیں قرآنِ پاک میں حکمِ الٰہی سنایا کہ: لوگو جب کوئی فاسق اور جھوٹا تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب اچھی طرح اس کی تصدیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھیں بعد میں شرمندگی اور پچھتاوے کا سامنا کرنا پڑے۔

4۔ معاشرتی کوہیزن (Cohision) سماجی روابط اور معاشرتی بندھن کو کمزور کرنا:۔

سماجی روابط اور معاشرتی بندھن کو کمزور کرنا بھی پانچویں نسل کی جنگ کی حکمتِ عملی کا حصہ ہے۔ اس کے ذریعے عوام کے درمیان اتحاد اور ہم آہنگی کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ مختلف معاشرتی گروہوں کے درمیان اختلافات کو بڑھا کر ان کے درمیان نفرت اور عدمِ اعتماد پیدا کیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں معاشرتی ڈھانچے میں دراڑیں پیدا ہوتی ہیں اور ملک کے اندرونی حالات خراب ہوتے ہیں۔

5۔ نفرت انگیز مواد اور پروپیگنڈا:۔

نفرت انگیز مواد اور پروپیگنڈے کا استعمال معاشرتی عدمِ استحکام پیدا کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے نفرت انگیز مواد پھیلایا جاتا ہے تاکہ عوام کے درمیان نفرت اور عدمِ اعتماد کو بڑھایا جا سکے۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر جھوٹی خبریں، اشتعال انگیز ویڈیوز اور افواہیں تیزی سے پھیلائی جاتی ہیں۔

6۔ داخلی استحکام کو نقصان پہنچانا:۔

معاشرتی عدمِ استحکام پیدا کرنے کا مقصد دشمن ملک کے داخلی استحکام کو نقصان پہنچانا ہوتا ہے۔ عوام کے درمیان تنازعات اور اختلافات کو بڑھا کر حکومت کے لیے مسائل پیدا کیے جاتے ہیں۔ داخلی استحکام کمزور ہونے سے ملک کی اقتصادی، سیاسی اور سماجی صورتِ حال خراب ہوتی ہے۔

عوام کے درمیان تنازعات:۔

پانچویں نسل کی جنگ میں عوام کے درمیان تنازعات پیدا کرنا بھی ایک اہم حکمتِ عملی ہے۔ مختلف معاشرتی، نسلی، مذہبی اور سیاسی گروہوں کے درمیان تنازعات کو بھڑکایا جاتا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کے خلاف ہو جائیں۔ اس کے نتیجے میں عوام کے درمیان اختلافات بڑھتے ہیں اور معاشرتی ہم آہنگی کو نقصان پہنچتا ہے۔

9۔ فیک اکاؤنٹس:۔

فیک اکاؤنٹس سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر جعلی پروفائلز ہوتے ہیں جو حقیقی افراد کے طور پر دکھائے جاتے ہیں۔ ان اکاؤنٹس کے ذریعے جھوٹی خبریں، افواہیں اور پروپیگنڈا مواد پھیلایا جاتا ہے۔ فیک اکاؤنٹس کا مقصد عوام کو گمراہ کرنا اور ان کی رائے کو تبدیل کرنا ہوتا ہے۔ یہ اکاؤنٹس مختلف معاشرتی گروہوں کے درمیان تنازعات کو بڑھاوا دینے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

10۔ افواہیں:۔

افواہیں بھی سوشل میڈیا پر تیزی سے پھیلتی ہیں۔ ان کا مقصد عوام کے درمیان خوف و ہراس پیدا کرنا اور بے یقینی کی کیفیت پیدا کرنا ہوتا ہے۔ افواہوں کے ذریعے مختلف گروہوں کے درمیان تنازعات کو بڑھاوا دیا جاتا ہے اور انھیں ایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں معاشرتی ہم آہنگی کو نقصان پہنچتا ہے۔

11۔ پروپیگنڈا:۔

پروپیگنڈا سوشل میڈیا کے ذریعے عوامی رائے کو متاثر کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ مختلف فیک اکاؤنٹس اور بوٹس کا استعمال کرتے ہوئے پروپیگنڈا مواد تیزی سے پھیلایا جاتا ہے۔ اس مواد میں جھوٹی خبریں مبالغہ آمیز اطلاعات اور نفرت انگیز مواد شامل ہوتا ہے۔ پروپیگنڈا کا مقصد عوام کو ایک خاص بیانیے کی طرف مائل کرنا اور ان کے ذہنوں میں نفرت اور عدم اعتماد پیدا کرنا ہوتا ہے۔

12۔ اقتصادی جنگ:۔

اقتصادی جنگ بھی GW5 کا ایک اہم جز ہے۔ دشمن ملک کی معیشت کو کمزور کرنے کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں، جیسے کہ تجارتی پابندیاں، کرنسی کے خلاف حملے اور مالیاتی نظام کو نشانہ بنانا۔ اس کے ذریعے ملک کی اقتصادی ترقی کو روکا جاتا ہے اور اسے مالی مشکلات میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

13۔ مالیاتی نظام کو نشانہ بنانا:۔

مالیاتی نظام کو نشانہ بنانا بھی اقتصادی جنگ کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس کے ذریعے دشمن ملک کے بینکنگ سسٹم، اسٹاک مارکیٹ اور مالیاتی اداروں پر حملے کیے جاتے ہیں۔ سائبر حملوں، مالیاتی دھوکہ دہی اور دیگر حربوں کے ذریعے مالیاتی نظام کو غیر مستحکم کیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں ملک کی معیشت کو شدید نقصان پہنچتا ہے اور مالیاتی اداروں پر عوام کا اعتماد کم ہو جاتا ہے۔

14۔ اقتصادی پابندیاں:۔

اقتصادی پابندیاں بھی دشمن ملک کی معیشت کو کمزور کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ بین الاقوامی تنظیموں اور دیگر ممالک کے ذریعے اقتصادی پابندیاں عائد کی جاتی ہیں، جیسے کہ بینکنگ۔

اگر بیرون ملک بیٹھے سوشل میڈیا گروپس اور ان کے اندرون ملک معاون سیاسی رہنما یہ ترغیب دیں گے کہ غیر ممالک میں مقیم پاکستانی بذریعہ بنک اپنے اثاثے نہ بھجوائیں، تو یہ سوشل میڈیا کے وساطت سے ملک کو کمزور کرنے کی طرف ایک قدم ہی گنا جائے گا۔

15۔ کرنسی کے خلاف حملے:۔

کرنسی کے خلاف حملے بھی اقتصادی جنگ کا ایک مؤثر ہتھیار ہیں۔ اس کے ذریعے دشمن ملک کی کرنسی کو کمزور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مختلف طریقوں سے کرنسی کی قدر کو گرانے کی کوشش کی جاتی ہے جیسے کہ بڑے پیمانے پر کرنسی کی خرید و فروخت، جعلی کرنسی کا پھیلاؤ اور مالیاتی مارکیٹ میں مداخلت۔ اس کے نتیجے میں ملک کی معیشت کو نقصان پہنچتا ہے اور مہنگائی بڑھ جاتی ہے۔

16۔ تجارتی پابندیاں:۔

تجارتی پابندیاں اقتصادی جنگ کا ایک اہم ہتھیار ہیں۔ اس کے ذریعے دشمن ملک کی برآمدات اور درآمدات پر پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ ان پابندیوں کی وجہ سے ملک کی تجارتی سرگرمیاں محدود ہو جاتی ہیں اور اس کی معیشت کو نقصان پہنچتا ہے۔ تجارتی پابندیوں کا مقصد ملک کی اقتصادی ترقی کو روکنا اور اسے بین الاقوامی تجارتی منڈیوں سے الگ تھلگ کرنا ہوتا ہے۔

ریاست کی ذمہ داریاں:۔

ریاست کا پہلا کام عوام کی تربیت منہاج نبوی پر کرنے کا اہتمام کرنا ہے۔ اخلاق حسنہ اور اخلاق محمودہ کی ترغیب و تبلیغ اور اخلاق رذیلہ کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے، کیوں کہ ہر دو کے اپنے اثرات ہوتے ہیں جو کہ معاشرے اور سماج پر مرتب ہوتے ہیں۔

اخلاقِ حسنہ کے سرچشمے اور نتائج:۔

اسلام نے بتایا کہ اخلاق محمودہ کے سرچشمے چار ہیں:

1۔ صبر　　2۔ عفت　　3۔ شجاعت　　4۔ عدل

1۔ صبر کے نتائج ہیں:۔ برداشتِ مصائب، غصہ پی جانا، عدمِ ایذا دہی، بردباری، خاکساری، حملہ نہ کرنا۔ صبر کا ذکر قرآن پاک میں تقریباً نوے مقامات پر ہے اور ان مقامات میں صبر کو سولہ اصناف پر بیان کیا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: ''نصف ایمان کا نام صبر ہے اور نصف ایمان کا نام شکر ہے۔''

2۔ عفت کے نتائج:۔ رذائل وقبائح سے اجتناب، قولاً وفعلاً پاکیزگی۔ عفت سے حیا پیدا ہوتی ہے اور حیا کا اثر ہر ایک نیک خلق پر ہے۔ عفت سے جھوٹ، بخل اور بدکاری کا ستیاناس ہوتا ہے۔

3۔ شجاعت کے نتائج ہیں:۔ اپنی عزت کو ملحوظ رکھنا، بہترین اخلاق کا جو یا رہنا، مال وجان سے دوسرے کی امداد کرنا، طیش وغضب سے دور رہنا، اپنے نفس کی باگ دوڑ عقل کے سپرد کر دینا۔[34]

4۔ عدل کے نتائج ہیں:۔ اعتدالِ اخلاق کو اپنانا اور افراط و تفریط کو چھوڑ کر وسط کو اختیار کرنا۔ عدل بتاتا ہے کہ جود وسخا اسے کہتے ہیں جو بخل اور اسراف کے درمیان ہو۔ عدل بتاتا ہے کہ حیا وہ ہے جو ذلت وبے شرمی کا میانہ ہے۔ عدل بتاتا ہے کہ شجاعت اسے کہتے ہیں کہ جو جبن اور تہور کا وسط ہو۔[35]

اخلاقِ رذیلہ اور ان کے اثرات:۔

جس طرح اخلاق صالحہ کے چشمے چار منبعوں سے پھوٹتے ہیں اسی طرح اخلاق رذیلہ کے منبع بھی چار ہیں:

1۔ جہل　　2۔ ظلم　　3۔ شہوت　　4۔ غضب

1۔ تاثیراتِ جہل:

تاثیراتِ جہل میں سے ہے کہ اچھی شے کو بری اور بری شے کو اچھی شے میں نمایاں کرتا ہے۔ کمال کو نقص اور نقص کو کمال دکھلاتا ہے۔

---

[34] رحمۃ للعالمین، قاضی سلیمان منصور پوری

[35] رحمۃ للعالمین، قاضی سلیمان منصور پوری

2۔ تاثیراتِ ظلم:

تاثیراتِ ظلم میں سے ہے کہ کسی شے کو اس کے غیر محل میں رکھا جائے۔ خوشنودی کے مقام پر خفگی، سخاوت کے مقام پر بخل، بخل کے مقام پر بذل، نرمی کے مقام پر سختی، سختی کے مقام پر نرمی، مقام انکسار پر تکبر اور مقام وقار پر انکسار، یعنی حقوق کا غلط استعمال اور غلط استعمال پر دعویٰ استحقاق۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾[36]، حقوق الٰہی کا غصب کرنا اور ان حقوق کا استعمال کسی دوسرے کے لیے جائز سمجھنا سب سے بڑا ظلم ہے۔

3۔ تاثیراتِ شہوت:

تاثیراتِ شہوت میں سے ہے کہ حرص، بخل اور تنگ دلی کو ترقی ہوتی ہے۔ حصۂ غیر پر حملہ کیا جاتا ہے، وقارِ نفس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

4۔ تاثیراتِ غضب:

غضب کی تاثیر سے تکبر، کینہ، حسد، بغاوت، سفاہت پیدا ہوتے ہیں۔ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحتیں فرمائی جائیں، حضور ﷺ نے ہر مرتبہ اسے یہی جواب دیا: "غیض و غضب سے دور رہو۔"

تعلیم وتربیت کے ذرائع:۔

1۔ تقلید:۔ ہر فرد کا مشاہدہ اس کے ذہن میں نقش ہوتا چلا جاتا ہے۔ بڑے غیر محسوس طریقے سے ہر دیکھی، سنی بات اس کے کردار کا جز بنتی چلی جاتی ہے، اس لیے ہر فرد خصوصاً بچے کے سامنے گفت گو اور ہر معاملہ میں بڑا محتاط رویہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ ان کے بارے میں یہ گمان درست نہیں کہ وہ ناسمجھ اور انجان ہیں۔ ہر بات جو حیا کے منافی، جھوٹ اور لغو ہو بچے کے سامنے بھی غلط ہے، بچہ ہر لحاظ سے آپ کا مقلد ہے۔[37]

2۔ رہنمائی:۔ نئی نئی باتیں اور کام سیکھنے میں مناسب رہنمائی، حوصلہ افزائی اور تربیت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ رہنمائی کے بغیر محض نقالی سے بچہ جو کچھ سیکھتا ہے اس میں غلطی کا زیادہ امکان ہے، اس لیے اسے مناسب رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔[38]

3۔ تجربات:۔ ہر انسان اپنی زندگی میں مختلف تجربات سے گزرتا ہے، ہر تجربہ اسے کچھ نہ کچھ سکھاتا ہے۔ اس معاملہ میں ہر فرد اپنے طور پر ایک "مجتہد" ہے کہ اپنے فہم و علم کے مطابق نتائج اخذ کرتا ہے۔ یہ اخذ کردہ نتائج اس کی شخصیت سازی اور تعلیم وتربیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔[39]

---

[36] القرآن، سورہ لقمان، آیت 13

[37] ڈاکٹر ام کلثوم، بچے کی تربیت، دعوہ اکیڈمی اسلام آباد، ص 17

[38] ڈاکٹر ام کلثوم، بچے کی تربیت، دعوہ اکیڈمی اسلام آباد، ص 17

[39] ڈاکٹر ام کلثوم، بچے کی تربیت، دعوہ اکیڈمی اسلام آباد، ص 17

تصورِ تعلیم وتربیت پر ضرب:۔

فکری یلغار نے امتِ مسلمہ کے تصورِ تعلیم وتربیت پر کاری ضرب لگائی ہے اور تعلیم وتربیت کا مقصد عین خالص مادہ پرستانہ بن کر رہ گیا ہے۔ کیریئر، روزگار، تمول، دولت مندی، مادی خوشحالی، معاشی ترقی کے انہی اہداف پر جنہیں غیر اسلام نے متعین و مقرر کیا ہے۔ اس کا ایک نتیجہ تو یہ ہے کہ مادی تعلیم یافتہ نسلوں کی کھیپ مادہ پرستوں کی بھیڑ میں گم ہوتی جارہی ہے اور دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ جدید تعلیم یافتگی کا گویا یہ ایک لازمہ سا بن گیا ہے کہ مدارس، اسلامی درس گاہوں اور دینی تعلیمی جامعات کی تحقیر کی جائے یا ان کے نصابِ تعلیم کو جدید کاری کے نام پر سیکولرائز کرنے کا غلغلہ بلند کیا جائے۔[40]

بے عقیدہ تعلیم وتربیت کے نتائج تباہی کا باعث:۔

تعلیم کسی قوم کے سماجی نظریات اور ثقافت سے گہرے طور پر مربوط ہوتی ہے۔ بنابریں، کسی قوم کا نظام تعلیم اپنے مزاج، مواد اور موضوعات کے اعتبار سے نہ تو نظریاتی رنگ سے خالی ہو سکتا ہے اور نہ اس میں اتنی معروضیت (Objectivity) ممکن ہے کہ اسے اقدار کی گرفت سے آزاد قرار دیا جاسکے۔ لیکن عہد جدید میں لبرلزم(Liberalism) اور انفرادیت پسندی(Individualism) کے علم برداروں نے تعلیمی دنیا میں اس غلط فہمی کو بڑے زور شور سے رائج کرنے کی کوشش کی ہے یہ تعلیم تہذیبی اقدار اور معیارات خیر وشر کے سلسلے میں بالکل اسی طرح غیر جانب دار ہو سکتی ہے جس طرح طبیعی علوم۔

اس غلط تصور کی بنا پر تعلیم کو مذہب اور اخلاقی اقدار سے الگ کر دیا گیا اور یہ کہا جانے لگا کہ طالب علم کو اپنی صلاحیت کے مطابق نشوونما پانے کے لیے پوری آزادی ملنی چاہیے، اور اس کے فکر و کردار کو کسی مخصوص سانچے میں ہمیں ڈھالنے کے لیے کوئی بیرونی دباؤ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ طریق تعلم ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں نہایت مقبول ہوا اور اس نے دوسرے یورپی ممالک میں بھی خاصی شہرت حاصل کی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بے عقیدہ تعلیم کے نتائج کسی طرح بھی حوصلہ افزا نہیں۔[41]

تعلیم وترقی کی راہ میں رکاوٹ بننے والا سب سے بڑا ادارہ:۔

اگر ہم اپنے آپ سے یہ سوال کریں کہ 75 برس کے عرصے میں ہماری نظر میں کوئی ایسا علم کا علمبردار ہے جس نے فروغ علم کے لیے کوئی کام کیا ہو؟ اگر لگی لپٹی کے بغیر صاف صاف سننا چاہتے ہیں تو میں یہی کہوں گا کہ تعلیم کی ترقی کی رکاوٹ کا سب سے بڑا ادارہ مغرب ہے، فکرِ یہود، فکرِ نصاریٰ اور فکرِ ہنود ہیں۔ یہ وہ ادارہ ہے جس نے ہر انداز سے پاکستان کو بامقصد اور نفع دینے والے علم سے محروم کر رکھا ہے اور اپنے نظریات کو نصابِ تعلیم میں اولیت دی ہے اور اس کا سب سے بڑا مددگار پاکستان کا ادارہ بیوروکریسی ہے۔ اس کی محرومی یہ ہے کہ اس کے صاحبانِ اقتدار نااہل اور تعلیم وتربیت کے اصولوں سے بھی واقف نہیں ہیں۔ ایک وزیر اعلیٰ نے جامعات کے اجازت ناموں پر اس لیے دستخط نہیں کیے تھے کہ اس سے

---

[40] محمد زین العابدین منصوری، فکری یلغار، ترجمان القرآن لاہور ص 56

[41] پروفیسر خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، ص 424

فلاں طبقہ فروغ پاتا ہے۔[42]

تعلیم وتربیت اور مغربی میڈیا:۔

آج بلاشبہ مغربی میڈیا بہت بڑی قوت وطاقت ہے اور آج اس نے میڈیا کی طاقت سے دنیا کو کنٹرول کیا ہوا ہے۔ ممتاز محقق نذر الحفیظ ندوی رقم طراز ہیں: "میڈیا میں متعین افکار وخیالات کو اس طرح پھیلایا جاتا ہے کہ دوسروں کی آرا یا سلوک یا دونوں کو متاثر کیا جاتا ہے۔ میڈیا کے ذریعے دشمنوں کے خلاف نفرت وعداوت کے شعلہ کو تیز کرنا، دوست ملکوں کی دوستی کو باقی رکھنا، غیر جانب دار ملکوں کی توجہ وہمدردی حاصل کرنا دشمن کی معنوی روح کو ختم کرنا"۔[43]

تعلیم برائے ذخیرہ معلومات:۔

مذہب اور اخلاق سے رشتہ منقطع کر لینے کے بعد مغربی مفکرین کے یہاں تعلیم "معلومات اندوزی" کا ہم معنی قرار پا گئی۔ تعلیم کا مطلب یہ ہے کہ معلومات کی ذخیرہ اندوزی کر لی جائے تاکہ بوقتِ ضرورت کام آئے۔ نظریہ معلومات اندوزی کر لینے کے بعد مغربی نظام تعلیم لائبریری، لیبارٹری، امتحانات، سندات، دفتریت اور عمارات کو اصل اہمیت حاصل ہو گئی۔ ان کے اہتمام اور انصرام اور آسائش وزیبائش پر بے تحاشا دولت صرف کی جاتی ہے۔ حسن تعمیر اور حسن تزئین کا باہم مقابلہ ہوتا ہے۔

بے چارے استاد اور شاگرد جن کے نام پر یہ سارا ہنگامہ برپا ہے، وہ اس غوغا میں گم ہو کر رہ گئے ہیں۔ احکام اور ضابطے کی جکڑ بندی کا یہ عالم ہے کہ استاد اور شاگرد انتظامیہ کے تحت دو بے اثر پرزوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ وہ درس گاہیں آج مفقود ہیں جہاں شفیق استاد اور اطاعت شعار طالب علم درس وتدریس میں مشغول رہتے تھے، یہاں باہمی تعاون سے کردار سازی اور انسان آفرینی کا عمل جاری رہتا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ درس گاہ نہیں ہے، کوئی کارخانہ ہے جہاں بے جان پرزے ڈھالے جا رہے ہیں۔[44]

تعلیم وتربیت میں میڈیا کا کردار:۔

تعلیم وتربیت میں میڈیا کا کردار انتہائی اہم ہے۔ یہ دورِ جدید کا مؤثر ترین ہتھیار ہے۔ میڈیا کا اصل کردار یہ ہے کہ اپنی بات احسن اور مؤثر انداز میں پہنچائی جائے تاکہ ان پر آپ کا نقطۂ نظر خوب واضح ہو جائے اور اس کے قائل ہو جائیں۔ تعلیم وتربیت، دعوت وتبلیغ، اصلاح عقائد اور اپنے دفاع کے لیے قرآن وسنت ہماری میڈیا کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ سورہ نوح میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور حضرت نوحؑ نے کہا: اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات دن بلاتا رہا مگر میرے بلانے سے وہ اور زیادہ بھاگنے لگے۔ میں نے جب بھی انھیں بلایا کہ تو انھیں معاف کر دے تو انھوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں، اپنے اوپر کپڑے لپیٹ لیے ضد کی اور بڑا غرور کیا، پھر میں نے انھیں برملا پکارا، انھیں کھلی تبلیغ کی اور انھیں چپکے سے بھی سمجھایا۔ میں نے کہا: اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔"[45]

---

[42] روزنامہ جنگ، 14 اگست 1996، انگریزی اور مخلوط نظام تعلیم

[43] نذر الحفیظ ندوی، سیکولر میڈیا، عوامی میڈیا واچ کمیٹی ص 109

[44] پروفیسر سید محمد سلیم، مغربی فلسفہ تعلیم، زوار اکیڈمی، ص 170

[45] القرآن سورہ نوح، آیت 5

اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: "(اے موسیٰ تم اور تمہارا بھائی) دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے، اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا اپنے برے انجام سے ڈر جائے۔"[46]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ہدایت دی: "اے نبی ﷺ! آپ اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت سے بلائیں، عمدہ طریقے سے انھیں نصیحت کریں اور اچھے طریقے سے ان سے بحث کریں۔"[47]

نصابِ تعلیم میں انقلاب نہ لانا غلامی کا سبب:۔

مسلم اُمہ بالعموم اور اہل پاکستان بالخصوص آج تعلیم وتربیت، تہذیب وثقافت سے نا آشنا اور مغرب کی تہذیب کے غلام بن گئے ہیں۔ شہید حکیم محمد سعیدؒ کی زبانی ملاحظہ ہو:

"تعلیم وتربیت کے شعبے میں سب سے زیادہ سنگین اور نمایاں ناکامی نصابِ تعلیم میں انقلاب نہ لانے کی تھی، تعلیم کے میدان میں اس سے زیادہ ہولناک اور دردناک ناکامی دوسری نہیں ہو سکتی۔ ہم نصف صدی سے ایک ایسے نصابِ تعلیم سے نونہالوں اور نوجوانوں کو آراستہ کر رہے ہیں جو ان کو اپنے نظریات، حیاتِ ملی سے باغی بناتا ہے۔ یہی وہ شرمناک اور ہولناک غلطی ہے کہ اس نے پوری ملت پاکستان کو انسان سے حیوان اور شیطان بنا دیا ہے۔ معذرت خواہ ہوں کہ میری زبان سے یہ نہایت سخت الفاظ نکل رہے ہیں، مگر میں اپنے دلی رنج کا اظہار اس کے بغیر نہیں کر سکتا۔ قوم امریکہ کی غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈال کر بھی مست ومگن ہے، کیوں کہ غلط نصابِ تعلیم نے پوری ملت کو بے غیرت بنا دیا ہے، بے شرم بنا دیا ہے۔ ہم اب بھی اس پر مصر ہیں کہ وہی غیر ملکی نصاب اپنے نونہالوں اور نوجوانوں کو پڑھائیں گے جو ان کو اپنی تاریخ سے دور کر دے اور اپنی تہذیب وثقافت سے نا آشنا کر دے اور ان کو ایسے احساسِ کمتری میں مبتلا کر دے کہ وہ مشرق کی تمام قدروں اور روایات کو ٹھوکر مار کر مغرب کی تہذیب کے غلام بن جائیں۔"[48]

معلم ومربی اعظم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی ایک جھلک:۔

معلم ومربی اعظم چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، اپنے ہر عمل سے اپنی ہر ادا سے صحابہ کرامؓ کی تعلیم وتربیت فرماتے گئے۔ آپ ﷺ کا ہر عمل مشعلِ راہ ہوتا اور تاقیامت وہ ہمارے لیے تعلیم وتربیت کا حصہ ہے۔ گھر سے نکلتے تو سلام میں ہمیشہ پہل کرتے اور فرماتے کہ: "سلام میں پہل کرنے والا کبر سے محفوظ ہوتا ہے۔"[49] بچوں کے ساتھ گفتگو فرماتے اور انھیں سلام کہتے[50]، بچوں سے پیار بھی کرتے۔[51] بازار کو ناپسندیدہ جگہ

---

[46] القرآن سورہ طٰہٰ، آیت 43

[47] القرآن سورۃ النحل، آیت 125

[48] روزنامہ جنگ 14 اگست 1996، انگریزی اور مخلوط تعلیمی نظام

[49] محمد بن عبداللہ تبریزی، مشکوٰۃ، باب السلام

[50] جامع الترمذی، الحدیث الشریف

[51] صحیح مسلم، کتاب الفضائل

سمجھتے[52]، لیکن وہاں جاتے تو ہر ایک کو سلام کرتے۔[53] انتہائی خوش مزاج تھے اور متبسم رہتے۔[54] مسکراتے چہرے سے ملتے اور اسے نیکی اور شائستگی قرار دیا۔[55]

صحابہؓ کی محفل میں بیٹھتے تو عام آدمی فرق محسوس نہیں کرتا تھا۔(56) نماز صبح کے بعد خصوصی مجلس ہوتی تھی۔(57) اس میں قصے بھی ہوتے اور ہنسی بھی۔ بیماروں کی عیادت کا اہتمام کرتے۔ حدیث کی کتابوں میں آپ ﷺ کا وہ مشہور جملہ موجود ہے جو آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے، وہ جملہ یہ ہے: "**لا بأس، طهور إن شاء الله**"۔ مزاح بھی فرماتے؛ حضرت انسؓ کو "**يا ذا الأذنين**" کہہ کر پکارتے۔ اشعار بھی سنے، انھیں پسند بھی فرمایا؛ لبید کے درج ذیل ایک مصرع کو "أصدق الكلمة" کہا:

ألا كل شيء ما خلا الله باطل   وكل نعيم لا محالة زائل

رشتہ داروں سے حسن سلوک اور ہم سائیوں کا خیال آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کا ایک اہم حصہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہو تو اسے صلہ رحمی کرنے چاہیے۔"

انسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: "وہ شخص مؤمن نہیں"، سوال کرنے پر آپ ﷺ نے جواب دیا: "وہ جس کی شرارتوں سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہیں۔"

جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ: "والد نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے بہتر عطیہ نہیں دیا۔"

اسی طرح آنجناب ﷺ کو غیبت، فحش گوئی، عیب چینی، حسد، بغض اور لوگوں کے درمیان عداوت پیدا کرنے سے شدید نفرت تھی۔ عبداللہ بن ابی کے سلسلہ میں مروت کا جو طریقہ آپ ﷺ نے اختیار فرمایا تھا وہ ایک مستقل نمونہ ہے۔ سماجی زندگی میں دو چیزیں بہت اہمیت رکھتی ہیں: ایک ایفائے عہد، حسن سلوک، دوسرے عفو و درگزر۔ حضور ﷺ کی زندگی میں یہ دونوں خصوصیات بہت ابھری ہوئی ہیں۔ حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ کے ساتھ آپ کا رویہ مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ مکے والوں کو "**لا تثريب عليكم اليوم**" فرمانا معاشرتی اور سیاسی زندگی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح کے بے شمار واقعات ہیں جو آنجناب ﷺ کی زندگی کے اس پہلو کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ ہمارے لیے حضور ﷺ کی سیرت میں فکر و عمل کے بے مثال نمونے ہیں، بالخصوص تعلیم و تربیت کے حوالے سے۔

اسلامی نقطہ نظر سے تمام اخلاق کی بنیاد رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ اس لیے خلق خدا کے لیے ہمدردی و خیر خواہی تمام اعمال کی محرک ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔"

---

[52] صحیح مسلم، باب ما روی أحب البلاد

[53] فتح الباری، حضرت ابن عمر کا طرز عمل

[54] الترمذي، الحديث الشريف، أبواب المناقب

[55] الترمذي، الحديث، باب البر والصلة

خلق خدا کے لیے محبت وشفقت ہر مؤمن سے مطلوب ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے مروی احادیث میں لوگوں کے ساتھ نرم روی کو خصوصی اہمیت دی گئی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔" نفع بخشی وفیض رسانی اولین خلق ہے۔ جس کے لیے حضور ﷺ نے توجہ دلائی، آپ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو انسانوں کو نفع پہنچاتا ہے۔" یہ نفع بخشی بغیر کسی ذاتی غرض ومصلحت کے ہے۔

رشتہ داروں، عام ضرورت مندوں، عام انسانوں حتیٰ کہ جانوروں سے حسن سلوک پسندیدہ رویہ ہے۔ بد سلوکی اور ضرر رسانی ناپسندیدہ رویہ ہے۔ آنحضور ﷺ سے مروی ہے: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن رتبے کے لحاظ سے بدترین انسان ہوگا جس کے شر کے ڈر سے لوگ اسے چھوڑ دیں۔" اسی طرح آنحضور ﷺ سے مروی بعض احادیث میں اچھی بات اور اچھا عمل پسندیدہ قرار دیا گیا ہے اور اگر انسان کو اس پر قدرت نہ ہو تو برائی کرنے اور ضرر پہنچانے سے گریز کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث میں حکمتِ نبوی ﷺ کا ابلاغ ملاحظہ فرمائیں:

- "جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے اچھی بات کہنی چاہیے ورنہ خاموشی اختیار کرے۔"
- "ہر اچھی بات صدقہ ہے۔"

تعلیم وتربیت پر اثر انداز ہونے والے عوامل:۔

1-گھر:۔

تعلیم وتربیت کا اولین اور اہم ترین ادارہ گھر ہے۔ پیدائش سے لے کر چار پانچ سال کی عمر تک بچے کی ساری چلت پھرت گھر کی چار دیواری تک محدود رہتی ہے۔ گھر کے افراد اور گھریلو ماحول کا جو اثر بچہ قبول کرتا ہے وہ بہت ہی دوررس اور انتہائی اہم ہوتا ہے۔ یہیں وہ اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، بات چیت کرنا، غرض سب کچھ سیکھتا ہے۔ یہیں اسے وہ حقیقی محبت وشفقت، ہمدردی وتعاون اور آسائش وناز برداری نصیب ہوتی ہے جو اس کی تربیت وپرورش کے لیے نہایت ضروری ہے۔ ماں، باپ، بہن بھائی، دادا دادی اور دوسرے اعزہ واقارب مختلف حیثیتوں سے اس کے معلم کا کام انجام دیتے ہیں۔ ان کے عادات واطوار، حرکات وسکنات کی تقلید کر کے بچہ اپنے آپ کو مختلف اوصاف سے متصف کرتا ہے۔ بچوں کے سادہ ذہن ودماغ پر گھریلو زندگی کے جو گہرے نقوش ثبت ہو جاتے ہیں وہ زندگی بھر نہیں مٹتے۔

2۔اسکول وتعلیمی ادارے:۔

دوسرا روایتی ذریعہ اسکول اور مکتب ہے۔ تعلیمی اداروں میں سے اس حوالے سے نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں کے ذریعے بچوں کو سوشل میڈیا کے بارے میں آگاہی دی جائے۔ اس کے دو طریقے ہو سکتے ہیں: ایک بالواسطہ اور دوسرا بلاواسطہ۔

- **بالواسطہ طریقہ** یہ ہے کہ ان کے اخلاقی شعور کو پختہ کیا جائے۔ ان کو اخلاقیات کی تعلیم دی جائے اور اس معاملے میں حساس بنایا جائے۔
- **بلاواسطہ طریقہ** یہ ہے کہ سوشل میڈیا کے استعمال کو موضوع بنا کر اس کے سوءِ استعمال کا راستہ روکا جائے۔ اس کے لیے جہاں نصاب میں تبدیلی آنی چاہیے، وہاں کم مدتی کورسز اور تربیتی ورکشاپس کے ذریعے بھی بچوں کو اس کے نقصانات سے آگاہ کیا جا سکتا ہے۔

3۔ مساجد و منبر محراب:۔

مسجد کے منبر سے خطیب ہر ہفتے میں ایک دن لازماً سیکڑوں لوگوں کو اپنا مخاطب بناتا ہے۔ سوشل میڈیا کے مضر اثرات کے بارے میں آگاہی کو خطباتِ جمعہ کا موضوع بنانا چاہیے۔ اس کے لیے لازم ہے کہ خود خطبا کو اس کے بارے میں تربیت دی جائے اور ان میں حساسیت پیدا کی جائے۔ اس مقصد کے لیے حکومتی ادارے اور سول سوسائٹی مل کر تربیتی نشستوں کا اہتمام کر سکتے ہیں۔ ان کی رہنمائی کے لیے نمونے کے خطبات بھی تیار کیے جا سکتے ہیں۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ دین اسلام میں مسجد کا پیغام پہلے درجہ میں روحانی تربیت میں مرکوز ہے۔ اسی طرح جماعت کی نماز اور قرآن کریم کی تلاوت ایسے ربانی فیوض اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں جو نہ ختم ہونے والی ہیں، نہ منقطع ہو سکتی ہیں۔ آپ ﷺ نے مساجد کو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ و محبوب ترین جگہ قرار دیا۔ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: "اور نہیں جمع ہوتی کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں کہ تلاوت کریں، اللہ تعالیٰ کی کتاب کی اور اسے آپس میں پڑھیں مگر یہ کہ ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں یاد کرتا ہے ان فرشتوں کے سامنے جو اس کے پاس ہیں۔"

فرد کی علمی و روحانی و جسمانی شخصیت سازی کے لیے مؤثر عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ گھر، مسجد اور مدرسہ میں قوی رابطہ و تعاون پیدا کیا جائے۔

4۔ جدید الیکٹرانک و سوشل میڈیا:۔

جدید ذرائع ابلاغ میں سے الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کو بھی استعمال کیا جانا چاہیے، اس مقصد کے لیے متبادل میڈیا کو فروغ دینا چاہیے۔ ایک طرف سوشل میڈیا کے جھوٹ سچ کو واضح کرنے کے لیے مستند معلومات فراہم کی جائیں اور دوسری طرف ایسے پروگرام کیے جائیں جن میں سوشل میڈیا کے اخلاقی مضمرات سے آگاہ کیا جائے۔ ان کو اخلاقی حدود کے اندر رہتے ہوئے ممکن حد تک دلچسپ بنانا چاہیے۔

5۔ مضبوط معاشرہ:۔

سوشل میڈیا نے جو اخلاقی بحران پیدا کیا ہے اس کے ساتھ سماجی قوت ہی سے نمٹا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے ہمیں اپنا نظام اقدار بہتر بنانا ہوگا۔ یہ مسئلہ ریاست سے زیادہ سماج سے متعلق ہے۔ ریاست قوت کے استعمال سے سائبر جرائم کے خلاف اقدام کر سکتی ہے مگر اس سے اس بحران کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا جو فی الحقیقت سماجی ہے۔ مضبوط سماج ہی ایسے بحرانوں سے نمٹ سکتا ہے جو اخلاقی ہیں۔ سماجی قوت نظام اقدار کی مضبوطی سے آتی ہے۔ ہمیں اس جانب توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں ہونے والی اصلاحی کوششیں، فرد اور ریاست کی اصلاح پر مرتکز رہی ہیں۔ یہ اب لازم ہے کہ ان کا رخ سماج کی طرف ہو۔ سوشل میڈیا کا پیدا کردہ بحران بطورِ خاص سماجی اصلاح سے ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔ انسان عموماً اپنے ماحول اور معاشرے ہی کی پیداوار ہوتا ہے، بہت کم افراد ایسے انقلابی ذہن کے ہوتے یا ابراہیمی نظر رکھتے ہیں جو اپنے گردوپیش سے بلند ہو کر کچھ سوچ اور فکر کر سکیں۔ معاشرے میں جن چیزوں کا چلن ہوتا ہے افراد بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر انہی کو اپنا لیتے ہیں۔

6۔ قریبی ماحول:۔

بچوں کی تعلیم وتربیت پر ان کے ماحول کا بھی بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ بچہ جس جغرافیائی ماحول میں رہتا ہے، جس طرح کے مناظر سے دو چار ہوتا ہے، جس طبقے سے تعلق رکھتا ہے، جن بچوں کے ساتھ کھیلتا کودتا اور اُٹھتا بیٹھتا ہے، ان سب کا مجموعی اثر قبول کرتا ہے۔ پاس پڑوس کے لوگوں کے رہن سہن، عقائد واعمال، رسم ورواج وغیرہ سے متاثر ہوتا ہے۔ ماحول اگر اچھا ہو تو مدرسے اور گھر دونوں کی کوششیں بار آور ہوتی ہیں، ورنہ دونوں کو بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ بسا اوقات بھلے گھروں کے بچے اور معیاری مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ بھی باوجود ہر طرح کی کوششوں کے برے ماحول کا شکار ہو جاتے ہیں، اور ان کی اُٹھان مطلوبہ نہج پر نہیں ہو پاتی۔ اس لیے ماحول کو بھی تعلیم وتربیت کے لیے ساز گار بنانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

7۔ حکومت یا مملکت:۔

مملکت کا دائرہ اختیار دن بدن وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ اجتماعی امور سے آگے بڑھ کر اب وہ انفرادی زندگیوں میں بھی دخل دینے لگی ہے، اس کے وسائل وذرائع بہت وسیع ہیں۔ شہریوں کی زندگی کا کوئی شعبہ اس کے اثرات سے خالی نہیں۔ چناں چہ تعلیم وتربیت کا بھی یہ سب سے بڑا اور سب سے مؤثر عمل ہے۔ ایسی صورت میں اس کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ اس کا فرض ہے کہ وہ ابتدائی تعلیم وتربیت سے ہر شہری کو آراستہ کرلے۔ بالغان کی تعلیم وتربیت کا بندوبست کرنا، بلا لحاظ مذہب وملت اور رنگ ونسل ہر ایک کو اس کی صلاحیت کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کے مواقع دینا۔ علم وفن، طب وجراحت، صنعت وحرفت، انجینئرنگ وزراعت وغیرہ کی ترقی کے لیے چھوٹے بڑے ہر طرح کے متعدد ادارے قائم کرنا۔ ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی قانون سازی کرے کہ جو عناصر ریاست کے خلاف بندوق کا روایتی ہتھیار یا سوشل میڈیا کا غیر روایتی ہتھیار استعمال کریں ان کے ساتھ آہنی ہاتھوں سے نمٹے۔

خلاصۂ بحث:۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ درج بالا علوم کی تقسیم کی روشنی میں نصاب تعلیم وتربیت مرتب کیا جائے تاکہ ایک ایسی متوازن شخصیت تیار ہو سکے جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کی محبت ہو اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر عمل بجالائے۔

دنیائے مغرب میں تعلیم یعنی "Education" اپنا دینی کردار کھو چکی ہے۔ لغوی معنی کے اعتبار سے یہ لفظ ناسوتی ہے اور "القدس" کے دائرے سے قطعاً خارج ہے۔ مغرب میں تعلیم اساسی حقیقت کے ہر ہر رابطے سے کٹ چکی ہے، اس کی خواہش عملی، اس کا مافیہ مادی اور انائی اور اس کی رسائی عالم گیر ہے۔ استاد کا مقام گھٹا کر اسے محض ٹیکنیشن کی سطح تک گھسیٹ لانے کے لیے ہر غیر شخصی تکنیک بڑے اشتیاق سے برتی جاتی ہے۔ اسی طرح شاگرد کا مقام ایک خالی برتن کا سا ہوتا ہے جو ہر اس چیز سے بھرے جانے کا منتظر رہتا ہے جس کے بارے میں خیال ہو کہ وہ مادی ترقی کو فروغ دے سکتی ہے۔

خاندان ہی ہماری تہذیب کا گہوارہ ہے۔ بچے کو تعلیم وتربیت کے ذریعے اسوۂ نبوی ﷺ میں اسی صورت میں ڈھالا جا سکتا ہے جب خاندان مضبوط اور قائم ہوگا۔ بچے کو خاندان کے نظام میں ابتدائی پرورش، بنیادی تعلیم وتربیت اور اقدار کا اساسی شعور ملتا ہے، اس کا متبادل کوئی اور ادارہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے برعکس مغربی تعلیم میں اسکول کو گھر اور خاندان کا متبادل تربیتی ادارہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ پھر مغربی معاشرہ منطقی

طور پر اپنی اقدار، نقطۂ نظر اور ضروریات کے اعتبار سے پھوٹ کا شکار ہو گیا ہے اور وہاں اخلاقی اقدار کی جگہ بے لگام مادی خواہشات نے لے لی ہے۔

اسلامی عہد میں تعلیم و تربیت کے تین مرحلے ہوتے تھے:

1. **خاندان** 2. **مدرسہ** 3. **معاشرہ**

ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسا نظام وضع کیا جائے جس میں تعلیم و تربیت کی ابتدا خاندان ہی میں ہو۔ موجودہ دور میں تمام انسانوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا جا رہا ہے اور صرف تعلیم کا شعور ہے تربیت کا نہیں، حالاں کہ انسانی معاشرہ میں مختلف ذہنی اور عقلی درجات کے لوگ ہوتے ہیں، جیسے ادنیٰ، اوسط اور اعلیٰ وغیرہ۔ عقل میں اعلیٰ درجہ کے لوگوں کو تعلیم اور تربیت کی، جب کہ غبی اور ادنیٰ عقل والوں کو تربیت کی ضرورت ہوتی ہے، علم ذیلی طور پر ان کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ معلم کو مربی کے فرائض سے روشناس کروایا جائے اور معاشرہ اس کی پذیرائی کرے۔ اسی طرح عالم باعمل حضرات کی صحبت اور اس کی شرعی بنیادوں کو اجاگر کیا جائے، کیوں کہ اسی طریقہ سے ایک مسلمان کے لیے نبی کریم ﷺ کی سنتوں پر عمل پیرا ہونا آسان ہو جائے گا اور شکوک و شبہات اور مجلسی خرافات سے محفوظ رہ سکے گا۔

انیسویں صدی میں استعماری قوتوں کے سیاسی غلبہ کی وجہ سے مسلمانوں کو جہاں زندگی کے دیگر میدانوں میں مسائل کا سامنا کرنا پڑا، وہاں روایتی مسلم معاشرے کی تنظیمی ہیئت اور اسلامی اداروں کو بھی فکری طور پر منہدم کرنے کی کوشش کی گئی، جس سے اسلامی معاشرہ کی تنظیمی ہیئت مغربی اصولوں کے مطابق پروان چڑھی۔ نظام احتساب (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) اور تربیتی ادارے (زاویہ، رباط، خانقاہ، دائرہ وغیرہ) اسلامی معاشرہ میں کلیدی کردار کے حامل گردانے جاتے تھے۔ یہ ادارے ترتیب کے ساتھ بچوں کو تعلیم دیتے ہیں اور ان کی سیرت و شخصیت کو سنوارتے ہیں۔ گھر کی طرح اپنے مدرسے سے بھی بچوں کو جذباتی لگاؤ ہوتا ہے۔ وہ اپنے استاد کو دنیا کا سب سے بڑا آدمی سمجھتے ہیں۔ اس کی معلومات پر غیر معمولی اعتماد کرتے ہیں، اس کی سیرت و کردار کو اپنے لیے قابلِ تقلید اسوہ سمجھتے ہیں۔ مدرسے کی فضا انہیں بے حد متاثر کرتی ہے۔ یہاں بچے کی سیرت و شخصیت پر جو نقوش ثبت ہوتے ہیں وہ زندگی بھر قائم رہتے ہیں، انہی وجوہ سے اس عامل کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ اسلامی معاشرہ میں سننِ نبوی کی ترویج و اشاعت اور اسوۂ نبوی ﷺ کے مطابق مسلمانوں کی زندگی ڈھالنے میں بنیادی حیثیت کے حامل تھے۔ ان میں سے ایک ادارہ سننِ نبوی کی ترویج اور دوسرا ان میں حائل رکاوٹوں کا سدباب کرتا ہے۔ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ روایتی اسلامی تربیتی اداروں کو بحال کرنے کی کوشش کی جائے اور اس کی فکری بنیادوں کو مضبوط کیا جائے۔

مختصر یہ ہے کہ آج علم کا بہت شور ہے مگر یہ علم محض ہے جو عمل پر اکساتا نہیں، علم میں افراط سے محفوظ رہنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے علم و عمل اور تعلیم و تربیت میں جو اعتدال پیدا کرنے کی کوشش کی اس پر عمل پیرا ہوا جائے۔

خودی ہو علم سے محکم تو غیرتِ جبریل — اگر ہو عشق سے محکم تو صورِ اسرافیل
عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں — کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیل
مجھے وہ درسِ فرنگ آج یاد آتے ہیں — کہاں حضور کی لذت، کہاں حجابِ دلیل!

(بالِ جبریل)

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

شعبہ تحقیق و مراجع

وزارتِ مذہبی اُمور و بین المذاہب ہم آہنگی

حکومت پاکستان، اسلام آباد